جملہ تالیفات و تصنیفات

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت سابق	قیمت حال	کیفیت
۱	ترجمۂ قرآن مجید عربی د	اردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عا؍	۱۲؍	
۲	پارہ عم مترجم عربی د	اردو	مذہب اسلام	۶۸	۴؍	۴؍	
۳	تاریخ الاسلام	اردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	ے؍	للعہ؍	مجلد طبع ثانی
۴	الاسلام	اردو	فلسفۂ اسلام	۸۰۰	ے؍	عا؍	مجلد طبع اوّل
۵	زاہدہ	اردو	مذہب اسلام	۲۷۸	عہ؍	۱۰؍	طبع ثانی
۶	المجاہد	اردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہ؍	عہ؍	
۷	محنتہ الارامل	اردو	عقد بیوگان	۲۰	۱۰؍	۱۰؍	
۸	فسانۂ دلپذیر	اردو	لٹریچر	۰	۰	۰	
۹	نشتر سخن فارسی د	اردو	شاعری	۵۰۸	صہ؍	عا؍	
۱۰	فکرِ دنیا	اردو	پالیٹکس	۰	عہ؍	عہ؍	زیر ترتیب
۱۱	حکمائے یونان	اردو	فلسفۂ یونان	۰	۸؍	۴؍	طبع ثانی زیر طبع
۱۲	زبان اُردو	اردو	پالیٹکس	۳۲	۲؍	۲؍	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	پالیٹکس	۳۴	۴؍	۲؍	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا	انگریزی	پالیٹکس	۱۸	۴؍	۲؍	
۱۵	شرح ایکٹہائے قبضۂ اراضی و مالگزاری	اردو	قانون	۳۸۴	عا؍	عا؍	مجلد
۱۶	عباسیز لاء آف پریمشن	انگریزی	قانون	۵۴۰	عے؍	عا؍	مجلد
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول	انگریزی	قانون	۳۸۴	ے؍	عہ؍	مجلد
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	انگریزی	قانون	۹۵۲	عے؍	عہ؍	مجلد

المشتہر — سیتلا بخش شائق منیجر عباسی برادران گورکھپور ممالک متحدہ

جملہ تالیفات و تصنیفات

علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	موضوع	صفحہ	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	کیفیت
۱	ترجمۂ قرآن مجید عربی و	اُردو	مذہب اسلام	۲۶۶	عا/۸ر	۱۲ار	
۲	پارۂ عم مترجم عربی و	اُردو	مذہب اسلام	۶۸	۴ر	۴ر	
۳	تاریخ الاسلام	اُردو	تاریخ اسلام	۶۸۰	ے/	للعہ/	مجلد طبع ثانی
۴	الاسلام	اُردو	فلسفۂ اسلام	۸۰۰	سے/	عا/	مجلد طبع اول
۵	زاہدہ	اُردو	مذہب اسلام	۲۷۸	عہ/۴ر	۱۰ار	طبع ثانی
۶	المجاہد	اُردو	حقوق زنان	۱۸۰	عہ/	عہ/	
۷	محسنۃ الارامل	اُردو	عقد بیوگان	۲۰	۱۰ر	۱۰ر	
۸	فسانۂ دلپذیر	اُردو	لٹریچر	·	·	·	· : ·
۹	نشترِ سخن فارسی و	اُردو	شاعری	۵۰۸	ھہ/	عا/	
۱۰	حکمرِ دنیا	اُردو	پالیٹکس	·	عہ/	عہ/	زیر ترتیب
۱۱	حکمائے یونان	اُردو	فلسفۂ یونان	·	۸ر	۴ر	طبع ثانی زیر طبع
۱۲	زبان اُردو	اُردو	پالیٹکس	۳۳۲	۲ر	۲ر	
۱۳	انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ	انگریزی	پالیٹکس	۱۸	۴ر	۲ر	
۱۴	دی فیوچر آف انڈیا	انگریزی	پالیٹکس	۲۴۴	۴ر	۲ر	
۱۵	شرح ایکٹہائے قبضۂ اراضی و ملگزاری	اُردو	قانون	۳۸۴	عا/۸ر	عا/۸ر	مجلد
۱۶	عباسیز لا آف پرمیشن	انگریزی	قانون	۵۴۰	عہ	عا/	مجلد
۱۷	عباسیز ریونیو کورٹ مینول	انگریزی	قانون	۳۸۴	سے/	عہ/۸ر	مجلد
۱۸	عباسیز سول پروسیجر کوڈ	انگریزی	قانون	۹۵۲	عہ	ھہ/	مجلد

المشتہر ستیلا بخش شایق - محلہ گھاسی کٹرہ شہر گورکھپور ممالک متحدہ

جسکی سرخیاں یہ ہیں - وجہ تالیف - ایشیائی شاعری - ایشیائی شاعری کا یورپ سے مقابلہ زبانِ اُردو اور اُسکی شاعری - دلی اور لکھنؤ کے شعرا - زبانِ فارسی اور اُسکی شاعری - شاعری کی بھلائیاں اور بُرائیاں - قیمت ۵؍ تجویز کی گئی تھی لیکن نظر بحالات مبلغ ۸؍ رکھی گئی

فکرِ دنیا

یہ کتاب بھی ناول کا پیرایہ رکھتی ہے - اسمین علامہ نے ہندوستان کے نوجوانوں کو یہ بتایا ہے کہ ہوش سنبھالنے پر جسے فکر دنیا لاحق ہو اُسے کیا کرنا چاہیے - معاملات مُلکی سے بھی بحث کی گئی ہے - صنعت - حرفت اور تجارت کی ترغیب دی گئی ہے - کسب معاش کے طریقے بتائے گئے ہیں - کتاب زیر ترتیب ہے - قیمت عہ؍ -

تاریخ حکمائے یونان

یہ کتاب بھی علامہ کے زمانہ طالب العلمی کی یادگار ہے - مشکل سے ایک نسخہ دستیاب ہوا جسکی طبع ثانی کا ارادہ ہے - قیمت سابق ۸؍ حال ۱۲؍

زبانِ اُردو

علامہ نے زبانِ اُردو کی طرف سے قوم کے سامنے اپیل پیش کیا ہے - قیمت ۲؍

انڈیا اینڈ برٹش گورنمنٹ - دی فیوچر آف انڈیا

پہلی کتاب خلفشار لکھنؤ اور دوسری خلفشار بنگالہ کے بعد معاملات ملکی پر بزبان انگریزی علامہ نے لکھی یہ کتابیں وہ لوگ ضرور پڑھیں جو معاملات ملکی مین دخل دینا چاہتے ہیں قیمت سابق فی جلد ۸؍ حال ۱۲؍

شرح ایکٹہائے قبضۂ آراضی و مالگزاری (اُردو) عباسیز لا آف پرمشن (انگریزی)

عباسیز ریونیو کورٹ مینول (انگریزی) عباسیز سول پروسیجر کورٹ (انگریزی)

یہ قانونی کتابیں بھی علامۂ عباسی کی تصانیف سے ہیں قیمتیں آیندہ صفحہ مین درج ہیں - مختلف ہائیکورٹون کے اٹھارہ ججون کی رائیں انکی بابت علیحدہ شایع ہوئی ہیں -

المشتہر ستیلا بخش شایق محلہ گھاسی کٹرہ گورکھپور - ممالک متحدہ

ذکر کیا اور معتبر کے افعال اور اقوال سے سند لیکر دکھایا کہ عقد بیوگان کس درجہ ضروری چیز ہی
یہ لکچر محسنۃ الارامل کے نام سے علیحدہ شایع کیا گیا ہی۔ دلون پر یہ سحر کا کام کرتا ہی۔ کتنا ہی
کوئی عقد بیوگان کے خلاف ہو لیکن اس لکچر کے پڑھنے سے اُسکے قلب کی حالت بالکل
بدلجاتی ہی۔ قیمت اسکی ڈیڑھ آنہ فی رسالہ ہی۔

فسانۂ دلپذیر[۸]

زمانہ طالب علمی مین علامہ نے کئی کتابین لکھی تھین۔ چند کتابین علم ریاضی مین تھین
لیکن وہ کسی قدردان کے ہاتھ نہ پڑین اور ضایع ہوگئین اُسی زمانہ مین لیمس ٹالیس ایک انگریزی
کتاب کا ترجمہ علامہ نے اُردو مین کیا تھا اس ترجمہ پر منشی نولکشور کی نظر پڑی جو زبان اُردو کے بڑے
سرپرست تھے اُنھون نے علامہ سے حق تالیف خریدا اور اپنے طور پر اُسے شایع کیا کئی مرتبہ
اسکی اشاعت کی نوبت آچکی ہی۔ منشی نولکشور نے جب یہ ترجمہ شایع کیا تو علامۃ الدہر کا لفظ مولف
کے نام کے قبل بڑھایا اور پھر اسی کی پیروی دیگر مطابع نے بھی کی جس سے مولف کے نام
کے قبل لفظ علامہ اسقدر عام طور پر مشہور ہوگیا کہ گویا نام کا جزو ہوگیا۔ فسانہ دلپذیر کا مین شایع
کنندہ نہین ہون یہ کتاب مطبع نول کشور مین ملتی ہی۔ یہان تیمناً اسکا ذکر کیا گیا ہی۔ اسی کتاب نے
ممدوح کا حوصلہ بڑھا کر ممدوح سے مختلف علوم وفنون اور مختلف زبانون مین متعدد کتابین لکھوائین
اور ممدوح کو فی الواقع علامہ بنا دیا۔

نشتر سخن[۹]

یہ کتاب انتخاب کلام آتش[۱] - امیر[۲] - انشا[۳] - انیس[۴] - حافظ[۵] - داغ[۶] - دبیر[۷] - ذوق[۸]
سعدی[۹] - سودا[۱۰] - صائب[۱۱] - ظفر[۱۲] - عمر خیام[۱۳] - غالب[۱۴] - غنی[۱۵] - منیر[۱۶] - مومن[۱۷] - میر[۱۸] - ناسخ[۱۹]
ہی اور انتخاب ایسے لطف اور جدت کا ہی کہ قابل دید ہی۔ انتخاب در انتخاب ہو کر نشترون پر نمبر
لگائے گئے ہین۔ ہر ایک شاعر کے مختصر حالات اُسکے کلام کے قبل لکھے گئے ہین شروع کتاب
مین زبانِ فارسی اور اُردو اور اُنکی شاعری کے متعلق ایک نہایت دلچسپ مضمون کا دیباچہ ہی

ناول ہی - پھر اس پر دینیات کی تعلیم - سبحان اللہ جزاک اللہ - قصہ کے پیرایہ مین عورتون کے حقوق جو وراثت کے متعلق ہین بہت اچھی طرح دکھائے گئے ہین اور پھر جا بجا آیات قرآنی اور احادیث کا انضمام سونے مین سوہاگہ ہی -

"اخبار دار السلطنت" ایک نئی طرز کا ناول ہی - المجاہد ایسے ناول کی قوم کو اشد ضرورت تھی اور ہی اسلیے کہ مسلمانون مین ایک ایسا مرض پھیل پڑا ہی جو ہزار ہا خرابیون کا موجد ہی یعنے نادہندی ترکہ دختران - اسمین لڑکیون کا حق پورے طور پر اپنے والدین کی جائداد مین ثابت کر دیا گیا ہی اور نیز ترکہ نہ دینے کے نقصانات ظاہر کر دیے گئے ہین -

"ڈاکٹر منظر السبحان رئیس بردوان" واقعی المجاہد نہایت مفید کتاب ہی اور بہت ہی باثر ہی جس غرض کے لیے ہی اکسیر ہی - اور مظلومین کے لیے پوری وکالت کرتی ہی - میرے وطن مین ایک رئیس نے اپنی جائداد عورتون کو محروم کر کے تقسیم کی تھی - یہ کتاب دیکھ کر وہ راہ راست پر آگئے اور لکھا ہوا قبالہ چاک کر ڈالا - اُسوقت سے اس کتاب کا مین بیحد قائل ہون -

"اخبار جام جمشید" المجاہد کی سلاست عبارت اور وسعت بیان دیکھنے کے قابل ہی - محمد مجاہد چھپروی الملقب المجاہد کے کارنامون کا تذکرہ بطرز ناول ہی - مصنف نے اس کتاب مین کمال خوبصورتی سے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی ہی اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت مفید باتین احادیث نبوی و آیات قرآنی کے ساتھ ظاہر فرمائی ہین مصنف صاحب کی لیاقت اظہر من الشمس و ابین من الامس ہی - اس زمانہ مین مصنف موصوف بڑے روشن خیال و عالی دماغ و طباع آدمی ہین جنھون نے اپنی تصانیف سے ملک و قوم کو ممنون کیا ہی -

محنتہ الارامل

ایک بڑا عیب مسلمانون مین یہ آگیا ہی (اور بظاہر مسلمانون کی نکبتون کے بڑے اسباب مین اسے سمجھنا چاہیے) کہ مسلمانون مین عقد بیوگان کو باعث ننگ سمجھتے ہین ایک موقع پر علامۂ عباسی نے ایک بہت بڑا لکچر دیا تھا جسمین اُنھون نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا

"ہمدرد" ایک فرضی قصہ کے پیرایہ مین مذہبی مسائل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہو اور بہت کافی طور پر مہذبانہ الفاظ اور معقول خیالات اور شائستہ فقرے استعمال کیے گئے ہین - باینہمہ نفس قصہ بجائے خود ایک نہایت پُر اثر اور دلکش ناول ہو -

قیمت سابق عہر قیمت حال ۱۰ ار -

المجاہد

یہ کتاب بھی باثر قصہ کے پیرایہ مین ہی - زوال سلطنت کے بعد مسلمانون مین جو بست حوصلگیان پیدا ہوئین اور جسکے ذریعہ سے عورتون کے حقوق جائز پر اُنھون نے دست انداز یان شروع کین اُسکا نقشہ نہایت صحیح اور دردناک صورت مین دکھایا گیا ہو

معززرائین

"مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی - ایم جی پنشنر سشن جج" آپ کا المجاہد تو زاہدہ سے بھی عمدہ ہو

"مولوی محمد اصغر صاحب سابق سشن جج ریاست رام پور پنشنر پراونشیل سروس اودھ" مین نے المجاہد کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مین اُسکے روشن دماغ مصنف کو مبارکباد دیتا ہون کہ اُنھون نے بے زبان لڑکیون کے حقوق کی طرف جو خلاف کتاب اللہ اور کتاب لرسول پامال ہو رہے ہین - ایک نہایت باثر اور دلکش پیرایہ مین قوم کو توجہ دلاکر اُنکی پوری وکالت کی ہی - اللہم اجعل سعیہ مشکورا -

"مولوی محمد فصیح الدین صاحب بی اے پراونشیل سروس ممالک متحدہ" ایک خوشحال مسلمان کی خاندانی پیچیدگیون کا دلکش فوٹو ہی - المجاہد محض ناول ہی نہین ہی بلکہ بے زبان لڑکیون کے حقوق پر ایک پُر زور لکچر ہی - اے خدا تو اپنے سب بندون پر مجاہد ایسا فرشتہ خصلت محافظ تعنات کر - راستباز پاک طبیعت ستھرے سلجھے ہوئے خیالات بھی ناول کا جوہر ہی - زبان صاف شستہ -

"ریفارمر، المجاہد ایک نہایت قابل قدر اور نہایت ہی مفید کتاب ہی - قصہ کا قصہ ناول کا

"اخبار وکیل" قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے دلچسپ طور پر بیان کیا ہی کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریرون سے بڑی جانکاہی کے بعد ہو وہ باتون باتون مین اس قصہ کے دیکھنے سے ناظرین کے طبایع پر ہو جائیگا۔

"شحنۂ ہند" ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کرین بجا ہی۔ نہایت سیدھا سادا اتنا سلیس اور مہذب ناول ہی اور با اینہمہ اسقدر دلکش ہی کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے گا اُسی قدر مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

"گیا پنچ" یہ کتاب ناول کے پیرایہ مین لکھی گئی ہی تاکہ مذہب اسلام کی خوبیان نوجوان مسلمانون کے دلون مین متاثر ہون۔ مذہب اور اخلاق کی باتین اس خوبی سے بیان کیگئی ہین کہ ضرور دل اسکو قبول کرلے۔

"مفید عام" کتاب کی عمدگی۔ عبارت کی سُستگی۔ مضامین کی دلبستگی کی تعریف مین صرف اسقدر بیان کردینا کافی ہی کہ نادر الوجود ناول ہی بلکہ اُسکو درستگی خصائل و آراستگی اخلاق کے لیے ایک مفید و کارآمد رسالہ تصور کرنا چاہیے۔

"اخبار اسلام" کوئی متنفس ایسا نہ ہوگا جو اس کتاب کی خوبیان معلوم ہونے پر اپنے دل کو بے اختیارانہ مشتاق نہ بنائے۔

"انڈیا گزٹ" زاہدہ کو ہم دل سے پسند کرتے ہین اور اُسکی خوبیون کے معترف ہو کر نوجوانان اور نو تعلیم یافتہ مسلمانون کو اسکی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہین۔

"کارنامہ" یہ کتاب زمانہ موجودہ کی روش کے مطابق لکھی گئی ہی۔ مذہبی رعایت سے اخلاق و تمدن کا ذکر کیا گیا ہی۔

"مشیر ہند" ایک طرف حسن و عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسائل اس خوبصورتی سے بیان کردیے ہین کہ باید و شاید۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند ناول نویس اگر ہندوستان مین اور خصوصاً مسلمانون مین پیدا ہو جائین تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

بدکاری - معاصی - توبہ - سجدہ - شکر - ایمانداری - نفقہ زوجہ - ارواح - نظر کا دھوکا - مصالح نکاح مذہب فلسفہ - جبر و اختیار - قرآن موافق عقل - قمار بازی - سود خواری - بہنون کے حق غصب نکرد کرامات اولیا - اوقات نماز - جمعہ - عیدین - حج - زکوٰۃ - اخوت اسلامی" غرضکہ شروع سے آخر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہی - لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہین کہ حسن و عشق کی دلفریب حکایت مین یہ باتین اس طرح موقع موقع سے بیان کی گئی ہین کہ قصہ کی دلچسپی مین زرا فرق نہین آتا -

زاہدہ کی نسبت معزز اڈیٹران اخبار کی رائین درج ذیل ہین

"جامع العلوم" زاہدہ کا پلاٹ بالکل ہی نیا ہی - ہماری زبان مین مسلمانون کے مذہب کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا -

"معین الہند" اتنا موثر قصہ جسمین واقعیت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا گیا ہو ہماری نظر سے نہین گزرا یہ محض ایک دلچسپ کہانی نہین ہی بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شائستگی خیالات سے لبریز ہی - مذہبی لطف انگیز تقریرین نہایت متانت سے ادا کی گئی ہین -

"سول اینڈ ملٹیری نیوز" نہایت ہی دلچسپ قصہ ہی مسلمانون کو قصہ کے پیرایہ مین دینی مسائل کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہین سکتا - انصاف کی بات یہ ہی کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول آج کل کی تصانیف مین ہماری نظر سے نہین گزرا مصنف نے بڑے ادق مسائل کو کہانیون مین حل کیا ہی -

"صداے ہند" اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابون مین مذہبی مسائل کو ناول کے پیرایہ مین بیان کرنے کا کمال دکھایا ہی تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھکر بازی لی ہی اور اس خوبصورتی سے کتاب ختم کی ہی جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہو سکتی ہی کوئی شک نہین کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیہ ہی پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہین رہسکتی - فسانے کی دلچسپی کتاب ختم کیے بغیر چھوڑنے نہین دیتی -

اُسوقت علامہ کے خیالات کی پوری تائید ہوئی اور اُنکو یقین ہوا کہ اس زمانے کے وارستہ مزاج نوجوانون کو مذہب سکھانے کے لیے زاہدہ ایک بہترین ذریعہ ہی۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ مین عمدہ باتون کا سبق دینا کچھ نئی بات نہین ہی۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہین۔ لیکن جو جدت اس کتاب مین ہی وہ یہ ہی کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہی اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتین موجودہ زمانے کی ضرورتون کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہین کہ دل پر اثر کیے بغیر نہین رہ سکتین۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسائل اس اٹھارہ جزو کی کتاب مین ذکر کیے گئے ہین۔ اور پھر ہم لکھتے ہین کہ مذہبی مسائل کے ساتھ قصہ کا ازحد دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہی۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہین۔

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ ماں کی نصیحت۔ ماں کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہی۔ رسم پردہ۔ غم بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن اسکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ راستی۔ السلام علیکم سوالنہ۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوؤں کی عبادت۔ حضور قلب حسن صوت سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورتِ مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمۂ قدرت چھپ کے بات سُننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ رنڈاپا۔ بیاہ کے لیے کفو۔ مسلمانی کیا شی ہی۔ الوہیت مین شرک۔ نبوت مین شرک۔ پیغمبر کی بیبیان۔ ملکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل و حکمت کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتون کے حقوق دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت علی۔ دور اندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب مین نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہین۔ وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے ثباتی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفرقہ۔ ہندوؤن کی رسم نہ سیکھو۔ طلسم محبنین۔ حب دولت۔ شرم بیجا۔ فرایض اولاد۔ فرایضِ والدین۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ توریث۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تجہیز و تکفین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتائج

سے مختلف امراض مین مبتلا ہوکر حکیم حاذق الملک کے پاس علاج کی غرض سے آیا تھا
ایک روز اُسنے کسی ضرورت سے داہمنے ہاتھ کی آستین اُلٹی تو ہاتھ پر ایک مرد اور ایک
عورت کی تصویر اس طرح بنی ہوئی تھی گویا ایک دوسرے کا بوسہ لے رہے ہین - اور تصویر
بھی اُسی مصالحہ سے تھی جس سے ہندو عورتین گدنا گدواتی ہین - اور انگلستان کے دیہاتون
مین بھی اسی قسم کے گدنے کی رسم ہے اور فوجی گورون کے ہاتھون پر چڑیان یا پھل پھول
کی تصویرین یا اور نشانات و علامات بنائے جاتے ہین جو آخر عمر تک قایم رہتے
ہین - علامہ کو اس لڑکے کے ہاتھ پر وہ تصویر دیکھکر سخت حیرت ہوئی - اول تو
ایک مسلمان کے ہاتھ پر انسانی تصویر کا ہونا ہمیوں قبح - دوسرے یہ کہ تصویر ایسی کہ گھر کی بہو
بیٹیون اور بڑے بوڑھون کے سامنے کسی طرح دکھانے کے لایق نہین - علامہ
اسی حیرت مین تھے کہ اُس نوجوان لڑکے کا بایان ہاتھ نظر آیا اور اُسپر اُسی بد مدار ذریعہ سے
جسکا ذکر اوپر ہوا ہے ایک نوجوان عورت کی برہنہ تصویر بنی ہوئی نظر آئی - علامہ کو دریافت
سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکا کسی بڑے متمول مسلمان کا ہے - مان زندہ ہے - بوڑھا باپ بھی
موجود ہے - اور وہی کفیل ہے - اُسوقت علامہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس لڑکے کے گھر مین
کبھی بھولے سے بھی مذہبی چرچا نہ ہوتا ہوگا - وہ باپ بیٹے سے بھی بڑھکر دارستہ مزاج
ہوگا جسنے بیٹے کی یہ آزادی روا رکھی - علامہ نے دوسرے دن زاہدہ اُس لڑکے
کے ہاتھ مین دی - ۲۴ گھنٹہ مین صرف چھ گھنٹہ وہ لڑکا سویا اور ۴ گھنٹہ اور حوائج ضروری
مین اُسنے صرف کیے بقیہ ۱۴ گھنٹے مین اُسنے شروع سے آخر تک زاہدہ پڑھی جسمین
عشق کا بھی تذکرہ جابجا تھا اسلیے اُس لڑکے نے کتاب ختم کیے بغیر چین نہین لیا اور آخر
مین وہ کہنے لگا کہ ایسی عمدہ کتاب کبھی اسکی نظر سے نہین گزری تھی - اور اُسنے یہ بھی کہا
کہ اگر ابتدائے عمر مین اس قسم کے چرچے میرے گھر مین ہوتے اور وہ باتین بتائی
جاتین جو اس کتاب مین ہین تو آج مین اُن مصائب کا شکار نہ ہوتا جسمین کہ مبتلا ہون

قیمت اصلی سے ۴ر اب ۱۲؍ کردی گئی ہی

زاہدہ

جب بہت سی کتابین مذہبی علامہ نے شایع کین تو ایک مایوسانہ خیال یہ پیدا ہوا کہ ان کتابون کو پڑھے گا کون؟۔ زمانے کی جو روش ہی اُس سے یہ امید نہین کہ نئے خیالات والے اِن کتابون کو پڑھین گے۔پرانے خیال کے لوگون نے اگر پڑھا تو وہ تحصیل حاصل ہوئی۔ان کتابون سے تعلیم مذہب کا کام نہ نکلے گا جو اصل غرض مولف کی ہی۔اس خیال نے ایک فرضی قصہ حسن و عشق کا مولف سے لکھوایا اور اُسمین تمام مسائل مذہبی جابجا اس طرح درج ہوئے کہ قصہ کا لطف جانے نہ پائے جس طرح بچون کی دوا کی تلخ گولیون پر شکر چڑھائی جاتی ہی اُسی طرح آوارہ مزاج مسلمان بچون کے لیے مذہبی مسائل پڑھانے کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہی۔مولف کی زبان سے سنی ہوئی ایک نقل مین لکھتا ہون ۔ ایک مرتبہ دلّی کے سفر مین مولف جس ہوٹل مین مقیم تھا اُسی مین ایک نوجوان مسلمان لڑکا اٹھارہ اُنیس برس عمر کا مقیم تھا جو اپنی بداحتیاطیون کی وجہ

قوم مین جتنا ہی علم ہو اُتنا ہی وہ اپنے مذہب کو دیگر مذاہب پر فوق دینے مین کوشان ہی
اس جہادِ فی سبیل اللہ مین مسلمان پیچھے ہوتے جاتے ہین اسلیے انکو گزند پہنچا جاتا ہی - الاسلام مین
مذہب اسلام کی فلاسفی اتنے عمدہ طور پر دکھائی گئی ہی کہ تحریر کا اس سے بہتر طریقہ ذہن مین نہین آتا
اس کتاب کی ترتیب یون ہی کہ تمام اہم مسائل اور اہم امور مضامین (آرٹیکل) کی صورت مین
لکھے گئے ہین - زبان شستہ طرز ادا پسندیدہ - عبارت سلیس - قرآن حدیث اور فقہ کی کتابین
سامنے رکھ کر ایک سمجھ دار ذی علم جتنی سرخیان پیدا کر سکتا ہی اُتنی ہی سرخیان اُن مضامین کی
ہین اور کتاب کا حجم بھی زیادہ ہی - ابواب اور فصول حسب ذیل ہین -

باب ۱ - مُلکی اور اخلاقی معاملات

ف ۱ - اصول جہانداری - ف ۲ - ہند اور اہل اسلام
ف ۳ - سیف اور اسلام - ف ۴ - اخلاق محمدی
ف ۵ - تمدن اور حسن معاشرت - ف ۶ - مان باپ
کی اطاعت - ف ۷ - صدقہ اور زکوۃ - ف ۸ -
عربون کی بہادری - ف ۹ - غلامون کی حالت -
ف ۱۰ - عورتون کے متعلق نصوص قرآنی - ف ۱۱
کار منصبی - ف ۱۲ - الرفیق ثم الطریق - ف ۱۳ - قومی
امتیاز - ف ۱۴ - بخل اور اسراف - ف ۱۵ - حسن پرستی
ف ۱۶ جہاد - ف ۱۷ - مسلمانون کے احسانات دنیا
پر - ف ۱۸ - جنگ صلیبی - ف ۱۹ - اخوۃ اسلامی

باب ۲ - تعزیرات

ف ۲۰ - جرایم - ف ۲۱ - سزائے موت - ف ۲۲ -
زناکاری ف ۲۳ - سزا بجواری - ف ۲۴ - جھوٹی
قسمین - ف ۲۵ - جرایم پر نصوص قرآنی -

باب ۳ - عبادات

ف ۲۶ - وضو اور غسل - ف ۲۷ - تیمم اور مسح - ف ۲۸
اذان - ف ۲۹ - نماز - ف ۳۰ - روزہ - ف ۳۱ -
عبادات کے متعلق نصوص قرآنی -

باب ۴ - شخصی معاملات اور ضابطہ عدالت

ف ۳۲ - شرکت کاروبار - ف ۳۳ - توریث -
ف ۳۴ - وصیت - ف ۳۵ - بیع - ف ۳۶ -
ہبہ - ف ۳۷ - وقف بکار خیر - ف ۳۸ - نکاح
ف ۳۹ - مہر - ف ۴۰ - طلاق - ف ۴۱ - کثرت
ازدواج - ف ۴۲ - عقد بیوگان - ف ۴۳ - امہات
مومنین ازواج مطہرات رسول صلعم - ف ۴۴ - عدالتی
کارروائی - ف ۴۵ - شہادت -

باب ۵ - عقائد و علمی مباحث

دنادورہ حرفے اوساط مردم را ابراے ادراک حالات ائمۂ اسلام بس مفید بلکہ کاتب الحروف مثل ازین کتابے بدین گرانمایگی و خجستگی ندیدہ۔

مولوی محمد مظہر الحق صاحب بیرسٹرایٹ لا بہار کلکتہ ہائیکورٹ - عبارت اس کتاب کی نہایت صاف سلیس اور عام فہم ہی اُردو زبان مین اپنی قسم کی پہلی کتاب ہی۔

الاسلام

ترجمہ قرآن شریف اور تاریخ الاسلام لکھتے وقت علامہ کو نئے تعلیم یافتون کے مذاق کا خیال آیا تو ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کو فلسفہ جدید کے خلاف نہ ہونے دے۔ جس طرح خلفاے عباسیہ کے زمانہ مین متکلمین نے یونانی فلسفہ کے حملون سے اسلام کو بچایا تھا اُسی طرح علامہ نے جدید فلسفہ کا مقابلہ اس کتاب مین کیا ہی اور یہ دکھایا ہی کہ اسلام کا یہ ایک بڑا اعجاز ہی کہ وہ عالم جاہل فیلسوف سب کی تشفی کر سکتا ہی۔ اس کتاب مین علاوہ اُس خدمت کے جو اوپر بیان ہوئی تمام مسائل اسلام آجکل کے مہذب ملکوں کے مذہبی خیالات سے مقابلہ کیے گئے ہین اور اسلام کی برتری دکھائی گئی ہی۔ دیگر اقوام کے جتنے اعتراضات فلسفہ اسلام اور اچھے مسلمانون کے گزشتہ اعمال و افعال پر تھے سب کے جواب دیے گئے ہین۔ اس کتاب مین مذہب اسلام کے اصول بتائے گئے ہین اور اسکی خوبیان اس طرح دکھائی گئی ہین کہ علوم جدیدہ کی تعلیم اور فلسفہ کی تحصیل سے جو کمزوری مسلمانون کے عقائد مین پیدا ہوتی جاتی ہی اُسکی روک تھام پورے طور پر ہو جاے اور غیر قوم کو مذہب اسلام کی طرف رغبت ہو۔ علامہ ممدوح کی اکثر کتابین مذہبی خیالات کی اشاعت اور اُنکی اصلاح کے متعلق ہین اور ممدوح نے اپنی تمام کتابون مین غیر قومون کے اعتراضات کے جواب دینے کی طرف توجہ کی ہی اور مذہب کو فلسفہ کے ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کی ہی لیکن بیچ بیچ کا پیوند ضرورت کے لحاظ سے کافی نہ تھا اور ایک مستقل کتاب کی اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانہ مین اشاعت مذہب زبان سے تعلق نہین رکھتی قلم سے تعلق رکھتی ہی جس

باب ۸ - مسلمانونکی موجودہ سلطنتین

ف ۱ - سلطنت عثمانیہ یعنی سلطنت ٹرکی ف ۲

ف ۲ - سلطنت ایران - ف ۳ - مصر - ف ۴

مسلمانون کی چھوٹی چھوٹی ریاستین -

باب ۹ - محض داعیان اسلام کے

ذریعہ سے اشاعت دین

ف ۱ - مسلمانان چین - ف ۲ مسلمانان

مجمع الجزائر - ف ۳ - یورپ اور امریکا مین اسلام

باب ۱۰ مشاہیر اسلام

ف ۱ - الرجال - ف ۲ - خواتین

قیمت اصلی ؎ تھی اب لله کر دیگئی ہی

تاریخ الاسلام کی نسبت اہل ملک کی رایون کا خلاصہ

رائٹ آنریبل سر سید امیر علی صاحب رضوی سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ حال ممبر جوڈیشل کمیٹی لندن مین نے بغور تمام تاریخ الاسلام کو ملاحظہ کیا اسکے طرز جدید اور عمدگی ترتیب پر بہت ہی خوش ہوا تمام تر واقعات اہل اسلام ابتدا سے انتہا تک بصورت اختصار اچھی طرح سے بیان کیے گئے ہین گویا دریا کو کوزے مین بھر دیا ہی -

آنریبل مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی صاحب سابق جج ہائیکورٹ بمبئی - ہمارے اردو لٹریچر مین ایک بڑی حاجت تھی جو اس کتاب سے پوری ہوئی - اس غیر نمائشی نہایت سعید کام کرنے سے مولف نے بڑی خدمت انجام دی ہی - یہ کتاب مسلمانون کی تاریخ کے لیے بطور ٹیکسٹ بک کے اسکولون مین داخل ہو اور ہماری قوم کے نوجوانون کے ہاتھ مین یہ کتاب آئے تو ہم دیکھ کر بہت خوش ہونگے -

آنریبل حاجی مولوی محمد اسمعیل خان صاحب سابق ممبر امپیریل لیجسلیٹو کونسل ممالک متحدہ - مین خیال کرتا ہون کہ یہ ضروری کتاب ہی جو اردو مین شایع کی گئی ہی کیونکہ مین نے قبل ازین اپنی زبان مین کوئی ایسی کتاب نہین دیکھی جیسی تاریخ الاسلام ہی -

مولانا محمد اصغر صاحب سشن جج سابق ریاست رام پور - کوئی شک نہین کہ اس زمانے مین ایک ایسی اردو کتاب کی سخت ضرورت تھی -

استاد وقت جناب مولانا محمد فاروق صاحب سابق مدرس اعلی ندوۃ العلما لکھنؤ - ہمانسخہ کشکگر فی سبت د

ابن مروان تک بالاستیعاب لکھا اور پھر اسکے بعد مختصر حالات تمام دنیا کی اسلامی سلطنتون کے زمانۂ حال تک لکھ کر سلسلہ ملا دیا اور اخیر مین مشاہیر اسلام کے حالات بھی درج کیے - اس کتاب کے ابواب اور فصول حسب ذیل ہین،

باب ۱ حقیقت اسلام

باب ۲ از ابتدائے اعالم تا ولادت آنحضرت صلعم

ف ۱ - ملک عرب کا جغرافیہ اور مختصر حالات

ف ۲ حضرت اسمٰعیل اور اُنکے اسلاف و اخلاف

باب ۳ از ولادت محمد رسول اللہ تا وفات

ف ۱ - زمانہ تربیت رسول ؐ - ف ۲ - سن شعور سے نبوت تک - ف ۳ - رسالت سے ہجرت مدینہ تک - ف ۴ - ہجرت مدینہ سے وفات رسول تک - ف ۵ - ازواج مطہرات رسول اللہ

باب ۴ خلفائے اربعہ

ف ۱ - خلافت حضرت ابوبکر صدیق رض - ف ۲ خلافت حضرت عمر فاروق رض - ف ۳ - خلافت حضرت عثمان غنی رض - ف ۴ - خلافت حضرت علی رض

باب ۵ قریشی النسل خلفا

ف ۱ - بنو امیہ - ف ۲ - بنو عباس

باب ۶ - سلاطین مابعد

ف ۱ - اندلس مین اسلام - ف ۲ - ملوک طاہریہ ف ۳ - ملوک صفاریہ - ف ۴ - ملوک سامانی ف ۵ - ملوک غزنی - ف ۶ - سلاطین دیالمہ ف ۷ - سلاطین علاویہ اسماعیلیہ ف ۸ - شاہان اسماعیلیہ - ف ۹ - سلاطین سلجوقیہ - ف ۱۰ شاہان خوارزم - ف ۱۱ - شاہان کرمان - ف ۱۲ - چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین - ف ۱۳ - چنگیز خان اور اُسکی اولاد -

باب ۷ - الاسلام فی الہند

ف ۱ - ابتدائے اسلام سے سلاطین غزنی کے ختم تک ف ۲ - ہند اور اہل ہند کے اجمالی حالات ف ۳ - غوریون کی سلطنت - ف ۴ - غلام بادشاہون کا بیان - ف ۵ خلجیون کی سلطنت - ف ۶ - خاندان تغلق ف ۷ - سیدون کا خاندان - ف ۸ - لودیون کا خاندان - ف ۹ - خاندان سوری - ف ۱۰ مغلون کے قبل چھوٹی چھوٹی ریاستین ف ۱۱ مغلون کی سلطنت ف ۱۲ ہندوستان کی خود مختار ریاستین - ف ۱۳ - اسلام ہندوستان کا ملکی مذہب کیون نہ ہوا -

اُردو کی زبان ہے اور اُنھوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ زبان اُردو قرآن کے لفظی ترجمہ کے لیے بالکل کافی ہے - دیگر ترجموں کی طرح الفاظ زائد کا اضافہ اظہار مطلب کے لیے اس ترجمہ مین نسبتاً نہایت کم یا ایک اعتبار سے کہیے تو بالکل نہین ہے - جن باکمال لوگون نے ترجمہ علامہ عباسی دیکھا اُنھون نے بار بار تقاضا کیا کہ ترجمہ پورا ہو جائے لیکن دیگر تصانیف کے مشاغل نے علامہ کو فرصت نہ دی کہ وہ اس ترجمے کی تکمیل کرتے - لیکن لوگون کے تقاضا سے پارہ عم کا ترجمہ علیحدہ شایع کیا جسمین ایک صفحہ پر عبارت قرآن اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے -

(ترجمہ سورۂ فاتحہ بطور نمونہ)

"سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو پروردگار عالمین ہے - بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا ہے - قیامت کے دن کا مالک ہے - اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین - ہمکو سیدھی راہ چلا جنپر تیرا فضل ہے اُنکی راہ - نہ ایسی راہ جس پر تیرے غضب کے مارے گمراہ لوگ چلتے ہین -"

یہ ساڑھے آٹھ پارے یکجا مجلد ہین پہلے ۸؍ پر ہدیہ ہوتے تھے اب ۱۲ ؍ مین ہدیہ ہوتے ہین اور پارہ عم ۴؍ مین ہدیہ ہوتا تھا اور اب بھی اُتنے ہی پر ہدیہ ہوتا ہے -

تاریخ الاسلام

ترجمہ قرآن لکھتے ہوئے کتب سیر کی ضرورت علامہ موصوف کو محسوس ہوئی اور اُنھون نے کتب سیر کا وہ حصہ جو پیغمبر خدا کے زمانے کی تاریخ ہے نہایت اہتمام سے پڑھا - اُسوقت علامہ موصوف کو معلوم ہوا کہ کوئی تاریخ پیغمبر خدا اور اُنکے جانشینون کی زبان اُردو مین ایسی نہین ہے کہ سب حالات یکجا معلوم ہو جائین - بیان حشو و زواید سے پاک ہو اور مذہبی تعصبات سے مبرا ہو - سُنی - شیعہ - اہل حدیث - صوفی سب کے لیے یکسان ہو - اس خیال سے تاریخ الاسلام کا لکھنا مولف نے شروع کیا - عرب کے مختصر حالات لکھ کر پیغمبر خدا کا زمانہ اور اُنکے بعد خلفاے اربعہ اور سلاطین مابعد کے حالات ع ا ا لکھ

مولفات علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عبّاسی

ترجمۂ قرآن مجید

علامۂ موصوف نے سب سے پہلے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسلمانان ہند کی موجودہ زبان مین جب تک قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہو ہندوستان کی اسلامیت ادھوری ہی۔ اس غرض سے علامہ موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ شروع کیا اس طور پر کہ ایک کالم مین قرآن مجید اور دوسرے کالم مین اُسکا بامحاورہ اُردو ترجمہ رکھا۔ ذیل مین ضروری توضیح اور شان نزول بیان کی جو مختصر سی تفسیر کا کام دے سکے۔ ترجمہ چھپنا شروع ہوا اور ڈھائی پارے کے حصے شایع ہونے لگے۔ ساڑھے آٹھ پارے کی تفسیر چھپ چکی تھی کہ مولانا نذیر احمد کا ترجمہ قرآن پورا چھپ کر شایع ہوگیا۔

پہلا حصہ ترجمہ قرآن دیکھ کر مولانا موصوف نے اختلاف کیا تھا۔ دیر تک علامہ اور مولانا مین گفتگو رہی لیکن کوئی بات طے نہین پائی۔ اسکے بعد ہی مولانا نذیر احمد کے خیالات نے پلٹا کھایا اور بہت سے عالمون کو جمع کرکے اس سرعت سے اُنھون نے ترجمے کا کام جاری کیا کہ علامہ ساڑھے آٹھ پارے تک پہنچے تھے کہ مولانا کا پورا ترجمہ قرآن بازارون مین ہدیہ ہونے لگا۔ علامہ نے ضرورت قومی کی تکمیل دیکھ کر اپنے ترجمے کی اشاعت روک دی۔ یہان یہ لکھنا بےموقع نہین ہی کہ مولانا نذیر احمد نے جو اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن مین اپنے خیال کے بدلنے کا ذکر کیا ہی شاید وہ مفصلہ بالا واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔

علامہ موصوف کے ترجمۂ قرآن مین ایک خاص وصف یہ ہی کہ زبان بالکل فصحای

اپنے کامون مین رہو مشغول تم ای غافلو اسکی باتون پر نہ جاؤ ناسخ اک دیوانہ ہی

لالہ و گل کا جوش ہی بلبلون کا خروش ہی فصلِ وداعِ ہوش ہی موسم نائے و نوش ہی
صدقہ ہو تیری چال پر کیون نہ نسیمِ ہر سحر نقشِ قدم سے رہگذر دامنِ گلفروش ہی
ناسخ یہ قول ہی بجا حضرتِ میر درد کا ۱۴ حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ہی

چشمِ جانان اور ہی چشمِ غزالان اور ہی وضعِ انسان اور ہی ترکیبِ حیوان اور ہی
سیرِ مقتل مت سمجھ گلگشت ای نازک مزاج باغِ دلبستان اور ہی گنجِ شہیدان اور ہی
فرق ہی شاہ و گدا مین قولِ شاعر ہی یہی شیرِ قالین اور ہی شیرِ نیستان اور ہی

مسی مالیدہ لب پر رنگِ پان ہی تماشا ہے تہِ آتش دھوان ہے
ہمارا ہر نفس اک بادبان ہے روانہ کشتیِ عمرِ روان ہے

اسکی ہر دم کی نصیحت سے مین تنگ آیا ہون کاش ناصح سے بھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی
ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی

خاک ہو جاتے ہین دونون خاک مین ملنے کے بعد ۱۵ چار دن کوئی گدا ہی کوئی کیکاؤس ہی

رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہی تولد بعد طفل ۱۶ پہلے بھرتا ہی خدا پستانِ مادر شیر سے

گو مرا تابوت یارون کو وبالِ دوش ہی ۱۷ گور تو میرے لیے کھولے ہوئے آغوش ہی

اے شیخ و گبر سبحہ و زنار توڑ دیے پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑیے

یہ آدمی ہی کہ برسون جمال رہتا ہی وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہی

داغِ فرقت زیست بھر جور جہنم بعدِ مرگ ان بتون کو کس توقع پر خدا یا چاہیے

تمام شد

گداے میکدہ کس چین سے ہین خاک نشین
یہ علیش تخت پہ کب پادشاہ کرتے ہین

دو روز ایک وضع پہ رنگِ جہان نہین ،
وہ کون سا چمن ہی کہ جسکو خزان نہین ؟

کان دیتا گل کو بھی بلبل کو گر نالہ دیا
تھا یہ لازم نخلبندِ گلشن ایجاد کو

ہین اشک مری آنکھون مین قلزم سے زیادہ
ہین داغ مرے سینہ مین انجم سے زیادہ

سو رمز کی کرتا ہی اشارہ مین وہ باتین
ہے لطف خموشی مین تکلم سے زیادہ

معشوق سے امید وفا رکھتے ہو ناسخ
نادان نہین دنیا مین کوئی تم سے زیادہ

آئینہ مین زلف زلفِ پرشکن مین آئینہ
یہ حلب مین شک ہی اور وہ ختن مین آئینہ

خاک ہو کر صورتِ اصلی کو بھی وہ دیکھتا ۱۰
رکھدیا ہوتا سکندر کے کفن مین آئینہ

ہنسنے مین کھلتے ہین جسدم صاف پڑ جاتا ہی عکس
اے پری ہر دانت ہی گویا دہن مین آئینہ

اسقدر ہی تیرگی اک دم مین ہو جائے توا
کوئی گر لائے مرے بیت الحزن مین آئینہ

یہ جسمِ زار بے حرکت پیرہن مین ہی
سب مجکو جانتے ہین کہ مردہ کفن مین ہی

فرقت قبول رشک کے صدمے نہین قبول
کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے

ہین بے نصیب صحبتِ جانان سے ایک ہم
پروانہ بزم مین ہی تو بلبل چمن مین ہے

دونون کا کر چکا ہون مین ای ناسخ امتحان
سیمین مین مہر ہے نہ وفا برہمن مین ہے

پریرو دیر سے اس سوچ مین سارا زمانہ ہی
وہان مارین ہین دانت یا زلفون مین شانہ ہی؟

اجل سر پر کھڑی ہی خواب غفلت مین زمانہ ہی ۱۱
چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہی

بگڑتے جاتے ہین لاکھون ہزارون بنتے جاتے ہین ۱۲
جہان مین رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہی

نکلتا ہی جو ہر گل زر بکف گلزار عالم مین
خدا جانے زمین مین دفن یہ کسکا خزانہ ہی

کمی ہوتی نہین نقدِ سخن کی یان کبھی ناسخ
ازل سے اپنے قابو مین معانی کا خزانہ ہی

دیکھتے تھے کل جنھین آنکھون سے ہم ای غافلو
آج انکا اپنے کانون کے لیے افسانہ ہی

نال گرتا ہی کبھی اور لاش گرتی ہے کبھی ۱۳
جو زچہ خانہ ہی وہ اک روز ماتم خانہ ہی

یان تجلی بھی سنبھل جاتی ہی گرتے گرتے | شمع کے ٹھہرین قدم کیا مرے ویرانے مین
نوش کر شوق سے جی کھول کے صرفہ کیا ہی | خوف بدہضمی کا ناسخ نہین غم کھانے مین

ماہِ نو ہی مثلِ ابرو لیکن اُسکے رو نہین | ماہِ کامل صورتِ رو ہی مگر ابرو نہین
مشک مین خوشبو ہی پیچ و تاب مثلِ مو نہین | پیچ ہین سنبل مین مثلِ مو مگر خوشبو نہین

سواے مکر زمانے مین رسم و راہ نہین | وہ کون جا ہی جہان جاہ زیرِ کاہ نہین
مین گو کہ حسن سے ظاہر مین مثلِ ماہ نہین | ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہین

غمِ شبیر مین رو رو کے کرون تر دامن | جاؤن تا حشر کے میدان مین بھی تر دامن
طمعِ خام سے پھیلے جو کسی کے آگے | یارب ایسا تو مجھے ہو نہ میسر دامن

یہی کہتی ہوئی جاتی ہی چلی عمرِ روان | ۸ میرے دامن سے نہ باندھے کبھی مر دامن
صبحِ محشر یہی کہتا مین اُٹھون گا ناسخ | دے مرے ہاتھ مین یا سبطِ پیمبر دامن

منعم کے شکر مین بھی ہلائین کبھی کبھی | تنہا براے لذتِ دنیا زبان نہین
دھوکا نہ کھا ظروفِ وضو کو تو دیکھ کر | مسجد ہی مے فروش کی ناسخ دکان نہین

کسی مین زر کسی مین سنگ یہ ہی پھیر قسمت کا | برابر گرچہ ناسخ دونون پلے ہین ترازو مین
تری آنکھین نہین یہ دونون پلے ہین ترازو کے | ہمیشہ نیک بد کو تول ناسخ اس ترازو مین

ہے اثر کسکی نگاہِ تفرقہ انداز کا؟ | بلبلین ہین دام مین آوارہ گل بازار مین
کسقدر اعمال سے خفت اُٹھائی بعدِ مرگ | کیا عجب ترتا پھرے گر سنگِ دفن آب مین

وہ بُتِ شیرین ادا کرتا ہی مجکو سنگسار | یہ شکر پارے برستے ہین جنون پتھر نہین

اے جنون یان کوئی جز ضعف گلوگیر نہین | طوق گردن مین نہین پاؤن مین زنجیر نہین

کیون دلا پیری مین بھی مرنے کی تدبیر نہین؟ | ہو چکی صبح بس اب کوچ مین تاخیر نہین

شبہ ناسخ نہین کچھ میر کی اُستادی مین | آپ بے بہرہ ہی جو معتقدِ میر نہین

دل مین پوشیدہ غمِ عشقِ بتان رکھتے ہین | ۹ آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

پست و بلند عالمِ بالا کو ایک ہین
کرتا ہے کوہ و دشت کو ابرِ بہار سبز

اُسکے نورِ رخ سے آگے بوستانِ بزم سے
دور ہوتی ہی برنگِ سبزۂ بیگانہ شمع

اشک مالا موتیون کا دود کلغی شعلہ تاج
رکھتی ہی تختِ لگن مین شوکتِ شاہانہ شمع

کیون نہین ہوتا تجھے غم عاشقِ جانباز کا
دیکھ روتی ہی بروئے لاشۂ پروانہ شمع

ہون وہ پروانہ کہ در تک باوجودِ عذرِ لنگ ۵
نکلی استقبال کو محفل سے بیتابانہ شمع

سر پہ سوزان داغِ سودا پاؤن مین زنجیرِ اشک
تیری محفل مین کھڑی ہی صورتِ دیوانہ شمع

کچھ فقط تو ہی نہین ناسخ دل و جان سے نثار
بزم مین پروانہ ہین سب اور صاحبانہ شمع

کیا سحرِ حسن کی ہی کمرِ پیچ و تاب مین
یہ پیچ و تاب کب ہین بھلا موجِ آب مین ۹

سب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ
جو شیب مین کیا نہ کیا تھا شباب مین

ہی جی مین آفتاب پرستون سے پوچھیے
تصویر کسکی ہی ورقِ آفتاب مین

طائرِ روح کو کردیتے ہین کیونکر بسمل؟
تیر رکھتے ہین پری رو نہ کمان رکھتے ہین

بھا گئی کون سی وہ بات بتون کی ورنہ
نہ کمر رکھتے ہین کافر نہ دہان رکھتے ہین

عوضِ ملکِ جہان مُلکِ سخن ہی ناسخ
گو نہین حکم روان طبعِ روان رکھتے ہین

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مُردہ دل خاک جیا کرتے ہین

دھیان آتا ہے کفن کا مجکو
کپڑے جب قطع کیا کرتے ہین

نیک و بد کیا ہون ہمیشہ باہم
پھول کانٹون سے جدا کرتے ہین

اے تصور کیون بتون کو جمع کرتا ہی یہان
دل مرا کعبہ ہی کچھ بُت خانۂ آذر نہین

شکوہ جو بے نوکری کا کرتے ہین نادان ہین ۶
آپ آقا ہی کسی کا جو کوئی نوکر نہین

طفل چلتے ہین جب اپنے پاؤن کہتی ہی قضا ۷
غیر آغوشِ لحد اب دامنِ مادر نہین

ہی خراباتِ جہان مین بھی وہ ساقی سے نفور
جو کہ اے ناسخ غلامِ ساقیِ کوثر نہین

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے مین
جی نہ آبادی مین لگتا ہی نہ ویرانے مین

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہی ولے | آج آتی شبِ فرقت میں تو احسان ہوتا
حسرتِ دل نہیں دیتا ہیں نکلنے ناسخ | ہاتھ شل ہوتے میسر جو گریبان ہوتا
گل وشان عکس ہوا کس کے رخِ رنگین کا | ہے جو آئینہ میں عالم سبدِ گلچین کا
رات ایسا انتظارِ یار میں بیتاب تھا | بسترِ گل پر نہ تھا میں اک پرِ سیماب تھا
اے فلک دیکھوں تو کب تک روزِ وصل آتا نہیں | منتظر بیٹھا ہوں میں بھی گردشِ ایام کا
آزاد ہیں قیود سے افتادگانِ خاک | ۲ اڑتا پھرا شجر سے جو برگِ خزان گرا
مژہ جو ہر دہ گویا اک زبان کا کام کرتی ہے | یہ عالم ہم نے دیکھا ہے کسی چشمِ سخن گو کا
تو نے شہبازِ نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا | ۲ ہم نے بھی طائرِ دل ماندہ کے پر چھوڑ دیا
مانعِ صحرا نوردی پاؤں کی ایذا نہیں | ۳ دل دکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا
پہنچے ہم آتش زبانوں کو ضررِ دشمن سے کیا | شمع کو کرتا ہے روشن تر ستم گلگیر کا
مال ملتا جو فلک سے ضررِ جان ہوتا | سر نہ ہوتا جو میسر مجھے سامان ہوتا
کبھی روزِ اجل سے طینتِ موذی میں داخل ہے | کیا خالق نے ساتھ افعی کے ناسخ پیچ و خم پیدا
تو نہیں ملتا تو ہم بھی تجھ سے اب ملتے نہیں | سنگدل ہم نے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا
لگی ادھر دل نے کشش کھینچا ادھر سفاک نے | ٹوٹ کر آخر مرے سینہ میں پیکان رہ گیا
جیتے جی جاؤں میں کیونکر کوئے جانان چھوڑ کر | بلبلِ نالان کہاں جائے گلستان چھوڑ کر
عیشِ تنہائی ہوا مردوں کی کثرت سے محال | جاؤں یارب اب کہاں شہرِ خموشان چھوڑ کر
مر گیا کیا ناسخِ مے کش جو سارے مے فروش | مسجدوں میں بیٹھے اپنی اپنی دکان چھوڑ کر
اگر ہوتا ہے اک دانہ بھی اس میں میری قسمت کا | فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر
کیا روزِ بد میں ساتھ رہے کوئی ہمنشین | ۴ پتی بھی بھاگتی ہے خزان میں شجر سے دور
اے میکشو نزاکتِ ساقی تو دیکھنا | نالان ہے رکھ کے مثلِ سبو جام دوش پر
اک دن ہوئی صنوبرِ دل کو نہ تازگی | بے برگ ہو گئے نخل ہوئے لاکھ بار سبز

غزلیات و ابیات

رہے کیونکر نہ دل ہر دم نشانہ ناوکِ غم کا — کہ ہے میرا تولد ہفتم ماہِ محرم کا
سخاوت جسکو کہتے ہین کہانی ہے زمانہ مین — بخیلون کی بدولت رہگیا ہے نام حاتم کا
مسی آلودہ لب کو تونے جس کپڑے سے پونچھا ہے — وہ میرے زخمِ دل کے واسطے پھاہا ہے مرہم کا
گزر ناگاہ جو میرا ہوا شہرِ خموشان مین — عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہانِ عالم کا
کہین آئینہ زانوِ سکندر کا شکستہ تھا — کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک مین جم کا
محب ہین سایۂ رہ اور عدو ہین خارِ رہ ناسخ — مسافر عالمِ امکان مین ہون گویا کوئی دم کا

جب خرامِ ناز کو تو اے پری پیکر اٹھا — ہر قدم پر جا بجا اک فتنۂ محشر اٹھا
چاہیے تعمیرِ دل جو ساتھ اٹھا لیجائے گا — یون خرابی کے لیے دیوار اٹھایا در اٹھا
بات جن نازک مزاجون سے نہ اٹھتی تھی کبھی — بوجھ اُنسے سیکڑون من خاک کا کیونکر اٹھا
کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخندان ہی نہین — زانوے فکرت سے اے ناسخ تو اپنا سر اٹھا

تو نزاکت سے گلستان تک جو رخصت مانگتا — رنگ روے گل سے اڑنے کی اجازت مانگتا
غیر حسرت مے گیا یان سے کوئی کیا اپنے ساتھ — آسمان سے کس توقع پر مین دولت مانگتا
ہاتھ اٹھا کر دونون عالم مین خدا کے سامنے — کیا مین اس وحشت سرا مین غیر وحشت مانگتا
گر نہ ہوتا سرخ رو اشکِ غمِ شبیر سے — حشر مین کس منھ سے ناسخ مین شفاعت مانگتا

بیشتر سر سے یہان ہوتے ہین سامان پیدا — کھانے کے وقت سے اول ہوئے دندان پیدا
دل جو مجروح ہوا پائے یہ رنگین مضمون — نخلِ گل ہو جو قلم گل ہون دو چندان پیدا
روزِ مولد سے نہین عیش و طرب قسمت مین — رمز یہ ہے جو بشر ہوتے ہین گریان پیدا
کیون نہ ہم عالمِ امکان مین کرین ترکِ لباس — جبکہ خالق نے کیا ہو ہمین عریان پیدا
تا رہین سجدۂ معبود مین ناسخ مصروف — سر سے اسواسطے ہوتے ہین سب انسان پیدا

ناسخ

شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ لاہور کے ایک مالدار تاجر کے ساتھ بطور فرزند کے لکھنؤ مین تھے
خدا بخش کے بھائیون سے بعد مرنے خدا بخش کے ترکہ خدا بخش کی بابت نزاع ہوئی۔ بھائیون نے
انھین خدا بخش کا پروردہ کہا اور انھون نے خود کو بیٹا بتایا لیکن عدالت شاہی نے انھین کا
بیان باور کیا۔ یہ ابتدا مین فیض آباد تھے۔ فیض آباد سے جب دار الخلافت لکھنؤ منتقل ہوا تو یہ بھی
فیض آباد سے لکھنؤ آئے اور وہین رہے لیکن الہ آباد دائرہ شاہ اجمل مین وہ اکثر جا کر مقیم ہوتے تھے۔
اسی کے متعلق انکا شعر ہے ؎ ہر پھر کے دائرے ہی مین رکھتا ہون مین قدم + آئی کہان سے گردشِ پرکار
پاؤن مین۔ ناسخ نے میر تقی سے کچھ تلمذ کا سلسلہ شروع کیا تھا مگر دونون طرف نازک مزاجی تھی سلسلہ
قایم نہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے خود مشقِ سخن بڑھائی شعر کہتے تھے اور رکھ دیتے تھے بار بار دیکھتے
تھے اور درست کرتے تھے۔ سید انشا مرزا قتیل جرات اور مصحفی ان سب کے مشاعرون مین جاتے تھے لیکن
اپنے اشعار کا پڑھنا اُسوقت شروع کیا جب اُنکے دور ختم ہو چکے تھے اور کہنہ مشق کی حیثیت سے دفعتہً ظاہر ہو کر خود کو سب سے
اُستاد کہلوا لیا۔ مصحفی کے شاگرد حیدر علی آتش انکے ہمعصر تھے اِن دونون مین خوب چوٹین چلتی تھین بعضون نے
لکھا ہے کہ مصحفی سے ناسخ نے شاگردی شروع کی تھی لیکن ناسخ کی بدماغی نے یہ سلسلہ بہت جلد مسدود کر دیا
انکے مزاج مین غصہ بہت تھا۔ مشہور ہے کہ ایکدن اپنے خانہ باغ کے بنگلہ مین بیٹھے ہوئے فکرِ مضمون مین غرق تھے
ایک صاحب آ کر بیٹھے انھون نے بہتیرے اشارے کیے کہ وہ اُٹھ جائین جب وہ نہ سمجھے تو بنگلے کی ٹٹی پر چلم سے
ایک چنگاری اُٹھا کر رکھدی جب بنگلہ جلنے لگا تب وہ گھبرا کر اُٹھے ناسخ نے ہاتھ پکڑا کہ اب ہم دونوکو یہین جلکر
راکھ کا ڈھیر ہو جانا ہے۔ ناسخ نواب نصیر الدین حیدر کے حضور مین بھی حاضر ہوتے تھے اسکے قبل غازی الدین حیدر کا
عتاب تھا اور حالتِ عتاب مین یہ بنارس عظیم آباد الہ آباد گھومتے رہے لیکن زیادہ قیام الہ آباد مین کیا لکھنؤ مین
جب آخر مرتبہ ناسخ الہ آباد سے آئے تو پھر باہر نہ گئے اور یہین ۱۲۵۴ھ مین وفات پائی حکیم مہدی کا دورِ سلطنت کے
جب اختیارات بڑھتے تھے توانکو لکھنؤ چھوڑنا ہوتا تھا اور جب انکے اختیارات کم ہو جاتے تھے تو یہ واپس آتے تھے۔

انتخاب

از

کلیاتِ ناسخ

از

اختر

میں چراغِ صبح گاہی ہوں نسیم ۔۔۔ مجھ سے اک دم کے لیے کیا دشمنی ہے

سب مزے درکنار عالم کے ۔۔۔ یار جب ہم کنار ہوتا ہے

جوں جوں بڑھاپا آتا ہے ہم جاتے ہیں اینٹھے ۔۔۔ کس مٹی کا نہ جانیے اپنا خمیر ہے

نسبت اُس آستان سے کچھ نہوئی ۔۔۔ برسوں تک ہم نے جبہ سائی کی

اُنکی دل اُنسے بچ گیا تو کیا ۔۔۔ چور جاتے رہے کہ اندھیاری

سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہے؟ ۔۔۔ بتو دلوں میں تمھارے خدا کا ڈر بھی ہے؟

دیکھتا ہوں تو کام ہیں امیر ۔۔۔ اول عشق ہی میں آخر ہے

لوٹ منظور ہے کافر اگر ایمانوں کی ۔۔۔ ادھر آ یہ بھی تو لبستی ہے مسلمانوں کی

مثنوی دریائے عشق

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال ۔۔۔ ہر جگہ اُسکی اک نئی ہے چال
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا ۔۔۔ کہیں سینہ میں آہِ سرد ہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا ۔۔۔ کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
کہیں رونا ہوا ندامت کا ۔۔۔ کہیں ہنسنا ہوا جراحت کا
گہ نمک اسکو داغ کا پایا ۔۔۔ گہ تپنگا چراغ کا پایا
کہیں باعث ہے دل کی تنگی کا ۔۔۔ کہیں موجب شکستہ رنگی کا

کہیں عشاق کی نیاز ہوا ۔۔۔ کہیں اندوہِ جان گداز ہوا
کہیں بے نسبت کو لگائی آگ ۔۔۔ کہیں تیغ دگلو میں رکھی لاگ
کبھی افغانِ مرغِ گلشن تھا ۔۔۔ کبھی قمری کا طوقِ گردن تھا
ایک عالم میں دردمندی کی ۔۔۔ ایک محفل میں جا سپندی کی
نمکِ چشم سینہ ریشان ہے ۔۔۔ نگہ یاس مہر کیشان ہے
جسکو ہوا اسکی التفات نصیب ۔۔۔ ہے وہ مہمان چند روزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہے ۔۔۔ کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہے

کتنے دنون مین آئی تھی اُسکی شبِ وصال — باہم رہی لڑائی سو وہ بات بھی گئی
پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین — اس عاشقی مین عزتِ سادات بھی گئی

کب تک کڑی اُٹھائی گئی ہم کڑے رہے — ایک ایک سخت بات پہ برسون لڑے رہے
اب کیا کرین نہ صبر ہے دل کو نہ جی مین تاب — کل اُس گلی مین آٹھ پہر بس پڑے رہے

کچھ موج ہوا پیچان اے میر نظر آئی — شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصور تھے ۳۶ جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

تمنائے دل کے لیے جان دی — سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
بہت سعی کرنے سے مر رہیے میر ۳۷ بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

منعِ گریہ نکر تو اے ناصح — اسمین بے اختیار ہین ہم بھی
میر نام اک جوان سُنا ہوگا — اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

آمیزشِ بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ — وہ لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے

گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر — ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرین گے

نازکی اِن ہونٹون کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کیسی ہے
میر اِن نیم باز آنکھون مین — ساری مستی شراب کیسی ہے

گریہ ہر وقت کا نہین بے وجہ ۳۸ دل مین کوئی غم نہانی ہے
رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے ۳۹ دل نے صدمے بڑے اُٹھائے تھے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے ۴۰ زمین سخت ہے آسمان دور ہے

خوب تھے وہ دن کہ ہم تیرے گرفتار نہین تھے — غم ددن اندوہ گینون ظلم کے مارون مین تھے

ہم خامشون کا ذکر تھا شب اُسکی بزم مین — نکلا نہ حرف خیر کسی کی زبان سے

اک کیا مین نے فلک کا کہ سمجھے — خاک ہی مین ملائے جاتا ہے

کبھی میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے — خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

ہم تو اک حرف کے نہین ممنون — کیسا خط و پیام ہوتا ہے
میر صاحب بھی اُسکے ہان تھے پر — جیسے کوئی غلام ہوتا ہے

اِدھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے — ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا — عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
سرہانے میر کے آہستہ بولو — ۳۵ — ابھی یہ روتے روتے سو گیا ہے

بہار آئی ہر غنچے گل کے نکلے ہین گلابی سے — نہال سبز جھومے ہین گلستان مین شرابی سے
بہت رویا نوشتے پر مین اپنے دیکھ قاصد کو — کہ سر ڈالے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے
مبادا اکار داں جا بار ہے تو صبح سوتا ہی — بہت ڈرتا ہون مین اے میر تیری دیرخوابی سے

کب تلک اَحوال یہ جب کوئی تیرا نام لے — عاشقِ بیحال دونون ہاتھ سے دل تھام لے
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مستِ ناز — چاہتا ہی تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے
ہمنشین کہ مت بتون کی میر کو تسبیح ہی — کام کیا اس ذکر سے انکو خدا کا نام لے

کارِ دل اُس مہ تمام سے ہے — کاہش اک روز مجکو شام سے ہی
کوئی تجھ سا بھی کاش مجکو ملے — مدعا ہمکو انتقام سے ہے
سہل ہے میر کا سمجھنا کیا؟ — ہر سخن اُسکا اک مقام سے ہی

نہین ملتا سخن اپنا کسی سے — ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہی
دلِ بیتاب آفت ہی بلا ہے — جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہی
نگاہ مین گردشِ سر پھیر نے تو بولا — تمھارا میر صاحب سر پھرا ہی

اُس شوخ ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے — جو چاہنے والے کا ہر طور بُرا چاہے
کر گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہے — کیا سعی سے ہوتا ہے جب تک نہ خدا چاہے
ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن — رہتا ہی ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

مدت سے تو دلوں کی ملاقات بھی گئی — ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

ہے منہ پہ میر کے کیا گرد ملال تازہ — یہ خاک مین ہمیشہ یوہین رلا گیا ہے

گئے جی سے چھوٹے بتون کی جفا سے — یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازان — مرے یا جیے کوئی اسکی بلا سے

طبیب سبک عقل ہرگز نہ سمجھا — ہوا درد عشق آہ دونا دوا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت — کہو میر جی آج کیون ہو خفا سے؟

بات شکوہ کی ہم نے گاہ نہ کی — ۳۲ بلکہ دی جان اور آہ نہ کی

واہ اے عشق اُس ستمگر نے — جان فشانی پہ میر کے واہ نہ کی

جس سے تھی چشم ہم کو کیا کیا میر — اس طرف اُس نے اک نگاہ نہ کی

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہووے — مرجاوے ولے اُسکو یہ آزار نہ ہووے

زندان مین پھنسے طوق پڑے قید مین مرجاے — پر دام محبت مین گرفتار نہ ہووے

صحراے محبت ہین قدم دیکھ کے رکھ میر — یہ سیر سرکوچہ و بازار نہ ہووے

شب گئے تھے باغ مین ہم ظلم کے مارے ہوئے — جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے

گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا — خاک مین مجکو ملا کر مہربان بارے ہوئے

پھرتے پھرتے عاقبت آنکھین ہماری مُند گئین — سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے مارے ہوئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے — اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے

یون کانون کان گل نے نہ جانا چمن مین آہ — سر کو پٹک کے ہم پس دیوار مر گئے

صد کاروان وفا ہے کوئی پوچھتا نہین — گویا متاع دل کے خریدار مر گئے

ہے یہ بازار جنون منڈی ہے دیوانون کی — ۳۳ یان دُکانین ہین جگر چاک گریبانون کی

ہرگز شتین نہ مری سُن کہ اچٹتی ہے نیند — ۳۴ خاصیت یہ ہے مری جان ان افسانون کی

میکدے سے تو ابھی آیا ہے مسجد مین میر — ہو نہ لغزش کہین مجلس ہے یہ بیگانون کی

جس جگہ دور جام ہوتا ہے — وان یہ عاجز مدام ہوتا ہے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے — تو میرؔ وطن میرے بھی شاید یہ خبر جائے

نہین وسواس جی گنوانے کے — ہائے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیرِ حال پر مت جا ۲۹ اتفاقات ہین زمانے کے

دمِ آخر ہی کیا نہ آنا تھا — اور بھی وقت تھے بہانے کے

اس کدورت سے ہم سمجھتے ہین — ڈھب ہین یہ خاک مین ملانے کے

بس ہین دو برگِ گل قفس مین صبا ۳۰ نہین بھوکے ہم آب ودانے کے

دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے — آگے آگے تمھارے آنے کے

مژہ ابرو نگہ سے اسکے میرؔ — کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

دل جو بس بیقرار رہتا ہے — آج کل مجکو مار رہتا ہے

دل کورت بھول جانا میرے بعد — مجھ سے یہ یادگار رہتا ہے

دور مین چشمِ مست کے تیرے — فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی باتون مین — کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے؟

بے ترے ہم ہین تنگ جینے سے — مرنے کا انتظار رہتا ہے

کیون نہووے عزیز دلہا میرؔ — کس کے کوچے مین خوار رہتا ہے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی — مین نے مر مر کے زندگانی کی

حالِ بد گفتنی نہین میرا — تم نے پوچھا تو مہربانی کی

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق — نہ ملی ایک بوند پانی کی

جس سے کھوئی تھی نیند میرؔ نے کل ۳۱ ابتدا پھر وہی کہانی کی

کس غم مین مجکو یارب یہ مبتلا کیا ہے؟ — دل ساری ہی رات جیسے کوئی ملا کیا ہے

تھوڑے دنون سے [illegible] — پھوڑا سا دل بغل مین برسون جلا کیا ہے

[illegible] — جب آشنائیون سے صلی علی کیا ہے

ظالم یہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ — اس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ
چاہت مین دخل مت دے زنہار آرزو کو — کرتی ہے دل کی خواہش بیمار رفتہ رفتہ
گر بتکدے مین جانا ایسا ہی میر جی کا — تو تارِ سبحہ ہوگا زنار رفتہ رفتہ

لطف کیا ہر کسی کی چاہ کے ساتھ — چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت گھٹنے کے ہاتھ دل پر رکھ — جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
میر سے تم برے ہی رہتے ہو — کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسی کے ساتھ ۲۴ لیجاتے دل کو خاک مین اس آرزو کے ساتھ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے ۲۵ میان خوش رہو ہم دعا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی مین نہ تھی — کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جسکے لیے ۲۶ ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی ترے ۲۷ سو یان سے لہو مین نہا کر چلے
جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی — حقِ بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یان تک کہ اے بت تجھے — نظر مین سبھون کی خدا کر چلے
نہ دیکھا غمِ دوستان شکر ہے — ہمین داغ اپنا دکھا کر چلے
کہین کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر ۲۸ جہان مین تم آئے تھے کیا کر چلے؟

غالب کہ یہ دل خستہ شبِ ہجر مین مر جائے — یہ رات نہین وہ جو کہانی مین گزر جائے
ہے طرفہ مفتن نگہ اس آئینہ رو کی — اک پل مین کرے سیکڑون خون اور مکر جائے
نہ بتکدہ ہے منزلِ مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے
ہر صبح جو خورشید ترے منھ پہ ہے چڑھتا — ایسا نہو یہ سادہ کہین جی سے اتر جائے
ہم تازہ شہیدون کو نہ آ دیکھنے نادان — دامن کی تری زہ کہین لوہو مین نہ بھر جائے
مت بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلون مین — نالہ کسی مظلوم کا تاثیر نہ کر جائے

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن | مرضِ عشق کا علاج نہیں
شہرِ خوبی کو خوب دیکھا میر | جنسِ دل کا کہیں رواج نہیں

متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل ۲۲ | ایک دو آنسو تو اور آگ لگا دیتے ہیں
بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بہرے بنے | نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہیں

پھاڑا ہزار جا سے گریبانِ صبر میر ۲۳ | کیا کہہ گئی نسیمِ سحر گل کے کان میں

ایک نقطہ ہے سادگی تس پہ بلائے جان ہے تو | عشوہ کرشمہ کچھ نہیں، آن نہیں، ادا نہیں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں | وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہیں ہے

کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا | عجب نسبت ہے بندہ ہیں خدا ہیں

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں | ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں
دیکھے ہیں کیا کیا ڈھلکتے ہم نے اشک | بیٹھے موتی سے پروتے عشق میں

تعارف ہمصفیروں سے نہیں کچھ | ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں

سب سرگزشت سن چکے اب چپکے ہو رہو | آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو
اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے تنگ کیا | کتنے دنوں میں آئے ہو یاں رات تو رہو
خطرہ بہت ہے میر رہِ صعبِ عشق میں | ایسا نہ ہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

بدزبان ہو جیسے خوش اسلوب ہو | کیا کہیں جو کچھ کہ ہو تم خوب ہو
ایسا شہرِ حسن ہے ہر تازہ رسم | دوستی باہم جہاں معیوب ہو

نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے | کیا اُسکو بد خو بنا کر نکو رو
رہے آبرو میر تو ہے غنیمت | کہ غارت میں دل کی ہے ایماے ابرو

یاد جب آتی ہے وہ زلفِ سیاہ | سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے آہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز | دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یوں نباہ
شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو | واہ وا اے بے حقیقت واہ وا

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد
ہمیں آگے اُسکے قدم دیکھتے ہیں

کہاں تک بھلا روؤگے میر صاحب
اب آنکھوں کے گرد اک ورم دیکھتے ہیں

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمیں
یون نہ کرنا تھا پائمال ہمیں

حال کیا پوچھ پوچھ جاتے ہو
کبھی پاتے بھی ہو بحال ہمیں؟

وجہ کیا ہی کہ میر منھ پہ ترے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

مدعی مجکو کھڑے صاف بُرا کہتے ہین
چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہین؟

دیکھ کر اُن کو بجا دل نہین رہتا ہرگز
لوگ جو کچھ انھین کہتے ہین بجا کہتے ہین

حسن تو ہی ہی کرو لطف زبان بھی پیدا
میر کو دیکھو کہ سب لوگ بھلا کہتے ہین

دفتر نہین کہانی نہین مثنوی نہین
کیا شرحِ سوزِ عشق کرون مین زبان نہین

اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے یان سدا
مشفق کوئی نہین ہی کوئی مہربان نہین

اس عہد کو نہ جانیے اگلا سا عہد میر
وہ دور اب نہین وہ زمین آسمان نہین

کس جگہ جاؤن الٰہی کیا دوا پیدا کرون
دل تو کچھ بیٹھا ہی جاتا ہی کرون تو کیا کرون

خاک اُڑاتا اشک افشان مین جو آنکلا تو پھر
دشت کو دریا کرون بستی کو اک صحرا کرون

کعبے جانے سے نہین کچھ شیخ مجکو اتنا حق
چال وہ بتلا کہ مین دل مین کسی کے جا کرون

جور کیا کیا جفائین کیا کیا ہین
عاشقی مین بلائین کیا کیا ہین

گہ نسیمِ صبا ہی گاہ سموم
اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین

منظرِ دیدہ قصرِ دل اے میر
شہرِ تن مین بھی جائین کیا کیا ہین

میکشی صبح و شام کرتا ہون
فاقہ مستی مدام کرتا ہون

کوئی ناکام یون رہے کب تک
مین بھی اب ایک کام کرتا ہون

یا تو لیتا ہون دادِ دل یا اب
کام اپنا تمام کرتا ہون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہین
ایک مدت سے وہ مزاج نہین

ایک ایک قرط دور میں یونہیں مجھے بھی دو — جامِ شراب پُر نہ کرو میں نشے میں ہوں
مستی سے درہمی ہی ہے میرے کلام میں — جو چاہو تم بھی مجھکو کہو میں نشے میں ہوں
یا ہاتھوں ہاتھ لو مجھے مانندِ جامِ مے — یا تھوڑی دور ساتھ چلو میں نشے میں ہوں
معذور ہوں جو پانوں مرا بے طرح پڑے — تم سر گراں تو مجھ سے نہو میں نشے میں ہوں
نازک مزاج آپ قیامت ہیں میر جی — جوں شیشہ میرے منھ نہ لگو میں نشے میں ہوں

ہوے سہتے سہتے جفا کاریاں — کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں
ہماری تو گزری اسی طور عمر — یہی نالہ کرنا یہی زاریاں
کہاں تک یہ تکلیفِ مالا یطاق — ہوئیں مدتوں ناز برداریاں
نہ بھائی ہماری تو قدرت نہیں — کھنچیں میر تجھ ہی سے یہ خواریاں

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں — اُس سے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں
ہستی اپنی ہے بیچ میں پردا — ہم نہو ویں تو پھر حجاب کہاں
گریۂ شب سے سُرخ ہیں آنکھیں — مجھ بلانوش کو شراب کہاں
عشق کا گھر ہے میر سے آباد — ایسے پھر خانماں خراب کہاں

جانے والوں میں وان کے ہم بھی ہیں — ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہیں
جس چمن زار کا ہے تو گلِ تر — بلبل اُس گلستان کے ہم بھی ہیں
وجہِ بیگانگی نہیں معلوم ۲۰ — تم جہاں کے ہو وان کے ہم بھی ہیں
اس سرے کی ہے پارسائی میر — معتقد اس جوان کے ہم بھی ہیں

اس گلشنِ دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں — ہوں غنچۂ افسردہ کہ مردودِ صبا ہوں
تب گرم سخن کہنے لگا ہوں میں کہ ایک عمر — جوں شمع سرِ شام سے تا صبح جلا ہوں
سینہ تو کیا فضلِ الٰہی سے بھی اب چاک — ہے وقتِ دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

اب آنکھوں میں خوں دمبدم دیکھتے ہیں — نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں

مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہمین شہر مین تجتے
واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے ابتک

کیا جانیے ہوتے ہین سخن لطف کے کیسے
پوچھا نہین اُسنے تو ہمین پیار سے ابتک

جیسے شب آگ سا دیکھا سُلگتے
اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک

گلی تک تیری لایا تھا ہمین شوق
کہان طاقت کہ اب پھر جائین گھر تک

فصلِ خزان مین سیر جو کی ہم نے جائے گل
چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل

اللہ رے عندلیب کی آوازِ دل خراش
۱۸ جی ہی نکل گیا جو کہا اُس نے ہائے گل

بلبل ہزار جی سے خریدار اسکی ہے
۱۹ اے گلفروش کر تو سمجھ کر بہائے گل

گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن مین میر کے
لخت جگر پڑے ہین نہین برگ ہائے گل

کھچتا ہے اُس طرف ہی کو بے اختیار دل
دیوانہ دل بلا زدہ دل بے قرار دل

کچھ جانتا ہے دل کسے کہتے ہین دل ہی کیا
آتا ہے جو زبان پہ ترے بار بار دل

طریقِ عشق مین ہے رہنما دِل
پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل

قیامت تھا مروت آشنا دل
موے پر بھی مرا اسمین رہا دل

رُکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا
کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

کون کہتا ہے مُنہ کو کھولو تم
کاشکے پردے ہی مین بولو تم

حکم آب رواں رکھے ہے حُسن
بہتے دریا مین ہاتھ دھولو تم

جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا
چُپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم

رات گزری ہے سب تڑپتے میر
آنکھ ٹک لگ جائے گر تو سولو تم

آئے تو ہو طبیبو تدبیر گر کرو تم
ایسا نہ ہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

ہوتا ہے شوق وصل کا انکار سے زیاد
کب تجھ سے دل اُٹھاتے ہین تیری نہین سے ہم

ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام
بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

یارو مجھے معاف رکھو مین نشے مین ہون
اب دو تو جام خالی ہے دو مین نشے مین ہون

دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق — جائے گا جان بھی یہ غم لیکر
میر صاحب بھی چوکے اے بد عہد — ورنہ دینا تھا دل قسم لیکر

نہ دعوی تیرے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے ۱۴ دلِ بیتاب کو کس منہ سے کہیے کچھ تحمل کر

میر صاحب زمانہ نازک ہے ۱۵ دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے — پچھتاؤ گے ضرور یہ بستی اوجاڑ کر
جی میں تھا اُس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر — پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر
وہ سر چڑھا ہے اتنا اپنی فروتنی سے — کھویا ہمیں نے اُسکو ہر لحظہ پاؤں پڑ کر

شکوۂ آبلہ ابھی سے میر ۱۶ ہے پیارے ہنوز دلی دور

ناز و عتاب و خشم کہاں تک اُٹھائیے — یارب کبھی تو ہم پہ اُسے مہربان کر

ہوتا نہیں ہی باب اجابت کا وا ہنوز — بسمل پڑی ہے چرخ پہ میری دعا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سنکے بول اُٹھا — جیتا ہے وہ ستمزدہ مہجور کیا ہنوز
بے بال و پر اسیر ہوں کنج قفس میں میر — جاتی نہیں ہی سر سے چمن کی ہوا ہنوز

دل جلوں پر روتے ہیں جنکو ہی کچھ سوز جگر — شمع رکھتی ہی ہماری گور پر ماتم ہنوز

آگے جب اُس آتشیں رخسار کے آتی ہی شمع — پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہی شمع
آتی ہی مجلس میں تو فانوس میں آتی ہی شمع — وہ سراپا دیکھ کر پردے میں جلجاتی ہی شمع

محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ — دھواں سا ہے کچھ اس نگر کی طرف

شوق ہی تو ہے اُسکا گھر نزدیک — دوری رہ ہے راہ بر نزدیک
آہ کرنے میں دم کو سادھے رہ ۱۷ کہتے ہیں دل سے ہی جگر نزدیک
توشۂ آخرت کی فکر رہے — جی کے جانے کا ہے سفر نزدیک
دور پھرنے کا ہم سے وقت گیا — پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک
مر بھی رہ میر شب بہت رویا — ہے مری جان اب سحر نزدیک

ایک عالم ہے کشتہ اُس لب کا | الغرض آسیہ دانت ہی سب کا

آنسو آتا ہے کب نہین آتا | خون آتا ہے جب نہین آتا

دور بیٹھا غبار میر اس سے | عشق مین یہ ادب نہین آتا

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب | ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے | اور کچھ تم سے کہیے کیا صاحب

کس نے سن شعر میر یہ نہ کہا | کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب | مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

کہتے ہین آگے تھا بتون مین رحم | ۱۲ ہے خدا جانیے یہ کب کی بات

ہوتی ہے گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات | پر ہم سے تو تھمی نہ کبھی مُنھ پر آئی بات

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد | آخر کار کیا کہا قاصد

گر پڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین | یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد

سر اُٹھاتے ہی ہو گئے پامال | سبزۂ نو دمیدہ کے مانند

فکرِ تعمیر مین نہ رہ منعم | زندگانی کی کچھ بھی ہے بنیاد

تسکین اپنے دل کی جو پاتا نہین ہنوز | جز صبر اور کیا کرے بیچارہ دردمند

غیرون سے یہ اشارے ہم سے چھپا چھپا کر | پھر دیکھنا ادھر کو آنکھین ملا ملا کر

ہر گام سدِ رہ تھی بُت خانے کی محبت | کعبے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

نخچیر گہ مین تجھ سے جو نیم کشتہ چھوٹا | حسرت نے اُسکو آخر مارا لٹا لٹا کر

اک لطف کی نگہ بھی ہم نے نہ چاہی اس سے | رکھا نہین تو اُس نے آنکھین دکھا دکھا کر

ناصح مرے جنون سے آگہ نہ تھا تو ناحق | گودڑ کیا گریبان سارا سِلا سِلا کر

مین منع میر تجکو کرتا نہ تھا ہمیشہ | کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

ہم بھی پھرتے ہین اک حشم لیکر | دستۂ داغ و فوجِ غم لیکر

اے تو کہ یان سے عاقبتِ کار جائیگا — غافل نہ رہ کہ قافلہ یکبار جائیگا

کیا کہون کیسا ستم غفلت سے مجھپر ہو گیا — قافلہ جاتا رہا مین صبح ہوتے سو گیا

آخانہ خرابی اپنی مت کر — قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے؟ — یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

عالم مین کوئی دل کا طلبگار نہ پایا — اس جنس کا یان ہم نے خریدار نہ پایا

دل سے آنکھون مین لہو آتا ہے شاید راتکو — کشمکش مین بیقراری کے یہ پھوڑا اچھل گیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر — ۱۰ مذہبِ عشق اختیار کیا

دکھ اب فراق کا ہم سے سہا نہین جاتا — پھر اس یہ ظلم یہ ہے کچھ کہا نہین جاتا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہین راہِ عشق کی — دل غریب انمین خدا جانے کہان مارا گیا

چارۂ عشق بجز مرگ نہین کچھ اے میر — اس مرض مین ہے عبث فکر تمھین درمان کا

معیشت ہم فقیرون کی سی اخوانِ زمان سے کر — کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا

کب تلک یہ ستم اٹھائیگا — ایک دن یون ہی جی سے جائیگا

ایسے بتِ بے مہر سے ملتا بھی ہے کوئی — دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل کی کچھ قدر کرتے رہنا تم — ۱۱ یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا

بے زری کا نہ کر گلہ غافل — ۱۲ رکھ تسلی کہ یون مقدر تھا

لذت سے نہین خالی جانون کا کھپا جانا — کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

تیغِ ستم سے اسکی مرا سر جدا ہوا — شکرِ خدا کہ حقِ محبت ادا ہوا

طریق خوب ہے آپس مین آشنائی کا — نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا

نہ وہ آئے نہ جائے بیقراری — کسی دن میر یون نہین مر رہون گا

اگرچہ امیدِ اسیری پہ یہ ناشاد آیا — دامِ صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

کل کہون مین میر اپنی سرگذشت — ابتدا ہی قصہ مین وہ سو گیا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا ۔ تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا
مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح ۹ تو کب تک مرے مُنھ کو دھوتا رہے گا

نہ جانوں میر کیون ایسا ہی چپکا ہنوز ہے یہ آشوب و بلا کا
کرون دن ہی سے رخصت ورنہ شبکو نہ سونے دیگا شور اس بنوا کا

روتے پھرتے ہین ساری ساری رات اب یہی روزگار ہے اپنا
دے کے دل ہم جو ہو گئے مجبور اس مین کیا اختیار ہے اپنا

کیا کہین کچھ کہا نہین جاتا اب تو چپ بھی رہا نہین جاتا
کب تری رہ مین میر گرد آلود لوہو مین آنہا نہین جاتا

آنسو مری آنکھون مین ہر دم جو نہ آجاتا تو کام مرا اچھا پردے مین چلا جاتا
اصلح سے ہے حجاب اُسکا ہم شوق کے مارون سے بے پردہ جو وہ ہوتا توکس سے رہا جاتا

مین تو حیران ہون کس کس کا گلا تجھ سے کرون بدگمانی کا تغافل کا ترے کینے کا
میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

جانے کا نہین شور سخن کا مرے ہرگز تا حشر جہان مین مرا دیوان رہے گا

جس سر کو غرور آج ہے یان تاجوری کا کل اُسپہ یہین شور ہے پھر نوحہ گری کا

بیتاب جی کو دیکھا، دل کو کباب دیکھا جیتے رہے تھے کیون ہم جو یہ عذاب دیکھا

حالِ دل میر کا رورو کے سب اے ماہ سُنا شب کو القصہ عجب قصہ جانکاہ سُنا

جا پھنسا دامِ زلف مین آخر دل نہایت ہی بے تامل تھا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

مارا زمین مین گاڑا تب اُسکو صبر آیا اس دل نے ہمکو آخر یون خاک مین ملایا

پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہے چہرہ اُتر رہا ہے کچھ آج اُس جوان کا

لایا مرے مزار پہ اُسکو یہ جذبِ عشق جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا

میر افسردہ دل چمن مین پھرا — غنچۂ دل کہین نہ اسکا کھلا

دل نے ہمکو مثالِ آئینہ — ایک عالم کا روشناس کیا
صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی ۵ — کیا پتنگے نے التماس کیا

مفت آبروے زاہدِ علامہ لے گیا — اک مغبچہ اُتار کے عمامہ لے گیا
داغِ فراق و حسرتِ وصل آرزوے شوق — مین ساتھ زیرِ خاک بھی ہنگامہ لے گیا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا ۶ — موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا
جیتے جی آہ ترے کوچہ سے کوئی نہ پھرا — جو ستم دیدہ رہا جاکے سو مر کر نکلا
اشک تر قطرۂ خون، لختِ جگر، پارۂ دل — ایک سے ایک عدد آنکھ سے بہتر نکلا
ہم نے جانا تھا، لکھے گا تو کوئی حرف اَی میر — پر ترا نامہ تو اک شوق کا دفتر نکلا

کیا اُس نے نشے مین مجکو مارا؟ — اتنا بھی تو بے خبر نہ ہوگا
دنیا کی نکر تو خواستگاری — اس سے کبھو بہرہ ور نہ ہوگا

دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا — جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش — سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب ۷ — شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا
دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ — کل جو دیکھا مین نے وہ مطلق نہ پہچانا گیا

شرکتِ شیخ و برہمن سے میر — کعبہ و دیر سے بھی جائے گا
اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد — میر ویرانے مین بنائے گا

حسرت اسکی جگہ تھی، خوابیدہ ۸ — میر کا کھول کر کفن دیکھا
کھلا نشہ مین جو پگڑی کا پیچ اُسکے میر — سمندِ ناز کا اک اور تازیانہ ہوا

آنکھون مین جی مرا ہے ادھر یار دیکھنا — عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا
آنکھین چرائیو نہ تم ابرِ بہار سے — میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا

پھر میر آج مسجدِ جامع کے ہیں امام — داغِ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا؟ — اس وہم کے نمود کا ہے اعتبار کیا؟

کیا جانین ہم اسیرِ قفس زاد اے نسیم — گل کیسے باغ کہتے ہین کسکو بہار کیا؟

عاشق کے دل سے رکھ نہ تسلی کی چشمداشت — ہے برق پارہ یہ اسے آوے قرار کیا؟

آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میر — یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا؟

یار ہے میر کا مگر گل سا — کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا

کب تھی جرات رقیب کی اتنی — تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا

اک نگہ ایک چشمک ایک سخن، — اسمین بھی تمکو ہے تامل سا

بارے مستون نے ہوشیاری کی — دیکھے کچھ محتسب کا منھ پھُل سا

تو نے زنجیر پائی میر مگر — رات سنتے رہے ہین ہم غل سا

ہوئین رسوائیان جسکے لیے چھوڑا دیار اپنا — ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا،

اگرچہ خاک اُڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی — ولے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا

گیا وہ بوجھ سب، ہلکے ہوئے ہم میر آخر کو — مناسب تھا نہ جانا اس گلی مین بار بار اپنا

چاک کر سینہ دل کو پھینک دیا — کھینچے ایذا ہمیشہ کسکی بلا؟

تمکو جیتا رکھے خدا اے یار — مرگئے ہم تو کرتے کرتے وفا

اُٹھ گیا میر لو وہ بالین سے — پھر مری جان مجھ مین کچھ نہ رہا

ہر جا پھرا غبار ہمارا اُڑا ہوا — تیری گلی مین لائی صبا تو بجا ہوا

آہِ سحر نے دل کی نہ کھولی گرہ کبھی — آخر نسیم سے بھی یہ غنچہ نہ وا ہوا

وہ میر اثر جو شورشِ دل مین تھے ہین کہان؟ — نالے کیے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا!؟

عیدِ آیندہ تک رہے گا گلا — ہوگئی عید تو گلے نہ ملا

ڈوبے لوہو مین دیکھتے ہر خار — حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

ہر قدم پر تھی اُسکی منزل پر — سر سے سودائے جستجو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان — لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا
دل میں کتنے مسودے تھے ولے — ایک پیش اُسکے رو برو نہ گیا
سبحہ گردان ہی میر ہم تو رہے — دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

راہِ دردِ عشق میں روتا ہی گیا — آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی گیا
قافلے میں صبح کے اک شور ہے — یعنے غافل ہم چلے سوتا ہی گیا
غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز — میر اُسکو رایگان کھوتا ہے گیا

بارہا گور دِل جھکا لایا — اب کی شرطِ وفا بجا لایا
دل کہ بس ایک قطرۂ خون ہے — ایک عالم کے سر بلا لایا
دل مجھے اُس گلی میں لیجا کر — اور بھی خاک میں ملا لایا
اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میر — پھر ملین گے اگر خدا لایا

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا — دل کے جانے کا نہایت غم رہا
جامۂ احرام زاہد پر نہ جا — تھا حرم میں جب بھی نامحرم رہا
میر سے رونے کی حقیقت جسمین تھی — ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا
صبحِ پیری شام ہونے کو ہی میر — تو نہ چیتا یان بہت دن کم رہا

دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا — اب جس جگہ کہ داغ ہے یان آگے درد تھا
دل کی شکستگی سے ڈرائے رکھا ہمین — وان چین جبین پر آئی کہ یان رنگ زرد تھا
عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے — دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محوِ ناز کا — خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا
اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو — کھلنا تو دیکھ اُس مژۂ نیم باز کا
کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب — جی پر وبال سب ہے یہ عمرِ دراز کا

غزلیات وابیات

اُلٹی ہو گئین سب تدبیرین، کچھ نہ دوا نے کام کیا ‏ ‏ دیکھا اس بیماریِ دل نے، آخر کام تمام کیا
عہدِ جوانی رو رو کاٹا، پیری مین لین آنکھین موند ‏ ‏ یعنی رات بہت تھے جاگے، صبح ہوئی آرام کیا
یانکے سفید و سیہ مین ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے ‏ ‏ رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جون تون شام کیا
میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اس نے تو ‏ ‏ قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا تب ترک اسلام کیا

چمن مین گل نے جو کل دعویِ جمال کیا ‏ ‏ جمالِ یار نے مُنھ اُسکا خوب لال کیا
فلک نے آہ تری رہ مین ہمکو پیدا کر ۱ ‏ ‏ برنگِ سبزۂ نورستہ پائمال کیا
لگا نہ دل کو کہین، کیا سُنا نہین تو نے ‏ ‏ جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

وہ اک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا ‏ ‏ سنبل چمن کا مفت مین پامال ہو گیا
الجھاؤ پڑ گیا جو ہمین اُسکے عشق مین ۲ ‏ ‏ دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا
دعوی کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغ مین ‏ ‏ سیلی لگی صبا کی، سو مُنھ لال ہو گیا
قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار ‏ ‏ تیرا تو میر غم مین عجب حال ہو گیا

اتنا نہ تجھ سے ملتے، نہ دل کو کھو کے روتے ‏ ‏ جیسا کیا تھا ہم نے، ویسا ہی یار پایا
کیا اعتبار یان کا پھر اُسکو خوار دیکھا ‏ ‏ جس نے جہان مین آکر کچھ اعتبار پایا
آہون کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میر سے شب ‏ ‏ وان جا کے صبح دیکھا مشتِ غبار پایا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا ‏ ‏ دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
وہ کج روش نہ ملا مجھ سے راستے مین کبھی ‏ ‏ نہ سیدھی طرح سے اُس نے مرا سلام لیا
مزا دکھائین گے بیرحمی کا تری صیاد ‏ ‏ گر اضطراب اسیری نے زیرِ دام لیا
اگرچہ گوشہ گزین ہون مین شاعرون مین میر ‏ ‏ پہ میرے شور نے روئے زمین تمام لیا

دل سے شوقِ رُخِ نکو نہ گیا ‏ ‏ جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

میر

محمد تقی نام - میر تخلص - شرفاے اکبر آباد سے تھے - یہ وہ شاعر ہے
جسکو سخن کا جگت اُستاد کہنا چاہیے - ذوق لکھتا ہے -

ذوق یاروں نے بہت زور غزل مین مارا　　نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب

غالب کہتے ہین -

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ　　آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہین

باپ کے مرنے پر خان آرزو کے پاس جو انکے سوتیلے ماموں تھے دلی آئے
اور وہین پرورش پائی - دلی مین انکی بڑی قدر ہوئی خود شاہ عالم اور اُنکے
دربار کے امرا اور شرفا انکی تعظیم کرتے تھے لیکن خالی تعظیم سے انکا کام نہ چلا یہ
دلی سے لکھنؤ پہنچے - لکھنؤ مین انکی بڑی عزت ہوئی - رفتہ رفتہ نواب آصف الدولہ
تک رسائی ہوئی اور دو سو روپیہ مہینہ مقرر ہوگیا - مزاج کے یہ چھلے تھے بدماغی
اور نازک مزاجی نے دربار شاہی کی حاضری سے روکا اور گوشہ نشینی مین فقر و فاقہ
سے زندگی کے دن پورے کرنے لگے - سو برس کی عمر مین سنہ ۱۲۲۵ ہجری مین
فوت ہوئے -

انتخاب

از

کلیاتِ میر تقی

دیوان۔ اوّل۔ دوُم۔ سوُم۔ چہاُرم۔ پنجُم۔ ششُم

اہ نشتر

نرم سا کچھ تہ پہلو رکھدے سر کو تکون تو وہ زانو رکھدے
کچھ کرے بات ذرا بہلائے جی کسی ڈھب سے مرا بہلائے
ایسے مین ڈھونڈھ کے لاؤن کسکو ماجرا اپنا سناؤن کسکو
کون میرا مگر اپنا ہون مین عاشق بیکس و تنہا ہون مین
اس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا جو سُنے سمجھے وہ افسانہ مرا
گو کہین ہو وہ کسی جا ہووے دل مین یہ درد ذرا سا ہووے
ہو یہ مجھ سا وہ نہ ہو دیوانہ تا سُنے سمجھے مرا افسانہ
اُسکو پہنچا ہو جدائی کا درد تا وہ جانے کہ ہے اسمین کیا درد
ماجرائے غم حرمان سمجھے سرگزشت شب ہجران سمجھے
بات کچھ میری زبانی سُن لے غور سے ساری کہانی سُن لے
سب مضامین و معانی سوچے مطلب راز نہانی سوچے
نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ داد و بیداد ہے مظلومانہ

رباعیات

مومن شوق گناہگاری کب تک اے تیرہ درون سیاہ کاری کبتک
ایمان اپنے خدا کو باز آ پھر خدا اے دشمن دین بتون سے یاری کبتک

جو یہ ہے بخار کا سبب ہے نہ کہو یہ بات جگر سوز غضب ہے نہ کہو
معلوم نہین تمکو طبیبو احوال جلتا ہون یہ کہنے سے کہ تپ ہے نہ کہو

کب تک ربط بتان دلجو کی نباہ کب تک فکر حصول حشمت و جاہ
آتا ہے یہ جی مین چھوڑ سب کچھ مومن ایک کونے مین بیٹھے کیجے اللہ اللہ

مومن یون بھی کسی پہ مرتا ہے کوئی اس طرح بھی جان سے گزرتا ہے کوئی
خود کام کیا دل سمجھ کے تونے دیا نادان ایسا بھی کام کرتا ہے کوئی

کاسۂ عمر کا بھرنا اچھا　　ایسے جینے سے تو مرنا اچھا
کاش مرجاؤں کہ چین آئے کہیں　　بد دماغی سے سرِ زیست نہیں
کب تلک نزع کی حالت میں رہوں　　کب تلک یوں ستم مرگ سہوں
کب تلک چشم سے خون ہو جاری　　کب تلک درد کرے دلداری
عمر برباد نہ جائے ای کاش　　دل کی آئی مجھے آئے ای کاش
ہائے یہ ظلم سہا کیونکر جائے　　۶ میں جیوں اور مرا دل مرجائے
جان ہمہ رنج و سراپا غم ہے　　رنج سا رنج ہی غم سا غم ہے؟
دیکھتا ہوں عجب احوال اپنا　　کیا ہوں کس سے کہوں حال اپنا
درد ہجران سے سبھی کو ہی فراغ　　بات پوچھے کوئی یہ کسکو دماغ
سب ہیں بیدرد انھیں کسکا غم ہی　　غم زدوں کا کسی کو کیا غم ہے
کون پوچھے ہے کسی کا احوال　　جانتے ہم ہیں سبھی کا احوال
کون سنتا ہی فغانِ درویش　　۷ قہرِ درویش بجانِ درویش
کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام　　اپنے سب خوش ہیں کسی کو کیا کام
کوئی ہمدم ہے نہ دمساز مرا　　کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا
کوئی اتنا نہیں جو حال سنے　　متوجہ ہو کچھ احوال سنے
کوئی اتنا نہیں جو چارہ کرے　　۸ چارہ ہو میں آوارہ کرے
چارہ گر ہو نہ سکے فکر تو ہو　　وصلِ جاناں نہ سہی ذکر تو ہو
ماجرا سنکے مرا رونے لگے　　روتے دیکھے تو زار رونے لگے
سینۂ چاک کا گر ہو نہ رفو　　۹ ٹانک دے چاک گریباں تو کبھو
چشم خونریز سے خون پاک کرے　　پیرہن ساتھ مرے خاک کرے
دل ہو مضطر تو نہ آرام لے وہ　　میں جو تڑپوں تو ذرا تھام لے وہ

معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا ہین بے جُرم جفاؤن کے سزاوار رہا ہین
کیا کیا نہ مصیبت مین گرفتار رہا ہین افسردہ دل گرمیِ اغیار رہا ہین
آخر تپش اس آتشِ خاموش مین آئی جان گرمیِ غیرت سے غضب جوش مین آئی

متفرقات

ساقی مےِ سرخ رایگان ہی خم بھر دے کہ چشم خونفشان ہی
اُٹھے بھی نہ تھے کہ گر پڑے ہم کیا لغزشِ پا زمان زمان ہی
اے ہمدمِ جان نواز تجھ سے کیا دل کی کہون مین دل کہان ہی

تو چھوڑ مجھے چلا گیا دل ہے اُس سے زیادہ بیوفا دل
دیتا ہون دم ایسے فتنہ گر پر انصاف سے دیکھنا مرا دل
اُس چشم نے کر دیا خراب آہ تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل
اے محرمِ راز کیا کہون مین کس آفتِ جان سے لگا دل

دن پھرتے کہین اگر مرے بھی کیا گردشِ روزگار ہوتا؟
اے پند شعار ہوش مین آ کوئی بھی ہے آپ خوار ہوتا
ہم کاہے کو دل کو جانے دیتے ۵ اپنا اگر اختیار ہوتا

ساقی نامہ

ساقیا زہر پلا دے مجکو شربتِ مرگ چکھا دے مجکو
ہان سیہ مستیِ حرمان یہ نگاہ دے وہ مے یعنی کفِ مارِ سیاہ
تلخیِ پاسِ عیادت کب تک حسرتِ ذوقِ شہادت کب تک
کیا ذرا سودۂ الماس نہین سچ ہلاہل ترے کچھ پاس نہین
گر یہان ہے تو اُٹھا لا جلدی اور نہین پاس تو جا لا جلدی
کیا خمارِ خفقان ہے ظالم بس چلا جی تو کہان ہے ظالم
بھر دے اک جام کہ مر جاؤن ابھی بھول کر آپ مین آؤن نہ کبھی

دم مین اُس چشم سخن ساز کے آنا ہی نہ تھا — جور کم سہنے تھے یہ فقرہ بڑھانا ہی نہ تھا
اب بھی اے کاش کچھ ایسا ہو کہ جھگڑا جائے — رحم آجائے اُسے یا مجھے صبر آجائے
خوب کرتے ہین کہ وہ ظلم کیے جاتے ہین — رنج دینے کو دل اور دن لیے جاتے ہین
دادِ بیرحمی و بیداد دیے جاتے ہین — ہم بھی ایک اتنی توقع پہ جیے جاتے ہین
کہ جو ہو انکی ملاقات تو بدلا لے لین — جنسے وہ خوب لیے جائین وہ طعنے دیدین
چشمِ فتان نگہِ شوخ وہ شرما جائے — عرقِ شرم کے طوفان مین ڈوبا جائے
جی یہ کچھ ایسی بنے رُخ پہ تغیر آجائے — بگڑے یہ چہرہ کہ مجھ سے بھی نہ دیکھا جائے
ہو وے یہ رنگ کہ پھر منہ وہ دکھا ہی نسکے — سر کو زانو سے مری طرح اُٹھا ہی نہ سکے

اے چارہ گر اُچک کہ دمِ چارہ گری ہے — مین جان سے مرتا ہون تجھے بیخبری ہے
کیون پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے — اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہے
ہو جاؤن مین جانبر تو تری ناموری ہے — یون دعویِ بے صرفہ تو بیہودہ سری ہے
گر ہم سے مریضون کی دوا ہووے تو جانے — بیمارِ محبت کو شفا ہووے تو جانے
ہر چند کہ درمان ہی نہین عشقِ بتان کا — زخمِ دلِ مجروح پہ لگتا نہین ٹانکا
مرنا قلقِ ہجر مین بچنا ہے ہیان کا — پر شکر ہوا سہل علاج اپنی تو جان کا
وہ حال نہین ہے دلِ بیتاب و توان کا — تھمتا نظر آتا ہے لہو زخم نہان کا
تاثیر دوا اب تری کر جائے تو کر جائے — ہر چند کہ ناسور ہے بھر جائے تو بھر جائے
یعنی کہ دل اُس دشمنِ جانی سے پھرا اب — گو تھا مرض الموت یہ ممکن ہے شفا اب
بطیاقتیِ جان نہین آزار فزا اب — سینے سے مرے ہاتھ جدا ہونے لگا اب
وہ عشق کی خاطر ہے نہ وہ پاسِ وفا اب — وہ فتنہ کی الفت ہے نہ وہ شوقِ بلا اب
کچھ کام نہین پیچ و خمِ زلفِ دوتا سے — کھایا کرے بل سیکڑون اب میری بلا سے
ایک عمر تلک زیست سے بیزار رہا مین — ہمرشقِ غم و وقفِ صد آزار رہا مین

کچھ فریب دل بیتاب و توان کی حد تھی ضبطِ سوزان نفس شعلہ فشان کی حد تھی
کیونکہ خالی کرون جی کہ بھرا آتا ہی پیش چلتی جو نہین غصہ چلا آتا ہی
کب تلک کوئی نہ سرگرمِ حکایت ہووے کب تلک لب نہ شرر ریزِ شکایت ہووے
ہو تحمل ہو تحمل کی نہایت ہووے کیجیے صبر اگر صبر کی غایت ہووے
کچھ زبان بھی تو نہین زور کہ چل بھی نسکے غم کچھ ارمان نہین ہی کہ نکل بھی نسکے
جب سے عاشق ہوئے ہم رنج نہ پائے کیا کیا لب پہ آئے نہ گلے جی مین گر آئے کیا کیا
کیا کہین آہ کہ خاطر مین نہ لائے کیا کیا جب تلک تاب رہی ناز اٹھائے کیا کیا
پر نہین حوصلۂ بیم ستم بھی اب تو بیوفا ہاے ہوئے جاتے ہین ہم بھی اب تو
دل مرے کہنے مین ہووے تو کچھ اب بھی نکہون پر بگڑ ہی گئی جب بات تو کیون بات سہون
اسکو بھی چاہیے طاقت کہ مین چپ بیٹھ رہون کچھ بن آتی ہی نہین ہاے عجب رنج مین ہون
دل یہ کیا ہاتھ دھرون ہاتھ ہی قابو مین نہین سر رہے کس پہ کہ حالت مری زانو مین نہین
دل ہی یا دشمن جانی کہ ستاتا ہے مجھے داغ ہی یا تپِ غیرت کہ جلاتا ہے مجھے
جوش ہی یا شبِ وعدہ کہ بھر آتا ہے مجھے شکوہ ہے یا خبرِ وصل کہ بھاتا ہے مجھے
غش مگر اسکا تصور ہی کہ آجاتا ہی جی بھی معشوق ہی گویا کہ چلا جاتا ہی
ہم پہ جو گزرے قلق اسکی بلا سے گزرے جان سے جائین ولے وہ نہ جفا سے گزرے
ہی وفا سے یہی حاصل تو وفا سے گزرے کب تلک کچھ نہ کہین ایسی حیا سے گزرے
پاسِ ناموس ہمین کیون ہو جو انکو بھی نہین جس نظر سے کہ لحاظ آئے تھا اب وہ بھی نہین
ملک الموت بھی آتا نہین ہان کیا کیجے کچھ توقع نہین دلجوئی جان کیا کیجے
نہین کہنے مین زبان منعِ زبان کیا کیجے دم ہی باقی نہ رہا ضبطِ فغان کیا کیجے
نالۂ گرم و دمِ سرد کی طغیانی سے ہے کوئی دن اور جو دنیا کی ہوا کھانی ہی
دل کو اس دشمن جانی سے لگانا ہی تھا باتون پر اس لبِ دمباز کے جانا ہی نہ تھا

عشرتِ دہر پایدار نہین چرخ کو ایک دم قرار نہین

ہو نہ جائے ہماری بات بڑی کبھی دن ہے کبھی ہے رات بڑی

حسن آخر ہی بیوفا نرہے چہرہ گلرنگ دبا صفا نرہے

شوخیِ نازشِ و ادا نرہے لبِ شیرین مین کچھ مزا نرہے

شور اُٹھے نہ خوشخرامی سے نہ حلاوت ہو تلخکامی سے

طرہ مارِ سپید سا ہوجاے کاش ایک جان کی بلا ہوجاے

زلف کے بدلے قد دوتا ہوجاے خوشنما چہرہ بدنما ہوجاے

آپ ہو کی عوض پریشان ہو روے آئینہ وار حیران ہو

تیغِ ابرو سے دل فگار نہ ہو تیرِ مژگان جگر کے پار نہ ہو

خنجرِ غمزہ زخم پار نہ ہو کوئی دنیا مین جان نثار نہ ہو

ایک قلق طبعِ نازنین پہ رہے بے ارادے شکن جبین پہ رہے

کلفت آجاے ماہِ کامل مین داغ رُخِ لالہ کے مقابل مین

غنچہ ہو گلرخون کی محفل مین مثلِ سنبل شکن پڑین دل مین

جلوۂ بے بدل بدل جائے زلفِ خوش خم کا بل نکل جائے

چھوڑنے کی مرے ندامت ہو آپ کو دمبدم ملامت ہو

بیٹھتے اُٹھتے ایک قیامت ہو پھر ملے تجھ سے کس کی شامت ہو

یون غضب مین رہے بلا سیری یہ مصیبت ہے بلا سیری

فکرِ انجام سے نہ ہو انجان مجھ سے ملجا تو میرا کہنا مان

اس زمانے کو ظالم اپنا جان دل مین اپنے زرا سمجھ نادان

کب تلک کوئی نامراد رہے بھول جاؤن گا مین بھی یاد رہے

تابِ برداشتِ ستمہاے نہان کی حد بھی قوتِ کشمکشِ آہ و فغان کی حد بھی

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی مرے قتل کی باتین — اس طرح سے کرتے ہین کہ گویا نہ کرین گے

کیا نامہ مین لکھون دلِ وابستہ کا احوال — ۳ معلوم ہی پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرین گے

رکھ لیوین گے پتھر گران سنگدلون کو — چھاتی سے لگانے کی تمنا نہ کرین گے

نہ کٹی ہم سے شب جدائی کی — کتنی ہی طاقت آزمائی کی

کیون برا کہتے ہو بھلا ناصح — مین نے حضرت سے کیا برائی کی

مومن آؤ تمہین بھی دکھلا دون — سیر بت خانہ مین خدائی کی

لچھی ریشم کی نہ ہاتھون مین پہن — دیکھ نازک ہے کلائی تیری

پھر محبت مین مزا آتا ہے — کیون نہ کھائین ہمین غم بھاتا ہی

کس سے پھر وعدہ وصلت ہی کہ دل — میرے ملنے کی قسم کھاتا ہی

پھر ہون دیوانہ بیخود کس کا — خار تلوے مرے سہلاتا ہی

پھر دل اک بت کو دیا مومن نے — کب وہ ان باتون سے باز آتا ہی

جوشِ وحشت سے یہی تو ایک دن — او لجھین گی زلف دوتا سے تیری

مومن اس بت سے بگڑنا ہی نہ تھا — بن چکی بات خدا سے تیری

واسوخت

اے ستمگر کہان تلک بیداد — سرِ پامالِ عاشقِ ناشاد

قول دینا عدو کو حسبِ مراد — مر گیا تیرے ہاتھ سے فرہاد

فکرِ جور و سرِ جفا کب تک — بیوفا غیر سے وفا کب تک

اب بھی آ جانے دے دل آزاری — چھوڑ دے خود سری و خونخواری

دیکھ اچھی نہین ستمگاری — نہ پڑے صبرِ نالہ و زاری

کہین تو بھی نہ دل کو کھو بیٹھے — کہین آنکھون کو یون نہ رو بیٹھے

کچھ زمانے کا اعتبار نہین — دورِ گردون یہ اختیار نہین

سنگِ اسود نہین ہی چشم بتان — بوسہ مومن طلب کرے کیا منھ

ہو صورت خاک جی لگنے کی جنت مین بھلا مومن — مری نظرون مین ہی شاہِ جہان آباد کا نقشہ

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی — خبر ہی نعش پہ اُس بیوفا کے آنے کی

نہ جاے کیون دلِ مرغِ چمن کہ سیکھ گئی — بہار وضع تری مسکرا کے آنے کی

مجھے یہ ڈر ہی کہ مومن کہین نہ کہتا ہو — مری تسلی کو روزِ جزا کے آنے کی

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے — فلسِ ماہی کے گلِ شمعِ شبستان ہونگے

ناوک انداز جدھر دیدۂ جانان ہونگے — نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تو کہان جاے گی؟ کچھ اپنا ٹھکانا کر لے — ۲ ہم تو کل خواب عدم مین شبِ ہجران ہونگے

منتِ حضرتِ عیسی نہ اٹھائین گے کبھی — زندگی کے لیے شرمندۂ احسان ہونگے؟

ناصحا دلمین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم — لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس — ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی — پھر وہی پاؤن وہی خارِ مغیلان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتان مین مومن — آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے؟

آج اُس بزم مین طوفان اٹھا کے اُٹھے — یان تلک روئے کہ اُسکو بھی رلا کے اُٹھے

جی ہی مانندِ نشانِ کفِ پا بیٹھ گیا — پاؤن کیا کوچہ سے اُس ہوش ربا کے اُٹھے

شعر مومن کے پڑھے بیٹھکے اُسکے آگے — خوب احوالِ دلِ زار سنا کے اُٹھے

تسلی دمِ واپسین ہو چکی — ہمین ہو چکی جب نہین ہو چکی

قلق کشتۂ سخت جانی ہے پھر — امیدِ اجل آفرین ہو چکی

یہان دم نہین شوقِ سر قتل کر — مری خون سے تر آستین ہو چکی

کہین مین ہی مومن وہ کافر صنم — بس اب پاسبانیِ دین ہو چکی

کیونکر یہ کہین منتِ اعدا نہ کرینگے — کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرینگے

ہو گئے نامِ بتان سنتے ہی مومن بیقرار ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہین

ہو گئی گھر مین ضبہی منع وہان جانا ہمین وہ بھی رسوا ہو خدا جس نے کیا رسوا ہمین

اُس نام کے صدقے جسکی دولت مومن رہون اور بتون کو چاہون

ہو تو بیٹھے بٹھائے خراب اے مومن لڑا نہ اُس بتِ خانہ خراب سے آنکھین

یہ قدرت ضعف مین بھی ہے فغان کو کہ دے پٹکے زمین پر آسمان کو
وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا تمھاری خاطرِ نامہربان کو
دلِ مضطر کی بیتابی نے مارا کہان سے لاؤن اُس آرامِ جان کو
سُن اے مومن یہ ایمان ہے ہمارا نہ کہنا کفر پھر عشقِ بتان کو

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو لطف مجھ پہ تھے بیشتر و کرم تھا جو مرے حال پر مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا مین وہی ہون مومن مبتلا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے ناصحو آہی گیا وہ فتنۂ ایام لو ہمکو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو
کیا قہر ہے کب تک کوئی رہ جائے آنسو پی کے یون ہنس ہنس کے میرے آگے تم دستِ عدو سے جام لو
مومن تم اور عشقِ بتان ای پیر و مرشد خیر ہے یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ اے شبِ ہجر تیرا کالا منہ
بات پوری بھی منہ سے نکلی نہین آپ نے گالیون پہ کھولا منہ
شبِ غم کا بیان کیا کیجے ہے بڑی بات اور چھوٹا منہ
جب کہا یار سے دکھا صورت ہنس کے بولا کہ دیکھو اپنا منہ
پھر گئی آنکھ مثلِ قبلہ نما جس طرف اُس صنم نے پھیرا منہ

مر چلے اب تو اُس صنم سے ملیں | مومن اندیشۂ خدا کب تک

مردِ عشقِ ستیزہ کار ہے دل | ملک الموت سے دوچار ہے دل

بسکہ مشتاق نازِ یار ہے دل | ستم آموزِ روزگار ہے دل

وصلِ جاناں نہیں سوائے خیال | ہم ہیں مایوس امیدوار ہے دل

شبِ ہجراں کو سمجھے روزِ جزا | مومن ایسا سیاہ کار ہے دل

کیا کروں کیونکر کروں ناصح کہا جاتا ہے دل | پیش کیا چلتی ہے اُس سے جس پر آجاتا ہے دل

چاہتا ہوں میں تو مسجد میں رہوں مومن ولے | کیا کروں بتخانہ کی جانب کھنچا جاتا ہے دل

جو پہلے دن ہی سے دل کا کہا نہ کرتے ہم | تو اب یہ لوگوں کی باتیں سنا نہ کرتے ہم

اگر نہ ہاتھ میں اُس دلربا کے دل دیتے | تو دل پہ ہاتھ سدا دھر لیا نہ کرتے ہم

اُس آفتِ دل و جاں پر اگر نہ مر جاتے | تو اپنے مرنے کی ہر دم دعا نہ کرتے ہم

اگر نہ دیکھتے وہ پیاری پیاری صورت آہ | تو ایک ایک کے منھ کو تکا نہ کرتے ہم

جو غم بتوں کا نہ ہوتا تری طرح مومن | تو دیکھ چرخ کو ہے ہے خدا نہ کرتے ہم

ٹھانے تھے دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم | پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

ہنستے جو دیکھتے ہیں کسی کو کسی سے ہم | منھ دیکھ دیکھ روتے ہیں کس بیکسی سے ہم

کب چھوڑتے ہیں اُس ستم ایجاد کے قدم | سر ہے ہمارا اور ہیں جلاد کے قدم

مانے نہ مانے منعِ تپش ہائے دل کروں | میں غیر تو نہیں کہ تماشائے دل کروں

ہو جان بھی جا کے کچھ تو مداوائے دل کروں | کب تک میں دل پہ ہاتھ دھرے ہائے دل کروں

چھٹتا ہے جیتے جی کوئی زنجیرِ زلف سے | دیوانہ ہوں کہ چارۂ سودائے دل کروں

اُس بت کو ترکِ دیں سے نہیں مومن اعتماد | کیوں کر نہ میں شکایتِ اغوائے دل کروں

بیمزا ہو کر نمک کو بے وفا کہنے کو ہیں | کھل گئے زخموں کے منھ کس کس برا کہنے کو ہیں

دیکھنا کس حال سے کس حال کو پہنچا دیا | بخت تیرے عاشقوں کے نارسا کہنے کو ہیں

دم نکلنے کی طاقت ہو بیمارِ محبت سے — اتنا بھی غنیمت ہے مومن کا سنبھل جانا

تھے ہمیں مومن کی خودداری پہ کیا کیا اعتماد — کیا خبر تھی یہ کہ یوں محوِ بتاں ہو جائیگا

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا — ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

بے طاقتی سے مجھ میں نہیں تابِ التفات — بیہودہ فکرِ جور دسمِ امتحان ہو اب

پنجۂ شانہ سے تو زلفِ گرہ گیر نہ کھینچ — دل ہے دیوانے کو مت چھیڑ یہ زنجیر نہ کھینچ

ہم تو بچتے نہیں تا شام وہ آئے بھی تو کیا — اے دعائے سحری منت تاثیر نہ کھینچ

روزِ غم کون بھلا آن کے ہوتا ہے شریک — انتظارِ اثر اے نالۂ شبگیر نہ کھینچ

مومن آتشِ صحبت میں کہ ہے سب جائز — حسرتِ حرمتِ صہبا و مزامیر نہ کھینچ

کھا گیا ہے غم بتان افسوس بس — کھل گئی غم کے مارے جان افسوس

میرے مرنے سے بھی وہ خوش نہوا — جی گیا یوں ہی رائگان افسوس

گل داغ جنوں کھلنے بھی نہ تھے — آ گئی باغ میں خزان افسوس

موت بھی ہو گئی ہے پردہ نشین — راز رہتا نہیں نہان افسوس

تھا عجب کوئی آدمی مومن — مر گیا کیا ہی نوجوان افسوس

تھر ہے موت ہے قضا ہے عشق — سچ تو یوں ہے بڑی بلا ہے عشق

وصل میں احتمالِ شادیِ مرگ — چارہ گر دردِ بے دوا ہے عشق

ہمکو ترجیح تم پہ ہے یعنی — دلربا حسن و جانربا ہے عشق

اب تو دل عشق کا مزا چکھا — ہم نہ کہتے تھے کیوں برا ہے عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومن — مر گئے سب ہی کیا وبا ہے عشق

امتحان کے لیے جفا کب تک — التفاتِ ستم نما کب تک

مجھ سے عاشق نہیں ہے کچھ ظالم — صبر آخر کرے وفا کب تک

تمکو خو ہو گئی برائی کی — در گزر کیجیے بھلا کب تک

غزلیات و ابیات

لگے خدنگ جب اس نالۂ سحر کا سا
فلک کا حال نہ ہو کیا مرے جگر کا سا

نہ جاؤں گا کبھی جنت میں میں نہ جاؤں گا
اگر نہ ہوئے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

خبر نہیں کہ اُسے کیا ہوا پھر اُس در پر
نشانِ پا نظر آتا ہے نامہ بر کا سا

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا کہ وہ ہے
محبِ حسینؑ کا دل رکھے ہے شمر کا سا

اور ایسا کوئی کیا بے سر و سامان ہوگا
کہ مجھے زہر بھی دیجے گا تو احسان ہوگا

خواہشِ مرگ ہو اتنا نہ ستانا ورنہ
دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارمان ہوگا

کیا ستاتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل
تم سے بیرحم پہ مرنے سے تو آسان ہوگا

آخر امید ہی سے چارۂ حرماں ہوگا
مرگ کی آس پہ جینا شبِ ہجراں ہوگا

درد ہی جان کی عوض ہر رگ و پے میں ساری
چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

دوستی اُس صنمِ آفتِ ایمان سے کرے
مومن ایسا بھی کوئی دشمنِ ایمان ہوگا

ٹانکنے چاکِ گریبان کو تو ہر بار لگا
ہاتھ کٹواؤں جو ناصح رہے اب تار لگا

تو کسی کا بھی خریدار نہیں، پر ظالم
سر فروشوں کا ترے کوچے میں بازار لگا

کعبہ سے جانبِ بت خانہ پھر آیا مومن
کیا کرے جی نہ کسی طرح سے زنہار لگا

زرد مُنھ دِکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا ١
آج ہم نے اُسکو اپنا زور و زر دکھلا دیا

موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئی لاش پر
جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

نام الفت کا نہ لونگا جب تلک ہے دم میں دم
تو نے چاہت کا مزا اے فتنہ گر دکھلا دیا

دیکھیں گے مومن یہ ہم ایمان بالغیب آپکا
اُس بتِ پردہ نشیں نے جلوہ گر دکھلا دیا

جوں نکہتِ گل جنبش ہی جی کا نکل جانا
اے بادِ صبا میری کروٹ تو بدل جانا

عشق اُنکی بلا جانے عاشق ہوں تو یہ جانیں
تو مجکو اطبا نے سودے کا خلل جانا

مومن

مومن خان نام - مومن تخلص - یہ شخص معجون مرکب تھا - شاہ عبدالعزیز نے انکے پیدا ہونے کے وقت کان مین اذان دی اور انھین نے مومن خان نام رکھا - شاہ عبدالقادر صاحب سے عربی کتابین پڑھین - پھر فن طب جو آبائی پیشہ تھا اُسکی طرف توجہ کی اور کمال حاصل کیا - علم نجوم مین انکو ایسا ملکہ تھا کہ دور دور تک کوئی انکا مدِمقابل نہ تھا - شروع شروع عاشقی کی طرف طبیعت مائل ہوئی - تمام دیوان انکا عاشقانہ مضامین سے بھرا ہوا ہے - پھر نوجوانی ہی مین طبیعت نے پلٹا کھایا مولوی محمد اسماعیل صاحب کے مرشد مولانا سید احمد صاحب بریلوی کے یہ مرید ہوئے اور اخیر اخیر برگزیدگی مین شہرۂ آفاق ہوئے -

یہ شاعر حافظہ کا بہت قوی تھا - شعر پڑھنے کا انداز نرالا رکھتا تھا - کسی امیر کی درباداری کبھی نہ کی اور نہ کسی امیر کی مدح مین قصیدہ لکھا صرف ایک مرتبہ رئیس پٹیالہ کی مدح مین ایک قصیدہ لکھا وہ بھی مدحیہ نہین ہے شکریہ کے طور پر ہے رئیس نے ایک ہتھنی بلاطلب انکے نذر کی - انکی طبیعت غیور تھی اسکا صلہ سخن مین دیا - دلّی انکا مولد تھا - دلی سے باہر جانے کا بھی اتفاق ہوا - رام پور مین بھی یہ پہنچے تھے - راجہ کپورتھلہ نے تین سو روپیہ مہینے پر انھین بُلایا تھا لیکن اس خیال سے کہ یہی تنخواہ ایک گویے کی بھی تھی نہ گئے - شرفاے دلی سے تھے اور بڑی عزت رکھتے تھے - سنہ ۱۲۶۸ ہجری وفات -

---

انتخاب

از

کلیاتِ مومن

و نثر

سردی کا خوف دیکھو عریانی میں
کمل کے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں

ہر خارِ سبزہ کو نہ نشتر سمجھو
پھرتے ہو جو ننگے پاؤں بہتر سمجھو

نالش نہ کرو برہنہ پائی کی منیر
ہر آبلہ موزے کے برابر سمجھو

لذّت کی زبان سے جدائی ٹھہری
روکھے کھانے سے آشنائی ٹھہری

گھی کی صورت نظر نہیں آتی منیر
شیرِ کنجشک کی ملائی ٹھہری

پڑتی نہیں کانوں میں مزے کی باتیں
اب سنتے ہیں تجھ سے روکھی دکھی باتیں

کہتا ہے منیر اے لبِ نان یہ بتا
کیا ہو گئیں تری چکنی چپڑی باتیں

ہر طرح ہے راحت میں خلل ان روز دن
بے حقہ کے پڑتی نہیں کل ان روز دن

ہمدم ہوں میں دودِ آہِ سوزاں سے منیر
تنخالہ لب سے ہے ناریل ان روز دن

تنباکو بھی ہوا ہے کڑوا ہم سے
رک رک کر بولتا ہے حقا ہم سے

برسات میں کس غضب کی گرمی ہے منیر ۵
جھلوانے لگی آگ بھی پنکھا ہم سے

حقہ اور دن کو تو میسر ہے یہاں
پر دردِ جگر کام و زبان پر ہے یہاں

دیکھو یہ غضب ایک چلم تنباکو ۶
اک نافۂ مشک کے برابر ہے یہاں

زندان میں تو ہم اسیر و مجہول آئے
کس طور سے نیند حسبِ معمول آئے

گھر سے نکلے جو بچو اسی میں منیر ۷
خوابِ راحت پلنگ پر بھول آئے

پہلے ہوئی چھ روپے ہماری تنخواہ
پھر آٹھ سے دس ہوئی خدا ہے گواہ

ننانوے کا پھیر رہا قید میں بھی
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ہر چند محاسبوں میں کم وقعت ہیں
پر قیدیوں کے کفیلِ کیفیت ہیں

لکھ دیتے ہیں رہائی و اسیری سب کی
ہم نقل نویسِ دفترِ قسمت ہیں

کانپتے تھے موسمِ سرما میں یوں — جیسے عریان سردیِ کشمیر سے
محنت و مزدوری و تکلیف و رنج — تھا زیادہ حیطۂ تحریر سے
اس جہنم کے موکل سب کے سب — دشمنی رکھتے تھے بے تقصیر سے
قاتلِ اشراف و اہلِ علم تھے — رنج پہنچاتے تھے ہر تدبیر سے
جیل میں ٹھگ بدنما میں بے بدل — نقد جان کو چھین لیں تزویر سے
پھر الہ آباد میں بھجوا دیا — ظلم سے تلبیس سے تزویر سے
ننگی تلواریں کبھی تھیں گرد و پیش — نوکیں سنگینوں کی بدتر تیر سے
جو الہ آباد میں گزرے ستم — ہیں فزوں تقریر سے تحریر سے
پھر ہوئے کلکتہ کو پیدل رواں — گرتے پڑتے پاؤں کی زنجیر سے
ہتھکڑی ہاتھوں میں بیڑی پاؤں میں — ناتواں ترقیس کی تصویر سے
راستے میں ظلمِ اعدا بے شمار — ہر گھڑی تھے شامتِ تقدیر سے
بے حواس و بے لباس و بے دیار — دل گرفتہ جورِ چرخِ پیر سے
نقشہ کلکتہ میں کھچوایا مرا — رنگ منھ کا اڑ گیا تصویر سے
کالے پانی میں جو پہنچے یک بیک — کٹ گئی قیدِ ستم تقدیر سے
یہ کہی تاریخ ہم نے اے منیرؔ — صاف نکلے خانۂ زنجیر سے

رباعیات

دم ناک میں عسرت سے مرا ہو کب تک — حقہ نہ ملے پینے کو اچھا کب تک
تا چند لپیٹوں دھجیاں نیچہ پر — بدلا کرون پوستِ استخوان کب تک

دل آتشِ مطبخ سے جلانا ٹھہرا — غم کھانے سے بھی سوا یہ کھانا ٹھہرا
کیونکر طمع کی پھر دال گلے — اپنے ہاتھوں سے جب پکانا ٹھہرا

ہر چند کہ ہم دل کے کڑے ہوتے ہیں — جاڑے کے مگر صدمے بڑے ہوتے ہیں

مکان ہے دل کافر سے تیرہ تر میرا — سیاہ بخت ہون یارب سیاہ کار ہون مین
بلند ہے عرقِ انفعال کا طوفان — دفورِ جرم سے اس درجہ شرمسار ہون مین
یہ التجا ہے کہ بہرِ نبی و آلِ نبی — معاف کر مجھے تیرا قصوروار ہون مین
دلِ زمانہ تو رکھ صاف میری جانب سے — اگرچہ آئینۂ دہر کا غبار ہون مین
خلش کسی کی بھی دل مین نہ مجھ سے پیدا ہو — اگرچہ گلشنِ عالم مین مثلِ خار ہون مین
زبان چاہتی ہے مانگے مغفرت کی دعا — صدا یہ آتی ہے دل سے خطا شعار ہون مین
کسی کمال کا دعوی نہین معاذ اللہ — غرور خاک کرون ننگِ روزگار ہون مین
میرا کلام ہو مقبولِ اہلِ دل یارب — ترے کرم سے بس اتنا امیدوار ہون مین

قطعہ تاریخ

فرخ آباد اور یارانِ شفیق — چھٹ گئے سب گردشِ تقدیر سے
آگئے باندہ مین مقید ہو کے ہم — سو طرح کی ذلت و تحقیر سے
جسقدر احباب خالص تھے وہان — درگزر کرتے نہ تھے تدبیر سے
پر کہون کیا کاوشِ اہلِ نفاق — تھے وہ خونریزی مین بڑھکر تیر سے
کچھ شدائد قید کے کہدون اگر — خون ٹپکے ہر لبِ تقریر سے
باندہ کے زندان مین لاکھون ستم — سہتے تھے ہم گردشِ تقدیر سے
کوٹھری تاریک پائی مثلِ قبر — تنگ تر تھی حلقۂ زنجیر سے
بول و غائط کی جگہ بستر کے پاس — تھی نجس تر خانۂ خنزیر سے
کیا تیمم کیا وضو ممکن نہ تھا — کیسے طاہر رہتے کس تدبیر سے
ترکِ افیون سے اذیت جو ہوئی — ہر فزدن اندازۂ تحریر سے
سختیِ نزعِ یہودی و مجوس — سہل تھی اُس سختیِ تقدیر سے
کوٹھری مین گرمیِ دوزخ سی فزدن — دست و پا بدتر تھے آتشگیر سے

کوچ ٹھہرا مقامِ غربت سے | اب وطن چلنے کی ہے تیاری
رخصت اے دوستانِ زندانی | الوداع اے غمِ گرفتاری
الرحیل اے مشقتِ ہر روز | الفراق اے ہجومِ ناچاری
دال جا دل سے کہدو رخصت ہون | پانی مین ڈوبے یہ نمک کھاری
مچھلیون سے کہو ہٹ کے سڑین | گھاس کھووے یہان کی ترکاری
چین برہما ملائے حبا پانی | اہلِ آسام جنگلی تاتاری
اپنے دیدار سے معاف کرین | اپنی باتون سے دین سبکباری
کالے پانی سے ہوتے ہین رخصت | اشکِ شادی ہین آنکھون سے جاری
بیٹھتے ہین جہازِ دودی پر | اُٹھتے ہین لنگرِ گرانباری
السلام اے خردشِ بحرِ محیط | السفر اے سفینۂ جاری
سامنے ہر طرف سمندر ہے | سایۂ آسمانِ زنگاری
ہم سفر قافلہ ہین موجون کے | خضر در نوح کی ہے سالاری
جامِ بلور ہر حباب مین ہے | عکسِ خورشید کی طلاکاری
دن کو خورشید کے زرافشانی | رات کو اوس کی گہر باری
بحرِ اخضر کی لپٹی رنگت | فلکِ سبز کی حنا باری
پانی کے اُٹھتے ہین بلند پہاڑ | اُس پہ آئی ہے موج کی باری
پانی پر چڑھ کے پانی بہتا ہے | قدرتِ حق کی ہے نموداری
نکلے دریاے شور سے صد شکر | بحرِ شیرین کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ | شکر ہے شکر حضرتِ باری

مناجات

یہ عرض ہے تری درگاہ مین خداوندا | کہ تیرہ دل ہون نہایت گناہگار ہون مین

نہ ڈھونڈھ مشتری جنس ہمت حاتم | نگر جواہر الطاف گستری کا مول
اگر تجھے طلب گوہر مطالب ہی | تو رخ نگر طرف مصر و چین و استنبول
حضور کے در دولت پہ آکے سائل ہو | ٹھہر کے منطقۂ کہکشان کمر سے کھول
جناب کلب علی خان خدیو عالم فیض | بنے ہین قطرے گہر جسکے جود سے انمول

رت ہی برسات کی بہت پیاری | موج زن جھیلین ندیان ساری
بدلیان چھا رہی ہین گردون پر | زرد اودی سنہری زنگاری
بجلیون کی چمک مین ہی جھلبل | جیسے رقصان بتان فرخاری
کیا ہری دوب جنگلون مین ہے | سبز مخمل سے ہی سوا پیاری
ہر طرف کھل رہے ہین گل بوٹے | جنسے شرمندہ باغ کی کیاری
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین پروائی | لہرین لیتی ہین ندیان ساری
شفق سرخ رنگ لائی ہی | لالہ گون ہے سپہر زنگاری
ننھی ننھی برستی ہین بوندین | روح پر ہوتی ہی خوشی طاری
کوکلا بگلہ کویلین طاؤس | اپنی تانین سناتی ہین پیاری
قازین مرغابیان بطین سرخاب | جھیلون کے ساتھ کرتی ہین یاری
کھیت دھانون کے لہلہے شاداب | کر رہے ہین نظر کی دلداری
عکس طوطی ہو جیسے آئینہ مین | پانی انمین ہے اس طرح جاری
سوندھی سوندھی زمین کی مٹی | بھینی بھینی چمن کی بو پیاری
سیر مچھی بھون کی چل کر دیکھ | کیا نمایان ہی قدرت باری

بارے آئی نجات کی باری | کھل گیا عقدۂ گرفتاری
ہمکو منصب ملا رہائی کا | قید کو جائداد بیکاری
پاؤن کو چھوڑ بھاگے بار دوش | سر کو لپتارۂ گرانباری

کہنے سُننے کو تو اے یار مری یاد رہے گالیاں منہ مین رہین کانون مین فریاد رہے

یہی انصاف ہر اے فصلِ بہاری تیرا جال مین مرغِ چمن باغ مین صیاد رہے

آنکھ پھرتے ہی تری مجھ سے خدائی پھر گئی کیا مری برگشتہ بختی کی دُہائی پھر گئی

قصائد

اس انجمن مین کوئی دل شادمان نہ تھا تھی اوجڑے گھر کی رات سوادِ جہان نہ تھا

جنسِ شباب کا یہ کبھی قدردان نہ تھا کیا کہیے اب وہ دانہ ہمارا ایہسان نہ تھا

جس بزمِ جان فزا مین ابھی کل کی بات ہر خالی سرور سے دلِ پیر و جوان نہ تھا

فرشِ نفیس دامن نظارہ سے لطیف ذی رتبہ میر فرش سے تاجِ شہان نہ تھا

اربابِ عیش کی کہون کیا خوش سلیقگی وہ کون تھا کہ ہمہ شائستہ خان نہ تھا

صحبت برنگِ خاطرِ اطفال روزِ عید کمتر جوان تازہ سے پیرِ مغان نہ تھا

پریون کے جھنڈ تھے کہین جھرمٹ حسینون کے محبوب جنکے آگے مہِ آسمان نہ تھا

فتنہ کے عطر کو سرِ مو بھی نہ تھی جگہ آشفتہ کوئی گیسوے عنبر فشان نہ تھا

چھائے ہوئے تھے چمپئی رنگون کے قہقہے جس سے شگفتہ تر چمنِ زعفران نہ تھا

چٹکی بجا بجا کے بلاتے تھے عیش کو گانے کی دھوم تھی کہین نامِ فغان نہ تھا

مستانہ غزلین تھین طرب انگیز ٹھمریان وہ کون تھا جو عاشقِ رقصِ بتان نہ تھا

وہ ناچ سحر کا وہ بتانا طلسم کا وہ بھاؤ تھے کہ نرخِ مسرت گران نہ تھا

وہ بزم دلفریب تھی ایسی کہ رات بھر رنج و ملال کے لیے رستا جہان نہ تھا

دیکھا اُسی طلسمِ خوشی کو جو صبحدم جز خند اور کوئی وہان نوحہ خوان نہ تھا

محفوظ اُنکے گوشۂ رحمت مین ہی منیر جنمین خدا مین فاصلۂ دو کمان نہ تھا

مجھے یہ فکر ہر اے چرخ کچھ تو منہ سے بول کہ پھر رہا ہی زمانہ مین کیون تو ڈانوان ڈول

کسی جگہ کسی پہلو ٹھہر نہین سکتا کھلا یہ حال کہ تو سر سے پاؤن تک ہر گول

ال سکے عمر آخر ہو چلی اب آنکھ کھول — آفتاب آتا ہے سر پر دوپہر ہونیکو ہے
جسمِ خاکی چھوڑ دے گی روح دامن جھاڑ کر — ایک جھٹکے مین جدا گردِ سفر ہونیکو ہے
یوسفِ مضمون کو لائے فکرِ کہنہ اے منیر — یہ زلیخا نوجوان بارِ دگر ہونے کو ہے

آئی خاک اُسکے رہگذر کی — یارب یہ ہوا چلی کدھر کی
بارے تہِ تیغِ یار نکلی — حسرت دم بھر مین عمر بھر کی
مُنھ ڈھانکو نہ وقتِ نزعِ ایجان — رخصت ہے اب آخری نظر کی
جلد وطرفِ نجف منیر اب — حاجت نہین خضرِ راہ بر کی

کیا فقط مین ہی ہون جفا کے لیے — مُنھ نہ کھلوائیے خدا کے لیے
صندلِ بوے یار بفت نہ مانگ — درد پیدا کر اس دوا کے لیے
کربلا مین منیر کو مولا — جلد بلوائیے خدا کے لیے

بُت بھی عاشق ہین اپنی صورت کے — اے مین قربان تیری قدرت کے
آتے ہی چشمِ اہلِ دنیا مین — سوگئے پاؤن خوابِ غفلت کے
نہین سنتا ہے اے منیر کوئی — ڈنکے بجتے ہین کوسِ رحلت کے

صبح طالع ہوئی سو بھی اُٹھے سونے والے — آفرین اے مرے بیدار نہ ہونے والے
آنکھین کھو بیٹھتے ہین ہجر مین رونے والے — پکے داغون کو چھڑا دیتے ہین دھونے والے

اہلِ مسند کو گذر جاتی ہے کھٹکے ہی مین رات ۴ — مست ہین سایۂ دیوار کے سونے والے
ناز پروردہ ہین آفت مین گرفتار منیر — تارے گنتے ہین سرِ شام کے سونے والے

پیتے ہین خونِ جگر پیٹ نہین بھرتا ہے — کھا گئی تیرے ندیدون کی نظر غم کو بھی
سخت جانی کے شبِ ہجر کھڑے ہین پہرے — ہونٹھون پر آکے ٹھہرنا نہ پڑے دم کو بھی

زر دارون کو اکسیرِ قناعت نہین ملتی — جب تک نہ لُٹے کوئی یہ دولت نہین ملتی
طفلی کی جوانی مین بھی راحت نہین ملتی — جو کھیل مین کھوئی ہے وہ دولت نہین ملتی

دل کے تو خریدار نظر آتے ہین لاکھون — چٹکی سے کلیجہ کوئی مَل جاے تو جانین
سو بار بلائے شبِ فرقت سے بچے ہین — اکبی اگر آئی ہوئی ٹل جاے تو جانین
آسنے دو منیر آئے اگر فصلِ بہاری — ہان نخلِ تمنا کبھی پھل جاے تو جانین

ترقی دو گے تم کب تک قدِ بالا کی شہرت کو — نکلوا دو گے شاید دونون عالم سے قیامت کو
کفن صبحِ وطن کا کبھی جو ملتا تو غنیمت تھا — بچھائے یا کوئی اوڑھے گلیمِ شامِ غربت کو
تری رفتار کے فتنون سے دنیا بھر گئی ساری — کہین سے آنے کا رستہ نہین ملتا قیامت کو
منیر اُنسے سرِ محفل لپٹ جائین گے ہم کچھ ہو — سلام آخری ہے آج سے آدابِ صحبت کو

اے ہمنتال آپ تو اپنی مثال دیکھ — ضد ہے تو آئینہ مین وقوعِ محال دیکھ
دن ہو گئے مہینے مہینے ہوئے برس — عبرت سے روزنامچۂ ماہ و سال دیکھ
اوقات کان پور مین ضایع نہ کر منیر — چل لکھنؤ مین صحبتِ اہلِ کمال دیکھ

تم اگر خوش ہو تو فرقت ہی سہی — عیش جانے دو مصیبت ہی سہی
بیکسی کا تو کہین نام ہٹے — کوئی تو آئے قیامت ہی سہی
کیا بنا لین گے بگڑ کر مجھ سے — تیرے تیور مری قسمت ہی سہی
مل تو جائے گی کبھی چپ کی داد — کچھ نہ کہنا مری عادت ہی سہی
عیش سے گزری جوانی تو منیر — عہدِ پیری مین مصیبت ہی سہی

حالِ سابق نہ کہے اے دلِ دانا کوئی — اگلی باتون سے پھر آتا ہے زمانا کوئی
اے فلک یاد ہین طفلی و جوانی کے مزے — اگلے عہدون مین سے دیدال زمانا کوئی
مین بگڑ کر جو اُٹھا غیرون سے ارشاد کیا — نہ بلانا نہ بُلانا نہ بُلانا کوئی
جو جیے کا ہے مزا تارکِ دنیا ہم ہین — مجلسِ فقر مین گائے نہ ٹھہرانا کوئی
مطربون پر بھی تاکید ہے غربت مین منیر — دلیس کی چیز مرے آگے نہ گانا کوئی

کس طرف کوٹھے سے وہ مہ جلوہ گر ہونیکو ہے — عید کا چاند آج کیا جانے کدھر ہونیکو ہے

عجز ونخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا ۱ پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا

مرضِ عشق کے بدلے مرضِ سل ملتا کاش پتھر مجھے یارب عوضِ دل ملتا

کثرتِ غم سے سماتا نہ کبھی سینہ مین چھاتی پھٹ جاتی جو پتھر کو مرادل ملتا

بعد مُردن لحد مین گڑتے ہین گھر تو لبتا ہی ہم اُجڑتے ہین

صبحدم گل سے کہتی ہی شبنم دل کے روتے ہین جو بچھڑتے ہین

حرم و دیر سے نبچے سالک دو کھنڈر راستے مین پڑتے ہین

ضعفِ پیری مین گر رہے ہین دانت ٹانکے اِس بخیہ کے اُدھڑتے ہین

لطف بچپن کے کھو رہا ہی شباب ساتھ کھیلے ہوئے بچھڑتے ہین

ہو مبارک منیر شادیِ وصل آج وہ میرے گھر مین پڑتے ہین

اے فلک مانگی تھین کس نے تجھ سے بھاری بیڑیان گیسوِ جانان کی پہنا پیاری پیاری بیڑیان

پاؤن کو دیتی ہین رنگِ خونِ جاری بیڑیان جنگلون مین کر رہی ہین لالہ کاری بیڑیان

ناتوانی مین دباتی ہین ہماری بیڑیان ہلکے سے ہلکے ہین ہم بھاری سے بھاری بیڑیان

سوے کلکتہ الہ آباد سے بیدل چلے چوبِ مور لنگ پر سیکھین سواری بیڑیان

ٹھوکرین کھاتی ہوئی آتی ہین ہردم ساتھ ساتھ کسقدر رگڑیان اُٹھاتی ہین ہماری بیڑیان

ہم ہین بیدل راہ طولانی سفر ہے دور کا دیکھیے منزل ہی بھاری یا ہین بھاری بیڑیان

دو قدم بڑھکر نہ چلنے پائے انکے ہاتھ سے پاشنہ کوب آئین آخر تک ہماری بیڑیان

دور کروادین خدا نے اندمن مین خود بخود کرتی تھین برسون کی ناحق ذمہ داری بیڑیان

قطعِ زنجیرِ ستم کی ہی یہ تاریخ اے منیر کٹ گئین کیا لطف سے آہنی ہماری بیڑیان

راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون ۲ ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون

پلکون کی محبت کا خلل جائے تو جانین یہ پھانس کلیجے سے نکل جائے تو جانین

ہرچند کہ آوارہ بہت ہے دلِ وحشی باہر ترے کوچے سے نکل جائے تو جانین

غزلیات و ابیات

دل تو پژمردہ ہی داغِ غم گلستان ہون تو کیا
آنکھیں روتی ہین دہانِ زخم خندان ہون تو کیا

لاکھون گلرو داغِ حسرت لیگئے زیرِ زمین
باغِ عالم مین اگر دو پھول خندان ہون تو کیا

داغِ غم دل پر اُٹھا کر مرنے والے مر گئے
برج قبرون کے اگر سروِ چراغان ہون تو کیا

مسجدین ٹوٹی پڑی ہین صومعہ ویران ہین
یادِ حق مین ایک دو دلہاے سوزان ہون تو کیا

خانقاہین منہدم ہین بتکدہ آباد ہین
رنج مین ہین اہلِ دین خوش اہلِ عصیان ہون تو کیا

لُٹ گئے قصرِ مرصع کھُد گئے زرین محل
رنج سے معمور اگر دلہاے ویران ہون تو کیا

نور کی خلوت مین پریان ناچتی تھین جس جگہ
اُس جگہ مشعل بکف غولِ بیابان ہون تو کیا

نخلبندانِ ریاضِ فیض و ہمت ہین تباہ
پاسبانِ کشتِ خشت چند دہقان ہون تو کیا

یوسفون سے ہو گئے بازار خالی ای فلک
زشت رویانِ جہان اجناسِ دُکان ہون تو کیا

دانہ دانہ کے لیے محتاج ہین عالی گہر
اشکِ حسرت اپنے مروارید غلطان ہون تو کیا

صوفیانِ صاف طینت داصلِ حق ہو گئے
خود نما دو چار ننگِ اہلِ عرفان ہون تو کیا

کاملون کو کر دیا برباد تو نے اے فلک
چند نالائق ترے ممنونِ احسان ہون تو کیا

منعم و فیاض ہین محتاج نانِ خشک کے
خاکردبون کو میسر خوانِ الوان ہون تو کیا

بے کفن وہ ہین کہ شانِ میرزائی جنمین تھی
سوگ مین صد چاک دامان و گریبان ہون تو کیا

بجھ گئین شمعین جلین پروانے تو کیا فائدہ
اُڑ گئے پروانے شمعین نور افشان ہون تو کیا

دیکھنے والے نہین آیئنے پھر کس کام کے
بے زلیخا شہر سارے یوسفستان ہون تو کیا

سختِ جان و بیحیا دو چار ہم سے جو رہے
ہر گھڑی پابندِ خوفِ عزت و جان ہون تو کیا

کھائے جاتی ہی اُنھین بھی راتدن فکرِ معاش
روز لبھائے تاسف رزقِ دندان ہون تو کیا

یہ غزل ہی حسبِ حالِ دہر مثل قطعہ بند
سُست تھین صورتِ خوابِ پریشان ہون تو کیا

منیر

سیّد محمد اسمعیل متخلص بہ منیر باپ کا نام سید احمد حسین متخلص بہ شاد تھا۔ شکوہ آباد مولد تھا۔ لیکن لکھنؤ۔ فرخ آباد۔ باندہ مین زائد تر رہنے کا اتفاق ہوا۔ کلب علی خان کے وقت مین رام پور کی بھی سیر کی تھی۔ بہت ذہین اور پُرگو شاعر تھے۔ انکی غزلون مین مطلع بہت ہوتے تھے۔ اور اشعار مین آمد کی شان ہوتی تھی کہتے چلے جاتے تھے۔ مین نے اکثر دن کو شدید دیکھ کر اُنکے کلام کا انتخاب کیا۔ مجھے انکے اشعار مین نشتر کم ملے پھر بھی واقعات نگاری کی صفت انمین ضرور تھی اور ہمیشہ خود مصائب مین مبتلا رہے اسلیے اپنے حسب حال جو کچھ لکھتے تھے بہتر لکھتے تھے۔ انکو زمانے کی گردش نے کالے پانی بھی پہنچایا تھا اسکے متعلق انکے کلام مین بھی تذکرہ ہی۔ وہ تذکرہ رنج و غم کی حکایت ہی اسلیے خواہ مخواہ دل پر اثر کرتا ہے۔ رباعیات مین دیکھیے کالے پانی مین جو تکلیف حقہ اور افیون نہ ملنے سے ہوئی اُسے کس خوبصورتی سے ادا کیا ہی۔ اپنی قید اور قید کے سفر کو جس درد سے بیان کیا ہی وہ خاص انکا حصہ ہی۔ غزل مین انکا یہ شعر ؎ عجز و نخوت نے قدم جب حد سے باہر رکھدیا + پاؤن پر سر مین نے اُسنے پاؤن سر پر رکھدیا۔ نیا مضمون ہی اور بندش بھی پیاری ہی۔ پھر کہتے ہین ؎ راہ مین صورتِ نقشِ کفِ پا رہتا ہون + ہر گھڑی بننے بگڑنے کو پڑا رہتا ہون۔ نرالا مضمون ہی اور بندش بھی اچھی ہی۔ بہرحال اُستادون مین انکا شمار ضرور ہی۔

انتخابِ

از

کلیاتِ منیر

نشتر

از بسکه شعر گفتن شد مبتذل درین عهد — لب بستن است اکنون مضمون تازه بستن
چشم مدد ز کس نبود چون صدف مرا — فیضے مگر ز عالم بالا رسد بمن

سیلی نخوری تا ز کف اهل زمانه — چون مهرهٔ شطرنج مرد خانه بخانه
از توشهٔ ره بگذر و سرگرم سفر باش — چون مور منه بر سر یا کندهٔ ز دانه
از رشک کند باد صبا بر سر خود خاک — در زلف تو شد بند مگر ناخن شانه

عزت شاه و گدا زیر زمین یکسان است ۱۳ — میکند خاک برابر همه کس جا خالی
یک تن درین زمانه بداغ ماتمے نیست — گردیم سیر عالم از ماه تا بماهی
ایمن مشو ز دشمن شد گرچه با تو همرنگ — آتش که خصم کاه است دارد لباس کاهی
مدت شادی و غم نیست برابر بجهان — گریهٔ شمع شبے خندهٔ صبح است دمے
زیباست خوے آتش اولاد بولهب را ۱۴ — تو ابن بو ترابی باید که خاک باشی
غنی ز صدر نشینی گزشته و شادم — که هر کجا که روم هست جاے من خالی

رباعیات

اے دل نخوری فریب ارباب دغا — غافل نشوی ز دشمن دوست نما
هر چند که آستین نماید فانوس — در کشتن شمع باشدش دست رسا

بر خیز غنی هواے فروردین است — مے نوش که وقت باده خوردن این است
فصلے ست که آشیان مرغان چمن — از کثرت گل چون سبد گلچین است

هوش است که سرمایهٔ صد درد سر است — فارغ بال آنکه از جهان بے خبر است
در بیضه نمیکنند مرغان فریاد ۱۵ — هر چند که بیضه از قفس تنگ تر است

در فصل بهار پارسا نتوان شد — همصحبت ارباب ریا نتوان شد
فیضے نبرد هیچکس از زاهد خشک ۱۶ — سیراب ز موج بوریا نتوان شد

سرو در فصل خزان ماند بجال — راستی را نبود بیم زوال

به بزم دردمندان زار نالیدن هوس دارم — چو نی خواهم که در فریاد باشم تا نفس دارم

بی تو بر فرش گل ز بیتابی — مرغ در خون طپیده را مانم

هستیم سرفراز چو خار سر دیوار — از بسکه درین باغ بپای نخلیدیم

حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

فیض از بیگانه میخواهیم نی از آشنا — چون صدف در بحر آب از جای دیگر میخوریم

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر — تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

جان بلب از ضعف نتواند رسید — من بزور ناتوانی زنده ایم

هر پنبه که بر سر داغم نهد طبیب — بردارم و فتیلهٔ داغ دگر کنم

گشت چون رشتهٔ عمرم کوتاه ۱۲ — یعنی سالگره فهمیدم

جای خود چون مهرهٔ شطرنج خالی میکنیم — دشمن ما می شود در خانهٔ ما میهمان

موی چون از سر جدا گردد نمیگردد سفید — عیش غربت مرد را پیوسته میدارد جوان

جستجو از بهر روزی باعث شرمندگیست — زین خجالت آسیا انگشت دارد در دهان

کامیاب از جام وصلت غیر و من از رشک داغ — آب میگردد مرا در دیده او را در دهان

باسبکساران غنی پیوسته همراهی گزین — ره بساحل می برد کشتی بزور بادبان

گشاد کار خود نتوان طمع از آشنا کردن — کجا ناخن تواند بند از انگشت وا کردن

اعتبار پست فطرت یکدو ساعت بیش نیست — گردد آخر ته نشین دردی که شد بالانشین

چون شمع رسد گر سر سرکش بریدن — هرگز ندهد تن بتواضع ز خمیدن

از سختی زمانه لب شکوه وا مکن — بر سنگ اگرچو سایه بیفتی صدا مکن

چاره سازان هم بکار خود غنی بیچاره اند — کی تواند بخیه زد سوزن بزخم خویشتن

مو گشت سپید و ریخت دندان — در صبح شود ستاره پنهان

منصور بست رخت ز دنیا و دار ماند ‖ پرواز کرد گل ز گلستان و خار ماند

مکن با دوستان از آشنائی اختلاط افزون ‖ ۱۰ درآید چون درونِ دیده مژگان خار میگردد

کودکان سنگ بکف بر سرِ راهند غنی ‖ ۱۱ خواهم این قرعه بنامِ منِ دیوانه فتد

از تو اصفهانی مردم سخت حیرانم غنی ‖ هر که می افتد بپایم کُندهٔ پا می شود

دلم سوزد چو برگے از درختے در خزان افتد ‖ که از برگِ خزان آتش بجانِ بلبلان افتد

ز راهِ حرص عجب نیست گر بخاک افتند ‖ سبکروان که چو شاهین بلند پروازند

چشم بر راهند میخواران که کے باران شود ‖ ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

کسے آواره تا کے در دیارِ خویشتن باشد ‖ چو ریگِ شیشهٔ ساعت مسافر در وطن باشد

تکبر در سلسلهٔ باده کشان کم باشد ‖ تاک هر چند که بے بار بود خم باشد

چون بسیرِ چمن آن دلبرِ طناز آید ‖ رنگِ گل پیشتر از بوے بپرواز آید

خوش آن زمان که تیرش از شست جسته باشد ‖ در پهلویم چو ترکش تا پر نشسته باشد

دنیا بزرگ باشد در دیدهٔ غلط بین ‖ اندک بچشمِ اَحول بسیار می نماید

ساغر بکف گرفته چو نرگس بیا برون ‖ ترسم باین بهانه دهانِ تو بو کنند

هر کسے گوهرِ مقصود دنیا بدبے سعی ‖ پاے من بسکه دوید آبله را پیدا کرد

لبِ سوال غنی، پیشِ ممسکان مگشاے ‖ که ترسم از دهنت لقمهٔ زبان گیرند

سخت دلبستگے داشت بدامم صیاد ‖ تا نشد بالشِ او پُر ز پرم خواب نکرد

پیر سد روزی ز هر کس در خورِ همت ز غیب ‖ کے بدامِ عنکبوت افتد شکاری جز مگس

تا کے آن نازک بدن را تنگ در بر میکشد ‖ روزِ محشر دستِ ما و دامنِ پیراهنش

خاکساران مند از عالمِ بالا پابند ‖ گرد را میکند از روے زمین باران پاک

بود کلیدِ درِ رزقِ پارسا مسواک ‖ کجا ز دست دهد همچو آسیا مسواک

نیست عینک که بنا دیم ز پیری بر چشم ‖ نگه از شوقِ جمالِ تو زند سر بر سنگ

ز شرم انگشت دارد در دهان طفل — سر پستان گرفتن هم گدائی ست
بی تعب در منزل مقصود کس را بار نیست — نردبان این سرا جز راه ناهموار نیست
بچشم خود نتوان دید صبح پیری را — خوشم که دیده ز مو بیشتر سفید شده است
زنده نتوان بود بی لعلت که مشتاق ترا — یا لب شیرین تو یا جان شیرین بر لب است
خدا زبان مرا چرب و نرمی داد ست — هزار شکر که نامم بروغن افتاد است
مرا بخانه سفالی ز بینوائی نیست ۸ — خوشم که در کف من کاسهٔ گدائی نیست
سبحه در مسجد و در میکده پیمانه خوش ست — گریه در خانقه و خنده بمیخانه خوش ست
نمیکند بمن ناتوان نگه آن شوخ — ز بیم آن که بگویند ناتوان بین ست
در هر نماز دست بزانو چرا زند — زاهد اگر ز کرده پشیمان نگشته ست
از بستن حنا چه کنی رنجه دست خویش — مشق اسیر کردن خونین دلان بس است
تا بکی تشنهٔ خونم باشد؟ — تیغ را گر بدهی آب خوش ست
بی ریاضت نشود نشئهٔ عرفان حاصل — تا کدو خشک نگردید می ناب نیافت
زنده در گورم اگر گردش افلاک کند — به که در مرگ عزیزان بسرم خاک کند
میکنم گریه ز آلودگی دامن خویش — اشک تا دامن آلودهٔ من پاک کند
هر که چون گور زند خنده بماتم زدگان — چشم دارم که فلک در دهنش خاک کند
ز مار گشتهٔ گیسوی دلبران ترسد — چنانکه مارگزیده ز ریسمان ترسد
کسیکه ابروی آن ترک جنگجو بیند — عجب مدار که از سایهٔ کمان ترسد
گدا چون یافت روزی خویش باد اند سلیمانی — ۹ بپای مور سنگ آسیا تخت روان باشد
کار گره کش نشود در زمانه بند — هرگز کسی ندید در انگشت شانه بند
چو سرکش بر سر افتادگی آید مشو ایمن — که کار خویش خواهد کرد آتش هر کجا افتد
زند ربط بهم پیوستگان را گفتگو برهم — سخن چون در میان آمد دو لب از هم جدا گردد

ز پہلوے ضعیفان ست گرمی نیست سرکش را ، پر کاہی کہ بینی بال پرواز ست آتش را

نتوان برد ز دشمن بتواضع جان را | قامت خم نرہاند ز اجل پیران را

تابوت مردۂ دوش ہشیار کرد مارا | پائے بخواب رفتہ بیدار کرد مارا

خویش را با کہ بسنجیم غنی در سبکی | نیست جز سایۂ خود سنگ ترازو مارا

پروانہ گو بمیر ز غیرت کہ شمع را | روشن کنند خلق بخاک مزارہا

ملایم می شود در گفتگو ہر کس کہ کامل شد | کہ دایم پنبہ باشد بر دہن مینائے پر مے را

آدمی در عہد پیری بے خرد گردد غنی | می شمارم طفل خود را ریخت تا دندان مرا

ہر کس کہ داد تن بہ بلا ایمن از بلاست | ویران کجا ز موج شود خانۂ حباب

آدم خاکی ز خامی دارد از مے اجتناب | کوزۂ گل پختہ چون گردد نمی ترسد ز آب

ہر رگ گل رشتۂ باشد بپائے عندلیب | دام دیگر نیست حاجت از برائے عندلیب

ہست ہر شاخ گلی عشرت سرائے عندلیب | بر زمین کے می رسد در باغ پائے عندلیب

از صدائے خندۂ گل میشود روشن کہ نیست | ہیچ صوتے دلکشا تر از نوائے عندلیب

پیر شد زاہد و از راز درون بیخبر ست | قد خم گشتۂ او حلقۂ بیرون در ست

ہر کہ پرسد ز غنی چیست شکست رنگم | دانم از سنگدلیہائے بتان بیخبر ست

بالش خوبان دگر از پر ست | شوخ مرا فتنہ بزیر سر ست

پیش لب یار کہ جان پرور ست | ہر کہ زند دم ز مسیحا خر ست

موے سر کردم سفید اما خیال شور سر ست | اخگر پنہان تہ این تودۂ خاکستر ست

خواب راحت در حقیقت پایۂ درد سر ست | ہر کہ دارد این مرض پیوستہ صاحب بستر ست

تا کار تو بیداری شبہائے دراز ست | چشمت در فیض ست کہ بر روے تو باز ست

گر پردۂ ناموس کس از ناخن مطرب | در بزم طرب پارہ نشد پردۂ ساز ست

بر روے زمین ہیچکس آسودہ نباشد | گنجے بود آرام کہ در زیر زمین ست

گلِ آمیزشِ منعم مدان جز داغِ محرومی ۵ نسازد آبِ دریا سبز هرگز خارِ ماهی را

غنی از دولتِ دنیا نگردد عیبِ کس زائل که زر نتواند از روئے محک بردن سیاهی را

نقصانِ ما بود گلِ حسنِ کمالِ ما از برگِ خود چو شمع بسوزد نهالِ ما

ما را ز آفتابِ قیامت غنی چه باک دوزخ ترست از عرقِ انفعالِ ما

نگردد شعرِ من مشهور تا جان در تنم باشد که بعد از مرگِ آهو نافه بیرون میدهد بو را

بر تواضع هاے دشمن تکیه کردن ابلهی ست ۶ پاے بوسِ سیل از پا افگند دیوار را

خانهٔ ما زیرِ بارِ منّتِ نقاش نیست نیست نقشے پیشِ ما خوشتر ز نقشِ بوریا

بجو دوری ز همجنسان نشاطے گر طمع داری چو مے بینی جدا از یکدگر لبهاے خندان را

غنی اگرچه فقیرست همتے دارد فشانده است بکونین دستِ خالی را

مشهور در سوادِ جهان از سخن شدیم همچون قلم سفر بزبان میکنیم ما

بهم شیر و شکر آمیز شے دار دمنید انم که ره چون نیست در چشمِ سفیدم خوابِ شیرین را

تا زبان چون قلم از کام نیاید بیرون یکدم این چرخِ سیه کاسه نداد آب مرا

کج را به تکلف نتوان راست نمودن کے تیر توان ساختن از چوبِ کمان را

نیفتد کارسازان را بکس در کارِ خود حاجت بخاریدن نباشد احتیاجے پشتِ ناخن را

بے وجه مدان جاهلیِ ما که ز استاد از همتِ عالی نگرفتیم سبق را

خلل پذیر شد از ضبطِ گریه نورِ نگاه ز آستین گله دارد چراغِ دیدهٔ ما

عبادتے به جهان به ز خاکساری نیست به از وضوے عزیزان بود تیممِ ما

چو استعداد نبود کار از اعجاز نگشاید مسیحا کے تواند کرد روشن چشمِ سوزن را

روزیِ ما می شود آخر نصیبِ دیگران طالعِ برگشته همچون آسیا داریم ما

عاشقان روزِ شهادت خسروِ وقت تواند تیشه بر سر افسرِ شاهی بود فرهاد را

یار ما با آئینه گوید ز روے التفات ساده رویان دوست میدارند روے ساده را

تا چند از حد جور دو تا دست دهد استغنا — قد خم حلقه چو شد کار ندارد بعصا
سرکشش از جا سے نجنبد پئے تعظیم کسے — شمع آسا رگ گردن بودش رشتهٔ پا
چون مه نو که نه گردد ز شفق سرگز سرخ — ناخن همت من رنگ نگیرد ز حنا

فروغ شعلهٔ ادراک در پیریست کم پیدا — بود این معنی پنهان ز شمع صبحدم پیدا
قلم باشد بجا سے شمع بزم اهل معنی را — بود این معنی از تاریکی پائے قلم پیدا
نمی باشد مخالف قول و فعل راستان باهم — که گفتار قلم باشد ز رفتار قلم پیدا
غنی تا چند بر بینی دستگاه اهل دنیا را — که باشد وسعت آن از حصار جام جم پیدا

ساقی بجام ریز مے پرتگال را — ماه تمام ساز بیک شب هلال را
تا رزق خود رسد بدهانت چو آسیا — دائم خموش دار زبان سوال را
نبود گل تواضع دشمن بجز گزند — پابوس تیشه افگند از پا نهال را

رفت مانند شیشهٔ ساغر — عمر من در نفس شماریها
روزی ما نیست غیر از خاک — خاک بر فرق مالداریها
گردد آئینه روشن از نفست — گر زنی دم ز خاکساریها

در معرکه صد زخم رسد گر به تن ما — زان به که بود داغ سپر بر بدن ما
از بس که ضعیفیم هبا دیگر او — جز مور کسے نیست غنی گورکن ما

سعی بهر راحت همسایگان کردن خوش است — بشنود گوش از برائے خواب چشم افسانها
بعد مرگم گر خورد افسوس آن سرکش چه سود — میگزد انگشت شمع از ماتم پروانها

نیز جوشے بر درائے محتسب که دستار رت — چو پنبه بر سر میناست بار خاطر ها

از فاقه بهر بندیم بر شکم سنگی — گمان برند که داریم در بغل نان را
عشق بر یک فرش بنشاند گدا و شاه را — سیل یکسان میکند پست و بلند راه را
[illegible]

غزلیات وابیات

جنونے کو؟ که از قیدِ خرد بیرون کشم پا را | کنم زنجیرِ پائے خویشتن دامانِ صحرا را

به بزمِ مے پرستان محتسب خوش عزتے دارد | که چون آید بمجلس شیشه خالی میکند جا را

اگر شهرت هوس داری اسیرِ دامِ عزلت شو | که در پرواز دارد گوشه گیری نامِ عنقا را ۱

ندارد ره بگردون روح تا باشد نفس در تن | رسائی نیست در پروازِ مرغِ رشته برپا را

غنی روزِ سیاهِ پیرِ کنعان را تماشا کن | که روشن کرد نورِ دیده اش چشمِ زلیخا را

با بلبلان ملبند نسازیم خانه را | خوش کرده ایم خانهٔ یک آشیانه را

سنگین دل ست هر که بظاهر ملایم ست ۲ | پنهان درونِ پنبه نگر پنبه دانه را

روزے که گل ز باغ بغارت برد صبا | بلبل بباد ده سبدِ آشیانه را

اندیشه کن ز تنگیِ گورت بود غنی | در زندگی ز خاک برآور خزانه را

در فقر هیچکس نبود آشنائے ما | ننشست غیرِ گرد کسے در سرائے ما

از روزگار روزیِ ما جز شکست نیست | سنگِ فلاخن ست مگر آسیائے ما

زان پیشتر که دانه ز خرمن جدا کنند | سوراخِ مور شد دهنِ آسیائے ما

کاهیده است بسکه تنِ ما ز قیدِ عشق | طوقِ گلوے ما شده زنجیرِ پائے ما

مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم | نگرفته است بخیه ز سوزن قبائے ما

در علمِ فقر هر که شد استاد چون غنی | برداشت نسخه از ورقِ بوریائے ما

ز روے ماه سیاهی بنورِ ماه نرفت | نیامدست بکارے کمالِ خویش مرا

کسے به پرسشِ احوالِ من نمی آید | بغیرِ گریه که آید بحالِ خویش مرا

به غنچه تکیه چو شبنم بزیرِ سر نه نهم | که به ز بالشِ پر هست بالِ خویش مرا

بسانِ شمع که افتد ز پیه خود بگداز | وبالِ گردنِ خود گشت بالِ خویش مرا

غنی

مُلّا محمد طاہر نام۔ کشمیر مولد و مدفن۔ سال وفات سنہ ۱۰۷۹ ہجری۔ یہ شاعر نہایت مستغنی تھا اسنے وطن سے قدم باہر نہین نکالا۔ اسی رعایت سے غنی اسکا تخلص تھا۔ صائب کا ہمعصر تھا اور اُسی رنگ مین کہتا بھی تھا۔ کلام اسکا عام پسند ہوتا تھا۔ دیوانِ غنی درسیات مین داخل ہوگیا تھا۔

صائب کشمیر کے سفر مین اگر غنی سے ملا ہو تو عجب نہین۔

انتخاب

از

کلامِ غنی

دیوان غنی فارسی

۱۴ نشتر

دارد بجهان خانه و زن نیست درد   نازم بخدا چرا توانا نه بود

ای آنکه ترا سعی بدرمان منست   شنعم مکن از باده که نقصان منست

حیفست که بعد من بمیراث رود   این یک دو سه خم که در شبستان منست

غالب روش مردم آزاد جداست   رفتار اسیران ره آزاد جداست

ما ترک مراد را ارم میدانیم   وان باغچه ضبطی شداد جداست

غالب بسخن گرچه کست همسر نیست   از نشاء هوش هیچت اندر سر نیست

میخواهی و مفت و نغز و آنگه بسیار   این باده فروش ساقی کوثر نیست

در عالم بی زری که تلخست حیات   طاعت نتوان کرد بامید نجات

ای کاش ز حق اشارت صوم و صلوات   بودی بوجود مال چون حج و زکات

هر چند زمانه مجمع جهال ست   در جهل نه حال شان بیک منوال ست

کودن همه لیک انیکی تا دگری   فرق خر عیسیٰ و خر دجال ست

هر چند توان بی سر و سامان بودن   بازیچه غم زشت نتوان بودن

باشد که ز دشنه بر جگر سخت تر است   ۱۰۵ از کرده خویشتن پشیمان بودن

آنرا که ز دست بی زری پابست است   رسوائی نیز لازم احوال ست

ما خشک لبیم و خرقه آلوده بمی   ۱۰۶ ساقی نگرش بپیاله لبریز باست

عمریست که در خم خمارم ساقی   تا بـ تف تشنگی نیارم ساقی

بگشا سر مشک و در گلویم سر ده   سائل بکفم قدح ندارم ساقی

بقہر آگین داوری چون بود؟ — که از جرم من حسرت افزون بود
ہر آئینہ ہیچون منے راہ بند — تلافی فراخور بود نے گزند
بدین ہویہ در روز امید و بیم — بگریم بہ پیسان که عرش عظیم
شود از تو سیلاب را چارہ جوے — تو بخشی بدان گریہ ام آبروے
دگر خون حسرت ہدر کردہ — زیاد اشش قطع نظر کردہ
گزشتم ز حسرت امیدیم ہست — سپید آبروئے سپیدیم ہست
که البتہ این رند ناپارسا — کج اندیشہ گبر مسلمان نما
پرستار فرخندہ منشور تست — ہوادار فرزانہ دستور تست
بہ بنیاد امید استواری فرست — بہ **غالب** خط رستگاری فرست

رباعیات

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل — سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

بھیجی ہے جو مجکو شاہ جمجاہ نے دال — ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال — ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ساماں خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ — آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مرا ایمان ہے **غالب** لیکن — خسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

ان سیم کے بیجوں کو کوئی کیا جانے — بھیجے ہیں جو ارمغاں شہ والا نے
گن کر دیوینگے ہم دعائیں سو بار — فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

(فارسی)

آن مرد که زن گرفت دانا نہ بود — از غصہ فراغتش ہمانا نبود

کہ چون بیل زانجا برانگیزمے   زرش بر گدایان فرو ریزمے

نہ نازک نگارے کہ نازش کشم ۱۰۱ بہر بوسہ زلفِ کہ نازش کشم

چون زان غمزہ نیشے بدل بر خورد   رگِ جان غمِ نوکِ نشتر خورد

بدان عمر ناخوش کہ من داشتم ۱۰۲ زجان خار در پیرہن داشتم

چو دل زین ہوسہا بجوش آیدے   زدل بانگِ خونم بگوش آیدے

ہنوزم ہمان دل بجوش اندرست   زدل بانگِ خونم بگوش اندرست

چو آن نامرادی بیاد آیدم   بفردوس ہم دل نیاسایدم

دمے را کہ کمتر شکیبد بہ باغ   در آتش چہ سوزی بسوزندہ داغ؟

صبوحے خورم گر شرابِ طہور   کجا زہرۂ صبح و جامِ بلور

دمِ شیر دیہائے مستانہ کو؟   بہ ہنگامہ غوغائے مستانہ کو؟

دران پاک میخانۂ بے خروش   چہ گنجایشِ شورشِ نائے و نوش؟

سیہ مستیِ ابر و باران کجا؟   خزان چون نباشد بہاران کجا؟

اگر حور در دل خیالش کہ چہ؟   غمِ ہجر و ذوقِ وصالش کہ چہ؟

چہ منت نہد ناشناسا نگار ۱۰۳ چہ لذت دہد وصلِ بے انتظار

گریزد دمِ بوسہ انیش کجا؟ ۱۰۴ فریبد بسوگند و منیش کجا؟

برد حکم و نبود لبش تلخگوے   دہد کام و نبود دلش کامجوے

نظر بازی و ذوقِ دیدار کو؟   بفردوس روزن بدیوار کو؟

نہ چشم آرزومندِ دلالۂ   نہ دل تشنۂ ماہ پرکالۂ

ازین ہا کہ پیوستہ می خواست دل   ہنوزم ہمان حسرت آلاست دل

چو پرسش رگے را بکاود ز دل   دو صد دجلہ خونم تراود ز دل

بہر خردہ گر زوے دفتر رسد   زمن حسرتے در برابر رسد

حسابِ می و رامش و رنگ و بوی　　ز جمشید و بهرام و پرویز جوی

که از باده تا چهره افروختند　　دلِ دشمن و چشمِ بد سوختند

نه از من که از تابِ می گاه گاه ۹۹　　بدریوزه رُخ کرده با شمعِ سیاه

نه بستانسرائی نه میخانهٔ　　نه دستانسرای نه جانانهٔ

نه رقصِ پری پیکران بر بساط　　نه غوغای رامشگران در رباط

شبانگه به می رهنمونم شدی　　سحرگه طلبگارِ خونم شدی

تمنای معشوقهٔ باده نوش　　تقاضای بیهودهٔ می فروش

چه گویم! چه هنگامِ گفتن گزشت　　ز عمرِ گرانمایه بر من گزشت

بسا روزگاران بدلدادگی　　بسا نوبهاران به بی بادگی

بسا روزِ باران و شبهای ماه　　که بوده است بی می بچشمم سیاه

افق ها پر از ابرِ بهمن مهی ۱۰۰　　سفالینه جامِ من از می تهی

بهاران و من در غمِ برگ و ساز　　درِ خانه از بینوائی فراز

جهان از گل و لاله پُر بوی و رنگ　　من و حجره و دامنے زیرِ سنگ

دمِ عیش جز رقصِ بسمل نبود　　باندازهٔ خواهشِ دل نبود

اگر یافتم رشتهٔ گوهر شکست　　دگر یافتم باده ساغر شکست

چه خواهی ز دلقِ می آلودِ من　　ببین جسمِ خمیازه فرسودِ من

ز پائیز گویم بهارم گزشت　　ز می بگزرم روزگارم گزشت

بناسازگاری ز همسایگان　　بسرمایه جوئی ز بیمایگان

سر از منتِ ناکسان زیرِ خاک　　لب از خاکبوسِ خسان چاک چاک

بگیتی درم بینوا داشتی　　دلم را اسیرِ هوا داشتی

نه بخشنده شاہے که بارم دهد　　بهر بار زر پیل بارم دهد

در آب و در آتش بسر بردہ　　ز دشواری زیستن مردہ

تن از سایۂ خود بہ بیم اندرون　　دل از غم بہ پہلو دو نیم اندرون

ز ناسازی و ناتوانی بہم　　دم اندر کشاکش ز پیوند دم

ز بس تیرگیہائے روزِ سیاہ　　نگہ خوردہ آسیبِ دودش از نگاہ

بدوش ترازو ہمہ بارِ من　　نسنجیدہ بگزار کردارِ من

بکردار سنجی میفزائے رنج　　گرانبارئ دردِ عمرم بسنج

کہ من باخود از ہرچہ سنجد خیال　　ندارم بغیر از نشانِ جلال

اگر دیگران را بود گفت و کرد　　مرا مایۂ عمر رنجست و درد

چہ پرسی؟ چو آن رنج و درد از تو بود　　غمے تازہ در ہر نورد از تو بود

فرو ہل کہ حسرت خمیرِ منست　　دمِ سردِ من زمہریرِ من است

مبادا بہ گیتی چو من ہیچکس　　جحیمے و لے زمہریرش نفس

بہ پرسش مرا در ہم افشردہ گیر　　پرِ کاہ را صرصر بردہ گیر

دگر ہمچنین ست فرجامِ کار　　کہ مے باید از کردہ راندن شمار

مرا نیز یارائے گفتار دہ　　چو گویم بران گفتہ زنہار دہ

درین خستگی پوزش از من مجوے　　بود بندۂ خستہ گستاخ گوے

دل از غصہ خون شد نہفتن چہ سود　　چو ناگفتہ دانی نہ گفتن چہ سود

زبان گرچہ من دارم آماز تست　　بہ تست ارچہ گفتارم آماز تست

ہمانا تو دانی کہ کافر نیم　　پرستارِ خورشید و آذر نیم

نکشتم کسے را باہرمنی　　نبردم ز کس مایہ در رہزنی

مگر مے کہ آتش بگورم ازوست　　بہ ہنگامہ پروازِ مورم ازوست

من اندہ گین و مے اندہ ربائے　　چہ میکردم اے بندہ پرور خدائے

خارِ دامانِ دوستان بودن ۹۸ خوشتر از باغ و بوستان بودن
بندہ ام بندہ مہربانان را رمز فہمان و نکتہ دانان را
نہ ز آویزشِ بیان ترسم من ز ایمانِ من گزان ترسم
کہ پس از من بسالہائے دراز بزبان ماند این حکایت باز
کہ سفیہے رسیدہ بود اینجا چند روز آرمیدہ بود اینجا
با بزرگان ستیزہ پیش گرفت نہ حمیتے داد و راہِ خویش گرفت
شوخ چشمے و زشت خوئے بود بیحیائے و ہرزہ گوئے بود
ہم سفیہانہ گفتگوے داشت ہم خرا باتیانہ ہوئے داشت
برگِ دنیا نہ ساز و نیش بود ننگِ دہلی و سرزمینش بود
آہ از آن دم کہ بعد رفتنِ من خونِ دہلی بود بگردنِ من
این رقمہا کہ ریخت کلکِ خیال بود سطرے ز نامۂ اعمال
از منِ نارسائے ہیچمدان معذرت نامہ ایست اے یاران
بو کہ آید ز عذر خواہیِ ما رحم برما و بیگناہیِ ما
آشتی نامۂ و داد پیام ختم شد و السلام و الاکرام

(مناجات)

بروزے کہ مردم شوند انجمن شود تازہ پیوندِ جان ہا بہ تن
ردان را بہ نیکی نوازندگان بسرمایۂ خویش نازندگان
گہرہائے شہوار غیبش آورند فرو ہیدہ کردار پیش آورند
بہ ہنگامہ با این جگر گوشگان در آیند مشتے جگر تو شگان
ز حسرت بدل بردہ دندان فرو ز خجلت سر اندر گریبان فرو
در آن حلقہ من باشم و سینۂ ز غمہائے ایام گنجینۂ

مہربانان خدائے را انصاف
تا نخست از کہ بود رسم خلاف

نمک اندر سبوی کہ فگند؟
بہ چمن رست و خیز دے کہ فگند؟

زلفِ گفتار را کہ درہم کرد؟
بزم اشعار را کہ برہم کرد؟

ہمہ عالم غلط کہ گفت نخست؟
بارہ زین نمط کہ گفت نخست؟

بیش را بیشتر کہ گفت بمن؟
بد ز من بیشتر کہ گفت بمن؟

موے را بر کمر کہ گفت غلط؟
شعر را سر بسر کہ گفت غلط؟

چون بدیدید کاعتراض خطاست
ہرچہ غالب نوشتہ است بجاست

رشتۂ بازپرس تاب کہ داد؟
معترض را ز من جواب کہ داد؟

چون بدیدید بے گناہیِ من
تان نہ شستید روسیاہیِ من

ہرکہ دیدم رہِ خموشی رفت
بود لازم بران گرفت گرفت

از چہ بود آن بعربدہ دم نزدن
در رہِ آگہی قدم نزدن

نگشودن لبے بپا در یم
خیرہ بگذاشتن مداویدیم

تا بشوریدِ دل ز بے جگری
بفغان آمدم ز خیرہ سری

از غمِ دل ستوہ گردیدم
چہرہ با یک گروہ گردیدم

گلہ مندانہ گفتگو کردم
بارہ در سخن غلو کردم

چون شنیدم کہ نکتہ پردازان
قدر دانان و انجمن سازان

از من آزردہ اند زان پاسخ
بنالیش بخاک سودم رخ

خجلت آوردم و جنون کردم
خویشتن آب و دیدہ خون کردم

آب گردیدم و چکیدم من
قطرہ آسا بسر دویدم من

نفسِ من بجمع درنگرفت
کس نیازم بہیچ بر نگرفت

زان کہ آنہم رضاے یاران بود
رنگے از جوشِ این بہاران بود

اے سخن پروران کلکتہ   وے زبان آورانِ کلکتہ
ہر یکے صدرِ بزمِ بار گہے   شمعِ خلوت سرائے کار گہے
اے سخن را طرازِ جان دادہ   صفحہ را سازِ گلستان دادہ
عطر بر مغزِ گیتی افشانان   پہلوانانِ پہلوی دانان
ہمچو من آرمیدۂ این شہر   بہر کارے رسیدۂ این شہر
اسد اللہِ بخت برگشتہ   در خم و پیچ عجز سرگشتہ
گرچہ ناخواندہ میہمانِ شماست   بے سخن ریزہ چینِ خوانِ شماست
بہ تطفل رسیدہ است اینجا   بامید آرمیدہ است اینجا
آرمیدن و مہد روے چار   خستہ را لب پایۂ دیوار
کارِ احباب ساختن رسم است   ۹۶ میہمان را نواختن رسم است
کیستم دل شکستہ غمزدۂ   بے دلے خستۂ ستمزدۂ
برقِ بے طاقتی بجان زدۂ   آتشِ غم بخان و مان زدۂ
دردمندِ جگر گداختۂ   از غمِ دہر زہرہ باختۂ
چہ بلاہا کشیدہ ام آخر   کہ بدین جا رسیدہ ام آخر
لب بہ روزِ غربتم مبینید   تیرہ شبہائے وحشتم مبینید
اندہِ دوریِ وطن بنگرید   غمِ ہجرانِ انجمن نگرید
نہ ہمین نالہ و فغان بہ لبم   من و جان آفرین کہ جان بلبم
شویہ چون موے کردہ است مرا   غصہ بد خوے کردہ است مرا
ذوقِ شعر و سخن کجاست مرا   کے زبان سخن سراست مرا
با من این خشم و کین دریغ دریغ   من چنان تا چنین دریغ دریغ
در مگوئید ماجراے رفت   از تو در گفت گو خطائے رفت

کفرست کفر در پی روزی شتافتن　　ننگ ست ننگ در غم دنیا گریستن

گاهی بداغ شاهد و ساقی گداختن　　گاهی بمرگ مام و بابا گریستن

باید بدرد هرزه گرستن دگر گریست　　بیجا گریستیم در لغیا گریستن

رشک آیدم به ابر که در حد سعی اوست　　۹۴ بر خاک کربلای معلی گریستن

خود را ندیده زان لب نوشین بکام تلخ　　زیبد بشور بختی دریا گریستن

هزار آفرین بر من و دین من　　که صنم پرستی است آئین من

ای ز وهم غیر غوغا در جهان انداخته　　گفته خود حرفی و خود را در گمان انداخته

دیده بیرون و درون از خویشتن بر نگهی　　پردهٔ رسم پرستش درمیان انداخته

عاشقان در موقف دار و رسن وا داشته　　غازیان در معرض تیغ و سنان انداخته

رنگها در طبع ارباب قیاس آمیخته　　نکته ها در خاطر اهل بیان انداخته

آنچنان شمعی براه شبروان افروخته　　اینچنین گنجی بجیب بیدلان انداخته

گل چو ماند دیر گردد بلبلش بازار سرد　　بهر تجدید طرب طرح خزان انداخته

تا علاج خستگی آسایش دیگر دهد　　۹۵ خارها در رهگذار میهمان انداخته

سوخت عالم را صریر کلک من غالب منم　　کاتش از بانگ نی اندر نیستان انداخته

آزرم گل و سرزنش خار نسنجد　　نازم به گرانمایگی بی سر و پائی

چون دید که اندوه نزاید مگر از دل　　دل برد ز من تا کند اندوه ربائی

چون باد که در غنچه کشودن نکشد رنج　　فوجش نشود خسته تن از قلعه کشائی

در جنگ کند بر تن بدخواه سمومی　　در صلح کند بر چمن ملک صبائی

غم کاه تو از مژدهٔ ایام وصالی　　دلخواه تر از سرعت تاثیر دعائی

(مثنوی باد مخالف)

ای تماشائیان بزم سخن　　وی مسیحا دمان نادر فن

گفتم اے محرمِ سرائے سرور ‌‌ ‌ از ادب دور نیست پرسیدن
دل از دعوئے وجود بگو ‌‌ ‌ گفت کفر ست در طریقت من
گفتم آخر نمودِ اشیا چیست؟ ‌‌ ‌ گفت ہے ہے نمیتوان گفتن
گفتمش با مغیلان چہ کنم ۹۲ ‌‌ ‌ گفت طرح بنائے صلح فگن
گفتم این حبِ جاہ و منصب چیست ‌‌ ‌ گفت دامِ فریب اہرمن
گفتمش چیست منشا سفرم ‌‌ ‌ گفت جور و جفائے اہل وطن
گفتم اکنون بگو کہ دہلی چیست؟ ‌‌ ‌ گفت جانست این جہانش تن
گفتمش چیست این بنارس گفت ‌‌ ‌ شاہدے مست محوِ گل چیدن
گفتمش چون بود عظیم آباد ‌‌ ‌ گفت رنگین تر از فضائے چمن
گفتمش سلسبیل خوش باشد؟ ‌‌ ‌ گفت خوشتر نباشد از سوہن
حال کلکتہ باز جستم گفت ‌‌ ‌ بایداقلیم ہشتمش گفتن
گفتم آدم بہم رسد ز وے ‌‌ ‌ گفت از ہر دیار و از ہر فن
گفتم این جا چہ شغل سود دہد ‌‌ ‌ گفت از ہر کہ ہست ترسیدن
گفتم اینجا چہ کار باید کرد؟ ‌‌ ‌ گفت قطع نظر ز شعر و سخن
گفتم این ماہ پیکران چہ کس اند؟ ‌‌ ‌ گفت خوبان کشورِ لندن
گفتم ایشان مگر دلے دارند ۹۳ ‌‌ ‌ گفت دارند لیکن از آہن
گفتم از بہر داد آمدہ ام ‌‌ ‌ گفت بگریز و سر بسنگ مزن
گفتم اکنون مرا چہ زیبد گفت ‌‌ ‌ آستین بر دو عالم افشاندن
گفتمش باز گو طریق نجات ‌‌ ‌ گفت غالب بکربلا رفتن

گوئی در اہتمامِ دل و دیدۂ من است ‌‌ ‌ پنہان بخون تپیدن و پیدا گریستن
اندوہ و خوشدلی نشناسیم کار ماست ‌‌ ‌ یا خندہ بر سحاب زدن یا گریستن

ما بجائے ز زجم ماند قناعت کردیم ۸۸ بشکستہ در بہ منہ انچہ ز دارا ماند
سخن از بیشتر دان ماند ہما نازین پس ما نمائیم وگیتی سخن از ما ماند
کیست کز کوشش فرہاد نشان باز دہد؟ مگر آن نقش کہ از تیشہ بہ خارا ماند
شبنم از زردشنیے داغ بہ روزم خندد روزم از تیرگیِ خویش بشبہا ماند

آن بلبلم کہ در چمنستان بشاخسار بود آشیانِ من شکن طرۂ بہار
دعوتِ مرا روانیے کوثر در آستین بزمم مرا طراوتِ فردوس در کنار
ہموارہ ذوق و مستی و لہو سرور و شور پیوستہ شعر و شاہد و شمع و مے و نمار
باکیسہ در خصومت و باکاسہ در لجاج رندان باکباز و شگرفان شادخوار
بہ مستیِ شبینہ و خوابِ سحرگہے رنگینیے سفینۂ اشعارِ آبدار
اکنون منم کہ رنگ بردیم نمی رسد تاریخ بخون دیدہ نشویم ہزار بار
صدرہ ز دادری بگرو بازہ بردہ ام افتادگی زخاک و پریشانی از غبار
نقشم بنامہ نیست بجز سرنوشت داغ تارم بجامہ نیست بغیر از تنِ نزار

چہرہ اندودہ بگرد و مژہ آغشتہ بخون ۸۹ خود گواہم کہ ز دہلی بچہ عنوان رفتم
انتظار آئینہ پرواز جلائے وطنست نہ بدل رفتم ازان بقعہ بل از جان رفتم
ہم جگر تفتہ زکین خواہیِ اغیار شدم ہم دل آزردہ ز بے مہریِ خویشان رفتم
از تعلق متعذر و لتعقضا رفتنِ من وحشتے بردم از احباب و ہراسان رفتم
داغِ حسرت بدل و شکوۂ اختر بزبان ۹۰ منت از بخت کہ بسیار بسامان رفتم
لکھنؤ دام نشاطے سر راہم گسترد ۹۱ ہیچو داز ولولۂ شوق پرافشان رفتم

ساقیِ بزم آگہی روزے راوقیِ ریخت در پیالۂ من
چون دماغم رسید زان صہبا شدم از ترکتاز وہم ایمن
ہمدران سرخوشی حریفانہ بے محابا گرفتمش دامن

وانگہ بمیغ ریزش رنگ از زبان   مہرے زبوسہ و گرم بر زبان نہاد
چون لب زبوسہ گہرہاے راز شد   بر گنجِ لب ز تیزیِ دندان نشان نہاد
زان رخ کہ دمساز کنارم بسینہ سود   گوشے بروے دل پئے درکِ فغان نہاد
تا دید جز بچاکِ گریبان ندوخت چشم   تارے دردن روزنِ سوزن روان نہاد
شد صحنِ خانہ دہ خون چون فرو فشرد   آن آستین کہ برقرۂ خون فشان نہاد
نازم بہ بیشِ بینیِ ساقی کہ ہم زپیش   آوردہ بود بادہ و از ما نہان نہاد
ای کز نوازشِ تو اسم و رسم تو   نامم زمانہ غالبِ معجز بیان نہاد

تو خدا کہ ایں کشمکش کہ من باشم   چگونہ چون دگران زیستن توان بمراد
روان زغم سفالیست در گزرگہ سنگ   خرد ز فتنہ چراغیست بر دریچۂ باد
زجوشِ خونِ جگر دیدہ کوزۂ عناب غ   زسوزِ داغ درون سینہ کورۂ حداد
گزارشِ سیاہی موسم نوبہار در دے ماہ   گزارشِ نفسم آفتاب در مرداد
مرا چو سایہ سیاہ ہست روز و شب تاریک   مرا چو شعلہ ہماتش ست دود و داغ سواد
لبم ز دیدہ و قرطاس پیرہن سازم   گہے بماتمِ دانش گہے بحسرتِ داد
نفس بلبزدہ ز بادِ نہیب کلکتہ   نگاہ خیرہ ز ہنگامۂ الہ آباد
تواں ز ستارہ ندانی کہ رنجم از آزار   تواے سپہر نہ سنجی کہ ترسم از بیداد
تن گرانست بسرمایہ گرانی کوہ   مرا چہ بیست بہ نیروے تیشۂ فرہاد
ان ے تو نطع ادیم و تاب سہیل   من و جفاے تو شاگرد و سیلی استاد
من و شکستم دلِ رنجور و التفاتِ طبیب   من و خطر رگِ مجنون و نشترِ فصاد
ستارہ را ہمہ رفتار ز اقتضاے قضاست   چنانکہ جنبش نرد از انامل نراد
فلک کجائی و طالع چہ و ستارہ کدام   کنم شکایت دشمن ز دوست شرمم باد

آنکہ از دوست درین دائرہ تنہا ماند   جز دران خانہ نماند کہ بصحرا ماند

اندیشہ تنِ زارے و در رگِ خامہ گیاہے / با فکر چہ نیروے و بتحریر چہ یارا
در عرضِ ثنایت نفسم خود بعبارِ معنی / در بزمِ ولایت لقبم غالبِ شیدا

آوارۂ غربت نتوان دید صنم را / خواہم کہ دگر بت کدہ سازند حرم را
نازم بہ صنم خانہ کہ شاہانِ جہان جبے / ہم بر درِ آن خانہ گزارند حشم را
خون می خورم از ذوق تو دانی کہ بدین جُرم / بر مائدۂ سمرِی نتوان داد شکم را
نازم بکمالِ خود و بر خود نفزایم / آثارِ در و بامِ صفا دیدہ عجم را

گفتم حدیثِ دوست بقرآن برابرست / نازم بہ کفرِ خود کہ بایمان برابرست
امروز من نظامی و خاقانیم بدہر / دہلی زمن بہ گنجہ و شروان برابرست
سلجوقیم بہ گوہر و خاقانیم بفن / توقیعِ من بسنجر و خاقان برابرست

گفتم از کثرت و وحدت سخنے گوے برمز / گفت موج و کف و گرداب ہمانا دریاست
گفتم از بالشِ پر چارہ ندارد سرِ من / گفت ہر سر کہ چنینیست سزاے سرِ پاست
گفتم از اہلِ فنا گر خبرے ہست بگوے / گفت این قافلہ بے گردِ رہ بانگِ دراست
گفتم از داغ چہ خیزد کہ نہندم بردل / گفت چون درد گراید شود داغ دواست
گفتم از چیست کہ چون شمع گدازد نفسم / گفت اے جانِ پدر روشنیِ طبع بلاست
گر ہمین جوشِ بہارست چہ حاجت بقباست / کہ خود از تنگیِ جا پیرہنِ غنچہ قباست

رشحہ بر من بچکان بادۂ گلرنگ نیوش / جرعہ بر خاک فشاندن روشِ اہلِ صفاست
فیضِ حق ہست قبولِ سخن و شادیِ فتح / بہ قلم نازم اگر کمیۂ موسی بعصاست
ہمچو من شاعر و صوفی و نجومی و حکیم / نیست در دہر قلم مدعی و نکتہ گو است

جادۂ عرفی در رفتارِ شفائی دارم / دہلی و آگرہ شیراز و صفاہانِ منست
تاجرِ نطقم و از کشورِ جان مے آیم / مدح و تشبیب و سپاس و گلہ سامانِ منست

[illegible] نہاد / راز دہانِ خود لبش بلب درمیان نہاد

ظلم ہے گر ندو سخن کی داد — قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار
آپ کا بندہ اور پھروں ننگا — آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار
میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ — تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار
ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام — شاعری سے نہیں مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس — ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

سہل تھا مسہل مگر یہ سخت مشکل آ پڑی — مجھ پہ کیا گزریگی؟ اتنے روز حاضر بن ہوئے
تین دن مسہل سے پہلے تین مسہل کے بعد — تین مسہل، تین تبریدیں یہ سب کے دن ہوئے

(فارسی)

حفظ کمن و معنی تو در ورق من — گوئی کہ جہانست و بہارست جہان را
از بہر نثار قدم تست وگرنہ — ایزد بکف خاک ندادے دل و جان را
در جلوہ پرستم رخ و گیسوے صنم را — در شیوہ پسندم روش و کیش مغان را
شرع آئنہ خود بین دہن اینما یکسر — کز ساقی کوثر طلبم رطل گران را
از غالب دلخستہ مجو منقبت و نعت — دریاب بجوش جگر آغشتہ فغان را

نازم بہ گرانمایگی دل کہ زسودا — ہر قطرۂ خون یافتہ پروانۂ سویدا
جزاے وجودم زگدازی کہ بجان یافت — یالو و بدان شیوہ کہ دل گشت سراپا
دریاب نداقم زکلامم کہ نباشد — میناے مرا پنبہ بجز از کف صہبا
با نغمۂ مطرب نتوان شد متعصب — از جلوۂ ساقی نتوان گرد تبرا
شوقست کہ چون نشۂ توحید رساند — از دار برد پایۂ منصور ہمبالا
شوقست کہ فرہاد ازو مردہ بسختی — شوقست کہ مجنون شد ازو بادیہ پیما
شوقست کہ مرآت مرا دادہ بہ صیقل — شوقست کزو طوطی طبعم شدہ گویا
پیداست کہ ہیچیم ہمہ راچہ ...ا یہ — من ذرہ تو خورشید من و مدح تو حاشا

گرچہ از روئے ننگِ بے ہنری — ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی — جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون — بادشہ کا غلامِ کار گزار
خانہ زاد اور مرید اور مداح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر — نسبتین ہو گئین مشخص چار
نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون — مدعائے ضروری الاظہار
پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہین — ذوقِ آرائشِ سر و دستار
کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر — تا نہ دے بادِ زمہریر آزار
آپ کا نوکر اور پھرے ننگا؟ — جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہین ہے اب کی سال — کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار
رات کو آگ اور دن کو دھوپ ۸۷ — بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار
آگ تاپے کہان تلک انسان؟ — دھوپ کھائے کہان تلک جاندار
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی — وقنا ربنا! عذاب النار
میری تنخواہ جو مقرر ہے — اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک — خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجکو دیکھو تو ہون بقیدِ حیات — اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار
بس کہ لیتا ہون ہر مہینے خرچ — اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ مین تہائی کا — ہو گیا ہے شریک ساہوکار
آج مجھ سا نہین زمانے مین — شاعرِ نغز گوے خوش گفتار
رزم کی داستان اگر سُنیے — ہے زبان میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام اگر کیجے، — ہے قلم میرا ابرِ گوہر بار

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے؟
کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے؟

کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے؟
کیون اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہیے؟

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے؟

نہ پوچھ اسکی حقیقت، حضورِ والا نے
مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی

نہ کھاتے گیہون، نکلتے نہ خلد سے باہر
جو کھاتے حضرتِ آدم یہ بیسنی روٹی

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہین مجھے

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ خیال یہ طاقت نہین مجھے

جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے

مین کون اور ریختہ؟ ہان اس سے مدّعا
جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے

سہرا لکھا گیا زرہِ امتثالِ امر
دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہین مجھے

مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اُس سے قطعِ محبت نہین مجھے

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہین، جنون نہین، وحشت نہین مجھے

قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہین ۸۶
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول کا غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ
اے جہاندارِ آفتاب آثار

تھا مین اک بینوائے گوشہ نشین
تھا مین اک دردمندِ سینہ فگار

تم نے مجکو جو آبرو بخشی،
ہوئی میری وہ گرمیِ بازار

کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز
روشناسِ ثوابت و سیّار

اور دوڑائیے قیاس کہان؟ — جانِ شیرین مین یہ مٹھاس کہان؟
جان مین ہوتی گر یہ شیرینی — کوہکن باوجودِ غمگینی
جان دینے مین اُسکو یکتا جان — پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان
نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر — کہ دواخانۂ ازل مین مگر
آتشِ گل پہ قند کا ہے قوام — شیرہ کے تار کا ہے ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے — باغبانون نے باغِ جنت سے
انگبین کے بحکمِ ربُّ الناس — بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات — مدتون تک دیا ہے آبِ حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل — ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل
تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پر کہان بوباس؟
آم کو دیکھتا اگر اک بار — پھینک دیتا طلاے دست افشار

ہے جو صاحب کے کفِ دست مین یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مُہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے — حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہیے
مِسّی آلودہ سرِ انگشتِ حسینان لکھیے — داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے — سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے،
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے — خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلی کہیے
حجرِ اسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض — نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
وضع مین اسکو اگر سمجھیے قافِ تریاق — رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے
صومعہ مین اُسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز — میکدہ مین اُسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے
کیون اِسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے — کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے؟

چھیڑتا ہون کہ اُن کو غصہ آئے — کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام
جب ازل مین رقم پذیر ہوئے — صفحہ ہائے لیالی و ایام
اور اُن اوراق مین بکلکِ قضا — مجملاً مندرج ہوئے احکام
لکھدیا عاشقون کو شاہد کُش — لکھدیا عاشقون کو دشمن کام
آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبدِ تیز گردِ نیلی فام
حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زلف کو دام
آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضعِ سوز و نم و رم و آرام
مہرِ رخشان کا نام خسروِ روز — ماہِ تابان کا اسم شحنۂ شام
تیری توقیع سلطنت کو بھی — دی بدستور صورتِ ارقام
کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم — اُس رقم کو دیا طرازِ دوام

ہان دلِ دردمند زمزمہ ساز — کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز
خامہ کا صفحہ پر روان ہونا — شاخِ گل کا ہے گلفشان ہونا
مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے — نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے
بارے آمون کا کچھ بیان ہو جائے — خامہ نخلِ رطب فشان ہو جائے
آم کا کون مردِ میدان ہے — ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے
تاک کے جی مین کیون رہے ارمان — آئے یہ گوے اور یہ میدان
آم کے آگے پیش جاوے خاک — پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک
نہ چلا جب کسی طرح مقدور — بادۂ ناب بن گیا انگور
یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے — شرم سے پانی پانی ہونا ہے
مجھ سے پوچھو تمھین خبر کیا ہے — آم کے آگے نیشکر کیا ہے
نہ گل اُس مین نہ شاخ و برگ نہ بار — جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار

اُسکو بھولا نہ چاہیے کہنا
صبح جو جاے اور آے شام

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام

رازِ دل مجھ سے کیون چھپاتا ہے؟
مجھ کو سمجھا ہے کیا کہین نمّام

جانتا ہون کہ آج دنیا مین
ایک ہی ہے امیدگاہِ انام

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
غالب اُسکا مگر نہین ہے غلام

جانتا ہون کہ جانتا ہے تو
تب کہا ہے بطرزِ استفہام

مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ
قربِ ہر روزہ برسبیلِ دوام

تجکو کیا پایہ روشناسی کا
جُز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام

جانتا ہون کہ اُسکے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام

ماہ بن، ماہتاب بن، مین کون؟
مجکو کیا بانٹ دے گا تو انعام

میرا اپنا جدا معاملہ ہے
اور کے لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوے بخششِ خاص
گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام

جو کہ بخشے گا تجکو فرِّ فروغ
کیا نہ دے گا مجھے مےِ گلفام

جبکہ چودہ منازلِ فلکی
کرچکی قطع تیری تیزیِ گام

تیرے پرتو سے ہر فروغ پذیر
کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز
اپنی صورت کا اک بلورین جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
توسنِ طبع چاہتا تھا لگام

زہرِ غم کرچکا تھا میرا کام
تجکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن
غم سے جب ہوگئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے
کہ نہ سمجھین وہ لذتِ دشنام

بوسہ دینے مین اُنکو ہے انکار
دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

بمن وصالِ تو باور نمی کند غالب — بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم

سیر بایم بوسہ و عرض ندامت میکنم — اختراعے چند در آدابِ صحبت میکنم

خوش بود فارغ ز بندِ کفر و ایمان زیستن — حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

شیوۂ رندان بے پروا خرام از من مپرس — اینقدر دانم کہ دشوارست آسان زیستن

بر نویدِ مقدمت صد بار جان باید فشاند — بر امیدِ وعدہ ات زنہار نتوان زیستن

غالب از ہندوستان بگریز فرصت مفت تست — در نجف مردن خوشست و در صفاہان زیستن

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو — کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

از ہرزہ روان گشتن قلزم نتوان گشتن — جوئی بخیابان رو سیلی بہ بیابان شو

گر چرخِ فلک گردی سر بر خطِ فرمان نہ — در گوے زمین باشی وقفِ خمِ چوگان شو

جان داد بغم غالب خشنودی روحش را — در بزمِ عزا مے کش در نوحہ غزلخوان شو

چون زبانہا لال و جانہا پُر ز غوغا کردۂ ۸۳ بایدت از خویش پرسید انچہ با ما کردۂ

گر نہ مشتاقِ عرضِ دستگاہِ حسنِ خویشتن ۸۴ جان فدایت دیدہ را بہرِ چہ بینا کردۂ

دیدہ میگرید زبان مینالد و دل می تپد ۸۵ عقدہا از کارِ غالب سر بسر وا کردۂ

مثنویان-قصائد-قطعات ومتفرقات

ہاں مہِ نو! سنیں ہم اُس کا نام — جسکو تو جُھک کے کر رہا ہے سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح — یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہاں رہا غائب؟ — بندہ عاجز ہے گردشِ ایّام

اُڑ کے جاتا کہاں؟ کہ تاروں کا — آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص — حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

عذر میں تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام

بہ بادہ گر بودم میل شاعرم نہ فقیہ | سخن چہ ننگ ز آلودہ دامنی دارد

بیا درید گر اینجا بود زباندانی ۸۲ | غریب شہر سخنہاے گفتنی دارد

سپاس گست رفیق از چنین بود غالب | ضیاے نیر ما چشم روشنی دارد

فداے شیوۂ رحمت کہ در لباس بہار | بعذر خواہی رندان بادہ نوش آمد

پیمانہ بران رند حرامست کہ غالب | در بیخودی اندازۂ گفتار نداند

بیاد جوش تمناے دیدنم بنگر | چو اشک از سر مژگان چکیدنم بنگر

ز من بجرم طپیدن کنارہ مے کردی | بیا بخاک من و آرمیدنم بنگر

رسید دانہ و بالید و آشیان گہ شد | در انتظار ہما دام چیدنم بنگر

تواضعے نکنم بے تواضعے غالب | بسایۂ خم تیغش خمیدنم بنگر

دود سودائی تتق بست آسمان نامیدمش | دیدہ بر خواب پریشان زد جہان نامیدمش

وہم خاکے ریخت در چشمم بیابان دیدمش | قطرۂ بگداخت بحر بیکران نامیدمش

باد دامن زد بر آتش نوبہاران خواندمش | داغ گشت آن شعلہ از مستی خزان نامیدمش

غربتم ناسازگار آمد وطن فہمیدمش | کرد تنگی حلقۂ دام آشیان نامیدمش

بود غالب عندلیبے از گلستان عجم | من ز غفلت طوطی ہندوستان نامیدمش

مرا کہ بادہ ندارم ز روزگار چہ حظ؟ | ترا کہ ہست و نیاشامی از بہار چہ حظ؟

گفتم ز شادی نبودم گنجیدن آسان در بغل | تنگم کشید از سادگی در وصل جانان در بغل

دانش بہم در باختہ خود را ز من نشناختہ | رخ در کنارم ساختہ از شرم پنہان در بغل

ہان غالب خلوت نشین بیمی چنان عیشے چنین | جاسوس سلطان در کمین مطلوب سلطان در بغل

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم | قضا بگردش رطل گران بگردانیم

بگوشۂ بنشینیم و در فراز کنیم | بہ کوچہ بر سر رہ پاسبان بگردانیم

اگر ز شحنہ بود گیر و دار نندیشیم | و گر ز شاہ رسد ارمغان بگردانیم

...نه گر مرگ شبے زنده داشتن ز تو قیمت — گرت فسانهٔ غالب شنیدنیست بخسپ

...بوادیے که دران خضر را عصا خفتست — بسینه می سپرم ره اگرچه پا خفتست

...هوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز ۷، گسسته لنگرِ کشتی و ناخدا خفتست

...بخواب چون خودم آسوده دل مدان غالب — که خسته غرقه بخون خفته است تا خفتست

...با من که عاشقم سخن از ننگ و نام چیست؟ — در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست؟

...ستم ز خونِ دل که دو چشمم ازان پرست — گوئی مخور شراب و نه بینی بجام چیست؟

...باد دست هر که باده بخلوت خورد مدام — داند که حور و کوثر و دار السلام چیست؟

غالب اگر نه خرقه و مصحف بهم فروخت — پرسد چرا که نرخِ میِ لعل فام چیست؟

...ریزد آن برگ این گل افشاند ۸، هم خزان هم بهار در گذر است

آن راز که در سینه نهانست نه وعظست ۸، بردار توان گفت و به منبر نتوان گفت

...بخود بوقتِ ذبح تپیدن گناه من ۹، دانسته دشنه تیز نکردن گناه کیست؟

...به بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد — ز توان شناخت ز بندے که بر زبان افتاد

...غانِ من دلِ خلق آب کرد ورنه هنوز — نگفته ام که مرا کار با فلان افتاد

...غز هم و تو زبان دانِ من نهٔ غالب — به بندِ پرسشِ حالم نمی توان افتاد

...چون گویم از تو بر دلِ شیدا چه میرود ۱۰، بنگر بر آبگینه ز خارا چه میرود

...ک ره اگر بوادیِ مجنون کند گزار — از ساربانِ ناقهٔ لیلا چه میرود

...هفت آسمان بگردشِ و ما در میانه ایم — غالب دگر مپرس که بر ما چه میرود

...دوش کز گردشِ بختم گله بر روے تو بود ۱۱، چشمم بر سوے فلک و روے سخن سوے تو بود

...دوست دارم گرهے را که بکارم زده اند — کاین همانست که پیوسته در ابروے تو بود

لاله و گل دمد از طرفِ مزارش پس مرگ — تا چها در دلِ غالب هوسِ روے تو بود

...نقاب دار که آئینه ... — ... یوسفی ... بهمن ... دارد

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالبؔ ۲، ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالبؔ ۳، ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بُتِ غالیہ مُو آئے، یکمرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

چھوڑی اسدؔ نہ ہم نے گدائی مین دل لگی، سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

ہون سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ، ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

تو وہ بدخو کہ تحیّر کو تماشا جانے، غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا، کہ اُسمین ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے

دل لگا کر آپ بھی غالبؔ مجھی سے ہوگئے، عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

بھوکے نہین ہین سیرِ گلستان کے ہم ولے، کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

کوہ کے ہون بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے، بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے

غالبؔ بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے، ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے؟

(فارسی)

چون بہ قاصد بسپرم پیغام را، رشک نگذارد کہ گویم نام را

آن نیَم باید کہ چون ریزم بجام، زورِ مے در گردش آرد جام را

بیگناہم پیرِ دیر از من مرنج، من بمستی بستہ ام احرام را

دلستان در خشم و غالبؔ بوسہ جوے، شوق نشناسد ہمی ہنگام را

دل تابِ ضبطِ نالہ ندارد خدا سے را ۵، از ما مجوے گریۂ بے ہاے ہاے را

مُردم ز فرطِ ذوقِ تسلی نمی شوم، یارب کجا برم لبِ خنجر ستاے را

غالبؔ بریدم از ہمہ خواہم کہ زین سپس، کنجے گزینم و بپرستم خداے را

سحر دمیدہ و گل در دمیدہ نیست مخسپ، جہان جہانِ گلِ نظارہ چیدنیست مخسپ

تو محوِ خواب و سحر در تاسف از انجم، بہ پشت دست بدندان گزیدنیست مخسپ

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا — ہر کوئی درماندگی میں نالے سے ناچار ہے
مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی — زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

میرے غم خانے کی قسمت جب لگی ہونے رقم — لکھ دیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے
وائے واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا — لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے
وعدہ آنے کا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے — تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے؟

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری — تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو؟ — اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

پی جسقدر ملے شبِ مہتاب میں شراب — اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے
ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد — مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

اپنی گلی میں مجھکو نہ کر دفن بعدِ قتل، — میرے پتہ سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے؟
اے ساکنانِ کوچۂ دلدار دیکھنا — تمکو کہیں جو غالبِ آشفتہ سر ملے

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی — مشکل ہے کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی
رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے — آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

اے عندلیب، یک کفِ خس بہرِ آشیاں — طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے
غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط — اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے؟

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا — اک بار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے

تا ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا — سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اُسے غارت کرتا — وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے

پینس میں گزرتے ہیں جو کوچہ سے وہ میرے — کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

نہ لائے شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ نومیدی — کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے

چشمِ خوباں خامشی میں بھی نوا پرداز ہے — سرمہ تو کہوے کہ دودِ شعلۂ آواز ہے

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق سامانِ صد ہزار نمک داں کیے ہوئے

مانگے ہی پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

پھر جی مین ہی کہ در پہ کسی کے پڑے رہین سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے بیٹھے ہین ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

نویدِ امن ہی بیدادِ دوست جان کے لیے رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسمان کے لیے

بلا سے گر مژۂ یار، تشنۂ خون ہے رکھون کچھ اپنی بھی مژگانِ خوں فشاں کے لیے

فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے کہ مین ہی نہین درازدستیِ قاتل کے امتحان کے لیے

مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغِ اسیر ۶۸ کرے قفس مین فراہم خس آشیان کے لیے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے اُٹھا اور اُٹھ کے قدم مین نے پاسبان کے لیے

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے بنا ہی عیش تجمل حسین خان کے لیے

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

ادائے خاص سے غالب ہوا ہی نکتہ سرا صلائے عام ہی یارانِ نکتہ دان کے لیے

آتشِ دوزخ مین یہ گرمی کہاں؟ سوزِ غمہائے نہانی اور ہے

بارہا دیکھی ہین اُنکی رنجشین ۶۹ پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے

دے کے خط منہ دیکھتا ہی نامہ بر ۷۰ کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے

ہو چکین غالب بلائین سب تمام ۷۱ ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

مین اُنھین چھیڑون اور وہ کچھ نہ کہین چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو کاشکے تم مرے لیے ہوتے

میری قسمت مین غم گر اتنا تھا دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہی

بھرم کھلجائیگا ظالم! تیری قامت کی درازی کا
اگر اس طرۂ پرپیچ و خم کا پیچ و خم نکلے

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

محبت مین نہین کچھ فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہین جس کافر پہ دم نکلے

ہان میخانہ کا دروازہ غالب اور کہان واعظ؟
پر اتنا جانتے ہین کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی

ک خونچکان کفن مین کروڑون بناؤ ہین
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی

مد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

وواں نہین یہ وانکے نکالے ہوئے تو ہین
کعبہ سے ان بتون کو بھی نسبت ہے دور کی

یا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی

رمی سہی کلام مین لیکن نہ اس قدر ۶۶
کی جس سے بات اسنے شکایت ضرور کی

الب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین
حج کا ثواب نذر کرون گا حضور کی

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہے ۶۷
یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

کتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یون کہ مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے

نے تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین
گوشہ مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے

یا زاہد کو مانون کہ نہ ہو گرچہ ریائی
پاداشِ عمل کی طمعِ خام بہت ہے

مزم ہے یہ چھوڑون مجھے کیا طوفِ حرم سے
آلودہ بمے جامۂ احرام بہت ہے

وگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

ت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغان کیے ہوئے

ا ہون پھر جمع جگر لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگان کیے ہوئے

گرم نالہائے شرربار ہے نفس
مدت ہوئی ہے سیر چراغان کیے ہوئے

جو مدعی بنے اُسکے نہ مدعی بنیے   جو ناسزا کہے اُسکو نہ ناسزا کہیے

نہین نگار کو الفت نہ ہو، نگار تو ہے   روانیِ روشِ و مستیِ ادا کہیے

نہین بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے   طراوتِ چمن و خوبیِ ہوا کہیے

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب ۶۱   خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہوگئے   دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہوگئے

صرفِ بہائے مے ہوئے آلاتِ میکشی   تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہوگئے

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم   بارے طبیعتون کے تو چالاک ہوگئے

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر ۶۱   پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہوگئے

کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلا   کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہوگئے

اس رنگ سے اُٹھائی کل اُسنے اسد کی لاش   دشمن بھی جسکو دیکھ کے غمناک ہوگئے

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی   میرے دل کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی   ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال، جیسے کڑی کمان کا تیر   دل مین ایسی کہ جا کرے کوئی

بات پر وان زبان کٹتی ہے   وہ کہین اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ ۶۲   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی   بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند ۶۳   کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے   اب کسے رہنما کرے کوئی

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب ۶۴   کیون کسی کا گلا کرے کوئی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے   بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہین لیکن ۶۵   بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

فریاد کی کوئی لے نہین ہے ۵۷ نالہ پابندِ نے نہین ہے
ہرچند ہر ایک شے مین تو ہے پر تجھ سی کوئی شے نہین ہے
ہان کھائیو مت فریبِ ہستی ہرچند کہین کہ ہے نہین ہے
ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

دیا ہے دل اگر اُسکو بشر ہے کیا کہیے؟ ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے؟
سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسشِ حال کہ یہ کہے کہ سرِ رہگذر ہے کیا کہیے؟
کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہین لیکن سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے؟

کبھی نیکی بھی اُسکے جی مین گر آجائے ہے مجھ سے جفائین کرکے اپنی یاد شرما جائے ہے مجھ سے
خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے
وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی ۵۸ عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے
سنبھلنے دے ذرا اے ناامیدی کیا قیامت ہے کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے
جز نام نہین، صورتِ عالم مجھے منظور جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے
مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار ۵۹ رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے
نفرت کا گمان گزرے ہے مین رشک سے گزرا کیونکر کہون لو نام نہ اُنکا مرے آگے
ہے موجزن اک قلزمِ خون کاش یہی ہو آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے
گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے؟ ۶۰ تمھین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے؟

گرد بادِ رہِ بے تابی ہون صرصرِ شوق ہے بانی میری
گرد یا ضعف نے عاجز غالب ننگِ پیری ہے جوانی میری

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے ۵۶ یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے؟
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
چاک مت کر جیب بے ایامِ گل کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی مُنھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید ۵۷ ناامیدی اُسکی دیکھا چاہیے
غافل، اِن مہ طلعتون کے واسطے چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہین خوبرویون کو اسد آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی، ۵۸ لکھدیجیو یارب اُسے قسمت مین عدو کی
اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور، دل مین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی
صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب حسرت مین رہے ایک بتِ عربدہ جو کی

نکتہ چین ہے، غمِ دل اسکو سنائے نہ بنے کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اُسکو مگر اے جذبۂ دل اُسپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
اس نزاکت کا بُرا ہو وہ بھلے ہین تو کیا ہاتھ آئین تو اُنھین ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے پردہ چھوڑا ہے وہ اُسنے کہ اُٹھائے نہ بنے
عشق پر زور نہین، ہے یہ وہ آتش غالب کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

وہ آکے خواب مین تسکینِ اضطراب تو دے ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے
پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے پیالہ گر نہین دیتا نہ دے، شراب تو دے
اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے کہا جو اُسنے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز — سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے
پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دوچار — یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے
رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی — تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا — وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے — ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ — ہتھکنڈے ہین چرخ نیلی فام کے
خط لکھین گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو — ہم تو عاشق ہین تمھارے نام کے
رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم — دھوئے دھبے جامۂ احرام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا — ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی — کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک — اسکو کہتے ہین عالم آرائی
کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر — روکش سطح چرخ مینائی
سبزہ کو جب کہین جگہ نہ ملی — بن گیا روئے آب پر کائی
سبزہ و گل کو دیکھنے کے لیے — چشم نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا مین شراب کی تاثیر — بادہ نوشی ہے بادپیمائی
کیون نہ دنیا کو ہو خوشی غالب — شاہ دیندار نے شفا پائی

کب وہ سنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلش غمزۂ خونریز نہ پوچھ — دیکھ خونابہ فشانی میری
کیا بیان کر کے مرا روئینگے یار — مگر آشفتہ بیانی میری
ہون زخود رفتۂ بیدائے خیال — بھول جانا ہے نشانی میری
قدر سنگ سر رہ رکھتا ہون — سخت ارزان ہے گرانی میری

حُسن مہ گرچہ بہنگامِ کمال اچھا ہی — اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہی
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ — جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہی
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا ۵۲ — ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہی
بے طلب دین تو مزہ اسمین سوا ملتا ہے — وہ گدا جسکو نہ ہو خوے سوال اچھا ہی
اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہی مُنھ پر رونق — وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہی
قطرہ دریا مین جو مل جائے تو دریا ہو جائے — کام اچھا ہی وہ جس کا کہ مآل اچھا ہی
ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن — دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہی

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہی گھر کی رونق ۵۳ — نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا — نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی
عشرتِ صحبتِ خوبان ہی غنیمت سمجھو — نہو غالبؔ کو اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

شکوہ کے نام سے بیمہر خفا ہوتا ہی — یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہی
پُر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا — اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہی
کیون نہ ٹھہرین ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم — آپ اُٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہی
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ — کہ بھلا چاہتے ہین اور بُرا ہوتا ہی
رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی سے معاف — آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہی

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ۵۵ — تمھین کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے
نہ شعلے مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا — کوئی بتاؤ کہ وہ شوخِ تندخو کیا ہے
چپک رہا ہی بدن پر لہو سے پیراہن — ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے
جلا ہی جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا — کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے
رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل — جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال — ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہِ عشق طلب — اشکباری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا — آج پھر اُسکی روبکاری ہے
بیخودی بے سبب نہین غالبؔ — کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

۵۱

ظلمتکدہ مین میرے شبِ غم کا جوش ہے — اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال — مدت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے
اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل — زنہار گر تمھین ہوس نائے و نوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی — مطرب بنغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط — دامانِ باغبان و کفِ گلفروش ہے
لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ — یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین — نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی — اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین — غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آئے — جان کالبدِ صورتِ دیوار مین آئے
سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر — تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آئے
تب نازِ گرانمایگیِ اشک بجا ہے — جب لختِ جگر دیدۂ خونبار مین آئے
دے مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر ۵۲ — کچھ تمکو مزا بھی مرے آزار مین آئے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب — اک آبلہ پا وادیِ پُرخار مین آئے
تب چاک گریبان کا مزا ہے دلِ نالان — جب اک نفس اُلجھا ہوا ہر تار مین آئے
گنجینۂ معنی کا طلسم اسکو سمجھیے — جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار مین آئے

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین / میری آواز گر نہین آتی
داغِ دل گر نظر نہین آتا / بو بھی اے چارہ گر نہین آتی
مرتے ہین آرزو مین مرنے کی / موت آتی ہے پر نہین آتی
کعبے کس منھ سے جاؤگے **غالب** / شرم تمکو مگر نہین آتی

دلِ نادان تجھے ہوا کیا ہے؟ / آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار / یا الٰہی، یہ ماجرا کیا ہے؟
مین بھی منھ مین زبان رکھتا ہون / کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود / پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین؟ / غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
شکنِ زلفِ عنبرین کیون ہے؟ / نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟
سبزہ و گل کہان سے آئے ہین / ابر کیا چیز ہے، ہوا کیا ہے؟
ہمکو ان سے وفا کی ہے امید / جو نہین جانتے وفا کیا ہے؟
ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا / اور درویش کی صدا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہون / مین نہین جانتا دعا کیا ہے؟
مین نے مانا کہ کچھ نہین **غالب** / مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے / سینہ جویاے زخمِ کاری ہے
پھر جگر کھودنے لگا ناخن / آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے
چشمِ، دلالِ جنسِ رسوائی / دل، خریدارِ ذوقِ خواری ہے
پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہین / پھر وہی زندگی ہماری ہے
پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز / گرم بازارِ فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان مین اندھیر / زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

غالب تمھین کھو کہ ملے گا جواب کیا؟ | مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سُنا کیے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاے ہی | مین اُسے دیکھون بھلا کب مجھ سے دیکھا جاے ہی
شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے | دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاے ہی
ہو کے عاشق وہ پری رو اور نازک بنگیا | رنگ کھلتا جائے ہی جتنا کہ اُڑتا جاے ہی
نقش کو اُسکے مصور سے بھی کیا کیا ناز ہین | کھینچتا ہی جسقدر اُتنا ہی کھنچتا جاے ہی
سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہی اسد | پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جاے ہی؟

سادگی پر اُسکی مرجانے کی حسرت دل مین ہی | بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کفِ قاتل مین ہی
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا | مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہی
گرچہ ہی کس کس برائی سے ولے با اینہمہ | ذکر میرا مجھ سے بہتر ہی کہ اُس محفل مین ہی
بس ہجومِ ناامیدی خاک مین ملجائے گی ۴۹ | یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہی
ہی دلِ شوریدہ غالب طلسمِ پیچ و تاب | رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہے

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی | دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی
شق ہو گیا ہی سینہ خوشا لذتِ فراغ | تکلیفِ پردہ داریِ زخمِ جگر گئی
وہ بادہ شبانہ کی سرمستیان کہان؟ | اُٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی
اُڑتی پھرے ہی خاک مری کوے یار مین | بارے اب اے ہوا ہوسِ بال و پر گئی
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی | اب آبروے شیوہ اہلِ نظر گئی
مارا زمانے نے اسداللہ خان تمھین | وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی؟

کوئی امید بر نہین آتی | کوئی صورت نظر نہین آتی
موت کا ایک دِن مقرر ہی | نیند کیون رات بھر نہین آتی
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی ۵۰ | اب کسی بات پر نہین آتی
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون | ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کہوں کیا خوبیِ اوضاعِ ابنائے زمان غالبؔ ۴۹ بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہائے ہائے — کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا؟ — عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہائے ہائے
خاک مین ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی — اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے
کس طرح کاٹے کوئی شبہائے تارِ برشگال — ہے نظر خوکردۂ اختر شماری ہائے ہائے
گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال — ایک دل تسپر یہ ناامیدواری ہائے ہائے
عشق نے پکڑا نہ تھا غالبؔ ابھی وحشت کا رنگ — رہ گیا تھا دل مین جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے — خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے
ہے ہے خدانخواستہ تو اور دشمنی؟ — اے شوقِ منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے
ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسدؔ — عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی — میری وحشت تری شہرت ہی سہی
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے — کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی — اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی
عمر ہر چند کہ ہے برق خرام — دل کے خون کرنے کی عادت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف — آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے — بے نیازی تری عادت ہی سہی

اس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے — بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
دل ہی تو ہے سیاستِ دربان سے ڈر گیا — مین اور جاؤن در سے ترے بن صدا کیے
مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم — تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے؟
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو — دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہین — بھولے سے اُس نے سیکڑون وعدے وفا کیے

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین؟ پر یہ بتلاؤ / کہ جب دل مین تمھین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو
یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین؟ / عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو
کہا تم نے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی / بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہیو کہ ہان کیون ہو
نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو **غالب** / ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہان کوئی نہ ہو / ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہمزبان کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیے / کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسبان کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار / اور اگر مر جائیے، تو نوحہ خوان کوئی نہ ہو

ہے مجھکو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا / ہر چند بر سبیلِ شکایت ہی کیون نہ ہو؟
ہے آدمی بجاے خود اک محشرِ خیال / ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو
اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہین **اسد** / اسمین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہ ہو

لکھنؤ آنے کا باعث نہین کھلتا، یعنے / ہوسِ سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہمکو
مقطعِ سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر / عزمِ سیرِ نجف و طوفِ حرم ہے ہمکو
لیے جاتی ہے کہین ایک توقع **غالب** / جادۂ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہمکو

بساطِ عجز مین تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی / باندازِ چکیدن ہو رہا ہے سرنگون وہ بھی
رہا اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے / تکلف برطرف تھا ایک اندازِ جنون وہ بھی
نکرتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم / کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ درون وہ بھی

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی / فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی
لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہے / ولے مشکل ہے حکمت دل مین سوزِ غم چھپانے کی
انھین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا / اُٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی
ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا / ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی
لکد کوبِ حوادث کا تحمل کر نہین سکتی / مری طاقت، کہ ضامن تھی بتون کے ناز اٹھانے کی

خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں | کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو
خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آئے | سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برق خرمن کو
شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خو مجھکو | جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو
نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بیخبر سوتا ۴۴ | رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو
مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب | فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو | مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو؟
جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید ۴۵ | مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو
سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست | لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو
غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں | دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو؟ | کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو؟
ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال ۴۶ | کہ گر نہو، تو کہاں جائیں؟ ہو تو کیونکر ہو؟
تمھیں کہو کہ گذارا صنم پرستوں کا ۴۷ | بتوں کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو؟
الجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ | جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو؟
جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا | وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو؟
ہمیں پھر ان سے امید اور انھیں ہماری قدر | ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ تو کیونکر ہو؟
مجھے جنون نہیں غالب ولے بقول حضور | فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو؟

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو | نہ ہو جب دل ہی سینہ میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو
وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں | سبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو | نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازداں کیوں ہو
وفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا ۴۸ | تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو
قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم | گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہی؟ بات کچھ سر تو نہین ہی کہ اُٹھا بھی نہ سکون
زہر ملتا ہی نہین مجکو ستمگر ورنہ کیا قسم ہی ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہین اک چھیڑ ہے وگرنہ مرا امتحان نہین
بوسہ نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی، آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین
نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب ۴۱ سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

سلطنت دست بدست آئی ہی جام مے خاتمِ درویش نہین
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جاے، ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین
کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ ۴۲ ہم کو جینے کی بھی امید نہین

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین
وہ آئے گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہی ۴۳ کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین
نظر لگے نہ کہین اُسکے دست و بازو کو یہ لوگ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین؟
کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہلِ بزم ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین؟
مضمحل ہو گئے قویٰ غالب وہ عناصر مین اعتدال کہان؟

مین اور صد ہزار نواے جگر خراش تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہون؟

مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہین ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین
بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب ۴۴ تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہین
اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون بوسے کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون
مین نے کہا کہ بزمِ ناز غیر سے چاہیے تہی سُنکے ستم ظریف نے مجکو اُٹھا دیا کہ یون؟

قفس مین [illegible]

۳۵ نیند اُسکی ہی دماغ اُسکا ہی راتین اُسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

دہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دل کے پار
جو مری کوتاہیِ قسمت سے مژگان ہوگئین

بسکہ روکا مین نے اور سینہ مین اُبھرین پی بہ پی
میری آہین بخیۂ چاکِ گریبان ہوگئین

وان گیا بھی مین تو اُنکی گالیون کا کیا جواب
یاد تھین جتنی دعائین صرفِ دربان ہوگئین

۳۶ رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہی رنج
مشکلین مجھ پر پڑین اتنی کہ آسان ہوگئین

یون ہی گر روتا رہا غالب تو ای اہلِ جہان
دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہوگئین

---

۳۷ دل ہی تو ہی، نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیون؟
روئینگے ہم ہزار بار، کوئی ہمین ستائے کیون؟

۳۸ دیر نہین، حرم نہین، در نہین، آستان نہین
بیٹھے ہین رہگذر پہ ہم، کوئی ہمین اُٹھائے کیون؟

جب وہ جمالِ دلفروز صورتِ مہرِ نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردہ مین منہ چھپائے کیون؟

دشنۂ غمزہ جانستان، ناوکِ ناز بے پناہ،
تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیون؟

۳۹ قیدِ حیات و بندِ غم، اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی، غم سے نجات پائے کیون؟

وان وہ غرورِ عز و ناز، یان یہ حجابِ پاسِ وضع
راہ مین ہم ملین کہان، بزم مین وہ بلائے کیون؟

ہان وہ نہین خدا پرست، جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو دین و دل عزیز اُسکی گلی مین جائے کیون؟

غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہین؟
روئیے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیون؟

دھوتا ہون جب مین پینے کو اُس سیمتن کے پاؤن
رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤن

بھاگے تھے ہم بہت سو اُسی کی سزا یہ ہی
ہوکر اسیر دابتے ہین راہزن کے پاؤن

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پاؤن

اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ
ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پاؤن

شب کو کسی کے خواب مین آیا نہ ہو کہین؟
دکھتے ہین آج اُس بتِ نازک بدن کے پاؤن

غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہ ہو
پیتا ہون دھو کے خسروِ شیرین سخن کے پاؤن

---

۴۰ مہربان ہوکے بلالو مجھے چاہو جس وقت
مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آبھی نہ سکون

ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہین
غیر کی بات بگڑ جاے تو کچھ دور نہین

قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہی دریا لیکن
ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہین

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمھین
کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائیِ غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہی کہ مشہور نہین

نالہ جز حسنِ طلب اے ستم ایجاد نہین
ہے تقاضاے جفا شکوۂ بیداد نہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم
دشت مین ہی مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہی ولے اسقدر آباد نہین

کرتے کس مُنہ سے ہو غربت کی شکایت غالب
۳۰ تمکو بے مہریِ یارانِ وطن یاد نہین؟

نہین، کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین
شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہین

کوئی کہے کہ شبِ مہ مین کیا بُرائی ہی
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین

کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین
کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین

جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام
دیا ہی ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

تم اُنکے وعدہ کا ذکر اُنسے کیون کرو غالب؟
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین

کیون گردشِ مدام سے گھبرا نہ جاے دل
۳۱ انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین

یارب! زمانہ مجھکو مٹاتا ہی کس لیے؟
لوحِ جہان پہ حرفِ مکرر نہین ہون مین

حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے
۳۲ آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین

غالب وظیفہ خوار ہو، دو، شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
۳۳ خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

یاد تھین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان
۳۴ لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیان ہوگئین

تھین بنات النعش گردون دن کو پردے مین نہان
شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

اک شرر دل مین ہے اُس سے کوئی گھبرائیگا کیا
آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہین

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید
مرگیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہین

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذرِ مستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

نغمہ ہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
۲۸ بے صدا ہوجائیگا یہ سازِ ہستی ایکدن

دھول دھپّا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین
کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین

کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب مین
۲۹ شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

مجھ تک کب اُنکی بزم مین آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

مین اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے
جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

وہ نالہ دل مین خس کی برابر جگہ نہ پائے
جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہون روزِ ابر و شبِ ماہتاب مین

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین
مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے نام و ننگ ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہبر کے ساتھ
پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہون اُس بتِ بیداد گر کو مین

پھر بیخودی مین بھول گیا راہِ کوے یار
جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہلِ دہر کا
سمجھا ہون دلپذیر متاعِ ہنر کو مین

غالب خدا کرے کہ سوارِ سمندِ ناز
دیکھون علی بہادرِ عالی گہر کو مین

اسد اللہ خان تمام ہوا — اے دریغا وہ رندِ شاہد باز

کیونکر اُس بت سے رکھوں جان عزیز ۲۲ کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز
دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے — ہے ترے تیر کا پیکان عزیز
تاب لائے ہی بنے گی غالب — واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے — دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس
مین بھی رُک رُک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے ۲۳ دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس
دہنِ شیر مین جا بیٹھیے لیکن اے دل ۲۴ نہ کھڑے ہو جیے خوبانِ دلآزار کے پاس
گر گیا پھوڑ کے سر غالبِ وحشی ہے ہے ۲۵ بیٹھنا اُسکا وہ آ کر تری دیوار کے پاس

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک — کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
دامِ ہر موج مین ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ — دیکھین کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک
عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب — دل کا کیا رنگ کرون خونِ جگر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن ۲۶ خاک ہو جائین گے ہم تمکو خبر ہونے تک
غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج ۲۷ شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

زخم پر چھڑکین کہان طفلانِ بے پروا نمک — کیا مزا ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک
یاد ہین غالب مجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق مین — زخم سے گرتا تو مین پلکون سے چنتا تھا نمک

گر تجکو ہے یقینِ اجابت دعا نہ مانگ — یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ
آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد — مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

مجکو دیارِ غیر مین مارا وطن سے دور — رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

وہ وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین — ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین
آج ہم اپنی پریشانیِ خاطر اُن سے — کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین
اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو — جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جسکا جہان مین / لیوے نہ کوئی نام ستمگر کیے بغیر
جی مین ہی کچھ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم / سر جاوے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر
مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام / چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر
بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات / سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

ہے بسکہ ہر اک انکے اشارہ مین نشان اور / کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور
یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے مری بات / دے اور دل انکو جو نہ دے مجکو زبان اور
تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اٹھین گے / لے آئین گے بازار سے اٹھ کر دل و جان اور
ہے خون جگر جوش مین دل کھولکے روتا / ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور
مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جاوے / جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور
ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے / کہتے ہین کہ غالب کا ہے انداز بیان اور

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال / رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر
سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا / یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے / بہم گر صلح کرتے پارہ ہاے دل نمکدان پر
نہ اٹھا صبح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی / ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر
اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے / کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز / مین ہون اپنی شکست کی آواز
تو اور آرایش خم کاکل / مین اور اندیشہ ہاے دور دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی / ورنہ باقی ہے طاقت پرواز
است ترا غمزہ اک قلم انگیز / اے ترا ظلم سر بسر انداز
تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو / ریزش سجدۂ جبین نیاز
مجکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا / مین غریب اور تو غریب نواز

مژہ مفتِ نظر ہون مری قیمت یہ ہے ۱۸
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احسان میرا

جان در ہواے یک نگہِ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے؟
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا؟

لکھتا ہون اسدؔ سوزشِ دل سے سخن گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین غالب
یار لائے مرے بالین پہ اُسے پر کس وقت؟

مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے؟
یا بیان کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست؟

لو ہم مریضِ عشق کے تیماردار ہین ۱۹
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج؟

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہین اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائیگا سیلابِ بلا میرے بعد

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیون؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا
ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن
مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملینگے ۲۰
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور؟

ہان اے فلکِ پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہِ شبِ چاردہم تھے مرے گھر کے
پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور؟

تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و ستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہرحال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جوانمرگ گزارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب
قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال ۱۴ ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا
بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہوجانا

لے تو لون سوتے مین اُسکے پانون کا بوسہ مگر ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہوجائیگا
دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا؟ یعنے یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہوجائیگا
واے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو ۱۴ اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہوجائیگا
فائدہ کیا؟ سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہوجائیگا

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخِ مکتوب مگر ستمزدہ ہون ذوقِ خامہ فرسا کا
غمِ فراق مین تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا
قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے اُسکی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا

دل مین ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہین ۱۵ آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

بوے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے ۱۶ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹون وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

اُگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر ۱۷ مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

تحفہ ہے ضبطِ آہ مین میرا وگرنہ مین طعمہ ہون ایک ہی نفسِ جانگداز کا

ہم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب دیکھا تو کم ہوئے یہ غمِ روزگار تھا

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہاے جدائی کا

درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

زندگی یون بھی گذر ہی جاتی
کیون ترا راہگذر یاد آیا

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی
گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد
سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دون
کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی
آخر اُس شوخ کے ترکش مین کوئی تیر بھی تھا؟

پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق ۱۰
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟

ریختی کے تمھین استاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

رضِ نیازِ عشق کے قابل نہین رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

تا ہون داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے
ہون شمع کشتہ، درخورِ محفل نہین رہا

نے کی اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ مین
شایانِ دست و بازوے قاتل نہین رہا

یدادِ عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

کر اُس پریوش کا، اور پھر بیان اپنا ۱۱
بن گیا رقیب آخر، جو تھا رازدان اپنا

دِ دل لکھون کب تک؟ جاؤن انکو دکھلاؤن
انگلیان فگار اپنی، خامہ خونچکان اپنا

ستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا
ننگِ سجدہ ہے مرے، سنگِ آستان اپنا

رے نہ غمازی، کرلیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت مین ہم نے ہمزبان اپنا

م کہان کے دانا تھے، کس ہنر مین یکتا تھے؟
بے سبب ہوا غالب دشمنِ آسمان اپنا

عشرتِ قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا ۱۲
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی — یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا

ہے اب اس معمورہ مین قحطِ غمِ الفت اسد — ہم نے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھائینگے کیا

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا — اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا — ۶ کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو — یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح — ۷ کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

غم اگرچہ جان گسل ہے یہ کہان بچین کہ دل ہے — غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے — مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرقِ دریا — نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب — تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

درخورِ قہر و غضب جب کوئی ہمسا نہ ہوا — پھر غلط کیا ہے؟ کہ ہمسا کوئی پیدا نہ ہوا

سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا — خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا — کام مین میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے — دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا — ۸ مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو — اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب — گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم انکے آنے کی — ۹ آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہین — آج غالب غزل سرا نہ ہوا

غزلیات وابیات

ہم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا — رکھیو یارب یہ درِ گنجینۂ گوہر کھلا

نہ سمجھون اُسکی باتین گو نہ پاؤن اُسکا بھید — پر یہ کیا کم ہو کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا؟

یہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا ۱ — جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

یا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال — نامہ لاتا ہو وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

کی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کار بند؟ — واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

ب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا — شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

ان کرم کو عذرِ بارش تھا عنانگیرِ خرام ۲ — گریہ سے یان پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

ان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال — یان ہجومِ اشک مین تارِ نگہ نایاب تھا

لبوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آبجو — یان روان مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

ین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے — اُسکے سیلِ گریہ مین گردون کفِ سیلاب تھا

بسکہ دشوار ہو ہر کام کا آسان ہونا — آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

ریہ چاہے ہو خرابی مرے کاشانے کی — در و دیوار سے ٹپکے ہو بیابان ہونا

شرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ — عیدِ نظارہ ہو شمشیر کا عریان ہونا

ی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ — ہائے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

یف اُس چارگرہ کپڑے کی قیمت غالب ۳ — جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

دستِ غمخواری مین میری سعی فرمائین گے کیا؟ ۴ — زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائین گے کیا؟

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک؟ ۵ — ہم کہین گے حالِ دل اور آپ فرمائین گے کیا؟

حضرتِ ناصح گر آئین دیدہ و دل فرشِ راہ — پر کوئی اتنا تو سمجھادے کہ سمجھائین گے کیا؟

ج وان تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہون مین — عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائین گے کیا؟

غالب

میرزا اسد اللہ خان نام - میرزا نوشہ معروف - فارسی مین تخلص اسد اور اُردو مین غالب
آگرہ مولد - دلی مسکن و مدفن - سال وفات ۱۲۸۵ ہجری -

حق یہ ہی کہ تمام شعراے ماضی و حال و مستقبل پر یہ غالب خیال کیے گئے - انکی خصوصیات
سے یہ ہی کہ دونون زبان مین انکو پورا ملکہ تھا - فارسی کلام مین شعراے فارس پر باوجودیکہ انکی
زبان مادری فارسی نہ تھی گوے سبقت لے گئے اور زبان اُردو کا تو ایک طور پر انکو موجد کہنا
چاہیے - انسے پہلے میر و سودا اور انکے ہمعصر ذوق نامی شاعر تھے - اور پھر انکے بعد انیس و میر
امیر مینائی اور داغ یہ سب چوٹی کے شاعر ہوئے - انمین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجاتی ہی
تو وہ محض ایک فوری حالت ہوتی ہی - ہر ایک کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اسی پر شاعری ختم ہوگئی
اور قول فیصل یہ ہوتا ہی کہ ہر ایک بجاے خود اُستاد ہی ع ہر گلے را رنگ و بوے دیگر ست - گلاب کا
پھول سونگھیے تو معلوم ہوتا ہی کہ باغ بھر مین یہی ایک پھول ہی اُسکے بعد چنبیلی سونگھیے تو یہ کہنا پڑتا ہی
کہ اسکی خوشگواری سب پر بالا ہی جوہی کہتی ہی کہ جو بھینی بھینی خوشبو مجھ مین ہی وہ نازک دماغون کی
روح کی جان ہی - بھلا جب شام کو سبز پتیون سے غنچہ کی صورت مین اپنا مُنھ نکالتا ہی تو اُسکی دلآویزی
کچھ اور ہی لطف دکھاتی ہی اور ہار بنکر جب گلے مین پڑتا ہی تو بے اختیار مُنھ سے نکلتا ہی کہ یہ پھولون کا
بادشاہ ہی - مولسری کامنی اور حِنا جب اپنی اپنی بو دور سے سونگھاتے ہین تو کہنا پڑتا ہی کہ باغ مین اگر
یہ پھول نہ ہون تو باغ کا لطف نہین اسی طرح شعراے نامی کے کلام جب پڑھیے تو ہر ایک بجاے
خود سب سے اچھا معلوم ہوتا ہی لیکن یہ محض خداداد بات ہی عقل کو اسمین دخل نہین غالب کا کلام ہر وقت
غالب سمجھا جاتا ہی - جو عام پسندیدگی اسکے ساتھ وابستہ ہی دوسرے کے ساتھ نہین ہی -

غالب کی خصوصیات سے یہ ہی کہ یہ مئے خوار تھا دوسرے شعراے اسلام مے کے بیانات محض سنے سنائی افسانون پر مبنی
کرتے تھے اور خود کبھی مکیف بھی ہوئے ہون تو علم غیب عند اللہ -

انتخاب

از

کلامِ غالب

دیوانِ غالب اُردو

کُلّیاتِ اسد اللہ خان غالب فارسی

۱۰۵ انشتر

همخوابهٔ بادی و تو افروزی شمع ۲۴ بر رهگذر سیل چه سازی خانه

پیری دیدم بخواب مستی خفته — وز گرد شعور خانهٔ تن رفته
می خورده و مست خفته و آشفته — الله لطیف بعباد گفته

ای بیخبر از کار جهان هیچ نه — بنیاد نه باد دست ازان هیچ نه
شد حد وجود در میان دو عدم — اطراف بود تو در میان هیچ نه

ما عاشق و رند و می پرستیم همه — در کوی خرابات نشستیم همه
بگذشت ز قبح و حسن و از وهم و خیال — از ما مطلب هوش که مستیم همه

ابریق می مرا شکستی ربی — بر من در عیش را ببستی ربی
بر خاک فگندی می گلگون مرا ۲۵ من مست نیم گر تو نه مستی ربی

خواهی که پسندیدهٔ انام شوی — مقبول و قبول خاصه و عام شوی
اندر پی مومن و جهود و ترسا ۲۶ بدگوی مباش تا نکونام شوی

تا کی ز غم زمانه محزون باشی — با چشم پر آب و دل پر خون باشی
می نوش و به عیش خوشدل میباش — زان پیش کزین دایره بیرون باشی

هر چند ز دست دهر غمکش باشی — وز جور و جفای چرخ ناخوش باشی
زنهار ز دست ناکسان آب زلال ۲۷ بر لب مچکان اگر در آتش باشی

گویند مرا که مے پرستم هستم — گویند مرا عارف و مستم هستم
در ظاهرِ من نگاه بسیار مکن — کاندر باطن چنانکه هستم هستم

تا دست بالتفاق برہم بزنیم — پاے ز نشاط بر سرِ غم بزنیم
خیزیم و دمے زنیم پیش از دمِ صبح — کین صبح بسے دمد که ما دم نزنیم

ما خرقۂ زهد در سرِ خشم کردیم — در خاکِ خرابات تیمم کردیم
باشد که درونِ میکده ها دریابیم ۱۸ عمرے که درین مدرسه ها گم کردیم

چون حاصلِ آدمی درین شورستان — جز خوردنِ غصه نیست یا کندن جان
خرم دل آنکه زین جهان زود برفت ۱۹ واسوده کسیکه خود نیامد بجهان

آن قصر که بر چرخ همی زد پهلو — بر درگهِ او شهان نهادندے رو
دیدیم که بر کنگرِ او فاختۂ ۲۰ بنشسته همی گفت که کوکو کوکو

چون باده خوری ز عقل بیگانه مشو — مدهوش مباش و جهل را خانه مشو
خواهی که مے لعل حلالت باشد — آزارِ کسے مجوے و دیوانه مشو

این چرخِ فلک بهرِ هلاکِ من و تو — قصدے دارد بجانِ پاکِ من و تو
بر سبزه نشین پیاله کش دیر نماند — تا سبزه برون دمد ز خاکِ من و تو

مائیم خریدارِ مے کهنه و نو ۲۱ وانگاه فروشندۂ جنت بدو جو
گفتی ز پسِ مرگ کجا خواهی رفت — مے پیشِ من آر و هر کجا خواهی رو

ناکرده گناه در جهان کیست بگو؟ — آنکس که گنه نکرد چون زیست بگو؟
من بد کنم و تو بد مکافات دهی ۲۲ پس فرق میانِ من و تو چیست بگو؟

نقشیست که بر وجودِ ما ریختۂ — صد بوالعجبی ز ما برانگیختۂ
من زان بهازین نمیتوانم بودن ۲۳ کز بوته مرا چنین فرو ریختۂ

غره چه شوی بمسکن و کاشانه — بر عمر که هست حاصلش افسانه

من بهتر ازین نیستم نم بودن ۱۰ گر بوته مرا چنین بر دون ریخته اند
افسوس که سرمایه زکف بیرون شد در دست اجل بسے جگرہا خون شد
کس نامد زان جهان که تا پرسم ازو ۱۱ کاحوال مسافران عالم چون شد

با یار چو آرمیده باشی همه عمر خوابے باشد که دیده باشی همه عمر
هم آخر عمر رحلتت باید کرد لذات جهان چشیده باشی همه عمر

دی کوزه گرے بدیدم اندر بازار بر پاره گلے کند سے هے زد لسیا(ر)
وان گل بزبان حال بادی سگفت من همچو تو بوده ام مرا نیکو دا(ر)

چون حاصل آدمی درین جائے دور جز درد دل و دادن جان نیست دگر
خرم دل آنکه یک نفس زنده نبود ۱۲ داسوده کسے که خود نزاد از مادر

گر باده خوری تو با خردمندان خور یا با صنم لاله رخ خندان خو(ر)
بسیار مخور ورد مکن فاش مساز ۱۳ اندک خور و گاه خور و پنهان خو(ر)

با مردم پاک اصل و عاقل آمیز وزنا اهلان هزار فرسنگ گریز
گر زهر دهد ترا خردمند بنوش ۱۴ ور نوش رسد ز دست نا اهل بریز

از حادثهٔ زمانهٔ آینده مپرس وز هرچه رسد چو نیست پاینده مپرس
این یکدم نقد را غنیمت میدان از رفته میندیش وز آینده مپرس

غم چند خوری زکار نا آمده پیش رنج است نصیب مردم دور اندیش
خوش باش و جهان تنگ مکن بر دل خویش ۱۵ کز خوردن غم قضا نگردد کم و بیش

خیام زمانه از کسے دارد ننگ کو در غم ایام نشیند دلتنگ
مے خور تو ز آبگینه با ناله و چنگ ۱۶ زان پیش که آبگینه آید بر سنگ

ایزد چو نخواست آنچه من خواسته ام کے گردد راست آنچه من خواسته ام
گر جمله صواب است که او خواسته نیست ۱۷ پس جمله خطاست آنچه من خواسته ام

این چرخ جفاپیشه دغای بنیاد | هرگز گره بستهٔ کس را نگشاد
هرجا که سیکی دید که داغی دارد | داغی دگرش بر سر آن داغ نهاد

افل غم و اندیشهٔ لاشی نخورد | جز جام لبالب و پیاپی نخورد
م در دل و باده در صراحی باشد ۷ | خاکش بر سر آنکه غم خورد می نخورد

تا بود دلم ز عشق محروم نشد | کم بود ز اسرار که مفهوم نشد
اکنون که همی بنگرم از روی خرد | معلومم شد که هیچ معلوم نشد

دهر هر آنکه نیم نانی دارد | از بهر نشست آستانی دارد
ادم کس بود نه مخدوم کسی ۸ | گو شاد بزی که خوش جهانی دارد

زان پیش که بر سر تو شبخون آرند | فرمای که تا بادهٔ گلگون آرند
تو زر نهٔ ای غافل نادان که ترا ۹ | در خاک نهند و باز بیرون آرند

مے ز گزاف در غرور افتادند | قومے ز پی حور و قصور افتادند
لوم شود چو پرده‌ها بردارند | کز کوی تو دور دور دور افتادند

گویند بهشت و حور عین خواهد بود | وانجا مے ناب و انگبین خواهد بود
گر ما می و معشوق پرستیم رواست | چون عاقبت کار همی خواهد بود

روز که توسن فلک زین کردند | آرایش مشتری و پروین کردند
ن بود نصیب ما ز دیوان قضا | ما را چه گنه قسمت ما این کردند،

گویند بهشت و حوض و کوثر باشد | وانجا می ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه | نقدی ز هزار نسیه خوشتر باشد

نها که جهان زیر قدم فرسودند | واندر طلبش هر دو جهان پیمودند،
گاه نمی شوم که ایشان شب و روز | زین حال چنانکه هست آگه بودند
تا خاک مرا به قالب آمیخته اند | بس فتنه که از خاک برانگیخته اند

در مذہبِ ما شنبہ و آدینہ یکست | جبّار پرست باش نہ روز پرست
ساقی قدحے کہ کارِ عالم نفسے ست | گر شادی از و یک نفس آن نیز بسے ست
خوش باش ز ہر چہ پیش آید ز جہان | ۲ ہرگز نشود چنانکہ دلخواہِ کسے ست
می میخورم و مخالفان از چپ و راست | گویند مخور بادہ کہ دین را اعداست
چون دانستم کہ می عدوے دین ست | واللہ بخورم خونِ عدو را کہ رواست
دورانِ جہان بے مے و ساقی ہیچ ست | بے زمزمۂ نائے عراقی ہیچ ست
ہر چند در احوالِ جہان می نگرم | حاصل ہمہ عشرت ست باقی ہیچ ست
شادی مطلب کہ حاصلِ عمر دمے ست | ہر ذرہ ز خاکِ کیقبادے و جمے ست
احوالِ جہان و اصلِ این عمر کہ ہست | ۳ خوابے و خیالے و فریبے و دمے ست
این کہنہ رباط را کہ عالم نام ست | آرامگہِ ابلقِ صبح و شام است
بزمے ست کہ واماندۂ صد جمشید است | ۴ قصرے ست کہ تکیہ گاہِ صد بہرام ست
من بندۂ عاصیم رضاے تو کجا ست؟ | تاریک دلم نورِ صفاے تو کجا ست
ما را تو بہشت گر بطاعت بخشی | این بیع بود لطف و عطاے تو کجا ست
ہر دل کہ در و مایۂ تجرید کم ست | بیچارہ ہمہ عمر ندیم ندم ست
جز خاطرِ فارغ کہ نشاطے دارد؟ | ۵ باقی ہمہ ہر چہ ہست اسباب غم ست
قدرِ گل و مل بادہ پرستان دانند | نے تنگدلان و تنگدستان دانند
از بیخبری بیخبری معذوری | ۶ ذوقیست درین بادہ کہ مستان دانند
ز آوردنِ من نبود گردون را سود | وز بردنِ من جاہ و جلالش نفزود
در ہیچ کسے نیز دو گوشم نشنید | کاوردن و بردنِ من از بہر چہ بود؟
آنہا کہ کہن شدند و اینہا کہ نوند | ہر یک بمرادِ خویش یک یک برسند
این سفلہ جہان بکس نماند جاوید | رفتند و روند و دیگر آیند و روند

رباعیات

غافل بہ چہ امید درین شوم سرا بر دولتِ او دل بنہد از بہرِ خدا
ہرگاہ کہ خواہد کہ نشیند از پا گیرد اجلش دست کہ بالا بیا

...ے دل ز زمانہ رسمِ احسان مطلب وز گردشِ دوران سر و سامان مطلب
...ان طلبیٔ دردِ تو افزون گردد با درد بساز و ہیچ درمان مطلب

با بط میگفت ماہیے در تب و تاب باشد کہ بجوے رفتہ باز آید آب
بط گفت چو من و تو گشتیم کباب بود از پسِ مرگِ من چہ دریا چہ سراب

...ن نیست بہر چہ ہست جز باد بدست چون نیست بہر چہ ہست نقصان و شکست
...دار کہ ہر چہ ہست در عالم نیست انگار کہ ہر چہ نیست در عالم ہست

مے خوردن و شاد بودن آئینِ منست فارغ بودن ز کفر و دین دینِ منست
گفتم بعروسِ دہر کابینِ تو چیست؟ گفتا دلِ خرمِ تو کابینِ منست

...سرارِ جہان چنانکہ در دفترِ ماست گفتن نتوان زانکہ وبالِ سرِ ماست
...ون نیست درین مردمِ نادان اہلے نتوان گفتن ہر آنچہ در خاطرِ ماست

آن بہ کہ درین زمانہ کم گیری دوست با اہلِ زمانہ صحبت از دور نکوست
آنکس کہ بجملگی ترا تکیہ بدوست چون چشمِ خرد باز کنی دشمنت اوست

...ے آمدہ از عالمِ روحانی تفت حیران شدہ در پنج و چہار و شش و ہفت
...مے خور چو ندانی ز کجا آمدۂ خوش باش ندانی بکجا خواہی رفت

خیام کہ خیمہ ہاے حکمت میدوخت در کورۂ غم فتاد و ناگاہ بسوخت
مقراضِ اجل طنابِ عمرش چو برید دلالِ قضا برایگانش بفروخت

...یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست ہان تا نہ نہی تو روزِ آدینہ ز دست

عمر خیام

غیاث الدین ابوالفتح نام - عمر تخلص - نیشاپور مولد - باپ کا نام ابراہیم خیام - پیشہ خیمہ دوزی - اگر ابراہیم محض خیمہ دوز تھا تو ایک معمولی شخص تھا اور اگر خیمہ کی تجارت کرتا تھا اور ظاہر قیاس بھی یہی چاہتا ہے تو ایک بڑا تاجر تھا جو شاہی ضرورتون مین خیمہ مہیا کرتا تھا - سلجوقیون کے عہد مین نیشاپور رشک بغداد تھا - مدینہ کے بعد دمشق اور دمشق کے بعد بغداد - اور بعد بغداد کے غزنی اور پھر نیشاپور وسط ایشیا مین پھر افریقہ مین - قرطبہ قسطنطنیہ غرناطہ یورپ مین - دہلی ہندوستان مین اسلامی دار السلطنتین قرار پائین - اخیر پانچوین صدی مین سلجوقیون کے عہد مین نیشاپور کمال عروج پر تھا -

نظام الملک طوسی اور حسن صباح اور عمر خیام نے ایک ساتھ بغداد مین تعلیم پائی تھی الپ ارسلان کی وزارت جب نظام الملک کو ملی تو عمر خیام کو موقع نمود کا حاصل ہوا - لیکن عمر نے صرف وظیفہ خواری پر قناعت کی - ملکی معاملات سے عمر کو دلچسپی نہ تھی - علم ہیئت مین اسکو بہت بڑا ملکہ تھا اور حکیم وقت خیال کیا جاتا تھا - بعد ازان سلطنت سلجوقی کے جب ٹکڑے ہوئے تو سلجوقیان عراق عرب کے دربار مین اسے بادشاہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کی عزت ملی اور شاہی منجم کی جگہ اسے مرو مین عطا ہوئی - اسنے ایرانی جنتری مین بکار آمد تبدیلیان کین - اسکا جبر مقابلہ (الجبرا) صدیون تک مقبول رہا - یونانی زبان پر اسے ایسی دستگاہ تھی کہ اس زبان مین لوگ دور دور سے علوم سیکھنے کے لیے اسکے پاس آتے تھے

فارسی زبان کا نہایت مقبول شاعر یہ خیال کیا جاتا ہے اسکی رباعیان یکجا شایع کی گئین اور یورپ کی زبانون مین اسکے ترجمے ہوئے انہی مجموعہ رباعیات سے جو ہندوستان مین شایع ہوا ہے کچھ کلام انتخاب کیا جاتا ہے

۰۹ھ سے عراق عرب کے سلجوقیون کا عہد شروع ہوتا ہے اور یہی زمانہ عمر خیام کے عروج کا ہے سال وفات غالباً ۵۱۷ھ ہے

انتخاب

از

کلامِ

عمرِ خیّام

رباعیات

۲۷ نشتر

سمجھ نہ اشک کو لڑکا کہ یہ وہ آفت ہی
لگا کے آگ جو پانی کو چشم نم دوڑے

خرد ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے ۱۶ خدا پر بھی انسان توکل کرے

وہ ہو رو برو اور نہ دیکھوں اُسے
یہ دل میرا کیونکر تامل کرے

ہے جو مدت مین کبھی وصل کی صورت بنتی
تو گھڑی بھر مرے اُنکے نہین صحبت بنتی

عقل راہِ عشق مین ہمراہ تو میرے نہ ہو ۱۷ راہ لے اپنی کہ تجھ سے رہنمائی ہو چکی

چمن مین نغمۂ بلبل کو سُنکر وہ لگے کہنے
لگے آگ اس چمن کو میرا گھبراتا ہی جی غل سے

پیدا ہوئے ہین شادی و غم باہم ای ظفر ۱۸ خندان اگر ہے برق تو ابر اشکبار ہی

عزیزو، گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی ۱۹ اندھیرے گھر مین ہمارا چراغ جلتا ہی

نہ پردہ درِ پردہ نشین پکڑ کر بیٹھ   جو بیٹھنا ہی تو اے دل زمین پکڑ کر بیٹھ

گلشن مین جب ادا سے وہ رنگین ادا ہنسے   غنچہ کا منھ ہی کیا کہ جو پھر اے صبا ہنسے؟

یہ کیا ستم ہی ہم تو کہین اپنا حالِ دل   اور رو کے تیرے سامنے تو بیوفا ہنسے

ہنستا ہی تیغِ یار سے اس طرح میرا زخم   ۱۴ جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے

جو دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہو ظفر   پھر اُسکو کیا ہنسائے کوئی اور وہ کیا ہنسے

کہان ہی اپنا وہ عالم، کہین اُٹھے کہین بیٹھے   ہوئی ہی اب تو یہ حالت جہان بیٹھے وہین بیٹھے

ارادہ تھا کہ اُنسے آج اپنا حالِ دل کہیے   یہ دیکھو خوبیِ قسمت کہ ہین وہ خشمگین بیٹھے

اُٹھائے دو جہان سے ہاتھ جو تیری محبت مین   ترے در پر وہ ای غارتگرِ دنیا و دین بیٹھے

ہمارا نام تو ہی اے ظفر مشہور عالم مین   اگرچہ ہم ہین اپنے گھر مین مانندِ نگین بیٹھے

عجب روش سے اُنھین ہم گلے لگا کے ہنسے   کہ گل تمام گلستان مین کھلکھلا کے ہنسے

ہنسا جو سامنے اُس غیرتِ چمن کے گل   تو چٹکیون مین اُسے غنچے سب اُڑا کے ہنسے

غم والم میرا اُنکی خوشی کا باعث ہے   کہ جب ہنسے وہ مجھے خوب سا رُلا کے ہنسے

نکالا چارہ گردون نے جو ذکر مرہم کا   تو خوب زخمِ جگر میرے لہلہا کے ہنسے

جب وصلِ دلربا کی تدبیرین سب بگڑی   ۱۵ ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیرین کے بگڑی

دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُسنے آگے   سو بار بات وقتِ تقریرین کے بگڑی

جسوقت زلفِ لیلیٰ بکھری ظفر سنور کر   مجنون کے واسطے اک زنجیرین بگڑی

جلوۂ حق یون نمایان صورتِ انسان مین ہی   نورِ خورشیدِ فلک جیسے مہِ تابان مین ہی

تیری پاسِ آبرو سے روکتا ہون ابرِ اشک   ورنہ اک دریا بھرا اس دیدۂ گریان مین ہی

تیرے شیدائی کا ای گل باعثِ دیوانگی   جو گلستان مین ہی عالم وہ ہی خارستان مین ہی

مجھے بتاؤ مرا کیا گناہ، کیا تقصیر؟   جو مجھ پہ کھینچ کے تم خنجرِ ستم دوڑے

کرون جو نامۂ شوق اُسکو مین رقم اپنا   تو خود بخود ہو سیاہی روان قلم دوڑے

ہم کو ڈر ہے کے دل وہ جان کا خواہان ہو ۱۰
آپ اُس بے مہر کو دل ای ظفر دیتے تو ہین

تھا فضاے قدس مین اب قالب آدم مین ہون
چھٹ گیا مجھ سے وہ عالم اور ہی عالم مین ہون

اُس بلا سے دیکھیے کیونکر رہائی ہو نصیب
مین اسیر اُسکی کمندِ گیسوے پُر خم مین ہون

نالۂ نے کی طرح سے اپنی ہستی کا مجھے
کیا بھروسا ہو کہ اک دم مین نہین اک دم مین ہون

کام ہے رونے سے محکو رات دن مانندِ شمع ۱۰الف
خواہ بزمِ عیش مین ہون خواہ بزمِ غم مین ہون

کرتا ہون جب چارۂ زخمِ دل اپنا ای ظفر ۱۱
مین ملاتا مشک الماس و نمک مرہم مین ہون

پیرِ عشقِ جنون کو کیا غرض ہے خضر سے
راہ اُنکی اور ہے اور اُنکے رہبر اور ہین

جو ہر دل مین وہ ہی مُنہ پر لاتے ہین آئینہ دار
ہم نہین ہین وہ کہ دل مین اور مُنہ پر اور ہین

ہم قناعت کو ہی دولت سمجھتے ہین ظفر
ڈھونڈھتے جو زر کو ہین وہ طالبِ زر اور ہین

قتل کرتی ہین مجھے اُسکی رسیلی آنکھین
رہتی ہین خون سے مرے روز رنگیلی آنکھین

شدتِ گریہ سے کس وقت جدائی مین تری
آستین کو نہین رکھتی مری گیلی آنکھین

ساقی مری توبہ کے ٹھہرنے کے نہین پاؤن
گر جھومتا آئیگا سحاب ایسے مزے مین

پوچھو نہ یہ تم بوسے لیے کتنے مزے مین
رہتا ہے کسے یاد حساب ایسے مزے مین

حال دیوانون کا اپنے پوچھ خارِ دشت سے
یعنے افسانے اُسے نوکِ زبان ہیتون کے ہین

اے ظفر جو کچھ کیے ہم نے زبردستی مین کام
اُنکے بدلے مل رہے ہین زیردستی مین ہمین

وہ دل لیکر نہ دے تو کیا کرون ای ہمنشین بتلا
بمنت لون کہ اُس سے چھین کرون کس طرح سے لون

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین
پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

وہ گالیان ہی سنتا ہے اے ظفر لیکن
مجھے خوش آتی ہین اُس بدزبان کی باتین

لاکھون انداز ہین کس کس کو ہم اُنسے پوچھین
تمکو یہ کس نے سکھایا؟ اسے کیا کہتے ہین

ہم اپنا رازِ دل ظاہر کب ای بیباک کرتے ہین ۱۲
ہمین رسوا ہمارے دیدۂ نمناک کرتے ہین

مین بھی تو دیکھون کہ تمکو کس طرح آتی ہے نیند ۱۳
اک ذرا میری مصیبت کی کہانی سُن تو لو

صبح نے کہا مجھ سے کہ کر آہ و فغان ضبط ... نادان یہ نہ سمجھا کہ محبت مین کہان ضبط
یکا مجھے بوسے کا انھین عادتِ دشنام ... کیا سخت ہی مشکل کہ نہ یان ضبط نہ وان ضبط
درد کے نہ کہ حال کہ رکتا ہی وہ دل مین ... کر گریہ کو تو اپنے ظفر وقتِ بیان ضبط

خط مین لکھی ہی ظفر جسکی شکایت ہم نے ... ہائے پڑھوانا اُسی سے وہ ہمارا ہی خط
کبھی کیجیے نہ پارا پارا خط ... دیکھ تو لیجیے ہمارا سارا خط
خط نہ لکھنے کا اگر شکوہ کرون مین ای ظفر ... کہتے ہین وہ کیون لکھین ہم ایسے آوارہ کو خط

اشک تو اتنا بہاتی ہی ولیکن تیرا ... سوزِ دل کم نہین ہوتا کسی عنوان ہی شمع
سے ظفر اشکِ ندامت مین نہ ڈوبی کیونکر ... کہ جلا کر دلِ پروانہ پشیمان ہے شمع

جو پائی بزم مین ساقی تری جگہ خالی ... بھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف
ہی وہ دل ہی مین تمھارے تم اگر ڈھونڈھو اُسے ... پھرتے ہو ناحق بھٹکتے ای ظفر چارون طرف

جنکے دلون مین فرق ہی اُنکی زبان مین فرق ... مطلب مین اُنکے فرق ہی اُنکے بیان مین فرق
مین خاکسار اور فلک پر ترا دماغ ... ہے مجھ مین تجھ مین جیسے زمین آسمان کا فرق

نہین ہی درد مجھے اور کچھ سوائے فراق ... طبیب تجھ سے اگر ہو تو کر دوائے فراق

عرق مین ہی گلِ رخسار کے گلاب کا میل ... شمیمِ زلف مین ہی بوئے مشکناب کا میل
ہمارا میل ہو کیا اُس سے جسکی باتون مین ... کبھی ہو لطف کا میل اور کبھی عتاب کا میل
نہ کوہکن سے ملے دل مرا نہ مجنون سے ... نہین کسی سے بھی اس خانہ خراب کا میل

کب تمھارا شکوۂ جور و ستم کرتے ہین ہم ... اور کرتے ہم تو کہدیتے کہ ہان کرتے ہین ہم

دوست اپنے کچھ نہ کچھ آکر خبر دیتے تو ہین ... وان کی باتون سے ہمین آگاہ کر دیتے تو ہین
دیکھیے کیا پیش آتا ہی لکھا تقدیر کا ... لکھ کے ہم نامہ تجھے ای نامہ بر دیتے تو ہین
یاد رکھنا ایک دن بوسہ بھی لے ہی لین گے ہم ... آپ ہمکو گالیان ہر بات پر دیتے تو ہین
اے خدنگِ یار کیون سینے سے نکلا جائے ہی ... ہم ترے رہنے کو اپنے دل مین گھر دیتے تو ہین

ہزار نخلِ خزان دیدہ پر بہار آئی ۔ ملا اپنا شبیب سے پھر عالمِ شباب آیا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شامِ غربت کا ۔ گریبان تا بدامن چاک ہو صبحِ قیامت کا

کام عاشق کا تو مرجانا ہے ۔ آپ کچھ اسکا نہ غم کیجیے گا

سر نامہ میرے نام کا اور خطا رقیب کا ۔ ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

بل بے تاثیر تری عشق کہ دیکھا ہم نے ۔ شمع خاکستر پروانہ پہ گریان تھی رات

غافلو کرتے ہو تم فکر کی تدبیر عبث ۔ فکر و تدبیر سے ہی چارۂ تقدیر عبث

فکر گردان کی ہمیشہ تجھے رہنا ہی جہان ۔ یان مکان کرتا ہی کس واسطے تعمیر عبث

وہی پیش آئے گا لکھا جو ہے پیشانی مین ۔ نامہ کرتے ہو ظفر تم اُسے تحریر عبث

نالون سے میرے آب ہوئے سنگ بارہا ۔ اُس سنگدل کا دل نہ پسیجا کسی طرح

سمجھایا تو نے ہم کو تو سو طرح ناصحا ۔ لیکن ہمارا دل نہین سمجھا کسی طرح

بے طرح دامِ زلفِ بتان مین ہی دل اسیر ۔ چھوٹے یہ اس بلا سے خدایا کسی طرح

ٹوٹے ہزار خارِ غم و نشترِ الم ۔ پھوٹا نہ میرے دل کا پھپھولا کسی طرح

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد ۔ کہ تجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد

خار صحرائے جنون یون ہی اگر تیز رہے ۔ کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد

اٹھا کے غیر کو قائم نہ کر فساد کی جڑ ۔ نکال اسکو کہ ہے یہ لشہ فساد کی جڑ

جو خط کے لکھنے مین برپا ہون سو طرح کی فساد ۔ تو ٹھہری شاخِ قلم سر بسر فساد کی جڑ

اُکھاڑ نخلِ طمع کو کہ باغِ عالم مین ۔ رکھے ہی یہ شجرِ بے ثمر فساد کی جڑ

ظفر جہان مین نہ ہو کوئی ہفدہ پرداز ۔ ہنوز مین و زن و زر اگر فساد کی جڑ

خاطر سے ہون مین آپ کے سُنتا کلام تیز ۔ ورنہ زبان تو رکھتا ہی یہ بھی غلام تیز

تار رونے کا جو باندھا تو نہ توڑا ہم نے ۔ ہم سے ہر چند وہ کہتے رہے ہنس ہنس اجی بس

اے ظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہین لوگ دور ۸ اس زمانے مین کہین جاؤ تو جاؤ بے غرض

بھا ہر مہندی لگاکر اپنے دست وپاؤنمین　　آج ہے اے شوخ تجھ سے ہاتھا پائی مین ا

ل سودا زدہ کب ایک جگہ مین اُلجھا　　کبھی کاکل مین کبھی زلف سیہ مین اُلجھا

ے ظفر خوب کیا جس نے کیا ترک لباس　　نہ رہا جامہ و دستار و کلہ مین اُلجھا

نہ پوچھو پوچھنے والو بتون مین ہم نے کیا دیکھا　　خدا کا جلوہ دیکھا ہم نے اور ہر دم نیا دیکھا

سے عالم کو اے یکتاے عالم ہم نے کیا دیکھا　　یہی دیکھا کہ عالم مین نہ تجھ سا دوسرا دیکھا

بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھون جاسوس　　مجھ سے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا

ڑ کے جا سکتا نہین تا سر دیوار چمن　　دام صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

زار محبت مین نہ دل بیچ تو اپنا　　بک جاتا ہر ساتھ اسکے ظفر بیچنے والا

ہر طرح سے کھولا وہ دلربا نہ کھلا　　ہمین نہ کھانے کا کچھ اُسکے مدعا نہ کھلا

دن کی ہے وہ آشنائی کا دھندا　　کہ ہے جسمین ساری خدائی کا دھندا

پہلے تو ہم کو تری عشوہ گری نے مارا　　اور اگر اُس سے بچے کم نظری نے مارا

ہم اپنے کنج غم مین نالہ و فریاد کرتے ہین　　ہمین کیا گر چمن مین چہچہا ہے عندلیبون کا

صور جبکہ اُسکی صورت مقبول کھینچے گا　　نہین کھنچنے کی زلف اور ایک قصہ طول کھینچے گا

نہ شکوہ کہ مجھے یہ نہ دیا وہ نہ دیا　　شکر کر تو کہ دیا ہے تجھے انسان بنا

گر سمجھتا ہر بیہودہ گو ہمین ناصح　　تو ہمکلام وہ کیون بے شعور ہم سے ہوا

ری نگہ نے مرا راز کہدیا اُس سے　　بلا سے گر نہ کہا مین نے مدعا نہ کہا

دن آرام سے پھیلائے اُسی نے اپنے　　ہاتھ دنیا سے ظفر جس نے یہان کھینچ لیا

ہم صورت اُسکو اپنے جو آئے کبھی نظر　　حیران ہو کے آئینہ خانے سے اُٹھ گیا

نیا مین بلا سے اگر آرام نہ پایا　　ہم نے یہی پایا کہ بُرا نام نہ پایا

ڑھا کر تیوری اُٹھے ظفر وہ میرے پہلو سے　　خدا جانے کہ بیٹھے بیٹھے اُنکے دل مین کیا آیا

ل کا کچھ کام نہ تجھ سے بُت پُرفن نکلا　　دوست جانا تھا تجھے جان کا دشمن نکلا

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اُٹھا وہ جو پردہ بیچ مین حائل تھا ‏ رہے پردہ مین اب نہ وہ پردہ نشین کوئی دوسرا اُسکے سوا رہا

ظفر آدمی اسکو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا ۳ جسے عیش مین یادِ خدا نہ رہی جسے طیش مین خوفِ خدا نہ رہا

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا ‏ یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے ‏ کیون خردمند بنایا نہ بنایا ہوتا

خاکساری کے لیے گرچہ بنایا تھا مجھے ‏ کاش خاکِ درِ جانانہ بنایا ہوتا

نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو ‏ عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا

دلِ صد چاک بنایا تو بلا سے لیکن ‏ زلفِ مشکین کا ترے شانہ بنایا ہوتا

صوفیون کے جو نہ تھا لائقِ صحبت تو مجھے ‏ قابلِ جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا

روز معمورۂ دنیا مین خرابی ہے ظفر ‏ ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

ہم نے سبھی کو عشق مین بدظن بنا لیا ‏ تھا دل جو دوست اُسکو بھی دشمن بنا لیا

قصرِ بہشت تجکو مبارک ہو زاہدا ‏ ہم نے تو کوے یار مین مسکن بنا لیا

بگڑا مزاج دیکھیے کیسے بنے ظفر ‏ مُنھ اُس نے یون جو پھیر کے چتون بنا لیا

بے ضبطِ فغان رازِ نہان ہو نہین سکتا ‏ اور تجھ سے دلا ضبطِ فغان ہو نہین سکتا

جب تک وہ خفا مجھ سے ہین سُن لو کہ طبیبو ‏ کچھ میرا علاجِ خفقان ہو نہین سکتا

کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے ‏ جانبر کوئی اے آفتِ جان ہو نہین سکتا

سودائے محبت مین ظفر سود ہے لیکن ‏ جب تک نہ ہو رسوائے جہان ہو نہین سکتا

کیا کہون دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا ‏ یہ بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار ‏ خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا

جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پر تمھارے عشق مین ‏ تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہے نا آشنا مشہور عالم مین ظفر ‏ پر خدا جانے وہ تجھ سے آشنا کیونکر ہوا

کیا کہون ہے کیا بتون کی آشنائی مین مزا ۴ وہ مزا سب اُسمین ہے جو ہے خدائی مین مزا

غزلیات و ابیات

ظالم ترے چپ رہنے کا عقدہ نہیں کھلتا | کیا جانے کہ ہر دل مین ترے کیا نہین کھلتا
جب تک ہو دمِ سرد و رخِ زرد نہ غماز | ہر ایک پہ رازِ دلِ شیدا نہین کھلتا
اُس مستِ مئے ناز کی اللہ رے تمکین | وہ عالمِ مستی مین بھی اصلا نہین کھلتا
یان آئے کہان سے ہین کہان جائینگے یان سے ۱ | حیران ہین ظفر ہم یہ معما نہین کھلتا

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا | کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا
مزا رکھتا ہے زخمِ خنجرِ عشق ۲ | کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھ کر ایک پرچہ | ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر | وہان تک مجھکو پہنچایا تو ہوتا
دل اُسکی زلف مین اُلجھا ہے کب سے | ظفر اک روز سُلجھایا تو ہوتا

رات بھر مجھکو غمِ یار نے سونے نہ دیا | صبح کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا
مین وہ مجنون ہون کہ زندان مین نگہبانون کو | میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا
یاس و غم رنج و تعب ہیں یہ ہوئے سوہانِ جان | اے ظفر شب انھین دو چار نے سونے نہ دیا

غمزہ وہ بر سرِ بیداد آیا | مژدہ اے مرگ کہ جلاد آیا
بلبلو دیکھو چمن مین اتنا | نہ کرو شور کہ صیاد آیا
اُڑ گئے ہوش مرے ناصح کے | سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی مین | سو وہ پیش اے دلِ ناشاد آیا
تو نہ آیا مری سُنکر فریاد | دم لبون پر دمِ فریاد آیا
دیکھ کر اُس بتِ کافر کے ستم | اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

نہین عشق مین اسکا تو رنج ہمین کہ قرار و شکیب ذرا نہ رہا | غمِ عشق تو اپنا رفیق رہا کوئی اور بلا سے رہا نہ رہا

ظفر

ابوظفر محمد بہادر شاہ ثانی متخلص بہ ظفر۔ ہندوستان کا آخری بادشاہ شاہ عالم کو سمجھنا چاہیے کہ اسکی حیات ہی مین سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے مین جا چکی تھی اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار رہگیا تھا۔ محض کمپنی کی رعایت تھی کہ قلعہ دہلی کی حکومت شاہ عالم کو حاصل تھی شاہ عالم کے بعد اُسکا بیٹا محمد اکبر ثانی لال قلعے کا بادشاہ اور وظیفہ خوار قرار پایا یہی حالت اُسکے مرنے پر اُسکے بیٹے بہادر شاہ ظفر کی ہوئی۔ شاعری شاہ عالم بادشاہ کے زمانے سے دربار شاہی کی ایک زینت تھی ظفر کے وقت مین اُسے اور بھی رونق ہوئی۔ ولیعہدی کے زمانہ ہی مین ظفر ذوق کا شاگرد ہوا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ذوق کو خاقانی ہند ملک الشعرا کا خطاب دیا اور مرتے دم تک صرف شاعری مشغلہ رکھا۔ یہ بادشاہ باتین ضرور پیدا کرتا تھا اور شعر بہت کہتا تھا طبیعت بھی مضمون آفرین تھی مگر نشست الفاظ کا کام جو شاعری مین بڑی ضروری چیز اور مشکل امر ہی اُستاد کے تعلق تھا۔ ذوق کے پیچھے بادشاہ کے کلام درست کرنے کا جھگڑا نہ ہوتا تو غالباً ذوق کے اشعار اور بھی پُرلطف ہوتے ذوق کو ہمیشہ اسکا افسوس رہا کہ بادشاہ کی بیگار سے اپنے کلام درست کرنے کا موقع نہین ملتا۔ بہر حال ظفر کا کلام ذوق کی اصلاح کی بدولت یا خود اُسکی آفرینی مضمون کے باعث ضرور اس قابل ہی کہ ہندوستان کے اساتذہ کے کلام کے ساتھ جگہ پائے۔

یہ شاعر صوفی مشرب اور نیک نیت تھا اور اُسکے دل مین مروت بھی تھی بلکہ اس مروت کی بدولت وہ ہمیشہ نقصان مین رہا۔ اخیر اخیر غدر ۵۷ء مین جب سپاہی کمپنی کی فوج سے باغی ہو کر دلی پہنچے تو ظفر کو شاہ شطرنج کی طرح تخت پر بٹھلایا۔ ظفر نے بمروت بادشاہ بننا قبول کیا یا مجبوری ایسا کیا یہ صاف ظاہر نہین یہ بھی ممکن ہی کہ شوق سلطنت نے اُسکی عقل پر پردہ ڈالدیا ہو بہر حال نتیجہ اس سادہ لوحی کا یہ ہوا کہ وہ گرفتار کر کے رنگون بھیجا گیا ۱۸۵۸ء کے بعد کا مشغلہ شاعری جاتا رہا اسلیے اس کتاب کے اغراض کے لیے یہان جلاوطنی ہی سنہ وفات ہی

انتخاب

از

کلامِ ظفر

ہر چہار دیوان

۱۹ نشتر

اگر نهفته سخن بود کار فرمائی | جهان چنانکه تو میخواستی چنان بودی

قدم برون مگذار از سرای درویشی | که مار گنج بود بوریای درویشی

لباس رهبر بود اعتبار مختصر را | زمینه عار ندارد قبای درویشی

می شود هر کس بمقدار تواضع سربلند | قطرهٔ ناچیز گردد گوهر از افتادگی

نیست جز داغ عزیزان حاصل پایندگی | خضر حیرانم چه لذت میبرد از زندگی

تا تو چون شانه دل چاک مهیا نکنی ۴۷ | پنجه با پنجهٔ آن زلف چلیپا نکنی

ترا بروز حساب این سخن شود معلوم | که بود سلطنت بی حساب درویشی

ز برگ ریز خزان ایمن اند بی برگان ۴۸ | بیک هواست بهار و خزان درویشی

چه حاجت است بغمخواری کسان صائب | که هست رحمت حق غمگسار درویشی

ز خامشی دهن غنچه مشکبو گردید | خوشا لبی که بود مهردار خاموشی

کشتی حزم تو آن روز شود طوفانی ۴۹ | که نهان کردهٔ خود را بتر از دبستی

جرم تو از حساب برون است و از شمار | اندیشه از حساب برای چه میکنی

آستانت بوسه گاه راست کیشان میشود | از عبادت چون کمان گر قامت خود خم کنی

عنان بدست هوا داده چو برگ خزان | خدای داند تا عاقبت کجا افتی

می توانی صد دل ویرانه را آباد کرد | از همان نقدی که صرف خانهٔ گل میکنی

روزیش هر چند بی اندیشه می آید ز غیب | غیر ازین اندیشهٔ دیگر ندارد عالمی

گوشه گیری که بود شاد به صیادی خلق ۵۰ | عنکبوتیست که نازد بشکار مگسی

هر موی بر تن تو شود آه حسرتی | آگاه اگر شوی که چه مقدار غافلی

…ن به که بگردِ دلِ درویش کند طوف | آنرا که میسر نه شود حجِ پیاده
قیامت سیرِ آتشِ دوزخ گردد | از درمِ مُهرے اگر بر لبِ سائل زده
…خن چو تازه بر آید ز کلک بقدر است | چو یوسفی که فروشند بر کنارهٔ چاه

اگر دل از علایق کنده باشی | بمنزل بارِ خود افگنده باشی
مرنجان هیچگه از خود کسے را | که در روزِ جزا شرمنده باشی
مکن هرگز قبول کدخدائی | گزو تا زنده باشی بنده باشی
سواد الوجه فی الدارین فقرا | حدیثِ مصطفے را خوانده باشی
توانی کوسِ شاهی زد در آفاق | اگر صائب خدا را بنده باشی

…وش تا دل بتماشاے جهان نگذاری | داغِ افسوس بر آئینهٔ جان نگذاری
…جادهٔ این بادیه از نقشِ قدم بیشتر است | پاے مستانه بصحراے جهان نگذاری
عمر چون قافلهٔ ریگِ روان درگذر است | تا بنا بر سرِ این ریگِ روان نگذاری
نرم کن نرم رگِ گردنِ خود را زنهار | تا سرِ خویش به بالینِ سنان نگذاری
ما بامیدِ عطاے تو چنین نگذاریم | کارِ ما را بامیدِ دگران نگذاری

زبانِ شکوه اگر همچو خار داشتمے | همیشه خرمنِ گل در کنار داشتمے
هزار خانهٔ زنبور کردمے پر شهد | اگر گزیدنِ مردم شعار داشتمے
ز آه کشتیِ دل بادبان اگر میداشت | ازین محیطِ امید کنار داشتمے
بعیبِ خویش اگر راه بردمے صائب | بعیب جوئیِ مردم چه کار داشتمے

یک نفس فارغ ز وسواسِ تمنا نیستی | از پریشان خاطری یک لحظه یکجا نیستی
گرچه شد محتاجِ عینک دیدهٔ بے شرمِ تو | همچنان چون کودکان سیر از تماشا نیستی
خامشی را از خدا خواهند دانایان و تو | خونِ خود را میخوری یکدم چو گویا نیستی

اگر نسیمِ سحرگاه مهربان بودے | ز بوے گل قفسم رشکِ گلستان بودے

رزق اگر بر آدمی عاشق نمیباشد چرا ؟ از زمین گندم گریبان چاک برآید برون

اوجِ دولت نه مقامیست که غافل ہا شنند ۴۴ بر لبِ بامِ خطر جہل بود خوابیدن

حرفِ حق با باطلان گفتن ندارد حاصلے در زمینِ شور صائب دانه افشانی مکن

نیست مفلس را ز قربِ اغنیا بز پیچ و تاب ۴۴ رشته از گوہر ندارد بہره جز لاغر شدن

دائم از روے نسب بر ہم تفاخر میکنند نیستند از یک پدر پنداری ابنائے جہان

گر نمیخواہی شود روشن بمردم حالِ تو رازِ خود را اخگرِ پیراہن محرم مکن

از پرِ کاہِ جہان ہمتِ من مستغنی ست التجا پیشِ خسیسان نبرد دیدهٔ من

ز صد ہزار پسر ہمچو ماهِ بدر یکے چنان شود که چراغِ پدر کند روشن

ہر سیه روے که کوشش میکند بر جمع دل جمع چون شد کند مہرم برائے سوختن

در کہن سالی ز مرگِ ناگہان غافل مشو برگ چون شد زرد از بادِ خزان غافل مشو

از چراغِ مُردگان افروخت چندین شمع را دوستے چون رو دهد از دوستان غافل مشو

ترکِ افیون را علاجے بہتر از تقلیل نیست ۴۵ اندک اندک ز آشنایان جہان بیگانه

مالِ خواجهٔ ممسک بز نبورِ عسل ماند که نیشے ماند از صد خانه پُر انگبین

راستی پیشهٔ خود کن که بود سبز مدام مجلس افروزی شمع و چمن آرائیِ

طعمهٔ مور شوی گرچه سلیمان شدهٔ زال میگردی اگر رستمِ دستان شدهٔ

آسیاے فلک از بہر تو سرگردان نیست تو ز اندیشهٔ روزی چه پریشان شدهٔ

پیشِ عفو و کرم و رحمتِ یزدان صائب کم گناہیست که از کرده پشیمان شده

در مجمع ما نیست کسے را غمِ خانه چون ریگِ روان قافلهٔ ماست روا

دل زود توان کند ز یارانِ مخالف خوش باش بناسازیِ اوضاعِ زما

صائب نکشی تا بگریبان سرِ خود را ہرگز نبری گوے سعادت ز میا

از توبه شود سرکشیِ نفس زیاده گیرندگیِ سگ شود افزون ز قلاده

ز گرفتاران این گلشن چه می پرسی که من | همچو سرو آزادگان پای در گل یافتم

ز سر کلاه تمرد را چگونه بردارم | که زیر تیغ حوادث همین سپر دارم

ز دان ز دشمن دانا کناره گرد بعقل | ز تیر کج حذر از راست بیشتر دارم

به گرانباری من رحم کن ای سیل فنا | که من این بار به امید تو برداشته‌ام

هان بیگانه ام هر چند با خلق آشنا باشم | چو نور دیده در یک خانه از مردم جدا باشم

رزق می آید بپای خویش تا دندان بجاست | آسیا تا هست در اندیشهٔ نان نیستم

پیوسته ما نه فکر دو عالم نشسته‌ایم | ما از دو خانه همچو کمان در کشاکشیم

گرچه خویش را گم کردم از نسیان پیری | با این شادم که ایام جوانی رفت از یادم

قطره در آب زیر کاه بیش از بحر می باشد | من از همواری این خلق ناهموار می ترسم

با هر که شکوه از دل افگار می بریم | مجروح را بپیش نمکزار می بریم

هر که اینجا با سرافرازی نهد سر بر زمین | خط ز خجلت کم کشد در روز محشر بر زمین

ما نه کافر نعمتی از شکر نعمت غافلیم | می گذارد مرغ در هر دانه سر بر زمین

نیست ممکن بفسون بدگهران نیک شوند | که گره از دم عقرب نتوان وا کردن

زن چه باشد که از دم دلبر یاد آید | شاهد عجز بود شکوهٔ دنیا کردن

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن | که دارد درد سر بسیار با خلق آشنا بودن

کشش در زندگی مردانه جام نیستی در سر | که باشد در بلا بودن به از بیم بلا بودن

از عزیزان رفته شد تهی این خاکدان | یک تن از آیندگان نگرفت جای رفتگان

بیش ازین بر رفتگان افسوس میخوردند خلق | میخورند افسوس در ایام ما بر ماندگان

نظر بسبزه مردم سیه نگرد صائب | بگریه تا بتوان دیده را جلا کردن

کسیکه می نهد از حد خود قدم بیرون | کبوتریست که می آید از حرم بیرون

بی ابر مشکل است تماشای آفتاب | صائب نظارهٔ رخ او در نقاب کن

دل در جهان مبند که این نونهال را از بهرِ سرزمینِ دگر سبز کرده اند

دلِ آگاه در پیری ز غفلت بیش می لرزد که وقتِ صبح اکثر رهروان را خواب می آید

فقیر را ز غنی کاهش ست قسمت و بس ۳۵ ز آشنائی گوهر بریسمان چه رسد؟

بخیهٔ منت جراحت را کند ناسورتر رشته از مریم مخواه و سوزن از عیسی مگیر

از زمین برخاستن چشم از زمینداران مدار ۳۶ راست گردیدن توقع زین گران باران مدار

چون علم شد سرنگون لشکر پریشان می شود پاے چون لغزید امید از هواداران مدار

از سعی کارِ عشق شود خام بیشتر ۳۷ پیچید بمرغ بال فشان دام بیشتر

خانهاے کهنه صائب مسکنِ مارست و مور ۳۸ در کهن سالان بود حرص و تمنا بیشتر

جز گوشهٔ قناعت ازین خاکدان مگیر ۳۹ غیر از کناره هیچ ز اهلِ جهان مگیر

تلخکام ایمن ز چشمِ شور ماند بیشتر بادهٔ انگور از انگور ماند بیشتر

نمیدانند اهلِ غفلت انجامِ شراب آخر بآتش میروند این غافلان از راه آبِ آخر

نرمی ز حاسد بتر که چو دندانِ مار ریخت هر طفل نے سوار کند تازیانه اش

شود عیارِ بد و نیک در سفر ظاهر یکے ست تیرِ کج و راست تا بود در کیش

لبِ سوال سزاوارِ بخیه بیشتر است عبث بخرقهٔ خود بخیه میزند درویش

چون سرو در مقامِ رضا پایدار باش آزاده ز انقلابِ خزان و بهار باش

قدِ نهال خم از بارِ منتِ ثمر ست ثمر قبول مکن سروِ این گلستان باش

صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد آب در روغن چو باشد میکند شیون چراغ

از طلوع و از غروبِ مهر روشن شد که چرخ هر کرا برداشت صبح از خاک شام افگند بخاک

قدِ خم گشته رسولِ سفرِ عاقبت است مشو اے گوے سبک مغز ز چوگان غافل

شمعِ بر گشته محال ست کند قامت راست مشو اے دیده ور از پاسِ ضعیفان غافل

کعبهٔ مقصود را در نقطهٔ دل یافتم چون روم بیرون ز خود اکنون که منزل یافتم

عارفانیکه بتسلیم و رضا ساخته اند ۲۵ مردمک را سپرِ تیرِ قضا ساخته اند

نیست ممکن هیچکس ز افتادگی نقصان کند — قطره چون از چشمِ ابر افتاد گوهر می شود

دیدهٔ حرص محالست شود سیر بخاک — دام در زیرِ زمین هم نگران می باشد

محتاج بزیور نبود حسنِ خدا داد — دندانِ گهر حاجتِ مسواک ندارد

صاف دل محرم و بیگانه نمی داند چیست ۲۶ که بروے همه کس آئینه در باز کند

ازان از گوشهٔ عزلت نمی آیم برون صائب — که ترسم سایه بر فرقم همای دولت اندازد

دهنِ خویش بدشنام میالا زنهار ۲۷ کین زرِ قلب بهر کس که دهی باز دهد

درین زمانه باطل کسیکه حق گوید — برای خویش چو منصور ریسمان تابد

ثنای خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب ۲۸ چو زن پستانِ خود مالد حظوظِ نفس کے یابد

بردار کلاهِ مهتری از سرِ بے مغز — کین خوانِ تهی حاجتِ سرپوش ندارد

رسد بظالمِ دیگر ذخیرهٔ ظالم — نصیبِ تیر شود پر چو از عقاب آید

پاک کن از غیبتِ مردم دهانِ خویش را ۲۹ اے که از مسواک هر دم میکنی دندان سفید

بغیر شهدِ خموشی کدام شیرینی ست؟ ۳۰ که از حلاوتِ آن لب بیکدگر چسپید

بکامِ هر که رسید شهدِ خاموشی ۳۱ لب از حلاوتِ آن وا نمیتواند کرد

همه کس از دل و جان امتِ خاموشانند ۳۲ خامشی مرتبهٔ مهرِ نبوت دارد

زرفتنِ دگران خوشدلی ازین غافل ۳۳ که موجها همه با یکدگر هم آغوش اند

شکرِ قدحِ تلخِ مکافات چه گویم — کز خاطرِ من دغدغهٔ روزِ جزا برد

رزقِ ما تنگ ز اندیشهٔ بیجا صلها ست ۳۴ نان کسے بیخورد اینجا که غمِ نان نخورد

کار با عمامه و دردِ شکم افتاده است — خم درین محفل بزرگیها با فلاطون کند

گنبدِ مسجد بشهر از همه فاضل تر بود — گر بعمامه کسے کوسِ فضیلت میزد

میشود روشن ز آتش بوے هر هیزم که هست — نیست ممکن عیبِ خود کس در سفر پنهان کند

حضورِ خاطر اگر در نماز شرط شده است — عبادتِ همه روی زمین قضا دارد

زبس ز نقشِ تعلق رمیده ام صائب — بمسجدے ننهم پا که بوریا دارد

میانِ خوف و رجا حالتیست عاشق را — که خنده در دهن و گریه در گلو دارد

بآبرو ز حیاتِ ابد قناعت کن — که خضرِ وقت بود هر که آبرو دارد

خانهٔ هر که باندازه بود چون زنبور — همه ایام حیاتش بحلاوت گذرد

چون زمین پاک بود تخم مدارید دریغ — صبح حیف است که بے اشکِ ندامت گذرد

مبین بچشمِ حقارت بهیچ خصمِ ضعیف — که پشه گرد برآورد از سرِ نمرود

چو پشه زود سرِ خویش دهد برباد — کسیکه رخنهٔ لب را نمیکند مسدود

تیغ بر مرده کشیدن ز جوانمردی نیست — غیبتِ مردمِ پیشینه نمی باید کرد

تا به اکسیرِ ریاضت نه کنی خون را مشک — خرقه چون نافه ز پشمینه نمی باید کرد

از درِ حق بدرِ خلق پیِ حاجتِ خود — شکوه از یار به اغیار نمی باید کرد

بنوبهارِ جوانی اطاعتِ حق کن ۱۸ که چوب خشک چو گردید خم نمیگردد

عنانِ نفس ز کف دادن از بصیرت نیست — سگِ درنده اسیرِ قلاده میباید

چارهٔ دل عقل بر تدبیر نتوانست کرد — قصرِ این ویرانه را تعمیر نتوانست کرد

کاسهٔ که برآید ز خسیسانِ نظر تنگ ۱۹ آبیست که از چاه بغربال برآید

هر که زشت است همان زشت بعقبیٰ خیزد ۲۰ کور از خواب محالست که بینا خیزد

در خشک سال آبِ گهر کم نمی شود ۲۱ بخلِ فلک باهلِ قناعت چه میکند

بارانِ بے محل ندهد نفع کشت را ۲۲ در وقتِ پیری اشکِ ندامت چه میکند

پر از گوهر کند نیسان دهانِ تشنهٔ خالی — که مانند صدف سالے دهن یکبار بگشاید

نماند از سرد مهریهای دوران در جگر آهم ۲۳ درختے را که سرما سوخت دود از تن برنمی آید

مکن اعانتِ ظالم تو ساده لوحی ها ۲۴ که تیغ سنگِ فسان را سیاه رو سازد

درد و زخم بفگن و نام گنہ مبر — آتش بگرمی عرقِ انفعال نیست

صدای طبلِ رحیل ست شادیانہ او — ۱۱ کسیکہ توشہ باندازۂ سفر بستہ است

چرا غمِ دگران میکنند پریشانم — اگرنہ رشتۂ جانہا بہ یکدگر بستہ است

بسجہ رخ نبرد آخر درین جہان صائب — چو سکہ ہرکہ دلِ خویش را بزر بستہ است

برنگس ہرگز نرفت از دامگاہِ عنکبوت — بر دلِ من این ستم کز رشتۂ آمال رفت

بہرِ گندم کرد آدم ترکِ نعماے بہشت — چارہ از الوان نعمت ہست و از نان چارہ نیست

برون ز کیسۂ ممسک درم نمی آید — ز دستِ بستہ سخاؤ کرم نمی آید

دہانِ ہرکہ بد آموز شد بحرفِ سوال — ۱۲ چرا حقیست کہ ہرگز بہم نمی آید

چسان دواندہ کجی ریشہ در جہان صائب — کہ حرفِ راست برون از قلم نمی آید

زوالِ رزقِ حریصان بود غبارِ ملال — ۱۳ کہ غیر گرد ز گندم بآسیا نرسد

جگر گداز بود زرد روئیِ منت — خدا کند کہ مسِ ما بہ کیمیا نرسد

نی زر و سیم نہ لعل و نہ گہر خواہد ماند — در بساطِ تو ہمین گردِ سفر خواہد ماند

خشت بالینِ تو سازند پرستارانت — از تو ہر چند دو صد بالشِ پر خواہد ماند

کسے کہ عیبِ ترا پیشِ چشم بنگارد — ۱۴ ہوس دیدہ او را کہ بر تو حق دارد

بزرگ اوست کہ بر خاک ہمچو سایۂ ابر — ۱۵ چنان رود کہ دلِ مور را نیازارد

مرگ را آمادہ شو ہرگاہ گردد مو سفید — زندگی بر طاقِ نسیان نہ چو شد ابرو سفید

پردہ پوشی چون شبِ تاریک کارِ صبح نیست — دست بردار از سیہ کاری چو گردد مو سفید

جامۂ نخست آگاہی درین وحشت سرا — غوطہ در خون میزند صیدے کہ غافل میشود

دوستی با ناتوانان مایۂ رد شد لیست — ۱۶ موم چون با رشتہ سازد شمعِ محفل میشود

ہمیشہ خازنِ شہد ست از حلاوتِ خویش — ۱۷ کسے کہ خانہ چو زنبور مختصر دارد

امیدِ مہر ز نوخیزگان مجو صائب — کہ نونہال کجا طاقتِ ثمر دارد

نیست در دیدهٔ ما منزلتے دنیا را ـــ ما نہ بینیم کسے را کہ نہ بیند ما را

ہر قدر صائب شود بنیادِ نخلِ عمر سست ـــ ریشهٔ طولِ امل در دل شود محکم مرا

رزق ما آید بپاے میہمان از خوانِ غیب ـــ میزبانِ ماست ہر کس میشود مہمانِ ما

مگس را بے تردد عنکبوت آرد بدامِ خود ۴ ـــ یدِ طولی است در تحصیلِ روزی گوشہ گیرانرا

ہر کہ با خود دو گواه از رگِ گردن دارد ۵ ـــ می برد پیش دو صد دعویِ بیمعنی را

چون شود ہموار دشمن احتیاط از کف مده ۶ ـــ مکرہا در پرده باشد آبِ زیرِ کاه را

دل مبر بر عمرِ مستعجل کہ اسپِ تند را ـــ نیست مانع از دویدن پا فشردن در رکاب

درونِ گنبدِ گردونِ فتنہ بار مخسپ ـــ بزیرِ سایهٔ پل موسمِ بہار مخسپ

فتاده است زمین پیشِ پاے مرمرِ مرگ ـــ چو گرد بر سرِ این فرشِ مستعار مخسپ

جوابِ آن غزلِ مولویست این صائب ـــ ز عمرِ یک شبہ کم گیر و زینہار مخسپ

خشمِ عالم سوز را کوتہ زبان کردن بحلم ـــ آتشِ سوزنده را بر خود گلستان کردنست

دلبستگی ست ما را ز ہر ماتمے کہ ہست ۷ ـــ سبز اید از تعلقِ ما ہر غمے کہ ہست

خوردنِ گندم برون انداخت آدم را ز خلد ـــ تا بدانی پیشِ حق یک جو اطاعت سہل نیست

بہر کہ ہر چہ دہی نام آن مبر صائب ۸ ـــ کہ حقِ خود طلبیدن کم از گدائی نیست

نسبت ناقص را کمالے بہتر از اظہارِ عجز ۹ ـــ دستگیرِ ناشنا در دست بالا کردن است

با کمالِ احتیاج از خلق استغنا خوش است ـــ با دہانِ خشک مردن بر لبِ دریا خوش است

فکرِ شنبہ تلخ دارد جمعهٔ اطفال را ـــ عشرتِ امروز بے اندیشهٔ فردا خوش است

مردمِ ہموار را از خاک بر باید گرفت ـــ رشتہ‌ہاے بے گره را در گہر باید گرفت

طفل داند دایہ را حورِ بہشت و جوے شیر ۱۰ ـــ زشتیِ زالِ جہان بر ناقصان معلوم نیست

روزگارِ زندگی نقشے بر آبے بیش نیست ـــ موج را قسمت ز دریا پیچ و تابے بیش نیست

از خس و خارِ غرض گر پاک باشد سینہ‌ہا ـــ ہیچ باغِ دلکشا چون دیدنِ احباب نیست

غزلیات و ابیات

فقر بقدرِ کسند سلطنتِ عالم را ‏ ‏ ‏ ‏ ہوسِ ملک نباشد پسرِ ادہم را
میکند کارِ خردِ نفس چو گردید مطیع ‏ ‏ ‏ ‏ ۱ ‏ ‏ دزد چون شحنہ شود امن کند عالم را
خرد مشمار گنہ را کہ گناہیست بزرگ ‏ ‏ ‏ ‏ گندمے کرد ز فردوس برون آدم را
نیست ممکن نہ کند صحبتِ نیکان تاثیر ‏ ‏ ‏ ‏ گل بخورشید رسانید سحر شبنم را
کارِ اکسیر کند ہمتِ ذاتی صائب ‏ ‏ ‏ ‏ خاک در دستِ زر و سیم شود حاتم را

غیرِ حق را میدہی رہ در حریمِ دل چرا؟ ‏ ‏ ‏ ‏ میکشی بر صفحۂ ہستی خطِ باطل چرا؟

تُرا در بوتۂ گل بہرِ آن دادند این مہلت ‏ ‏ ‏ ‏ کہ سیمِ ناقصِ خود را کنی کامل عیار اینجا

ریخت چون دندان شود افزون غمِ نان قطع را ‏ ‏ ‏ ‏ سدِ راہِ شکوہ روزیست دندان خلق را

عجب کہ یک دلِ خوش در جہان شود پیدا ‏ ‏ ‏ ‏ ز شورہ زار کجا زعفران شود پیدا؟

ریشۂ نخلِ کہن سال از جوان افزون تراست ‏ ‏ ۲ ‏ ‏ بیشتر دلبستگی باشد بدنیا پیر را

جہان استخوانے است بمغز صائب ‏ ‏ ‏ ‏ بہ پیشِ سگ انداز این استخوان را

از کدو بوئے شراب آمد بدشواری بردن ‏ ‏ ‏ ‏ از سر بمغز نتوان برد حُبِّ جاہ را

حسد باہلِ حسد کار می کند صائب ‏ ‏ ‏ ‏ چنانکہ آتشِ سوزندہ می خورد خود را

اگر خدائے جہان را سمیع میدانی ‏ ‏ ‏ ‏ مکن بلند برائے خدا تلاوت را

ز سخنان گذر رفتنِ گل خار میماند عجب ‏ ‏ ‏ ‏ از جوانی حسرتِ بسیار میماند عجب

ندارد با تعلق سود دست افشاندن از دنیا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ آزادی گرفتار نیست مرغِ رشتہ بر پا را

بعصیان مگذران زنہار ایامِ جوانی را ‏ ‏ ‏ ‏ مکن صرفِ زمینِ شور آبِ زندگانی را
بمہرِ خاموشی تیغِ زبان را کن سپر داری ‏ ‏ ‏ ‏ اگر در بستہ میخواہی بہشتِ جاودانی را

ز بیدردان علاجِ دردِ خود جستن بآن ماند ‏ ‏ ۳ ‏ ‏ کہ خار از پا بر آرد کسے با نیشِ عقربہا

صائب

میرزا محمد علی نام - تبریز در نواحی اصفہان مولد - نامی شاعرون مین انکا شمار ہوتا ہی - خزانہ عامرہ مین انکی بابت لکھا ہی "اگر او را رابع رسل ثلاثہ شعر گویند بجاست" سرو آزاد اسکی نسبت یہ راے رکھتا ہی کہ ایسا معنی آفرین شاعر کوئی دوسرا پیدا نہین ہوا - خود صائب اپنی نسبت فرماتے ہین سہ زصد ہزار سخنور کہ در جہان آید + یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد - حافظ و سعدی کے برابر تو مین انکو نہین سمجھتا لیکن اُن دونون کے بعد انکا درجہ ضرور ہی - مضمون آفرینی مین انکا درجہ دونون سے بڑھا ہوا ہی - مثلاً شیخ سعدی فرماتے ہین سہ اگر عدو کی تو مرد جاے شادمانی نیست + کہ زندگانی تو نیز جاودانی نیست + اسی مضمون کو صائب نے یون ادا کیا ہی سہ جنان بمرگ عدو خوش دلی وزین غافل + کہ سوجہا ہمہ بایک دیگر ہم آغوشند + دونون مین جو فرق ہی ظاہر ہی - لیکن باوجود اسکے وہ کوئی اور ہی شے ہی جو حافظ و سعدی کو صائب پر بالا رکھتی ہی -

صائب نے اصفہان مین نشو و نما پائی پھر سفر کیا وہان سے واپس آکر شاہ خراسان کے دربار مین حاضر ہوئے - پھر دربار جہانگیری کا شوق انھین ہندوستان لایا یہان سے براہ کشمیر ایران واپس گئے - آخر عمر تک شاہان صفویہ کی حضوری مین رہے اور وہین ۱۰۸۰ھ مین انتقال کیا -

تذکرون سے معلوم ہوتا ہی کہ انکا کلام بہت بڑی جلد مین ہونا چاہیے لیکن جو نسخہ "دیوان صائب" نام یہان دستیاب ہو سکتا ہی اس سے جو کچھ قابل انتخاب تھا وہ ہدیہ ناظرین ہی -

انتخاب

از

دیوانِ صائب

۵۰ نشتر

مانندِ اسپِ خانۂ شطرنج اپنے پاؤن | جز دستِ غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
سودا نے تب قصیدہ کہا سن کے ماجرا | ہے نام اس قصیدے کا تضحیکِ روزگار

مثنوی

مرادِ دل نام ہے اُسکے ہے رشید ا | کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا | وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن مین ذکر سے اُسکے ہے تفریح | گلون کو دانہ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہر گل مین اُس سے | اثر ہے نالۂ بلبل مین اُس سے
دلون کا عاشقون کے محرمِ راز | ادائے ناز کا خوبان کے دمساز
کہین نورِ چراغ خانہ ہے وہ | کہین سوزِ دلِ پروانہ ہے وہ
کسی کے دل مین پاتا ہون اُسے درد | کسی سینے مین تاثیر دمِ سرد
اُسی کا جلوہ حسنِ زلفِ مہ رُو | اُسی کی نافۂ آہو مین ہے بو
چراغِ دیر کعبہ سے نہین دور | یہ دونون روشن از یک عالمِ نور
ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے ۲۹ | گہر مین آب پتھر مین شرر ہے
خدایا دے تو اپنے عشق کا درد | عنایت کر دلِ گرم و دمِ سرد
تعشق مین کر اپنے اسقدر غرق | نہ مجھ سے کفر و دین مین ہو سکے فرق

قصاب پوچھتا ہی مجھے کب کروگے یاد — امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار

جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہی وہ — گزرے ہی اس نمط سے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اختران کے تئین دانہ بوجھ کر — دیکھے ہی آسمان کی طرف ہو کے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہی گھانس کا — چوکی کو آنکھ موند کے دیتا ہی وہ پسار

خطِ شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ — ہر دم زمین پہ آپ کو ٹپکے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اُڑ جائے باد سے — میخین گر اُسکے تھان کی ہو دین نہ استوار

سمجھا نہ جاسے یہ کہ وہ ابلق ہی یا سرنگ — خارشت سے زبسکہ ہی مجروح بیشمار

ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہین مکھیان ٢٨ — کہتے ہین اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

تنہا نہ اُسکے غم سے ہی دل تنگ زین کا — خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور — آیا یہ دل مین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا — مشہور جنکے پاس تھا وہ اسپ نابکار

خدمت مین اُنکی مین نے کیا جا یہ التماس — گھوڑا اُنے مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب اُنھون نے کہ اے مہربان من — ایسے ہزار گھوڑے کرون تم پہ مین نثار

صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ — سیرت سے نت ہی جنکے سگِ خشمگین کو عار

مانند میخ چوکی لکد زن ہی تھان پر — لاجنب وہ زمین سے ہی جون میخ استوار

حسری ہی اسقدر کہ بہ حسر اُسکی پشت پر — دجال اپنے منہ کو سیہ کرکے ہو سوار

اتنا وہ سرنگون ہے کہ سب اُڑ گئی ہین دانت — جبڑے پہ زبسکہ ٹھوکر دن کی نت پڑے ہی مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاسے اُسکے سن — پہلے وہ لے کے ریگِ بیابان کرے شمار

لیکن مجھے زروے تواریخ یاد ہی — شیطان اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار

کم رو ہی اسقدر کہ اگر اُسکے نعل کا — لوہا منگا کے تیغ بنا دے کبھی لوہار

ہے دل کو یہ یقین کہ وہ تیغ روزِ جنگ — رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روزِ ہجر کو — پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے — کسی سے ربط کوئی زیرِ آسمان نکرے
کیا جو تجربہ اُن دوستون کو بد پایا — بدی کا جن پہ کسی طرح دل گمان نکرے
یہ سُن کے اُس سے کہا شکر اسکے سودا نے — شکایت اتنی کسی کی کوئی بیان نکرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہے کیا کام ۲۶ — یہ شکر کر کہ تجھے کوئی امتحان نکرے

قصائد

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے — دعوی نہ کرے یہ کہ مرے منہ مین زبان ہے
مین حضرتِ سودا کو سنا بولتے یارو — اللہ رے اللہ کہ کیا نظم بیان ہے؟
اتنا مین کیا عرض کہ فرمایئے حضرت — آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے؟
سُنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا — اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہے
یہان فکرِ معیشت ہے تو وہان دغدغۂ حشر ۲۷ — آسودگی حرفیست نہ یہان ہے نہ وہان ہے

ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار — رکھتا نہین ہے دستِ عنان کا بیک قرار
جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے — ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے — موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ اُدھار
تنہا دہی نہ دہر سے عالم خراب ہے — خسّت سے اکثرون نے اُٹھایا ہے ننگ و عار
نوکر ہین سو رُپے کے دیانت کی راہ سے — گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ و نہ کاہ و نہ تیمار نہ سئیس ۱۰ — رکھتا ہو جیسے اسپِ گلی طفلِ شیر خوار
ناطاقتی کا اُسکے کہان تک کرون بیان — فاقون کا اُسکے اب مین کہانتک کرون شمار؟
مانندِ نقشِ نعل زمین سے بجز فنا — ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہے اسکا حال — کرتا ہے راکب اسکا جو بازار مین گزار

پروانہ رات شمع سے اتنی جلے کہ صبح — خاکستر اُنکی لے کے صبا دوش پر گئی
پروانہ کونسا نہ جلا شام کو کہ شمع ؟ — روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

لاکھ طوفان بجہان ہمکو فلک دکھلاوے ۲۲ کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے
تیرے شوریدہ کو جسدن کہ زمین کو سونپا — زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ للک نہ دکھلاوے

ہر ایک شی مین سمجھ تو ظہور کس کا ہی؟ — شرر مین روشنی شعلہ مین نور کسکا ہی؟
دماغ خلق پُراز کبر ہی مین حیران ہون — یہ مشتِ خاک مین اتنا غرور کسکا ہی؟

جینا یہ ترا وہم کا اک ریشہ ہے — اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جانیے تو کیا کرتا! — اے خانہ خراب اسیہ یہ اندیشہ ہی

جب اس چمن مین چھوڑ کے ہم آشیان چلے ۲۳ ایک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے؟
غنچے سے مُسکرا کے اسے زار کر چلے — نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہی — جس کوچے مین جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہی

دل اس سینہ مین ہی یا قطرۂ سیماب ہی کیا ہی؟ — قفس مین مرغ ہی یا ماہیِ بے آب ہی کیا ہی؟

عبث نالان ہی اس گلشن مین تو اے بلبل نادان ۲۴ نہین ہی رسم یہان کوئی کسی کی داد کو پہنچے
پہنچا کے ہم دیکھ تو کیا کیا نعمت — کھاوے نہ اُسے آپ وہ اور ہمکو دے

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے ۲۵ یہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے

قطعات

تجھ بن عجب معاش ہی سودا کا اندنون — تو بھی ٹک اُسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نہ حرف نہ حکایت نے شعر نے سخن — نے سیر باغ نے گل و گلزار دیکھنا
یا جا کے اُس گلی کو جہان تھا ترا گزار — لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل — پڑھنا یہ شعر گر کبھی اشعار دیکھنا

دُرِّ سخن کو اپنے پرکھائے آدمی سے — ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے — یہاں چھٹ گئے ہیں اس سے عمامہ بڑے بڑے
کیا سیکڑے میں آنکے چڑھے گا محتسب؟ — پیویں گے اُسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ میں جا خطِ بندگی — لکھوا لیا ہے سرو و چمن سے کھڑے کھڑے
لمبا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا؟ — دو روز دوستی میں جو باہم لڑے لڑے
سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا؟ — عالم عبث اُکھاڑے ہے مُردے گڑے گڑے

۱۸
نسیم ہے ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے — ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
۱۹
ترا غرور مرا عجز تابکے ظالم؟ — ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے
سمجھ کے رکھیو قدم خارِ دشت پر مجنون — کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے؟ — اپنا ہی تو فریفتہ ہو دے خدا کرے
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور — آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
فکرِ معاش عشقِ بتان یادِ رفتگان — اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے
تنہا نہ روزِ ہجر ہے سودا پہ یہ ستم — پروانہ سان وصال میں ہر شب جلا کرے

۲۰
صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے — اک وجہ ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے
کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہیں الٰہی؟ — یک قطرۂ خون سینہ میں آفاتِ طلب ہے
اک طرز ہو لُٹ جانے کی دل کی تو کہوں میں — ہر جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے

۲۱
وہ ہی جہان میں رموزِ قلندری جانے — بھبوت تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے
غلام اُسکی میں ہمت کا ہون کہ جو اپنے — جگر کے خون کو خوانِ تونگری جانے
زبان دہن میں تو غنچے کی بھی ہے، کیا لازم؟ — کہ جسکے منہ میں زبان ہو سخنوری جانے

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یان خاک کر گئی — شبنم بھی اس چمن سے صبا چشمِ تر گئی
کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ — سینہ سے ارمغان لیے لختِ جگر گئی

قابل نہین ہر کوئی ملاقات کے دلا — ملتا ہر گر کسی سے تو دل بے سمجھ سمجھ
زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا — جا مدرسہ مین کھینچ تو چلیے سمجھ سمجھ

سودے کی ہیرے جسکو تدبیر نظر آئی — شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی
اس باغ مین اک گل کو خنداں جو نہین دیکھا ۱۱ سو غنچہ کی دہان صورت دلگیر نظر آئی
کی عمر عبث ضایع خدمت مین ہوس کی ۱۲ خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی
صنعت کے مصوّر نے کھولا جو مرقع کو — ایک اُسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی
اس زلف کو جب دیکھا ہر ہاتھ مین سودا کے — بھیری ہوئی ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

جب یار نے اُٹھا کر زلفون کے بال باندھے — تب مین نے اپنے دلمین لاکھون خیال باندھے
دو دن مین ہم تو ریجھے ای وای حال اُنکا — گزرے ہین جنکے دل کو یہان ماہ و سال باندھے
دو چار شعر آگے اُسکے پڑھے تو بولا — مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے
سودا جو اُس نے باندھا زلفون مین دل سزا ہے — شعرون مین اُسکے تو نے کیون خط و خال باندھے

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے — دنیا عجب سرا ہے جہان آ کے بس چلے
کہنا صبا سلام ہمارا بہار سے ۱۳ ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے
اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ ۱۴ جمعیت دلی یہ ترے پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا — مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے
نکلا جو دل سے نالہ تو سینے سے دو کے اشک ۱۵ سُن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے
صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمین رہا ۱۶ ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے
کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گزر چکا — کیا تاب اک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے ۱۷ ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے
وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا — جسکا ندیم ہووے اُسکی نظر کو پرکھے
جوہر نہووے جسمین جوہر شناس کب ہے — جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

جہان کے بیچ غمِ دل کہون تو میں کس سے ؟ | سوائے غم کے مرا کوئی غمگسار نہیں

ہزار قول کرین یہ نہ باہ کا سودا | مجھے بتون کی محبت کا اعتبار نہیں

جس سے پوچھا کہیں دل خوش ہی کہیں دنیا میں | روو دیا اُس نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہیں

جگر انکا ہی جو تجکو صنم کہ یاد کرتے ہیں | میاں ہم تو مسلمان ہیں خدا بھی کبھی ڈرتے ہیں

کسی کے مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز | بہت سا روئیے اُنکو جو اِس جینے پہ مرتے ہیں

کیفیت چشم اُسکی تجھے یاد ہے سودا | ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہیں محبوبان | بیوفائی نے یہ اسکی ہیٹے دین سب خوبیان

اسباب سے جہان کے کچھ اب پاس گو نہیں | یہ فکر تو نہیں کہ یہ ہی اور وہ نہیں

فائدہ کیا خط تجھے لکھ اگر روتا ہو تمہین ۸ | نامۂ اعمالِ دل لکھتا ہوں اور دھوتا ہوں میں

چیز کیا ہوں جو کرین قتل وہ آنکھیں مجکو | پھر گئی دیکھ کے منھ خنجرِ مژگان مجکو

اے نسیمِ سحری مہر و مروت سے دور | بے نہایت نظر آتا ہی گلستان مجکو

ریختہ اور بھی دنیا میں رہے ای سودا | جینے دیوے جو کبھی گادشِ دوران مجکو

شیخ نے اُس بت کو جس کوچے میں دیکھا شام کو | لے چراغ اب ڈھونڈھتا ہی تا سحر اسلام کو

چھوٹ کر تجھ سے نہ بتیاوے کسی کو پھر دِیا | مرغ وہ پھنستا نہیں جو توڑ بھاگے دام کو

جنسِ دل کتنی ہی ناکارہ ہبازار بتان | ایک بوسہ جھے لون تو لیجے دو میں اکس کام کو

کرے ٹک منفعل کوئی مرے بیداد قاتل کو | دکھا دے خاک پروانہ پہ گریانِ شمعِ محفل کو

الٰہی ہی سکت نعم البدل کے تجکو دینے کی | مجھے اسکی عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

ایک گل تک مرا مانع نہ ہوا چلتے وقت ۹ | خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے دامان مجکو

کسکی ملت میں گنون آپکو مُلا ای شیخ | تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

میکشو روح ہماری بھی کبھی شاد کرو | توڑتے گر بزم میں شیشہ تو ہمیں یاد کرو

لیتا ہی تو کسی کا تو دل سے سمجھ سمجھ ۱۰ | بازی نہ جان اسکو بلا ہے سمجھ سمجھ

گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہین
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہین

نوشتے کو میرے مٹاتے ہین رو رو
ملایک جو لوح و قلم دیکھتے ہین

اگر سے نہین کام سنبل کے ہم کو
کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہین

مگر تجھ سے رنجیدہ خاطر ہے سودا
اُسے تیرے کوچے مین کم دیکھتے ہین

نے بلبلِ چمن نہ گلِ نودمیدہ ہون
مین موسمِ بہار مین شاخِ بریدہ ہون

گریان بشکلِ شیشہ و خندان بطرزِ جام
اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون

مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقولِ درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے مین

اے مرغِ دل سمجھ کے تو چشمِ طمع کو کھول
تو نے سُنا ہی دام جسے ہے وہ دانے مین

چلے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان
تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے مین

ہمسا سمجھیے تو ایک ہمین تجھ سے ہین کئی
جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے مین

جی تک تو دے کے لون مین جو ہو کارگر کہین
اے آہ کیا کہون نہین بکتا اثر کہین

ساقی ہے اک تبسمِ گل فرصتِ بہار
ظالم بھرے ہے جام تو جلدی سے بھر کہین

خوناب یون کبھی نہ مری چشم سے بہا
اٹکا نہ جب تلک آن کے لختِ جگر کہین

اے دل تو کہہ تو مجھ سے کہ مین کیا کرون نثار
آوین کبھی جو حضرتِ سودا ادھر کہین

بلبل کہین بتنگ کہین اور ہم کہین
یک جا یہ دل جلے نہ ہوئے اکدم کہین

درکار کچھ نہین تجھے چلنے مین خضرِ راہ
کوئی سُنا نہ بھولتا راہِ عدم کہین

سودا رہے گی آہ اگر آتی متصل
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاوے دم کہین

یہ مین بھی سمجھون ہون یارو وہ یار یار نہین
کرون مین کیا کہ مرا دل بہ اختیار نہین

عبث تو ہر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا
قسم خدا کی ترے دل مین اب وہ پیار نہین

مین ہون وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک
بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہین

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ ۴ جو اُسنے دیا جواب دیکھا؟

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب؟ یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہوے صبا عجب
اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار تو بھی وہ بُت نہ رام ہوا ای خدا عجب
کی سیرِ ملک ملک کی سودا نے بھی ولے اے شیخ سیکدے کی ہے آب و ہوا عجب

اگر جنگل مین رہیجا تا کسی رات درختون مین کہین کٹ جاتے اوقات

گر دنم را چو بآن تیغ سرو کار افتد ای خوش آندم کہ سرم در قدم یار افتد
مژدہ وصل تو اے شوخ بدان می ماند خبرِ عفو چو در گوشِ گنہگار افتد
پیشِ این بستریان حالِ دلت ای سودا ہم چو کالاے بدین کوچۂ بازار افتد

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع سر سے لیکر تا قدم ساکِ گُہر رکھتی ہے شمع

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ چھاتی مری سراہ کہ اکدل ہزار داغ

دوست، در عشقِ تو مارا دشمنِ جان در بغل تیرِ مژگان ترا دل گشت و پیکان در بغل
افسرِ شاہی بسر دارم ز خاکِ کوے دوست گوشۂ خاطر بہ از ملکِ سلیمان در بغل
بر سمور و قاقم و سنجاب پشتِ پا زدم ۵ ہیگزارم دست ہنگامِ زمستان در بغل
دردِ دل را با کہ گویم آہ ازین خوبانِ ہند بہرِ زخمش ہر یکے دارد نمکدان در بغل
آن بہارِ عمر کو؟ سودا بایا مے کہ من ۶ صبح میرفتم سوے مکتب گلستان در بغل

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام؟ مدعا ساقی سے اپنے ہمین او رجام سے کام
دلِ نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام کوئی بیچین رہے اپنے اسے کام سے کام
گر اکیلا کہین ملجاے ہمین تو دل کا بیجے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام

کیون مین تسکینِ دل اے یار کرون یا نکرون؟ نالہ جا کر پسِ دیوار کرون یا نکرون؟
تا صبا اُٹھو مرے بالین سے کہ دم رکتا ہے نالے دل کھول کے دو چار کرون یا نکرون؟
کوچۂ یار کو مین رشکِ چمن اے سودا جا کے با دیدہ خونبار کرون یا نکرون؟

غزلیات وابیات

مقدور نہین اُسکی تجلّی کے بیان کا | چون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا
اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن | ۱ جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا
ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ | ۲ دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہان کا؟
سودا جو کبھی گوش سے ہمت کے سنے تو | مضمون یہی ہے جرسِ دل کی فغان کا

کس سے بیان کیجیے؟ حال دلِ تباہ کا | سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا
مجکو تری طلب ہے یار تجکو ہے چاہ غیر کی | اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا
دین و دل و قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے | جیتے جو اب کہ ہم نجیے نام نہ لینگے چاہ کا
وصل کبھی ہو تو دل میرا غم کو نہ چھوڑ کے سکے | یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا
سودا سنا ہے مین نے یہ اُسکے ہجر کا تو سنا | رشک سے جسکی چہرے کے داغ جگر ہے ماہ کا

دل مرا عیب کو نہ سمجھے گا | پند تیری نکو نہ سمجھے گا
تجھسا دانا ہزار حیف کہ تو | یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا
بچنے کو آگ سے سمندر کو | کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا
شمع سے دور رہنے کو ہر چند | کہو پروانے کو نہ سمجھے گا
یہ سمجھے تو آپ سودا کا | دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

بہنا کبھو اپنی چشم کا دستور ہو گیا | ۳ دی تھی خدا نے آنکھ یہ ناسور ہو گیا
بھٹکی ہوئی پھرے ہے خدایا مری دعا | دروازہ کیا قبول کا مسدود ہو گیا؟
سودا کو کہتے ہین کہ ہوا اُس سے مصاحب | کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

نے رستم اب جہان مین نے سام رہ گیا | مردون کا آسمان کے تلے نام رہ گیا
ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہ گیا؟ | ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا

سودا

میرزا محمد رفیع نام۔ سودا تخلص۔ دہلی مولد۔ لکھنؤ مدفن۔ انکے باپ میرزا محمد شفیع بطریق
تجارت کابل سے دہلی آئے اور یہین رہگئے۔

خانِ آرزو میرزا کے اُستاد نہ تھے لیکن درجۂ اُستادی رکھتے تھے۔ اُنھین کی صلاح سے
میرزا نے بجاے فارسی کے اُردو مین شعرگوئی شروع کی اور حاتم کی شاگردی اختیار کی جب میرزا
کی شہرت بڑھی تو شاہِ عالم بادشاہ اپنا کلام انھین دکھانے لگا لیکن تھوڑے ہی دنون مین باہمی
لطف جاتا رہا اسی زمانہ مین نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلبی کا خط بھیجا اور اُسمین برادرِ من
مشفق مہربانِ من لکھا۔ میرزا کے قدردان جو دہلی مین تھے مانع ہوئے اور میرزا نے جوابِ خط مین یہ
رباعی لکھی۔ رباعی

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک ؟ آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک ؟
حاصل یہی اس سے نا ؟ کہ دنیا ہووے بالفرض ہوا یون بھی، تو پھر تو کب تک ؟

بالآخر اپنے قدردانون کے مرنے پر میرزا نے دہلی چھوڑا۔ پہلے یہ فرخ آباد مین نواب بنگش کے
یہان مقیم رہے پھر وہان سے لکھنؤ پہنچے۔ نواب کی ملازمت تو پہنچتے ہی ملگئی لیکن جب نواب نے
ایک موقع پر وہ رباعی یاد دلائی تو میرزا کبیدہ خاطر ہوکر دربار سے کنارہ کش ہوگئے۔

نواب شجاع الدولہ کے مرنے پر جب نواب آصف الدولہ کا زمانہ آیا تو میرزا کی پھر رسائی ہوئی
اور ۶ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا جو میرزا کی وفات تک قایم رہا۔ اب میرزا مین جوانی کی اُمنگین باقی
نہ تھین اور باقی بھی ہوتین تو آصف الدولہ کی بےنفسی کے سامنے اُنکا ندر نہ چلتا۔

میرزا بڑے بدماغ اور نازک مزاج تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہجو بہت لکھتے تھے جہان کسی سے
لڑائی ہوئی دوات اور قلم لیکر بیٹھ گئے لیکن دل مین کینہ نہین رکھتے تھے ہجو ختم ہوئی اور غصہ فرو ہوا
میرزا نے ستر برس کی عمر مین وفات پائی۔ سالِ وفات ۱۱۹۵ھ۔

انتخاب
از
کلیاتِ سودا

۲۹ نشتر

خفتنت زیر خاک خواهد بود — ای که در خوابگاه سنجابی
بانگ طبلت نمیکند بیدار — تو مگر مرده نه در خوابی
بس خلایق فریفتست این سیم — که تو لرزان برو چو سیمابی
بس جهاندیده این درخت کهن — که تو پیچان برو چو لبلابی
سعدیا راستی ز خلق مجوی — چون تو در نفس خود نمیابی

۹۵
گرم راحت رسانی ور گزائی — محبت بر محبت می فزائی
همه مرغان خلاص از بند خواهند — من از قیدت نمی خواهم رهائی
چنان از خمر در مزنای ناقوس — نمی ترسم که از زهد ریائی

تو در کمند نه افتادهٔ و معذوری — ازان بقوت بازوی خویش مغروری
بخنده گفت که سعدی سخن دراز مکن — میان تهی و فراوان سخن چو طنبوری

۹۶
هرگز حسد نبردم بر منصبی و مالی — الا بر آنکه دارد با دلبری وصالی
دانی کدام دولت در وصف می نیاید — چشمی که باز باشد هر لحظه بر جمالی
دانی کدام جاهل بر حال ما بخندد — کوره نبوده باشد در عمر خویش حالی
صوفی نظر نبازد جز با چنین حریفی — سعدی غزل نگوید جز بر چنین غزالی

تیغ ہندی بر نیاید روز ہیجا از نیام — شیر مردی را کہ باشد مرگ پنہان از کمین
گر کسانند از پے مردار دنیا جنگجوے — اے برادر گر خردمندی چو شیر غاں نشین
روزگارت باسعادت باد سعدی مدح گوی — رایتت منصور و بختت یار و اقبالت قرین

کسے ملامتم از عشق روے او می کرد — کہ خیرہ چند ستانی بخون۔ خود خوردن
نگارِ من چو در آید بخندۂ نمکین — نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشان
چہ بودے از سرِ زلفش بدستم افتادے — چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی — مگر این پنج روز دریابی
تا کے این بادِ کبر و آتشِ خشم ؟ — شرم بادت کہ قطرۂ آبی
کہل گشتی و ہمچنان طفلی — شیخ گشتی و ہمچنان شابی
تو بہ بازی نشستہ و ز چپ و راست — میرود تیر چرخ پرتابی
تا درین گلہ گوسفندے ہست — نہ نشیند اجل ز قصابی
تو چراغے نہادہ بر رہِ باد — خانہ در ممرِ سیلابی
گر برفعت سپہر و کیوانی — ور بحسن آفتاب و مہتابی
ور بمشرق روی بسیاحی — ور بمغرب روی بجلّابی
ور بتمکین ابن عفانی — ور بہ تدبیرِ ابن خطابی
ور بہ نعمت شریکِ قارونی — ور بقوت عدیلِ سہرابی
ور ببیتر شود کہ سنگِ سیاہ — زر خالص کنی بقلابی
ور بہ مردمی زیادہ در گزری — ور بشوخی چو برق بشتابی
ملک الموت را بحیلہ و فن ۹۳ — نہ توانی کہ پنجہ برتابی
نعمتہاے کمال نقصانست — گل بریزد بوقتِ سیرابی
خشتِ بالینِ گور یاد آور ۹۴ — اے کہ سر بر کنارِ احبابی

با توام یک نفس از هشت بهشت اولی تر — که من امروز چنینم غم فردا دا
سعدیا خویشتنم خوان که بمعنی ز توام — گر بصورت نسب از آدم و حوا دا

مرا بصورت شاهد نظر حلال بود — که هرچه مینگرم شاهدست در نظ
دو چشم در سر هر کس نهاده اند ولیک ۹۲ تو نقش بینی و من نقشبند مینگ

کفایت ست همین پوستین یار رنیم — هزار سنگ پریشان نگینه سنج

ز خسروان بقدم چنین که میشنوم — وفا بعهد نکردست با کس این دورا
بنوبت اند ملوک اندرین سپنج سرای — خدای عزوجل راست ملک بی پا

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین — بر زوال ملک مستعصم امیر المومنی
ای محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک — سر برآور وین قیامت در میان خلق ب
نازنینان حرم را خون خلق نازنین — ز آستان بگذشت و ما را خون دل از آست
زینهار از دور گیتی و انقلاب روزگار — در خیال کس نگشتی کانچنان گردد چنی
دیده بردار ای که دیدی شوکت بیت الحرام — قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر ز
خون فرزندان عم مصطفی شد ریخته — هم بر آن خاکی که سلطانان نهادندی جبی
وه که گر بر خون آن پاکان فرود آید مگس — تا قیامت تلخ گردد بر دهانش انگبی
بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت — قیر در انگشتری باید نه بر خیزد نگی
دجله خونابست زین پس گر نهد سر بر نشیب — خاک نخلستان بطحا را کند با خون عجی
روی دریا در هم آمد زین حدیث هولناک — میتوان دانست بر رویش ز موج افتاده
لیکن از روی مسلمانی و راه مرحمت — مهربان را دل بسوزد بر فراق نازنی
تکیه بر دنیا نشاید کرد و دل بر وی نهاد — کاسمان گاهی بمهرست ای برادر گه
چرخ گردون با زمین گوئی دو سنگ آسیاست — در میان هر دو روز و شب دل مردم طحی
زور بازوی شجاعت بر نیاید با اجل — چون قضا آید نماند قوت رای رز

دگر گفتم که نظر بر رخ خوبان کفر است — من ازین باز نگردم که مرا این دین است

ت آنست که مردم ره صحرا گیرند — خاصه اکنون که بهار آمد و فروردین است

جه سرپنجهٔ سیمین تو با سعدی کرد — با کبوتر نکند پنجه که با شاهین است

ر ازان چه که بیرون شهر صحرائیست — قرین دوست بهر جا که هست خوش جائیست

سی که روی تو دیده است ازو عجب دارم — که باز در همه عمرش سر تماشائیست

ملامت سعدی حلال کی باشد؟ — که هر کناری و او در میان دریائیست

ر انگور سر بگرداند ز حکمت — ازان بیچاره تسکین نباشد

لاف رای تو هرگز نیاید از سعدی — دلی که از تو بپرداخت با که پردازد؟

لا اگرچه که تلخ است بیخ صبر ولیک — چو بر امید وصال است خوشگوار آید

سعدیا کنگرهٔ وصل بلند است ولیک — تا سر اندر ننهی دست بدانجا نرسد

ن نه عشق است که از دل بزبان می آید — وان نه عاشق که ز معشوق بجان می آید

زندگانی نتوان گفت حیاتی که مراست — زنده آنست که با دوست وصالی دارد

ن کیست که میرود به نخجیر — پای دل دوستان به زنجیر

من این هیتو که پروای تماشا دارم — کافرم گر دل باغ و سر صحرا دارم

له نه بر نالهٔ مرغان چمن شیفته ام — که نه سودای گل و لالهٔ حمرا دارم

بر گل روی تو چون بلبل مستم واله — از رخ لاله و نسرین چه تمنا دارم

گرچه لایق نبود گردن من و دامن تو — هر کجا پای نهی فرق در آنجا دارم

ر بمسجد روم ابروی تو محراب من است — ور در آتشکده زلف تو چلیپا دارم

جانم از پختن سودای وصال تو بسوخت — تو هنوز خام طمع بین که چه سودا دارم

عقل مسکین بچه اندیشه فرادست کنم؟ — دل شیدا بچه تدبیر شکیبا دارم

سر من دار که چشم از همگان بردوزم — دست من گیر که دست از همه بر وا دارم

تو دانی که مسکین و بیچاره ایم — فرو مانده بالنفس اماره ایم
خدایا بذات خداوندیت — باوصاف بیمثل و مانندیت
چراغ یقینم فرا راه دار — ز بد کردنم دست کوتاه دار

شنیدم که مستی ز تاب نبید — بمقصورهٔ مسجدی در دوید
بنالید بر آستان کرم — که یارب بفردوس اعلی برم
موذن گریبان گرفتش که هین — سگ و مسجد ای فارغ از عقل و دین
بگفت این سخن پیر و بگریست مست — که مستم بدار از من ای خواجه دست
عجب داری از لطف پروردگار — که باشد گنهگاری امیدوار
ترا می نگویم که عذرم پذیر — در توبه بازست و حق دستگیر
بضاعت نیاوردم الا امید — خدایا ز عفوم مکن ناامید

قصائد و غزل و ابیات

چه کند بنده که گردن ننهد فرمان را — ۸۹ چه کند گوی که عاجز نشود چوگان را
دست من گیر که بیچارگی از حد بگذشت — سر من دار که در پای تو ریزم جان را
سعدی از سرزنش خلق نترسد هیهات — غرقه در بحر چه اندیشه کند طوفان را

ما صلاح خویشتن در بینوائی دیده‌ام — هر کسی گو مصلحت بیند کار خویش را

ایها الناس جهان جای تن آسانی نیست — مرد دانا بجهان داشتن ارزانی نیست
هر کرا خیمه بصحرای فراغت زده اند — ۹۰ گر جهان جمله بلرزد غم ویرانی نیست

خوش ست عمر دریغا که جاودانی نیست — پس اعتماد برین پنجروزهٔ فانی نیست

هر آن نصیبه که پیش از وجود بنهادست — هر آنکه در طلبش سعی می برد بادست

نمیدانم حدیث نامه چون ست — ۹۱ همی بینم که عنوانش بخون ست
سعدیا حال پراگنده گوی آن داند — که همه عمر بچوگان کسی افتاده ست

درختی که پیوسته بارش خوری — تحمل کن آنگه که خارش خوری
غلام آبکش باید و خشت زن — بود بندهٔ نازنین مشت زن

باب ۸ شکر

یکی را عسس دست بربسته بود — همه شب پریشان و دل خسته بود
بگوش آمدش در شبِ تیره رنگ — که شخصی همی نالد از دستِ تنگ
شنید این سخن دزدِ مغلول گفت — تو باری ز غم چند نالی؟ بخفت
برو شکرِ یزدان کن ای تنگدست — که دستت عسس تنگ برهم نه بست
مکن ناله از بینوائی بسی — ۸۵ چو بینی ز خود بینواتر کسی
یکی گوشِ کودک بمالید سخت — که ای بوالعجب گوی برگشته بخت
ترا تیشه دادم که هیزم شکن — نگفتم که دیوار مسجد بکن
زره بادبیس ماندهٔ بیگر بیست — که سکین ترا از من برین شب دکیست؟
خرِ بارکش گفتش ای بی تمیز — ز جورِ فلک چند نالی؟ تو نیز
برو شکر کن چون بخر برنهٔ — که آخر بزیر کسان خرنهٔ

باب ۹ توبه

دو بیتم جگر کرد روزی کباب — که می گفت گویندهٔ با رباب
دریغا که بی ما بسی روزگار — ۸۶ بروید گل و بشگفد لاله زار
بسی تیر و دی ماه و اردی بهشت — ۸۷ برآید که ما خاک باشیم و خشت
چرا دل برین کاروانگه نهیم؟ — ۸۸ که یاران برفتند و ما در رهیم

باب ۱۰ مناجات

تنم می بلرزد چو یاد آورم — مناجاتِ شوریدهٔ در حرم
که می گفت با حق بزاری بسی — میفگن که دستم نگیرد کسی

فرد تن بود ہوشمند گزین ۸۰ نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

باب ۵ رضا

فرو کوفت پیرے پسر را بچوب بگفت اے پدر بیگناہم مکوب
توان بر تو از جور مردم گریست ۸۱ ولے چون تو جورم کنی چارہ چیست؟

شتر کرہ با مادر خویش گفت پس از رفتن آخر زمانے بخفت
بگفت ار بدست منستے مہار ندیدے کسم بارکش در قطار

باب ۶ قناعت

جوینے کہ از سعی بازو خورم بہ از میدہ بر خوان اہل کرم
چہ دلتنگ خفت آن فرومایہ دوش ۸۲ کہ بر سفرۂ دیگران داشت گوش

باب ۷ تربیت

مدر پردہ بر یار شوریدہ حال ۸۳ نہ غیبت حرام ست و غیبت حلال

یکے گفت با صوفی باصفا ندانی فلانت چہ گفت از قفا
بگفتا خموش اے برادر بخفت ندانستہ بہتر کہ دشمن چہ گفت
تو دشمن تری کاوری بر دہان کہ دشمن چنین گفت اندر نہان
سخن چین کند تازہ جنگ قدیم بخشم آورد نیک مرد سلیم
میان دو تن جنگ چون آتش ست ۸۴ سخن چین بدبخت ہیزم کش ست

جوانے زنا ساز گاری جفت بر پیر مردے بنالید و گفت
گرانباری از دست این خصم چیر چنان می برم کاسیا سنگ زیر
بسختی بنہ گفتش اے خواجہ دل کس از صبر کردن نگردد خجل
بشب سنگ بالاے این خانہ سوز چرا سنگ زیرین نباشی بروز؟
چو از گلبنے دیدہ باشی خوشی روا باشد ار بار خارش کشی

شنیدم که بگریست سلطانِ روم / بر نیکمردے ز اہلِ علوم

بسے جہد کردم که فرزندِ من / پس از من بود سرورِ انجمن

چه تدبیر سازم چه چاره کنم؟ / که از غم بفرسود جان و تنم؟

تو تدبیرِ خود کن، که آن پُر خرد / که بعد از تو باشد غمِ خود خورد

چنان قحط سالے شد اندر دمشق / که یاران فراموش کردند عشق

چنان آسمان بر زمین شد بخیل / که لب تر نکردند زرع و نخیل

شنیدم که یکبار در دجله / سخن گفت با عابدے کله

که من فرِ فرماندہی داشتم / بسر بر کلاہے مہی داشتم

سپہرم مدد کرد و نصرت وفاق / گرفتم بہ بازوے دولت عراق

طمع کرده بودم که کرمان خورم / که ناگه بخوردند کرمان سرم

بکن، پنبهٔ غفلت از گوش ہوش / که از مُردگان پندے آید بگوش

چنین گفت شوریدهٔ در عجم / بکسری که اے وارثِ مُلکِ جم

اگر ملک بر جم بماندے و بخت؟ ۸ ، ترا کے میسر شدے تاج و تخت؟

اگر گنجِ قارون بدست آوری / نماند مگر انچه بخشی بری

باب ۳ عشق

ترا بنده از من بافتد بسے / مرا چو تو دیگر نیفتد کسے

باب ۴ تواضع

یکے قطرهٔ باران ز ابرے چکید / خجل شد چو پہناے دریا بدید

که جائیکه دریاست من کیستم؟ / گر او ہست، حقا که من نیستم

چو خود را بہ چشمِ حقارت بدید ۹ ، صدف در کنارش بجان پرورید

سپہرش بجاے رسانید کار / که شد نامور لولوے شاہوار

مر ابلیس را دید شخصی بخواب — بقامت صنوبر برو آفتاب
نظر کرد و گفت ای نظیر قمر — ندارند خلق از جمالت خبر
ترا سهمگین روی پنداشتند — بگرمابه در زشت بنگاشتند
بخندید و گفت آن نه شکل منست — ۵، ولیکن قلم در کف دشمنست
براندختم بیخ شان از بهشت — کنونم بکین می نگارند زشت

شنیدم که جمشید فرخ سرشت — بسر چشمهٔ بر بسنگی نوشت
برین چشمه چون ما بسی دم زدند — برفتند چون چشم بر هم زدند
گرفتیم عالم بمردی و زور — ولیکن نبردیم با خود بگور
چو بر دشمنی باشدت دسترس — مرنجانش کورا همین غصه بس
عدو زنده سرگشته پیرامنت — ۷۶ به از خون او کشته در گردنت

شنیدم که دارای فرخ تبار — ز لشکر جدا ماند روز شکار
دوان آمدش گله بانی به پیش — شهنشه برآورد تغلق ز کیش
برآورد چوپان بدل خروش — که دشمن نیم در هلاکم مکوش
من آنم که اسپان شه پرورم — بخدمت درین مرغزار آورم
ملک را دل رفته آمد بجای — بخندید و گفت ای نکوهیده رای
ترا یاوری کرد فرخ سروش — وگرنه زه آورده بودم بگوش
نگهبان مرعی بخندید و گفت — نصیحت ز یاران نشاید نهفت
چنانست در مهتری شرط زیست — ۷۷ که هر کهتری را بدانی که کیست؟
توانم من ای نامور شهریار — که اسپی برون آرم از صد هزار
مرا گله بانی بعقلست و رای — تو هم گلهٔ خویش داری بپای
دران دار ملک از خلل غم بود — که تدبیر شاه از شبان کم بود

خانہ را کہ چو تو ہمسایہ است ده درم سیم کم عیار ارزد
لیکن امیدوار باید بود کہ پس از مرگ تو ہزار ارزد

بوستان

بنام جہاندار جان آفرین حکیم سخن بر زبان آفرین

سبب نظم کتاب

در اقصائے عالم بگشتم بسے بسر بردم ایام، با ہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم ۱؎ ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم
چو پاکان شیراز خاکی نہاد ندیدم کہ رحمت بران خاک باد
تولائے مردان این پاک بوم برانگیختم خاطر از شام و روم

باب ۱ عدل۔ رائے و تدبیر جہانداری

چراغیکہ بیوہ زنے برفروخت بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
خدا ترس را بر رعیت گمار کہ معمار ملک ست پرہیزگار
سر گرگ باید ہم اول برید نہ چون گوسفندان مردم درید
قدیمان خود را بیفزائے قدر ۲؎ کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر
چو خدمت گزاریت گردد کہن حق سالیانش فرامش مکن
چو بذل تو کردم جوانی خویش ۳؎ بہنگام پیری مرانم ز پیش
برآوردن کام امیدوار بہ، از قید بندی شکستن ہزار
چو نرمی کنی خصم گردد دلیر دگر خشم گیری، شوند از تو سیر
درشتی و نرمی بہم در بہ است ۴؎ چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است
جوانمرد و خوش خلق و بخشندہ باش چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش

فرقِ شاہی و بندگی برخاست   چون قضائے نبشتہ آمد پیش
گر کسے خاکِ مردہ باز کند ۶۸ نشناسد توانگر از درویش

ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے   کہ از دہانش بدر می کنند دندانے
قیاس کن کہ چہ حالت بود در آن ساعت   کہ از وجودِ عزیزش بدر رود جانے

نااہل

اگر صد سال گبر آتش فروزد   چو یک دم اندران افتد بسوزد

نایابی ہنرمندان

اگر ژالہ ہر قطرۂ دُر شدے   چو خر مہرہ بازار از و پُر شدے
گر سنگ ہمہ لعلِ بدخشان بودے   پس قیمتِ لعل و سنگ یکسان بودے

نصیحت

ما نصیحت بجاے خود کردیم   روزگارے درین بسر بردیم
گر نیاید بگوشِ رغبتِ کس   بر رسولان بلاغ باشد و بس

تمامی

میانِ دو کس جنگ چون آتش ست ۶۹ سخن چینِ بدبخت ہیزم کش ست

ہمدردی

بنی آدم اعضاے یکدیگر اند ۷۰ کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار   دگر عضوہا را نماند قرار
تو کز محنتِ دیگران بیغمی   نشاید کہ نامت نہند آدمی

آنکہ در راحت و تنعم زیست   او چہ داند کہ حالِ گرسنہ چیست
حالِ درماندگان کسے داند   کہ باحوالِ خویش درماند

ہمسایہ

نہ باشتر بر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم ۶۱ نہ خداوند رعیت نہ غلام شہریارم

کارِ بے سود

بیفائدہ ہر کہ عمر در باخت ۶۲ چیزے نہ خرید و زر بینداخت

کاہلی

گرچہ بیرون ز رزق نتوان خورد در طلب کاہلی نباید کرد

گوشہ گیری

آنانکہ بکنجِ عافیت بنشستند دندانِ سگ و دہانِ مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند وز دست و زبانِ حرفگیران رستند

لطیفہ

آن شنیدی کہ صوفی میکوفت زیرِ نعلین خویش میخے چند
آستینش گرفت سرہنگے کہ بیا نعل بر ستورم بند

مردم آزاری

من آن مورم کہ در پایم بمالند نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکرِ این نعمت گزارم ۶۳ کہ زور مردم آزاری ندارم

مردم شناسی

توان شناخت بیکروزہ در شمائلِ مرد کہ تا کجاش رسیدست پایگاہِ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو ۶۴ کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم

موت

جہان اے برادر نماند بکس ۶۵ دل اندر جہان آفرین بند و بس
مکن تکیہ بر ملکِ دنیا و پشت ۶۶ کہ بسیار کس چون تو پرورد و کشت
چو آہنگِ رفتن کند جانِ پاک ۶۷ چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

عشق

نباید بستن اندر چیز کس دل ‌ ‌ که دل بر داشتن کاریست مشکل

در چشم من آمد آن سهی سرو بلند ‌ ‌ بربود دلم ز دست و در پای فگند

این دیدهٔ شوخ میبرد دل بکمند ۵۶ ‌ ‌ خواهی که بکس دل ندهی دیده ببند

علم

صاحبدلی بمدرسه آمد ز خانقاه ‌ ‌ بشکست عهد صحبت اهل طریق را

گفتم میان عالم و عابد چه فرق بود ‌ ‌ تا کردی اختیار از آن این فریق را

گفت او گلیم خویش بدر میبرد ز موج ۵۷ ‌ ‌ وین جهد می کند که بگیرد غریق را

علم بے عمل

علم چندانکه بیشتر خوانی ‌ ‌ چون عمل در تو نیست نادانی

نه محقق بود نه دانشمند ۵۸ ‌ ‌ چارپایی برو کتابی چند

عمل صالح

دلقت بچه کار آید و تسبیح مرقع ‌ ‌ خود را ز عملهای نکوهیده بری دار

حاجت بکلاه برکی داشتنت نیست ۵۹ ‌ ‌ درویش صفت باش کلاه تتری دار

غلام

بر بنده مگیر خشم بسیار ‌ ‌ جورش مکن و دلش میازار

او را تو بده درم خریدی ۶۰ ‌ ‌ آخر نه بقدرت آفریدی

قضا و قدر

قضا دگر نه شود از هزار ناله و آه ‌ ‌ بشکر یا بشکایت بر آید از دهنی

فرشته که وکیلست بر خزاین باد ‌ ‌ چه غم کند که بمیرد چراغ بیوه زنی

قناعت

گر نبود بالشِ آگندہ پر ۵۰ خواب توان کرد حجر زیرِ سر
ورنہ نبود دلبرِ ہمخوابہ پیش دست توان کرد بآغوشِ خویش
وین شکمِ بے ہنرِ پیچ پیچ ۵۱ صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

طمع

ہر کہ بر خود درِ سوال کشاد ۵۲ تا نمیرد دنیاز مند بود
آز بگذار و بادشاہی کن گردنِ بے طمع بلند بود
سگے را گر کلوخے بر سر آید زشادی بر جہد کاں استخوانے ست
اگر نعشے دو کس بر دوش گیرند لئیم الطبع پندارد کہ خوانے ست

ظلم

اگر ز باغِ رعیت ملک خورد سیبے بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد ۵۳ زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ
نہ ہر کہ قوتِ بازوے منصبے دارد بسلطنت بخورد مالِ مردمان بگزاف
توان بحلق فرو بُردن استخوان درشت ولے شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
مار ہی تو کہ ہر کرا بہ بینی بزنی ۵۴ یا بوم کہ ہر کجا نشینی بہ کنی
دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد ۵۵ بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

ظنِ نیک

ہر کرا جامہ پارسا بینی پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی کہ در نہانش چیست محتسب را درونِ خانہ چہ کار

عجز

بگزار کہ بندہ کمینم تا در صفِ بندگان نشینم

امید دار بود آدمی بخیرِ کسان ۴۸ مرا بخیرِ تو امید نیست بد مرسان

بہ تیشہ کس نہ تراشد ز روے خارا گل چنانکہ بانگِ درشتِ تو می خراشد دل

صحبتِ ناجنس

نہ عجب گر فرو رود نفسش عندلیبے غراب ہم قفسش

عالم اندر میانۂ جہال مثلے گفتہ اند صدیقان

شاہدے در میانِ کوران ست مصحفے در کنشتِ زندیقان

طعام

سخن آنگہ کند حکیم آغاز یا سرِ انگشت سوے لقمہ دراز

کہ ز ناگفتنش خلل زاید یا ز ناخوردنش بجان آید

خوردن براے زیستن و ذکر کردن ست تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست

نہ چندان بخور کز دہانت برآید نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید

ترکِ احسان خواجہ اولیٰتر کاحتمالِ جفاے بوابان

بہ تمناے گوشت مردن بہ ۴۸ کہ تقاضاے زشتِ قصابان

اگر حنظل خوری از دستِ خوشخوے بہ از شیرینی از دستِ ترشروے

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد ۴۹ منتِ حاتمِ طائی نبرد

در بیابانِ خشک و ریگِ روان تشنہ را در دہان چہ دُر چہ صدف

مردِ بے توشہ کاوفتاد ز پاے بر کمربند او چہ زر چہ خزف

مرغِ بریان بہ چشمِ مردمِ سیر کمتر از برگِ ترہ بر خوان ست

وانکہ را دستگاہ و قوت نیست شلغمِ پختہ مرغِ بریان ست

گوش تواند کہ ہمہ عمر وے نشنود آوازِ دف و چنگ و نے

دیدہ شکیبد ز تماشاے باغ بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

سخندانِ پروردہ پیرِ کہن | بیندیشد آنگہ بگوید سخن
مزن بے تامل بگفتار دم | نکو گوے گردیر گوئی چہ غم
بیندیش و آنگہ برآور نفس | وزاں پیش بس کن کہ گویند بس
بنطق آدمی بہتر است از دواب | دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب

۴۳ تا مرد سخن نگفتہ باشد | عیب و ہنرش نہفتہ باشد
۴۴ ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست | شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

نہ مردست آن بہ نزدیک خردمند | کہ با پیلِ دمان پیکار جوید
بلے مرد آن کس است از روے تحقیق | کہ چون خشم آیدش باطل نہ گوید ۴۵

در سخن با دوستان آہستہ باش | تا ندارد دشمنِ خونخوار گوش
پیشِ دیوار آنچہ گوئی ہوشدار | تا نباشد در پسِ دیوار گوش

شوق

نگارِ من چو در آید بخندۂ نمکین | نمک زیادہ کند بر جراحتِ ریشان
چہ بودے ار سر زلفش بدستم افتادے | چو آستینِ کریمان بدستِ درویشان

صبر

گرت خوے من آمد ناسزاوار | تو خوے نیکِ خویش از دست مگذار

صحبت بد

زنہار از قرینِ بد زنہار | وقنا ربنا عذاب النار

صحبتِ جاہلان

دو عاقل را نباشد کین و پیکار | نہ دانائے ستیزد با سبکسار
اگر نادان بوحشت سخت گوید | خردمندش بہ نرمی دل بجوید
دگر در ہر دو جانب جاہلانند | اگر زنجیر باشد بگسلانند ۴۶

اگر دنیا نباشد دردمندیم اگر باشد بمهرش پای بندیم

راستی

راستی موجبِ رضای خداست ۳۸ کس ندیدم که گم شد از رهِ راست

رزق

اگر روزی بدانش درفزودی ۳۹ ز نادان تنگ روزی تر نبودی

بنادان آنچنان روزی رساند ۴۰ که نادان اندران حیران بماند

بخت و دولت بکاردانی نیست جز بتائیدِ آسمانی نیست

کیمیاگر بغصه مرده برنج ۴۱ ابله اندر خراب یافته گنج

فراموشت نکرد ایزد در آن حال که بودی نطفهٔ مدفون و مدهوش

روانت داد و طبع و عقل و ادراک جمال و نطق و رای و فکرت و هوش

ده انگشتت مرتب کرد بر کف دو بازویت مرتب ساخت بر دوش

کنون پنداری ای ناچیز همت که خواهد کردنت روزی فراموش

ریا

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز پوست بر پوست بود همچو پیاز

ای طبلِ بلند بانگ در باطن هیچ بی توشه چه تدبیر کنی وقت بسیج

روی طمع از خلق بپیچ ار مردی ۴۱ تسبیح هزار دانه بر دست مپیچ

زمانه

شگوفه گاه شگفتست و گاه خوشیده ۴۲ درخت وقت برهنه ست و وقت پوشیده

زبانِ خلق

بعذر توبه توان رستن از عذابِ خدای ولیک می نتوان از زبانِ مردم رست

سخن

برگِ عیشے بگورِ خویش فرست　　کس نیارد زپس تو پیش فرست
عمر برفست و آفتاب بر تموز ۳۴　　اندکے ماند و خواجہ غرہ ہنوز
اے تہیدست رفتہ در بازار　　ترسمت باز ناوری دستار
پند سعدی بگوشِ دل بشنو　　رہ چنین ست، مرد باش و برو

بصورت آدمی شد قطرۂ آب　　کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند
دگر چل سالہ را عقل و ادب نیست　　بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

خادم

غلام آبکش باید و خشت زن　　بود بندۂ نازنین مشت زن

خلقت

ہیچ صیقل نکو نداند کرد　　آہنے را کہ بد گہر باشد
چون بود اصل جوہرے قابل　　تربیت را درو اثر باشد
سگ بدریاے ہفتگانہ بشو　　چونکہ تر شد پلید تر باشد
خرِ عیسے اگر بہ مکہ برند　　چون بیاید ہنوز خر باشد

خموشی

چو کارے بے فضول من بر آید　　مرا در وے سخن گفتن نشاید
دگر بینم کہ نابینا و چاہ است ۳۶　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

خودداری

کہن خرقۂ خویش پیراستن ۳۷　　بہ از جامۂ عاریت خواستن

دفعِ دشمن

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود　　برآرد بچنگال چشمِ پلنگ

دنیا

گر آب چاه نصرانی نه پاکست | جهود مرده میشوئی چه باکست
بدو زد دست شره دیدهٔ هوشمند | در آرد طمع مرغ و ماهی به بند
چو پرخاش بینی تحمل بیار | که سهلی به بندد در کارزار
یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۷ | یا بنا کن خانهٔ درخورد پیل
برینکه می گذرد دل منه که دجله بسے | پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد
گرت ز دست بر آید چو نخل باش کریم ۲۸ | ورت ز دست نیاید چو سرو باش آزاد

حیات انسانی

هردم از عمر میرود نفسے ۲۹ | چون نگه میکنم نماند بسے
ایکه پنجاه رفت و در خوابی | مگر این پنج روز دریابی
خجل آنکس که رفت و کار نساخت ۳۰ | کوس رحلت زدند و بار نساخت
خواب نوشین بامداد رحیل ۳۱ | باز دارد پیاده را ز سبیل
هر که آمد عمارت نو ساخت ۳۲ | رفت منزل بدیگرے پرداخت
وان دگر پخت همچنین هوسے | وین عمارت بسر نبرد کسے
یار ناپایدار دوست مدار | دوستی را نشاید این غدار
مادهٔ عیش آدمی شکم است | تا بتدریج میرود چه غم است
گر به بند چنانکه نکشاید | گو دل از عمر بر کند شاید
ور کشاید چنانکه نتوان بست | گو، بشو از حیات دنیا دست
چار طبع مخالف و سرکش | چند روزے بوند با هم خوش
گر یکے زین چهار شد غالب | جان شیرین بر آید از قالب
لاجرم مرد عارف کامل ۳۳ | نه نهد بر حیات دنیا دل
نیک و بد چون همی بباید مرد ۳۴ | خنک آنکس که گوے نیکی برد

تمیز باید و تدبیر و عقل وانگہ ملک — کہ ملک و دولتِ ناداں سلاحِ جنگِ خداست

حسد

شور بختان بآرزو خواہند — مقبلاں را زوالِ نعمت و جاہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

راست خواہی ہزار چشم چناں — کور بہتر کہ آفتاب سیاہ؟

حسن

با تو مرا سوختن اندر عذاب — بہ کہ شدن با دگرے در بہشت

بوے پیاز از دہنِ خوبروے — بہ حقیقت کہ گل از دستِ زشت

حکمت

دگر رہ گر نداری طاقتِ نیش ۲۱ مکن انگشت در سوراخِ کژدم

چو کردی با کلوخ انداز پیکار ۲۲ سرِ خود را بہ نادانی شکستی

چو تیر انداختی بر روے دشمن — چناں داں کاندر آماجش نشستی

گر گزندت رسد ز خلق مرنج — کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست — کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد ۲۳ از کماں دار بیند اہلِ خرد

چہ سالہاے فراواں و عمرہاے دراز — کہ خلق بر سرِ ما بر زمیں بخواہد رفت

چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما ۲۴ بدستہاے دگر ہمچنیں بخواہد رفت

کس نیاموخت علمِ تیر از من ۲۵ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۲۶ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

خاتونِ خوبصورت و پاکیزہ روے را — نقش و نگار و خاتمِ فیروزہ گو مباش

درویشِ نیک سیرت و فرخندہ روے را — نانِ رباط و لقمۂ دریوزہ گو مباش

چوب تر را چنانکه خواہی پیچ | نشود خشک جز بآتش راست

ہر آن طفل کو جور آموزگار ۱۷ نہ بیند جفا بیند از روزگار

پادشاہے پسر بمکتب داد | لوح سیمینش بر کنار نہاد

بر سر لوح او نوشتہ بزر ۱۸ جور اُستاد بہ ز مہر پدر

تواضع

این حکایت شنو کہ در بغداد | رایت و پردہ را خلاف افتاد

رایت از گرد راہ و رنج رکاب | گفت با پردہ از طریق عتاب

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم | بندۂ بارگاہ سلطانیم

من ز خدمت دمے نیاسودم | گاہ و بیگاہ در سفر بودم

تو نہ رنج آزمودۂ نہ حصار | نہ بیابان و باد و گرد و غبار

قدم من بسعی پیشتر است | پس چرا عزت تو بیشتر است

تو بر بندگان مہ روئی | با کنیزان یاسمن بوئی

من فتادہ بدست شاگردان | بسفر پای بند و سر گردان

گفت من سر بر آستان دارم ۱۹ نہ چو تو سر بر آسمان دارم

ہر کہ بیہودہ گردن افرازد | خویشتن را بگردن اندازد

تہذیب سخن

سخن گرچہ دلبند و شیرین بود | سزاوار تصدیق و تحسین بود

چو یکبار گفتی مگو باز پس ۲۰ کہ حلوا چو یکبار خوردند بس

جہل

یکے را زشت خوئے داد دشنام | تحمل کرد و گفت اے نیک فرجام

بتر زانم کہ خواہی گفت آنی | کہ دانم عیب من چون من ندانی

بدصوت

چون بآواز آمد آن بربط‌سرای — کدخدا را گفتم از بهرِ خدای

پنبه ام در گوش کن تا نشنوم — یا درم بگشای تا بیرون روم

موذن بانگ بی هنگام برداشت — نمیداند که چند از شب گذشت است

درازیِ شب از مژگان من پرس — که یکدم خواب در چشمم نگشت ست

بیوفائی

جوانان خردمند و خوب رخسار ۱۴ ولیکن در وفا با کس نپایند

وفاداری مدار از بلبلان چشم ۱۵ که هردم بر گلِ دیگر سرایند

بی هنری

گر بی هنر بمال کند کبر بر حکیم — کون خرش شمار اگر گاو عنبر است

آنرا که عقل و همت و تدبیر و رای نیست — خوش گفت پرده دار که کس در سرای نیست

پسر

سالها بر تو بگذرد که گذار — نکنی سوی تربتِ پدرت

تو بجای پسر چه کردی خیر ۱۶ تا همان چشم داری از پسرت

زنانِ باردار ای مردِ هشیار — اگر وقتِ ولادت مار زایند

ازان بهتر بنزدیکِ خردمند — که فرزندانِ ناهموار زایند

پیری

دمی چند گفتم برآرم بکام — دریغا که بگرفت راهِ نفس

دریغا که بر خوانِ الوانِ عمر — دمی چند خوردیم و گفتند بس

تربیت اولاد

هر که در خردیش ادب نکنی — در بزرگی فلاح ازو برخاست

چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن | کہ میگویند ملاحان سرودے
بکوہستان اگر باران نبارد | بسالے دجلہ گردد خشک رودے

اعتدال

ایکہ مشتاقِ منزلی ہشتاب | پندِ من کاربند صبر آموز
اسپ تازی دو تک رود بشتاب | اشتر آہستہ میرود شب و روز
جوانے باپدر گفت اے خردمند | مرا تعلیم کن پیرانہ یک پند
بگفتا نیکمردی کن نہ چندان | کہ گردد چیرہ گرگِ تیز دندان

اقبال

بالاے سرش زہوشمندی | میتافت ستارۂ بلندی

انسان

مرغک از بیضہ برون آید و روزی طلبد | آدمی زادہ ندارد خرد و عقل و تمیز

بخت و اتفاق

شد غلامے کہ آب جو آرد | آبِ جو آمد و غلام ببرد
دام ہر بار ماہی آوردے | ماہی این بار رفت و دام ببرد
چہ کند زورمند وارونِ بخت؟ | بازوے بخت بہ کہ بازوے سخت
منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست ۱۲ | ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت
رزق ہر چند بیگمان برسد ۱۲ | شرطِ عقل است جستن از درہا
گہ بود کز حکیم روشن رائے | برنیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکے نادان | بغلط بر ہدف زند تیرے

بخل

بکن نماز بران ہیچکس کہ ہیچ نکرد | کہ عمر در سرِ تحصیلِ مال کرد و نخورد

بیانِ صبر

ترا گر صبوری بود دستیار بدست آوری دولتِ پائدار

صفتِ راستی

بہ از راستی در جہان کار نیست ۶ کہ در گلبنِ راستی خار نیست

مذمتِ کذب

دروغ اے برادر مگو زینہار کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار

منعِ امید اسید از مخلوقات

منہ دل درین منزلِ جانستان ۷ کہ در وے نہ بینی دلے شادمان

منہ دل برین دیرِ ناپائدار ۸ ز سعدی ہمین یک سخن یاددار

گلستان

اثرِ صحبت

دیدم گلِ تازہ چند دستہ بر گنبدے از گیاہ بستہ

گفتم چہ بود گیاہ ناچیز تا در صفِ گل نشیند او نیز

بگریست گیاہ و گفت خاموش ۹ صحبت نہ کند کرم فراموش

گر نیست جمال و رنگ و بویم آخر نہ گیاہِ باغِ اویم

احسان فراموشی

سگے را لقمۂ ہرگز فراموش نہ گردد، گر زنی صد نوبتش سنگ

دگر عمرے نوازی سفلۂ را ۱۰ بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

اسراف

شبے کو روز روشن شمعِ کافوری نہد ۱۱ زود بینی کش بشب روغن نباشد در چراغ

دلا گر خردمندی و ہوشیار مکن صحبت جاہلان اختیار
ترا اژدہا گر بود یار غار ۳ ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

صفت عدل

رعایت دریغ از رعیت مدار مراد دل دادخواہان برار

مذمت ظلم

خرابی ز بیداد بیند جہان چو بستان خرم ز باد خزان
مکن بر ضعیفان بیچارہ زور بیندیش آخر ز تنگی گور

صفت قناعت

اگر تنگدستی ز سختی منال ۴ کہ پیش خردمند ہیچ است مال
غنی گر نباشی مکن اضطراب کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

صفت طاعت و عبادت

کسے را کہ اقبال باشد غلام بود میل خاطر بطاعت مدام
نماز از سر صدق برپاے دار کہ حاصل کنی دولت پایدار
پرستندہ آفرینندہ باش در ایوان طاعت نشینندہ باش

بیان شراب محبت و عشق

خوش آن دل کہ دارد تمناے دوست خوش آنکس کہ در بند سوداے اوست
خوش آنکس کہ شد بستہ برروے دوست ۵ خوش آنکس کہ شد منزلش کوے دوست

صفت وفا

خیانت ز احباب کردن خطاست بریدن ز یاران خلاف وفاست

فضیلت شکر

گر از شکر ایزد شوی ہی زبان بدست آوری دولت جاودان

پندنامہ معروف بہ کریما

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما   کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

اشارت بہ نفس

مکن تکیہ بر عمرِ ناپائدار   مباش ایمن از بازیِ روزگار

مدحِ کرم

ورائے کرم در جہان کار نیست   وزین گرم تر ہیچ بازار نیست

صفتِ سخاوت

سخاوت مسِ عیب را کیمیاست   سخاوت ہمہ دردہا را دواست

مذمتِ بخل

بخیل ارچہ باشد تونگر بمال   بخواری چو مفلس خورد گوشمال

سخیان ز اموال بر می خورند   بخیلان غمِ سیم و زر می خورند

صفتِ تواضع

دلا گر تواضع کنی اختیار   شود خلقِ دنیا ترا دوستدار

تواضع کند ہوشمند گزین   نہد شاخِ پُر میوہ سر بر زمین

تواضع ز گردن فرازان نکوست   گدا گر تواضع کند خوے اوست

مذمتِ تکبر

تکبر بود عادتِ جاہلان   تکبر نیاید ز صاحبدلان

فضیلتِ علم

چو شمع از پے علم باید گداخت   کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

امتناع از صحبتِ جاہلان

سعدی

مصلح الدین نام۔ سعدی تخلص۔ مشہور بہ شیخ سعدی۔ شیراز مولد و مدفن۔
سعد ابن زنگی کے زمانہ مین یہ تھے اور اسی رعایت سے سعدی تخلص اختیار
کیا تھا۔ امرا کے دربار مین بھی حاضر ہوتے تھے اور فقرا سے بھی لطف ملاقات رکھتے
تھے۔۔ یہ عالم صوفی اور شاعر تھے۔ بہت بڑے سیاح تھے اور بڑے باکمال تھے۔
گلستان اور بوستان انکی تصنیفات مین بہت مشہور ہین۔ مُلّا جامی لکھتے ہین۔

در شعر سہ کس پیمبران اند قولیست کہ جملگی بران اند
فردوسی و انوری و سعدی ہر چند کہ لا نبی بعدی

سلطان محمد قاآن حاکم ملتان نے آپ کو چاہا کہ ملتان مین آکر بود و باش اختیار کرین
لیکن پیری کی وجہ سے شیخ نے گھر چھوڑنا پسند نہین کیا۔ امیر خسرو کے لیے سفارشی خط شیخ صاحب نے
محمد قاآن کے پاس بھیجا تھا اور کچھ اپنی غزلین بھی بھیجی تھین ۶۹۱ھ مین شیخ صاحب مرے۔ اور شیراز مین
دفن ہوئے۔ انکا مقبرہ سعدیہ کے نام سے مشہور ہے۔

شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی علوم ظاہر مین آپ کے اُستاد تھے اور شیخ شہاب الدین
سہروردی علم باطن مین آپ کے مقتدا تھے۔ آپ کے کلام آپکی زندگی ہی مین تمام ایشیا مین
پہنچ گئے تھے۔ اور پھر آپ کی کتابون نے داخل درس ہوکر ایشیا کی تہذیب و اخلاق مین اثر خاص پیدا
کیا۔ سعدی کو اس اعتبار سے ایشیا کا سب سے بڑا معلم کہنا بجا ہے۔

ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت مین جو پہلے اتحاد خیال تھا اُسمین لوگون کے نزدیک اب
کمی آتی جاتی ہے۔ اسکا سبب میرے خیال مین ایک یہ بھی ہے کہ سعدی کی گلستان بوستان اور
پندنامہ کی بدولت پہلے ہندوؤن اور مسلمانون کا معلم اخلاق ایک ہوتا تھا اور نئے طرز تعلیم مین یہ امر جاتا رہا

انتخاب

از

کلیاتِ سعدی

۹۶ نشتر

مثنویات

شیشۂ مے کی یہ دراز زبان / اور پھر یہ ستم کہ بنبہ دہان
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے / پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے

شبِ ہجران بسر نہین ہوتی / نہین ہوتی سحر نہین ہوتی
بسترِ رنج و کنجِ تنہائی / رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہی یہ صبح تلک / نہین لگتی مری پلک سے پلک
نہین کیون بولتے سحر کے طیور / کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
دل سے رخصت ہی تاب وطاقت کی / بیقراری نے استقامت کی
ہوسِ سیرِ باغ ہی کسکو؟ / دل ہے کسکو دماغ ہے کسکو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر / سنگِ دیوانہ بن گیا ہی گھر

سہرا

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا / آج ہی یمن وسعادت کا ترے سر سہرا
روے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار ۲ / تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دمِ آرائش / سر پہ دستار ہی دستار کے اوپر سہرا
رونمائی مین تجھے دے مہ وخورشید فلک ۴ / کھولدے منھ کو جو تو منھ سے اُٹھا کر سہرا
کثرتِ تارِ نظر سے ہی تماشائیون کی ۵ / دمِ نظارہ ترے روے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آب مضامین سے بنا کر لایا / واسطے تیرے ترا ذوقِ ثناگر سہرا
جسکو دعویٰ ہو سخن کا یہ سُنادے اُسکو / دیکھ اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے ۴۰ ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے خاک مین جب مل گئے دونون برابر ہو گئے

الفت کا مزا جب کوئی مرجائے تو جانئے یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جانئے

قطعات

ے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے تھے علاجِ ضعفِ دل و ضعفِ تن کی فکر مین

ج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین باچشمِ پرآب گاہ تدبیرِ لحد مین گہ کفن کی فکر مین

ے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتایئے معلوم ہے حقیقتِ ہو حق جناب کی

نکلے ہو میکدے سے ابھی منہ چھپا کے تم دابے ہوئے بغل مین صراحی شراب کی

دیکھا ہے تو بُرا ہو نہین سکتا اے ذوق ہے بُرا وہ ہی کہ جو تجھکو بُرا جانتا ہے

ور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ۴۱ کیون بُرا کہنے سے تو اُسکے بُرا مانتا ہے

جنکو اسوقت مین اسلام کا دعوی ہے کمال دیکھتا ہون یہ اب اے ذوق مین اُنکا احوال

س طرح سے کہ ہنسانے کو بیدینون کے ۴۲ نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

رباعیات

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہین جو کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

جب تک تھے گرہ مین احمقون کے پیسے سب کہتے تھے اُنکو آپ ایسے ایسے

مفلس ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

ان آنکھون سے روے لالہ گون بھی دیکھا اور اُنکو بہ انداز اشکِ خون بھی دیکھا

کیا کیا دیکھا نہ رنگ ہم نے اے ذوق یون بھی دیکھا جہان کو یون بھی دیکھا

دنیا سے الم ذوق اُٹھا جائین گے ہم کیا کہین کیا آئے تھے کیا جائین گے

جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے اب جائین گے اورون کو رلا جائین گے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے ۲۴۷ کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیِ دوراں سے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی

جو دل نہ کشمکشِ طرۂ دوتا میں پڑے تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی چلی تھی برچھی کسی پر کسی پہ آن لگی

ہمیں مےِ آشکارا ہمکو کسکی ساقیا چوری خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

مدہ بوسے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے ۲۴۸ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

سجدہ کو چاہیے یوں پیرِ پشت خم دیکھے ۲۴۹ مرا کو جیسے تھکا اونٹ دسدم دیکھے

پھرتے ہیں لکھے پڑھے سو میں ملک و جاہ کے طفلِ مکتب رہتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

پاک رکھ اپنا دہن ذکرِ خدائے پاک سے کم نہیں تیری زبان منہ میں تری مسواک سے

گرد رہے کھونا دلِ مضطر سے کسی کے پانی دو بلا وار کے سر پر سے کسی کے

مقابل اُس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے صبا یہ دھول لگائے کہ پھر سحر ہو جائے

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے کل کے جو وصل کے عالم میں ہیں نظر میں پھرتے

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے حُسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

لاشے کو پھینک دیجیے پھر کہ دفن کیجیے مردہ پرست زندہ جو چاہیے عزت کیجیے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریشِ سفید شیخ پر وسمہ آبِ بنگ سے مہندی ہی لگا کر گنگ

اگر انسان قانع ہو غنی ہے دو عالم سے ہما کو حرص لیکن اسکی مٹی خوار کرتی

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے لگایا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے

دل کہاں سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے جی کے لگ جانے سے جینا بھی بُرا لگتا ہے

باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی کالا کرے گا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی

کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے اور جو یہ تنگ کریں منہ سے شکایت نہ کرے

ے تفرقے یہ جدائی سے تیری — کہ مین ہون کہین دل کہین جان کہین ہی
اک آہ کی زخم سو سو اُٹھا کے — تجھے آفرین ذوق صد آفرین ہی

تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائین گے — مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے
دوزخ کی بھی ہو جائے گی پانی پانی — جب یہ عاصی عرقِ شرم مین تر جائین گے
نہین وہ جو کرین خون کا دعوی تجھ سے — بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائین گے
وق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہین مُلّا — اُنکو میخانے مین لے آؤ سنور جائین گے

مگر تو نے روکا جبکو میرے پاس آنے سے — اجل بھی گر کبھی آئے تو شاید کچھ بہانے سے
ر چہ لے اُچکا ہر تو دل و دین اک زمانے سے — نہیں اعیر بھی اے کافر ترا ایمان ہاتھ آنے سے

ے صدمہ دردِ سر سے مری جان پر تو ہی — لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہی
دل کہ جسمین سوزِ محبت نہ ہووے ذوق — بہتر ہے اُس سے سنگ کہ اُسمین شرر تو ہی
وہ دنیا جسمین ہو کوشش نہ دین کے واسطے — واسطے دان کے بھی کچھ یا سب نہین کے واسطے
وق عاصی ہی تو اُسکا خاتمہ کیجو بخیر — یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کے واسطے

ھے سے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا — نہین یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

م دل پہ کیون مرے مرہم کا استعمال ہی ۳۷ — مشک گر مہنگا ہی تو کیا لون کا بھی کال ہی

ذرا سا اور وہ پتھر مین گھر کرے — انسان وہ کیا نہ جو دلِ دلبر مین گھر کرے

ب روکا شکایتون سے مجھے — تو نے مارا عنایتون سے مجھے

سے رنگ رنگ سے ہی رونقِ چمن — اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

یے نہ تنگ ظرف سے اے ذوق کبھی راز — کہکر اُسے سُننا ہو ہزارون سے تو کہیے

قارت ہمین پیغامِ سفر دیتی ہی — زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہی

قیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے — کہ مے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے

کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا — وہ سب یارِ خرابات اپنے نکلے ہمنشین نکلے

اگر یہ جانتے چُن چُن کے ہمکو توڑینگے
تو گل کبھی نہ تمناے رنگ و بو کرتے

سُراغ عمرِ گزشتہ کا ڈھونڈھیے گر ذوق
تمام عمر گزر جاے جستجو کرتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہین پاتے
ہنستے ہین مگر تیری ہنسی کو نہین پاتے

کیون ہم نے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا؟
کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہین پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہین دل مین
لیکن نہین پاتے تو خوشی کو نہین پاتے

معلوم نہین اُسکے دہن ہے کہ نہین ہے
اے ذوق ہم اس سِرِّ خفی کو نہین پاتے

مزے یہ دل کے لیے تھے نہ تھے زبان کے لیے
سو ہم نے دل مین مزے سوزشِ نہان کے لیے

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے

جو پاسِ مہر و محبت کہین یہان بکتا
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے

نہین ہے خانہ بدوشون کو حاجتِ سامان
اثاثہ چاہیے کیا خانہ کمان کے لیے

مثالِ نے ہے مرا جب تلک کہ دم مین دم
فغان ہے میرے سینے اور مین فغان کے لیے

وبالِ دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزوِ ضعیف
اور اس ضعیف سے کُل کام دو جہان کے لیے

جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

آنا بلا سے اُسکا قیامت سے کم نہین
مرتے ہین انتظار مین اک روز آ چکے

یاد آیا یان سے آنے کا وعدہ نہین تو کب؟
جب رات کو وہ پاؤن مین مہندی لگا چکے

ہنگار د آج خوب چلو سیکر سے کو ذوق
چھوڑو کہین وظیفہ بہت بڑبڑا چکے

ابرِ تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جاے
برقِ مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

کیا ہوا اے ذوق ہین جو مثلِ مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہم سے سیکھ جاے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزین ہے
نہین یہ بھی معلوم ہے یا نہین ہے

شورِ قلقل یہ کیوں ہے دخترِ رز | کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے
سچ ہے الحرب خدعۃ ای ذوق | نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے

ہے تیرے کان زلفِ معنبر لگی ہوئی | رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خمِ مے کی طرح ہم | پر کیا کریں کہ مُہر ہے مُنہ پر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجو نہ اِس خاکسار کے | ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مُہر ۴۱ | آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
مُنہ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا | ہے دل سے یادِ ساقیِ کوثر لگی ہوئی
اے ذوق دیکھ دخترِ رز کو نہ مُنہ لگا ۴۲ | چھٹتی نہیں ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے | اُنکا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے
چاہیں گر چارہ جراحت کا محبت والے | بیچیں الماس و نمک سنگ جراحت والے
رہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر دونوں ۴۳ | کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدرِ وسعت | تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے
نہیں جز شمع مجاور مری بالینِ مزار | نہیں جز کثرتِ پروانہ زیارت والے
تو مرے حال سے غافل ہے پر ای غفلت کیش | تیرے اندازِ تغافل نہیں غفلت والے
ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں ای ذوق ۴۴ | اسنے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے | فریاد نہ کر دیکھ یہ صیاد غضب ہے
توڑا کمرِ شاخ کو کثرت نے ثمر کی ۴۵ | دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے
اخوانِ شیاطین ہیں یہ ستمی بندا | کیا حضرتِ آدم کی بھی اولاد غضب ہے
وہ کونسا غم ہے کہ جو دنیا میں نہیں ہے ۴۶ | اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین | اے ذوق مگر سُستی بنیاد غضب ہے

مرتے جو موت کے عاشق کبھو بیان کرتے | مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

مجھے آتا ہے رشک اُس رندِ مے آشام پر ساقی | نہ جو دع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے
نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ مین عمرِ رفتہ کا ۲۷ | مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے
سمجھ مین ہی نہین آتی ہے کوئی بات ذوق اُسکی | کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے؟

لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے | تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم | آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے
افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح ۲۸ | ہم جسکے ساتھ ساتھ چلین وہ جدا چلے
لیجائین تیرے کشتے کو جنت مین بھی اگر | پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے
اے **ذوق** ہے غضب نگہِ یار الحفیظ | وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیرِ قضا چلے

رخصت اے زندانِ جنون زنجیرِ در کھڑکائی ہے | مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے
سر بوقتِ ذبح اپنا اُسکے زیرِ پائے ہے | یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
بل بے استغنا کہ وہ یان آتے آتے رہ گئے | اُف ری بیتابی کہ یان تو دم ہی نکلا جائے ہے
نزع مین بھی **ذوق** کو تیرا ہی بس ہے انتظار ۲۹ | جانبِ در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آ جائے ہے

گر ابکے پھرے جیتے وہ کعبے کے سفر سے | تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے
وہ خلق سے پیش آتے ہین جو فیض رسان ہین | ہے شاخِ ثمردار مین گل پہلے ثمر سے
اے **ذوق** کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا ۳۰ | بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

الٰہی کس بیگنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے؟ | کہ آج کوچے مین اُسکے شورِ بای ذنب قتلتنی ہے
غمِ جدائی مین تیرے ظالم کہون مین کیا مجھپہ کیا بنی ہے | جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دلخراشی ہے جانکنی ہے
بشر جو اس تیرہ خاکدان مین پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے | وگرنہ قندیلِ عرش مین بھی اسی کے جلوے کی روشنی ہے
خدنگِ مژگان سے **ذوق** اُسکے دل اپنا سینہ سپر بنا ہے | مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

آنکھ اُس پُر جفا سے لڑتی ہے | جان کشتی قضا سے لڑتی ہے
نہین مژگان کی دو صفین گویا | اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

یہ تنگنا ہے دہر نہیں منزل فراغ | غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سو کیڑ تو
کتب محبت میں ای حضرتِ دل بتا دو کہ تم لیتے کتنا سبق ہو؟ | کہ جب آئے گر تمکو دیکھا تو وہی لیے دست افسوس کے ورق ہو

اے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو | میں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو
زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفسِ امارہ | یہ بالوں کی سپیدی شیر ہے اس مار رہزن کو
دیکھا دمِ نزع دلارام کو | عید ہوئی **ذوق** وہ لے شام کو

مرنے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ | تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ
کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رد کرے ہے | اتنا ہی اسے چاہیں گے ہم اور زیادہ
اس عاشق بیچارہ کا ہے آج برا حال | گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ
لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمر در کو جھکا کر | جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ
جو کنجِ قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر | ہے **ذوق** برابر انہیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقت نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ | ورنہ جگر کو روئے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ
اے شمع ایک چور ہے بادِ نسیم صبح ۲۵ | مارے ہے کوئی دم میں ترے تاج زر پہ ہاتھ
جو دیکھے اسکو تھام کے دل بیٹھ جائے **ذوق** | جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہِ سحر فن کے ساتھ | اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ
وحشی کو ہم نے دیکھا اس آہو نگاہ کے | جنگل میں پھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ
افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف؟ | لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ
گندم ہے سینہ چاک فراقِ بہشت میں ۲۶ | آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ
ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا | جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے | اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | اور اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے
تجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے | پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

نہین خضاب سے مطلب ہین یہ موے سفید — سیاہ پوش ہوئے ماتم جوانی ہین

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین ۲۰ وہ بیٹھے بزم مین دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین

گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہین ۲۱ بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہین

اب کے دل سے ہون تو پھر اُس بت قاتل کو ندون — جان دون ہاں دون ایمان دون پر دل کو ندون

چار ٹکڑے کرون دل کے کہ نہین ہو سکتا — لب کو دون رخ کو ندون زلف کو دون تل کو ندون

دشنام دو کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی — رکھتے نفیر کام نہین رد و کد سے ہین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غم ہجران دل مین ۲۲ ہم نے جانا تھا کوئی دن کا ہے مہمان دل مین

نہ ڈال آبلہ اے گرمی فغان منہ مین — کہ جیبکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگھنیان منہ مین

مرے نالوں سے چپ ہین مرغ خوش الحان زمانے مین — صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے مین

سینہ و دل یہ مرے زخم جگہ ہنستے ہین — ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہین

کہتی ہے ماہی بریان کو دہران قضا ۲۳ داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین

آسمان اور وہ انسان بنانا ہم کو — خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا

یہ تو یون مضطرب اور سینے مین کھون بدون — دل کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہم

دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے — ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپ نے چھیڑا ہم

ذوق بازیگہ طفلان ہے سراسر یہ زمین — ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہم

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو — غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

انتظار یار مین جو چشم ہو جائے سفید — مردمک اُسمین کہان ہو داغ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ — پست ہمت یہ نہ ہو اور پست قامت ہو تو ہو

آج اک بگڑی ہوئی تھی میکدہ مین سر — ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

آن پہنچی ہے گرداب فنا کشتی عمر — ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی اُسنے ۲۴ پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہم کو

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقتِ مے نوشی — ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

وقتِ پیری شباب کی باتین ۱۲ ایسی ہین جیسے خواب کی باتین
اُسکے گھر لے چلا مجھے دیکھو ۱۳ دلِ خانہ خراب کی باتین
واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خلد — کر شراب وکباب کی باتین
تجھکو رسوا کرینگی خوب اے دل — تیری یہ اضطراب کی باتین
سُنتے ہین اُس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم ۱۴ کس مزے سے عتاب کی باتین
ذکر کیا جوشِ عشق مین اے ذوق — ہم سے ہون صبر وتاب کی باتین

ہے جی مین اپنے غرۂ جوہر کو توڑ دون — آئینۂ خیالِ مکدر کو توڑ دون
ساقی لڑائیون سے تری چاہتا ہے جی — باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دون
احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا — کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون
نازک کلاہیان مری توڑین عدو کا دل ۱۵ مین وہ بلا ہون شیشے سے پتھر کو توڑ دون
پھر اُس غمزہ کو یاد کرے دل تو دل مین ذوق — نشتر چبھو کے مین سرِ نشتر کو توڑ دون

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہین — چُپ کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہین
سامنے سے مرے ٹلتا نہین ناصح جب تک — سفر کتا مرا دو چار گھڑی خوب نہین
خوبرویون سے سبب آنکھ لڑی پر افسوس — قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوا پیچ وتاب مین ۱۶ کیا جانے لکھدیا اُسے کیا اضطراب مین
یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین ۱۷ وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین
بے بادہ عمر گئی مین ہوا ذوق جون ہنوز — کی توبہ سب بے وقوف نے ناحق شباب مین

گل پریشان ہوا ہنس کے چمن مین آخر ۱۸ دیکھ اے غنچہ دہان خندہ زنی خوب نہین
بات ہم نے تو بنائی تھی دہان خوب مگر — تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین

...کاؤ خوب نہین طبع کی روانی مین ۱۹ کہ بو فساد کی آتی ہے بد زبانی مین

مین وہ مجنون ہون جو نکلون کنجِ زندان چھوڑ کر ۔ سیبِ جنت تک نہ کھاؤن سنگِ طفلان چھوڑ کر
مین ہون وہ گمنام جب دفتر مین نام آیا میرا ۔ رہگیا بس منشیِ قدرت جگہ وان چھوڑ کر
ہوگیا طفلی ہی سے دل مین ترازو تیرِ عشق ۔ بھاگتے ہین مکتب سے ہم اوراقِ میزان چھوڑ کر
دل تو لگتے ہی لگے گا حوریانِ عدن سے ۔ باغِ ہستی سے چلا ہون ہاے پریان چھوڑ کر
اِن دنون گرچہ دکن مین ہی بڑی قدرِ سخن ۔ کون جائے ذوقؔ پر دلی کی گلیان چھوڑ کر

بلبل ہون صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر ۔ پروانہ ہون چراغ سے دور اور شکستہ پر
اُس مرغِ ناتوان پہ ہے حسرت جو رہ گیا ۔ مرغانِ کوہ و زاغ سے دور اور شکستہ پر
اے ذوقؔ کیسے طائرِ دل کو کہان فراغ؟ ۔ کوسون ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

صفائے دل کی بھی ہی صورت کہ دل آئینے مندرِ کدورت ۔ کہ بیٹھ جائیگی بالضرورت اِس آئینہ مین یہ زنگ آخر

بادام دو جو بھیجے ہین بٹوے مین ڈال کر ۔ ایما ہی یہ کہ بھیجدو آنکھین نکال کر

مجھ مین کیا باقی ہی جو دیکھے ہی تو آن کے پاس ۔ بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس

کیا زبان چلتی ہی اُس بزم مین بدگویون کی ۔ منہ مین انکے یہ زبان ہین کہ الٰہی مقراض

صفحۂ دہر پہ یکدل نہوا ایک سے ایک ۔ دل کے دو حرف ہین سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھنسے نہ حلقۂ گیسوے تابدار مین دل ۔ بلا سے گر ہو نواہ دہانِ مار مین دل
یہ جسم زار ہی یا میرے پیرہن مین دل؟ ۔ گرہ ہے تار مین یا میرے جسمِ زار مین دل؟
بغل مین جیسے میرا دل بغل کا دشمن ہی ۔ نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار مین دل
اُٹھا تو لائے ہے میرے ہمنشین سمجھا ذوقؔ ۔ رہے گا میرے عوض میرا کوئے یار مین دل

بلائین آنکھون سے انکی مدام لیتے ہین ۔ ہم اپنے ہاتھون کا مژگان سے کام لیتے ہین
ترے خرام کے پیرو ہین جتنے ہین فتنے ۔ قدم سب آن کے وقتِ خرام لیتے ہین
شبِ وصال کے روزِ فراق مین کیا کہا ۔ نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہین
ہم انکے زور کے قابل نہین ہین وہ شہزور ۔ جو عشق مین دلِ مضطر کو تھام لیتے ہین

ریش سفید شیخ مین ہی ظلمتِ فریب | اس مکر چاندنی مین نہ کرنا گمانِ صبح
زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتون سے تو؟ | دیتا ہے کوئی ایسی بھی مردِ خدا اصلاح؟

بدخصلتون کو کرتا ہی بالانشین فلک | اونچی ہی آشیانۂ زاغ وزغن کی شاخ
مسواک نے بڑھایا ہی زاہد کا اعتبار | ہی یہ بھی اسکی ایک شجر مکر دفن کی شاخ

لیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد | سینے مین ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد
لیا مد کا اپنے گریے کو ہم نے کہ لگ گئی | پھر وہ ہی آنسوؤن کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
وئی گھڑی اگر وہ ملایم ہوئے تو کیا | کہہ بیٹھین گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد
ل اُن سے ہم نے ترک ملاقات کی، تو کیا؟ | پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد
پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا | پھر دیکھی اُسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد
لیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح | پھر تو نہ ٹھہرے پاؤن گھڑی دو گھڑی کے بعد

یون اسیرانِ قفس تک کوئی پہنچا گلبرگ ۸ جیسے غربت مین شفیقانِ وطن کا کاغذ

دکھا نہ جوش وخروش اپنا زور پر چڑھ کر | گئے جہان مین دریا بہت اُتر چڑھ کر
ہنر شناس کو دکھلا ہنر کی خوبی، زر | اگر کھلے ہے تو قرآن کی نظر چڑھ کر
جو مارے نفس کو اور کرے اپنے غصے کو زیر ۹ بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر
ہماری خاک پہ برپا ہی ذوق فتنۂ حشر | سمندِ ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر | چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر
شرط ہمت نہین مجرم ہو گرفتار عذاب | تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑے گا بدلا لیکر
مجھ سا مشتاقِ جمال ایک نہ پاؤگے کہین | گرچہ ڈھونڈھوگے چراغ رخ زیبا لیکر
دان سے یان آئے تھے، اے ذوق تو کیا لائے تھے | یان سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لے کر

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجران چھوڑ کر ۱۰ چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑ کر
طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگان چھوڑ کر | پھر نہ اٹھا گو چلا جیب و گریبان چھوڑ کر

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا

کیون کہہ کے مُکرتا ہی کہ مین کچھ نہین کہتا کہ جو تجھے کہنا ہی کہ مین کچھ نہین کہتا

وہ دیکھین کس طرح ہی روز فرقت دیکھ کر جیتا کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھ کر جیتا

یون لائے وان سے ہم دل صد پارہ ڈھونڈھ کر دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

جنت ہی زندگی مین، زمانہ شباب کا ، پیری ہی پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا

ہم برہنہ پا، جنون اور گرم پتھر زیرِ پا دوپہر ہے، سایہ بھی بیٹھے ہی دب کر زیرِ پا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون؟ کیا ڈیڑھ چلو پانی مین ایمان بہ گیا

یان تک عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا جلسین ہین مُنہ تشکار کیے پر بھی شیر کا

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگان کا نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہی پیکان کا

مسجد مین اُسنے ہمکو آنکھین دکھا کے مارا کافر کی دیکھ شوخی گھر مین خدا کے مارا

دل عبادت سے چُرانا اور جنت کی طلب؟ کام چور، اس کام پر کس مُنہ سے اُجرت کی طلب؟

حشر تک دل مین رہی اُس سروِ قامت کی طلب یہ طلب ہی اپنی یارب کس قیامت کی طلب؟

دور رہ، اور دیر مست رہ سا مثلِ ہلال بننے شہر مین تجکو اگر ہی اپنی شہرت کی طلب

گر گلستانِ جہان مین تنگ ہی تو غنچہ وار کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

سمجھے پیمانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز سرِ جمشید پہ اور ڈگر نگس جامِ شراب

مجنون نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت پشت اب ہجومِ خار سے ہی پشتِ خار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر کمان کی طرح سیدھی فلک سے کی نہ کبھی ایک بار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہی ذوق اولاد سے تو ہی یہی دو پشت چار پشت

معلوم جو ہوتا ہمین انجامِ محبت لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

کہتی تھی دفا نوحہ کنان نعش پہ میری سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت!

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا؟
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہائیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کے مانند ولیکن
اس پر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اُسپہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہیں آتا؟

جاتی رہے زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا؟

محتسب، گرچہ، دل آزار ہے میخواروں کا
دیجیے اک جام، تو ہے یار بھی یاروں کا

اس طپش کا ہے مزا دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بقدم دل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

مصر مصر ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا
سچ کہا ہے باڑھ کاٹے تمام ہو تلوار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں
پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس خدائی خوار کا

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا؟ بجھا ہوا
ہے، دل ہی زندگی سے ہمارا، بجھا ہوا

نہ پکڑیں دامنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

بیٹھ رہیے تو قفس ہے عجب آرام کی جا
پر ہے جبھی ہمیں شوقِ رہائی کرتا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا
مستعد جب وہ ہوا تھا سے تو خنجر نہ ہوا

محفل میں شورِ قلقلِ مینا سے مل ہوا
لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یونہین ٹل جاے تو اچھا

المقصد نہین چاہتا مین جاے وہ یان سے
دل اُسکا یہین کاش بہل جاے تو اچھا

ہے قطعِ رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط
جون شمع تو اب سر ہی کے بل جاے تو اچھا

کہے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا
کمی جو مجھ سے کرے تو ہے لہو میرا

نہ پہنچا گردنِ جانان تک اور لوٹ کے ہاے
پڑا گلے مین مرے دستِ آرزو میرا

ہمیشہ مین ہون اسی داؤگھات مین اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

بعد مُردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالان ہی رہا

کب لباسِ دُنیوی مین چھپتے ہین روشن ضمیر
جامۂ فانوس مین بھی شعلہ عریان ہی رہا

مدتون دل اور پیکان دونون سینے مین رہے
آخرش دل بہ گیا خون ہو کے پیکان ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
۴ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا جون نگاہ
وہ رہا آنکھون مین اور آنکھون سے پنہان ہی رہا

آگے زلفین تری دلمین بسین اور اب آنکھین تری
ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستان ہی رہا

مجھ مین اُسمین ربط ہے گویا بزنگِ بوے گل
وہ رہا آغوش مین گویا گریزان ہی رہا

دین و ایمان ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت مین
اب نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایمان ہی رہا

وہ کون ہے مجھ پر جو تاسف نہین کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُسکے
اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ مین تف نہین کرتا

پڑھتا نہین خط غیر مرا وان کسی عنوان
جب تک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر
۵ آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

اُسنے جب حال بہت رد و بدل مین مارا
ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل مین مارا

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہین یہ جاے نہ اس جنگ و جدل مین مارا

مجکو ہر شب ہجر کی، ہونے لگی جون روزِ حشر
مجھسے یہ کِس دن کے بدلے آسمان لینے لگا؟

ہی جو غنچون کا چٹکنا انگلیون کی سی چٹک
یہ بلائین کسکی، باغ، اے باغبان لینے لگا؟

حسن نے کی اس میکدہ مین بیعتِ دستِ سبو
وہ قدم تیرے، لب ہر پیرِ مغان لینے لگا

سے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے، بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا

موت اسکو یاد کرتی ہی خدا جانے کہ گور
یون ترا بیمارِ غم جو ہچکیان لینے لگا

رات کو ای ذوق اسکی نوکِ مژگان کا خیال
تن پہ ہر مو سے مرے، کارِ سنان لینے لگا

ایک دن بالکل نہ مین، ای چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا، گر زخم ادھر اچھا ہوا

ہے برا تو ہی، نظر آیا اگر تجھکو برا
تو ہی اچھا ہی، تجھے معلوم اگر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سنکر، پہلے تو کچھ رک گئے
پھر کہا تو یہ کہا، منہ پھیر کر، اچھا ہوا

عبث جان منتظر ہو ہون پر ہی، وہ شوخ کب آیا؟
اگر جہلم کو بھی آیا، تو ہم جانین گے اب آیا

وہ آئین یا نہ آئین ہین نہین رنجیدہ دل انسے
مگر یہ رنج ہی، کیون رنج انسے بے سبب آیا؟

گائی زلف کو شانے نے جو انگلی پکارا دل
یہ گستاخی، بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا

رے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی غیچا نون کے
مگر رونا کبھی جو رہی سے بعد از نیم شب آیا

مین اپنے ذوق کے قربان، کہ ہستی ہین محبت کی
بلایا کس نے اسکو؟ یہ جب آیا بے طلب آیا

آنکھین مری تلوون سے وہ مل جائے تو اچھا
ہی حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل نہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

فرقت سے ترے تارِ نفس سینہ مین میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہی نکل جائے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کرون باتون مین دوپہر
اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام
اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے مین | اگر لاکھون برس سجدے مین سر مارا تو کیا مارا
دل بدخواہ مین تھا مارنا، یا چشم بدبین مین | فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

مین کہان سنگ در یار سے ٹل جاؤنگا؟ | نہ وہ پتھر ہے پھسلنا، کہ پھسل جاؤنگا
دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لے چل مجکو | ورنہ مین جاکے وہان، دیکھ مچل جاؤنگا
دل کہے ہے کہ مجھے روزن سینہ سے نکال | ورنہ خون ہوکے مین آنکھون سے نکل جاؤنگا
گر پڑا آگ مین پروانہ دم گرمی شوق | سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت، کہ جل جاؤنگا
جنبش برگ صفت، باغ جہان مین ای ذوق | کچھ نہ ہاتھ آئیگا تو ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ، وہ بے درد ہو گیا | اب آہ آتشین سے بھی، دل سرد ہو گیا
سینے مین بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر | نشتر کا نام سنتے ہی منھ زرد ہو گیا
پیر مغان کے پاس وہ دارو ہے جسسے ذوق | نامرد مرد، مرد جوان مرد ہو گیا

جدا ہون یار سے ہم، اور نہون رقیب جدا | ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا
دکھادے جلوہ جو مسجد مین وہ بت کافر | تو چیخ اٹھے مؤذن جدا خطیب جدا
جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا | حروف درد کی صورت ہون، ای طبیب جدا
ہے اور علم و ادب، مکتب محبت مین | کہ ہے، وہان کا معلم جدا، ادیب جدا
فراق خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک | الہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا
کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر | نہ کرسکا مرے دل سے غم حبیب جدا
کرین جدائی کا کس کس کی رنج ہم؟ ای ذوق | کہ ہونے والے ہین سب ہم سے عنقریب جدا

نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا | سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا
دیکھو قسمت کا لکھا اسنے پڑھا خط سو بار | دھیان پر میرا نہ مضمون کسی آن چڑھا
حضرت عشق کی درگاہ مین آکر اے ذوق | دل و دین دیتے ہین سب گبر و مسلمان چڑھا

نیمچہ جب سول وہ بانکا جوان لینے لگا | موت کے جی مین مزے یہ نیمچان لینے لگا

غزلیات و ابیات

جس انسان کو سگِ دنیا بنایا ۱ فرشتہ اُسکے ہمسایا بنایا
لحد میں بھی ترے سفرانے آرام خدا جانے کہ پایا یا بنایا؟
رہا ٹیڑھا ستالِ نیش کژدم ۲ کبھی کج فہم کو سیدھا بنایا
احاطے سے فلک کے ہم توکب کے نکل جاتے مگر رستا بنایا
نظیر اُسکا کہاں عالم میں؟ اے ذوق کہیں ایسا بنائے گا، بنایا

ام یون پستی میں، بالاتر، ہمارا ہو گیا جس طرح پانی، کنوئین کی تہ میں تارا ہو گیا
یک دم بھی، ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار پر امیدِ وصل میں برسون گوارا ہو گیا
وق، اس بحرِ جہان میں کشتیِ عمرِ روان جس جگہ پر جا لگی، وہ ہی کنارا ہو گیا

لہ اس شور سے کیون میرا دُہائی دیتا اے فلک گر تجھے اونچا نہ سُنائی دیتا
لکھو، چھوٹون کو ہی اللہ بڑائی دیتا آسمان، آنکھ کے تِل میں ہے دکھائی دیتا
لھ دیتا فلک آزار، گوارا تھے مگر ایک تیرا نہ مجھے داغِ جدائی دیتا
نہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے گر حریصون کو خدا ساری خدائی دیتا
بھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

ی بیکس کو، اے بیدادگر، مارا تو کیا مارا؟ جو آپ ہی مر رہا ہو، اُسکو گر مارا تو کیا مارا؟
ارا آپ کو جو خاک ہو، اکسیر بن جاتا اگر پارے کو، اے اکسیرگر، مارا تو کیا مارا؟
ے موذی کو مارا، نفسِ امارہ کو گر مارا ۲ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا؟
نگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے الٰہی، پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا؟
ی کے ساتھ یان روتا ہی شغلِ قلقلِ مینا کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا؟
دل، دونون پہلو میں ہیں زخمی اُسنے کیا جانین اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا؟

ذوق

شیخ ابراہیم تخلص ذوق دہلی مولد و مدفن ۱۲۷۱ھ سال وفات۔

یہ بڑا ہی ذی علم اور ذہین شاعر تھا۔ غالب اسکا ہمعصر تھا غالب کے بعض بعض کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ذوق کے پایۂ شاعری کو اُردو مین خود سے کمتر نہین سمجھتا تھا اور بعض متقدمین کی تو یہ راے ہی کہ غالب سے ذوق بڑھا ہوا تھا لیکن سچ یہ ہی کہ کثرت راے ہمیشہ غالب کی طرفدار رہی اور رہے گی۔ ذوق دہلی کے براے نام بادشاہ "بہادر شاہ ظفر" کا اُستاد تھا بادشاہ اپنے کلام برابر اسے دکھاتا تھا اور اسکی بڑی عزت کرتا تھا غالب بھی وظیفہ خوار شاہی تھا اسلیے وہ اپنے مزاج کے خلاف ذوق سے زیادہ مُنھ آنا مناسب نہین سمجھتا تھا۔ اب اسے ذوق کے پایۂ شاعری کی سطوت سمجھیے یا کہ توسل شاہی کی برکت خیال فرمایئے ایکمرتبہ غالب نے ایک شاہزادے کے بیاہ مین سہرا لکھا اُسکا ایک شعر تھا "ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین + دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا" اسکے جواب مین بادشاہ کے ایما سے ذوق نے بھی ایک سہرا لکھا اور بہت اچھا لکھا اُسکا ایک شعر یہ ہی "جنکو دعوی ہو سخن کا یہ سنادو اُنکو + دیکھو اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا" غالب نے معذرت کے طور جو قطعہ لکھکر بادشاہ کی خدمت مین پیش کیا اسکے دو شعر یہ ہین "مقطع مین آپڑی ہی سخن گسترانہ بات + مقصود اس سے قطع محبت نہین مجھے + روے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ + سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے"

ذوق کے قبل کسی اور شاعر نے دربار شاہی مین وہ رسوخ لازوال نہ پایا تھا جو ذوق کو نصیب ہوا اسے یا تو ظفر اور ذوق کے اعتدال طبیعت پر محمول کرین یا یہ سمجھین کہ نہ ظفر کو اختیارات شاہی کا غرور تھا اور نہ ذوق نے اپنے بزرگون کی تمکنت دیکھی تھی ان دنون کا وقت جب تھا کہ بادشاہ کو تفکرات ملکی ایک طرف مشغول رکھتے تھے اور شاعروں کو بزرگون کی تلوار کی یاد دوسری طرف پریشان رکھتی تھی۔

انتخاب

از

دیوانِ ذوق

ششم

رباعیات

خورشید ہر شام کہان جاتا ہے؟ روشن ہر دبیر پہ، جہان جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب کو ہر قبرِ شہید ۴۲ یہ شمع جلانے کو، وہان جاتا ہے

بانو کو قلق اکبرِ ذیجاہ کے تھے نالے، دلِ سوزان سے، بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن ہوگا؟ ۴۳ کہتی تھی مسین بھیگی تھین دن بیاہ کے تھے

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہمکو دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہمکو
اے گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہین تجھے ۴۴ تو پیستا ہے جان کے دانہ ہمکو

گھر چھوڑ کے بہرِ جستجو نکلین گے گلزارِ جہان سے مثلِ بو نکلین گے
اس خیمہ مین گر رہے تو ہین بما غندۂ دلو پر جب نکلین بہ آبرو نکلین گے

رتبہ جسے دنیا مین خدا دیتا ہے دل مین وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی دست ثنا آپ اپنی جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

رحمت کا تری امیدوار آیا ہون منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہون
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ۴۵ تابوت مین کاندھے پہ سوار آیا ہون

مال و زر و افسر و حشم ملتا ہے ممکن ہے نگین، طبل و علم ملتا ہے
عنقا، گوہرِ سرخ، پارس، اکسیر یہ سب ملتے ہین دوست کم ملتا ہے

گو صورتِ دریا ہمہ تن جوش ہون مین لب خشک ہین چشم تر ہے خاموش ہون مین
کیا پوچھتے ہو؟ مقام و مسکن کیسا؟ ۴۶ مانندِ حباب خانہ بردوش ہون مین

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہین ۴۷ سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہین
سادات کو قید اس مہینے مین کیا قیدی کو محرم مین چھڑا دیتے ہین

بندون پہ کرم حضرتِ باری کا ہے مقدور کسے شکر گزاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجکو ۴۸ ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

پیاسا ہوا حسینؑ کا فرزند نوجوان | کیا ایڑیاں رگڑتا تھا اصغر بھی الاماں
جب تک قضا نہ آئے گی مجھ کو ہے اس کو | روؤنگی پیاسے بھائی کو اور اُنکی پیار کو

بولی کوئی عذر زبان پر نہ لائیے | فاقے کے توڑنے کے لیے کچھ تو کھائیے
ن بھوکے پیاسے بچون کو بھی اب جگائیے | ایک اک نوالہ آلِ نبی کو کھلائیے
اب فاقہ توڑو روحِ پیمبر کے واسطے | پانی بھی پی لو ساقیِ کوثر کے واسطے

ب کو تھا جو زوجۂ حُر کا کمال پاس | سجّادؑ کو پکاری زرا آؤ میرے پاس
ام ذبح کہتے تھے بھائی سجالِ یاس | پانی ملے تو بھول نہ جانا ہماری پیاس
دو فاتحہ حسینؑ کا پانی کے جام پہ | صدقے ہیں اُنکی پیاس کے اور اُنکے نام پہ

عہ شہ کا فاتحہ پانی پہ جب دیا | زینبؑ نے کی وہ آہ کہ محشر بپا ہوا
نہ ہلا ہلا کے سکینہ کا یہ کہا | پانی پیو اُٹھو یہ پھوپھی تم پہ ہو فدا
جاگو ابھی تو واسطے پانی کے روتی تھیں | کل تک تو اپنے باپ کے سینے پہ سوتی تھیں

ی کا نام بالی سکینہ نے جب سُنا | اکبار آنکھیں ملتی اُٹھی اور یہ کہا
نی تو تم پہ بند تھا کیونکر تمھیں ملا | کیا آیا نہر سے مرا سقّا مرا چچا
دن کو تو فوج گھیرے ہوئے تھی فرات کو | پانی چھپا کے لائے ہیں عباسؑ رات کو؟

کاری سُن کے یہ تقریرِ دل خراش | پانی پیو کرو نہ مرے دل کو پاش پاش
ی چچا کہاں ہے جسے کرتی ہو تلاش؟ | شانے کٹی پڑی ہے لبِ نہر اُنکی لاش
اُٹھو پیو یہ پانی ہے نذرِ امام کا | اب فاتحہ ہوا ہے شہِ تشنہ کام کا

چند اختتامِ روایت نہیں ہنوز | بس اے دبیر آتشِ غم سے ہے دل میں سوز
آہ مومنوں کی ہے شمعِ جہاں فروز | کر یہ دعا خدا سے کہ ہر شب ہر ایک روز
گردش میں گو سدا فلکِ کینہ جو رہے | یارب علیؑ کے دوستوں کی آبرو رہے

آنکھون پہ ہاتھ رکھ کے لگی رونے اور کہا پُرسا مین حُر کا دیتی ہون تو ساتھ دے مرا
وہ رو کے بولی نام نہ لو اُس غلام کا مین تمکو دینے آئی ہون پرسا امام کا

۱۸
بانو نے حُر کی زوجہ سے پھر کی یہ گفتگو ہمدرد مین تمھاری ہون مجھ سے بھی تم ملو
بانو کی شکل دیکھ کے بولی وہ نیک خو واللہ دل مین ڈھونڈھ رہی تھی مین آپکو
اکبر تھا لال آپ کا اٹھارہ سال کا پُرسا تو مجھ سے لیجیے اُس خوشخصال کا

۱۹
مُجرا پھر آکے خواہرِ ہاشم نے بھی کیا زینبؑ نے پوچھا کون ہو تو غم کی مبتلا
وہ بولی مین کنیز ہون خستہ کی باوفا بھائی یہ آپکے مرا بھائی ہوا فدا
زینبؑ پکاری عاشقِ شاہِ زمن ہو تو کلثومؑ ہے بہن مری یا اک بہن ہو تو

۲۰
بھائی ترا شہید ہوا رن مین بے گناہ چہرہ اُتر گیا ترا احوال ہے تباہ
بھائی کا داغ پوچھے مرے دل سے کوئی آہ ہاشم کے غم مین صبر تجھے دے مرا آلہ
ہلتا ہے شمر سُن کے مری آہِ سرد کو اُس سے بیان تو کیجیو بھائی کے درد کو

۲۱
زینبؑ نے رو کے زوجۂ حر سے یہ پھر کہا بارے تمھارے آنے کا یان کیا سبب ہوا؟
کی عرض اُسنے لونڈی کی قسمت ہوئی رسا بھیجے ہین ابن سعد نے یہ خوان پُر غذا
کُننے سے اُسکے کھانے کے ہمراہ آئی ہون یہ حاضری حسینؑ کے مرنے کی لائی ہون

۲۲
سُنتے ہی نامِ حاضریِ شاہِ بے کفن زینبؑ کا سینہ ہل گیا تھرا گیا بدن
بولی کہ ہائے اسے مرے ماں جائے بے وطن اس حاضری کے کھانے کو جیتی رہی بہن
دنیا مین یادگار رہا سانحہ مرا تم نے نہ ہاتھ اُٹھا کے دیا فاتحہ مرا

۲۳
یہ بین کرکے زوجۂ حر سے کیا خطاب کھانا تو لے کے آئی تجھے بھی ہوا ثواب
اب دل کو مطلقاً نہین ذوقِ طعام و آب کھایا ہے غم عزیزون کے مرنے کا بےحساب
ہم سب حسینؑ پیارے کی ماتم مین رو رہے ہین کسکو کھلائین بچّے بھی اشکون سے سوتے ہین

۲۴
انصاف کر تو بانی بیون گیا مین خستہ جان بیٹھا نظر ہے بھائی کی سوکھی ہوئی زبان

کچھ روشنی بھی خیمے میں پائی نہ زینہار   دیکھا کہ ایک بی بی ہے ڈیوڑھی پہ بیقرار
یہ بات کہہ کے ہوتی ہے مشغول آہ میں   اصغر ہے قتلگاہ میں، میں خیمہ گاہ میں

۱۱
مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ   بولی، کہ لو پھر آئی ہمیں لوٹنے سپاہ
پھر اس طرح پکاری، ہوا ہم سے کیا گناہ؟   لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ؟
کوئی بھی پوچھتا نہیں اس واردات کو؟   لوٹے ہوؤں کو لوٹنے آئے ہو رات کو؟

۱۲
گر اور کچھ گمان ہو تو کر لو ہمیں شمار   بھاگا نہیں ہے کوئی تمھارا گناہگار
موجود ایک جا ہیں تمھارے قصوروار   اس سے تو ہم سبھوں کو کرو قتل ایک بار
کل ہم کو لوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے   قیدی بھاگے جاتے ہیں کہ صبح دور ہے

۱۳
بچے ہمارے مانگ رہے تھے ابھی غذا   بہلا کے اُن سبھوں کو ابھی ہے سُلا دیا
ضامن خدا ہے ہم نہیں کرنے کے کچھ دغا   ہے فوج میں تمھاری سرِ شاہِ کربلا
اُس سر سے منہ پھرا کے کسے منہ دکھائیں گے   قرآن بیچ میں ہے نہ ہم بھاگ جائیں گے

۱۴
یہ بات سُن کے زوجۂ حُر روئی خوب سا   پردہ اُٹھا کے خیمے میں آئی وہ باوفا
ہمراہ ساری عورتیں کرتی ہوئیں بُکا   خوانِ طعام رکھ دیے خیمے میں جا بجا
سب عورتوں کی شکل تھی پنہاں نقاب سے   زینبؑ نے سر جھکا لیا اپنا حجاب سے

۱۵
زینبؑ پھر اپنے دل کو یہ دینے لگی خبر   اِن خوانوں میں یقیں ہے شہیدوں کے ہوں گے سر
ناگاہ بولی زوجۂ حُر پاس آن کر   لونڈی سلام کرتی ہے بی بی کرو نظر
میں عاشقِ حسینؑ کنیزِ بتولؑ ہوں   میں زوجۂ ہراولِ سبطِ رسولؐ ہوں

۱۶
آیا زبان زوجۂ حُر پر جو حُر کا نام   تعظیم کو کھڑی ہوئی وہ خواہرِ امامؑ
بولی تو حُر کی زوجہ ہے اے بی بی نیکنام   حق بخشے حُر کو واہ عجب کر گیا وہ کام
پہلے خبر نہ تو نے کی زہراؑ کی جائی کو   سر ننگے آتی در پہ تری پیشوائی کو

۱۷
یہ کہہ کے اُس کو اپنے برابر بٹھا لیا   پلّہ نہ تھا جو ڈھانپ کے منہ روئی خوب سا

اب کیا کرے گا نام نبی تو مٹا چکا | بالفرض تجکو سبطِ پیمبرؐ سے بغض تھا
سیدانیوں سے آب و طعام اب بھی دور ہے | بیچاری بیبیوں کا بھلا کیا قصور ہے؟

۴
یہ رسم ہے عرب کی، ہیں آگاہ اس سے سب | قوم عرب میں مرتا ہے جس کا عزیز جب
کھانا اُسے کھلاتے ہیں ہمسائے سب عرب | اور حاضری بھی بھیجتے ہیں گھر میں وقتِ شب
بھوکا ہے تین روز سے کنبہ بتولؑ کا | فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آلِ رسولؐ کا

۵
تقسیم تو نے سب کو جو اس دم کیا طعام | آلِ نبیؐ کی بھوک یہ ہم روئے لا کلام
انکا نوالہ حلق میں کھانا ہوا حرام | بیرحمی اور سنگ دلی تجھ پہ ہے تمام
آلِ نبیؐ کے واسطے فکرِ غذا نہیں! | تجکو حمیتِ عرب، او بیحیا، نہیں؟

۶
بولا یہ ابنِ سعد، کہ لیجاؤ تم شتاب | چالیس خوان کھانے کے اور سرد جامِ آب
تب ایک ایک نے یہ عمر کو دیا جواب | کس مُنھ سے آگے جائیں، ہم اُنسے ہمیں حجاب
بیماروں کو اُنکے سامنے نیزے لگائیں ہم | اور حاضری بھی اُنکے لیے لیکے جائیں ہم

۷
بولا عمر یہ شمر سے، تو جا بانکسار | عباسؑ کا تو آپ کو کہتا ہے رشتہ دا
اُسنے کہا میں سب سے زیادہ ہوں شرمسار | زینبؑ کے آگے سینۂ شہ پر ہوا سوا
میں نے کیا شہید شہِ مشرقین کو | میں نے طمانچہ مارا یتیمِ حسینؑ کو

۸
انکار جبکہ جانے میں ایک ایک نے کیا | پھر تو عمر نے زوجۂ حُر کو طلب کیا
بولا یہ کھانا لے کے تو اہلِ حرم میں جا | کرنا مری طرف سے بہت عذر و التجا
شوہر ترا ہے فدیۂ شہِ مشرقین کا | دینا تو شہر بانو کو پُرسا حسینؑ کا

۹
جانے کو مستعد ہوئی جس دم وہ باوفا | ہمراہ اُسکے خواہرِ ہاشم کو بھی کیا
ہاشم بھی ایک فدیہ تھا سبطِ رسولؐ کا | ساتھ اُنکے عورتیں تھیں بہتر پیادہ پا
خوانوں کو گرد لیتیں پیادے تمام تھے | مشعل کی روشنی میں وہ خوانِ طعام تھے

۱۰
تھی آگے آگے زوجۂ حُر شہ کی دوستدار | پر خیمۂ حرم کے جو در تک ہوا گزار

کوفے کی یا کہ شام کے جانے کی راہ دے | پہنچے سنر کو اپنی ہمیں تو پناہ دے
قبضے کو چوم کر یہ پکارے شہ زمن | بس ذوالفقار بس کہ لرزتے ہیں سب کے تن
شمشیر نے جواب دیا ہو کے نعرہ زن | کچھ یاد ہو جناب کو ہمشیر کا سخن
لاشوں سے شام و کوفے کا میدان بھر گئی ہیں | دم لو نگی جب کہ شمر کو بے دم کر دنگی میں

۴۴
مظلوم نے کہا کہ خدا کی رضا نہیں | زینب کو ہے وہ درد کہ جسکی دوا نہیں
معلوم تجکو مصلحت کبریا نہیں | میری قضا ہے شمر کی اسدم قضا نہیں
زیور یہ آج لوٹے گا زہرؑہ کی آل کا | کاٹے گا یہ گلا ترے صاحب کے لال کا

۴۹
لو مومنو، بپا ہوا محشر، بکا کرو | تن سے جدا ہوا سر سرور بکا کرو
لاشہ تڑپ رہا ہے زمین پر، بکا کرو | نیزے پہ چڑھتا ہے سر اطہر، بکا کرو
بجوائیں نوبتیں عمر رو سیاہ نے | تکبیر تین بار کہی فرق شاہ نے

۵۰
بس اے دبیر بس کہ ملک کر رہے ہیں بین | جبرئیلؑ رو رہے ہیں ندا یوں بشور و شین
آگاہ ہو کہ قتل ہوئے شاہ مشرقین | عابدؑ یتیم ہو گئے مارے گئے حسینؑ
کھیتی علیؑ کی لٹ گئی بستی اجڑ گئی | پردیس میں حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ گئی

مصائب اہل بیتؑ

۱
جب رن میں بوستان پیمبر ہوا تباہ | نقد حیات نائب حیدر ہوا تباہ
سیدانیاں اسیر ہوئیں گھر ہوا تباہ | سردار قتل ہو گیا لشکر ہوا تباہ
محبوس فوج میں حرم محترم ہوئے | شب باش، قتلگاہ میں، اہل ستم ہوئے

۲
سردار پھر گئے پسر سعد سے تمام | اور آکے ابن سعد سے کرنے لگے کلام
جی چاہتا ہے اب کہ مٹا دیں ترا بھی نام | ناحق تری صلاح سے کاٹا سر امام
تجسے شقی کا ساتھ دیا آہ کیا کیا؟ | سید کا خون ہم نے کیا آہ کیا کیا؟

۳
وہ بولا کچھ کہو تو سہی میں نے کیا کیا؟ | سب بولے شقی، تجھے غارت کرے خدا

ظلمت میں آنے جانے میں آبِ حیات تھی　　اور روشنی میں نیرِ اعظم کی ذات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی　　منہ سے نکلنا اسکے لیے ایک بات تھی
رن میں تو کافروں کے فقط حلق پر پھری　　پر شہروں میں زبانوں پہ مثلِ خبر پھری

۴۱
سیفی چلی کہ تیغ ید اللہ رواں ہوئی　　تیغِ نگہ نیامِ پلک میں نہاں ہوئی
صوفی کی طرح چلہ نشیں ہر کماں ہوئی　　ہستی فنا تھی اور اماں بے اماں ہوئی
زیرِ فلک تڑپنے میں اس راہوار کے　　بجلی کے سر پہ رعد گرا چیخ مار کے

۴۲
آنکھیں زرہ کی، تیغ سے گردیدہ ہو گئیں　　مانندِ کاہ، برچھیاں، کاہیدہ ہو گئیں
تن پر کمانیں، سہم کے، چسپیدہ ہو گئیں　　۳۰　　تیغیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہو گئیں
حربے تو ہاتھ سے گرے، ہاتھ آستیں سے　　سر تن سے، پاؤں رن سے، رن اٹھا زمیں سے

۴۳
ترچھی رواں پیادوں کے سر پر اگر ہوئی　　سیدھی وہ صف رواں تہِ سفر ہوئی
اتنی رہی صفائی لہو میں نہ تر ہوئی　　گردن تو اک طرف نہ خبر کو خبر ہوئی
تیغِ رواں کی طرح جدھر پہ پلٹ گئی　　۳۱　　گردن، سر آگے پھینک گئے پیچھے کو ہٹ گئی

۴۴
وہ تیغ یوں چمک کے سوئے راس و جیب گئی　　کوڑا لگایا رعد نے، بجلی تڑپ گئی
منکر سیاہ کے لیے، لرزے کی تپ گئی　　دوزخ کے شعلوں کی کفنی تن پہ نپ گئی
دل ناریوں کا تپ کی حرارت سے جل گیا　　کچھ کچھ بخارِ تیغ کے دل کا نکل گیا

۴۵
قبضے میں اپنے تیغ دکھاتی تھی سبز و گل　　گہ موج و گہ سمندر و، گہ طاق و گاہ پل
گہ شعلہ، گاہ آتش و، گہ باغ و، گاہ گل　　گہ سیل کی صدا، گہے طوفان کا وہ غل
غُل تھا کہ دھوپ دیکھنے کو سب ترستے ہیں　　چھایا ہے ابرِ تیغِ علیؑ سر برستے ہیں

(خاتمہ)

۴۶
آخر پکارے سب کہ پیمبرؐ کا واسطہ　　اے تیغ نوجوانیِ اکبرؑ کا واسطہ
اے تیغ روحِ فاتحِ خیبر کا واسطہ　　اے تیغ خرد سالیِ اصغرؑ کا واسطہ

۳۴۳
باہر نیام سے سرِ تیغِ رواں ہوا یا آستیں سے یدِ بیضا عیاں ہوا
اژدر نکل کے غار سے شعلہ فشاں ہوا بے پردہ قہرِ خسروِ کون و مکاں ہوا
جوہر نہ تھے وہ تیغِ شہِ خوش خصال میں ۲۵ دن کو چمک رہے تھے ستارے ہلال میں

۳۴۴
کھنچتے ہی تیغ نے شہِ دیں کو یہ دی ندا اے بے پسر کشندۂ اصغر کو تو بتا
کہہ دے کدھر ہے قاتلِ ہمشکلِ مصطفاؐ؟ زینبؑ پکاری خیمے کے در سے کہ مرحبا
کوئی حسینیوں کا کشندہ نہ چھوڑیو ہاں ذوالفقار شمر کو زندہ نہ چھوڑیو

۳۴۵
یہ سن کے دو زبانیں نکالے ہوئے چلی سانچے میں اپنے فتح کو ڈھالے ہوئے چلی
جوہر کا جال دوش پہ ڈالے ہوئے چلی ۲۶ قبضے میں قہرِ حق کو سنبھالے ہوئے چلی
سایہ کو مڑ کے حکم دیا رہ نہ جائیو ۲۷ انگلی اجل کی پکڑے ہوئے لیتا آئیو

۳۴۶
بو کی طرح دماغوں میں آئی چلی گئی مثلِ ہوا سروں میں سمائی چلی گئی
شعلے کی طرح آگ لگائی چلی گئی صرصر کی طرح خاک اڑائی چلی گئی
سینے میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

۳۴۷
صرصر جدا و شعلۂ قہرِ خدا جدا رہوار کے قدم بھی نہ تھے ایک جا جدا
خود و سر و دل و جگر و دست و پا جدا سب لوٹتے تھے تیغ کے آگے جدا جدا
گردنیں تھیں دوش پہ نیچے سر تھے خود میں تیغِ علی تھی خود میں اور سر تھے گود میں

۳۴۸
کس آب و تاب سے یہ سرِ فوج پر گئی ۲۸ پانی کا گھونٹ بن کے گلے سے اتر گئی
سینے کو کاٹتی ہوئی زیں سے گزر گئی برش کی سب کے دل پہ صفائی ٹھہر گئی
خالی عدو کے خوں میں بھرا نہ آتا تھا آتا تھا سب کچھ ایک ٹھہرنا نہ آتا تھا

۳۴۹
آنکھوں میں کوندتی تھی یہ پیشِ نظر نہ تھی صف کونسی تھی رن میں کہ زیر و زبر نہ تھی
کچھ انتہائے برشِ تیغِ دو سر نہ تھی یہ کون سی بلا تھی کہ جس کی خبر نہ تھی
یاں بھی وہاں نہ تھی جو ادھر تھی ادھر تھی ۲۹ پر یہ نہ کچھ کھلا کہ کدھر تھی کدھر نہ تھی

ننھی کلائیون مین تشنج سے بل پڑے ۲۳ ہچکی جو آئی منھ سے انگوٹھے نکل پڑے
منھ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا؟ دیکھا کہ پار حلق سے تیر جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہی لہو مین بھرا ہوا یون دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ڈرا ہو
آنکھین پھرائے دیتے ہین منھ موڑ بدلتے ہین آ گئے تو دودھ اُگلتے تھے اب خون اگلتے ہین

(حرب و ضرب)

۲۸ اتنے مین پھر جنگ بڑھی فوجِ اشقیا اصغر کو شہ نے پہلوئے اکبر مین رکھ دیا
اور دین کے ہلال کو دی بدر کی ضیا پہنچا زبانِ تیغ سے بھی حکمِ کبریا
قربان ذوالجناح شہِ دین پناہ پر غصہ تو پیچھے آیا یہ پہلے سپاہ پر
۲۹ اُس وقت آئے شمر و عمر روبروئے شاہ بولے، سپاہ کیا ہوئی؟ اے شاہِ کم سپاہ
کیون، ہم ہوئے تباہ کہ اب تم ہوئے تباہ؟ اس لشکرِ قلیل پہ تھا فخر تم کو، واہ
ہرگز نہ بندگانِ خلیفہ سے ڈرتے تھے اس فوج کے بھروسے پہ بیعت نہ کرتے تھے
۳۰ یہ سُن کے سُرخی آگئی روئے امام پر بیٹھے سنبھل کے اشہبِ گردون خرام پر
اور کی نگاہ شوق علیؑ کی حسام پر فرمایا کیون مین حملہ کرون فوجِ شام پر
اکبر کی موت لے گئی طاقت حسینؑ کی کیون تیغ تو کرے گی اعانت حسینؑ کی؟
۳۱ تیغِ دوسر یہ سُن کے سراپا اُچھل پڑی پھولا نہ پھل سمایا تو باہر نکل پڑی
آگے بڑھی تو جان کے پیچھے اجل پڑی اک نہر قہرِ حق کی یکایک ابل پڑی
۳۲ بولی اجل سے چل تو یہ سُست تنہا ہو ۲۴ دیکھون تو کون سُست ہے کون جنبش کرے
شہ اک قدم بڑھے تھے کہ وہ دونون ہٹ گئے اُلٹی جو آستین تو دو عالم الٹ گئے
رکھا جو ہاتھ قبضے پہ دل سب کے پھٹ گئے ہر سمت ہیک دو لڑے کہ طالع پلٹ گئے
بے پیرو، بھاگو، تم کو قسم اپنے پیر کی کھینچی ہے ذوالفقار جنابِ امیرؑ کی

(ذوالفقار)

وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مارو تم — لو دودھ چھیننے کا بخشا سدھارو تم

۲۰ ہاتھوں پہ لے کے اُسکو چلے شاہِ اتقیا — ۱۸ اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا

لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا — اصغرؑ پہ ماں نے ڈال دی اُجلی سی اک ردا

چادر نہ تھی وہ چہرۂ پُر آب و تاب پر — ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

۲۱ ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفا — لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا؟

ذ پانی مانگ آتا ہے مجکو نہ التجا — سنت بھی گر کرونگا تو وہ دینگے کیا بھلا

پانی کے واسطے نہ سُنیں گے عدو مری — بچے کی جان جائے گی اور آبرو مری

۲۲ پہنچے قریبِ فوج تو گھبرا کے رہ گئے — ۱۹ چاہا کہیں سوال پہ شرما کے رہ گئے

غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے — ۲۰ چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے

آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہمکو لائے ہیں — ۲۱ اصغر تمھارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

۲۳ ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چُپ ہوئے — گہوارے میں پھوپھی نے جُھلایا نہ چُپ ہوئے

بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چُپ ہوئے — رو رو کے سارے گھر کو رلایا نہ چُپ ہوئے

دان اشکبار تھے تو یہاں بیقرار ہیں — پانی کے تم سبھوں سے یہ امیدوار ہیں

۲۴ گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گنہگار — یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار

شش ماہہ بے زبان نبیؐ زادہ شیرخوار — ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار

سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے — مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

۲۵ مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں — لی حرملہ نے شانے سے دو تانک کی کماں

ترکش سے چن کے کھینچ لیا تیرِ جاں ستاں — جوڑا کمان میں تاک کے حلقومِ بے زباں

چھٹتے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے — ۲۲ گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

۲۶ کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ بلک گیا — سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا

تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا — ٹوپی گری زمیں پہ منکا ڈھلک گیا

چلتے ہو پہلوے علی اکبر مین سونے کو — آتے ہو میرے شیعون پہ قربان ہونے کو

۱۳

جھولے سے اٹھ کے قتل کے سید انکو دیکھیے — کیا لعل و دُر ہین گنج شہیدان کو دیکھیے

لوٹے ہوئے علیؑ کے گلستان کو دیکھیے — خنجر کے پھل کو غنچۂ پیکان کو دیکھیے

یہ سن کے پیری گود مین جھولے سے آئی ہین — مقتل کو شوقِ تیر مین منھ کو پھیر لئے ہین

۱۴

بانو پکاری انپہ تو سب رحم کھائین گے — بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پلائین گے

شہ بولے جو نصیب مین ہوگا وہ پائین گے — پہلے انھین کے آگے انھین لے کے جائین گے

خاطر سے انکی پانی کے سائل بھی ہونگے — انجام کار یہ ہے کہ ہم انکو روئین گے

۱۵

بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہین — گزری مین ایسے پانی سے لیجائیے نہین

اب دل مرا نہ مانے گا سمجھائیے نہین — اصغر کو دیجیے مجھے رلوائیے نہین

شہ بولے انکو شیعون سے پیارا کرو گی تم — جھولے مین موت آئے گی تو کیا کرو گی تم

۱۶

اتنو ضرور جائین گے یہ رن مین جائین گے — پانی اگر ملے گا تو اِن کو پلائین گے

جیتا خدا جو لائے گا ہم لے کے آئین گے — یہ عمر ہی جو کم ہے تو کیونکر بڑھائین گے

بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے — مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

۱۷

سمجھانے پر حسینؑ کے بانو نے رو دیا — دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا

لیکر بلائین بیٹے کی پھر یہ بیان کیا — واری سدھارو خیر جو مرضیِ کبریا

دیکھون پھر آج کب تمھین گود مین لیتی ہون — اللہ و پنجتن کی ضمانت مین دیتی ہون

۱۸

اصغر کو لے چلے جو شہنشاہِ بحر و بر ۱۵ — مڑ مڑ کے اسنے کنبے پہ حسرت سے کی نظر

ننھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر ۱۶ — بانو پکاری پھیر کے منھ کو ادھر ادھر

لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو ۱۷ — اصغر سدھارتے ہین جھک کے سلام لو

۱۹

گھر سے نہین چلے ہین یہ دنیا سے جاتے ہین — ننھے سے ہاتھ جوڑ کے مان کو دکھاتے ہین

زینب پکاری ہونٹھون کو بھی تو ہلاتے ہین — اتنے دنون کے دودھ کا حق بخشواتے ہین

دیوارِ آہنی لبِ دریا بلند کی | دریا نے بانگ، ہائے حسینا بلند کی

شہادت حضرت اصغرؑ

بانو کے شیر خوار کو ہنگام سے پیاس ہے | بچے کی نبض دیکھ کے ماں بدحواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے | پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے
کہتی ہے کیا کروں میں دوہائی حسینؑ کی | پتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

اک دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراغ ہے | تازہ ابھی جوانیِ اکبرؑ کا داغ ہے
گو بھر گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے | کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے
اصغرؑ کا یا تراب ہے اکبرؑ سدھارے ہیں | کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

سر ننگے گرد جھولے کے سب کنبہ ہے بہم | پھیلا رہے ہیں سمٹے ہوئے پاؤں کو حرم
تکیے پہ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دمبدم | چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں ۱۴ | بانو کو دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں

آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو | لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بے زبان کا حال سناؤ امام کو | نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبرؑ کی لاش لے گئے ہیں جنگگاہ میں | کوئی پکار لو وہ ابھی ہونگے راہ میں

حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشۂ جوان | جو ہواس بیبیوں کی یہ سُنی فغان
بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں | اکبرؑ تمہاری لاش کا خالق نگاہبان
ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغرؑ بلاتے ہیں | اُنکو بھی پاس لا کے تمہارے سلاتے ہیں

پہنچے سرہانے جھولے کے شبیرؑ سر جھکائے | اصغرؑ کے کان سے لبِ اعجاز نما ملائے
جھک کے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے | سوئے حسینؑ ہاتھ بھی بیساختہ بڑھائے
بولی سکینہ بابا نے مشکلکشائی کی | اماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

زینبؑ نے پوچھا شہ سے کہ اے فخرِ کائنات | کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات
شہ بولے انکے دادا ہیں حلالِ مشکلات | اس بے زبان کے کان میں میں نے کہی یہ بات

جب خاکِ عزا دونوں نے ماتھے پہ لگائی — اور ہائے علمدار کہا دھوم مچائی
حضرت کو مگر دیکھ کے واں تاب نہ آئی — آخر چلے میدان کو شہِ کرب و بلا کی
طاقت نہ رہی ضبط کی سلطانِ امم کو — اللہ نگہبان کہا شہ نے حرم کو

خاموش دبیر اب کہ نہیں طاقتِ گفتار — ہر مصرعہ برجستہ ہے سلکِ دُرِ شہوار
بےمثل ہے یہ مرثیہ بے سنت و تکرار — جُز عونِ علمدار یہ تقریر ہے دشوار
روشن ہے یہ سب پر کرمِ شاہِ زمن سے — کیا گوہرِ مضمون نکلتے ہیں دہن سے

شہادت حضرت امام حسینؑ

پیدا اشعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی — پنہاں درازیِ پرِ طاؤسِ شب ہوئی
اور قطع، زلفِ لیلیِ زہرہ لقب ہوئی — مجنوں صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخِ ہنرمند کے لیے — دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لیے

بڑھ کر عمر سے کہنے لگے بانیِ ستم — اپنی تو یہ غذا ہے کہ بھوکے رہیں حرم
نوفل پکارا سیر ہیں آب و غذا سے ہم — کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم
چلایا شمر ہم تو اسی وقت کھائیں گے — جب تین دن کے پیاسے کا سر کاٹ لائیں گے

بولا عمر کہ بیہودہ باتیں روا نہیں — منہ کا نوالا، شیر دلوں کا سر کاٹنا نہیں
دعوا ہے بے سند سے تمھیں کچھ حیا نہیں — رستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے لڑا نہیں
اُترے نہ ہو تیرے تم تو لبِ نہر جب سے — پھر دیکھتا میں لڑتے ہو کیونکر حسینؑ سے؟

پھر زہر کے بجھے ہوئے خنجر طلب کیے — اپنے ملازموں پہ وہ تقسیم سب کیے
ساماں یہ پہلے شاہِ عرب سے کیے — ٹکڑے نبیؐ علیؑ کے جگر بے سبب کیے
مانگا شقی نے توسنِ زریں لجام کو — کھا پی کے فوج بھی ہوئی حاضر سلام کو

کثرت پہ فوج کی ہوا نازاں وہ خود پرست — بولا کہ اپنی فتح ہے شبیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بند و بست — ٹھہرائے دس ہزار زرہ پوش تیز دست

دریا سے جو نکلا وہ ید اللہ کا جانی
غل پڑ گیا وہ ابرِ کرم سے چلا پانی
سقے سکینہ کی نہ کی مرتبہ دانی
بس آن کے سب ٹوٹ پڑے ظلم کے بانی
قبریں نبی و حیدر و زہرا کی ہلا دیں
سب برچھیوں کی نوکیں کلیجے سے ملا دیں

فضہ گئی روتی ہوئی اور پیٹتی آئی
تھا لب پہ مگر یہ کہ دوہائی ہے دوہائی
سیدانیو، مارا گیا شبیرؑ کا بھائی
حیدرؑ کے بھرے گھر کی ہوئی آج صفائی
ہر سمت نظر لشکرِ غم آتا ہے لوگو
عباسؑ نہ آئیں گے علم آتا ہے لوگو

اگاہ علم شہ کا جھمکتا ہوا آیا
ماتم تھا کہ پنجہ بھی لچکتا ہوا آیا
شکیزہ بھی بے آب لٹکتا ہوا آیا
اور خون پھریرے سے ٹپکتا ہوا آیا
لشکر کی جو زینت تھی قضا لوٹ گئی تھی
صدمے سے الم کی بھی کمر ٹوٹ گئی تھی

ھامے ہوئے دامانِ علم سبطِ پیمبرؐ
خون منہ پہ ملے چاک گریبان کھلے سر
ان کو سنبھالے ہوئے چلاتے تھے اکبرؑ
حمزہؑ کی وفات آج ہوئی اٹھ گئے حیدرؑ
عمو یہ تمامی ہوئی اس جاہ و حشم کی
بس آخری ہے آج زیارت بھی علم کی

یوڑھی سے جھکا کر اُسے جو خیمے میں لائے
سب اہلِ حرم زیرِ علم بیٹھنے آئے
ل پڑ گیا ہے ہے اسد اللہ کے جائے
مشکیزہ بھی تیروں سے چھدا زخم بھی کھائے
پیاسے رہے پانی نہ پیا نہر پہ جا کے
صدقے تری سقائی کے قربان وفا کے

شاد سکینہ کا عجب حال تھا غم سے
ہاں تھامتی تھی، اور وہ لپٹتی تھی علم سے
ھوں کو چھپائے ہوئے سلطانِ اُمم سے
چلاتی تھی فریاد چچا چھٹ گئے ہم سے
یہ تشنہ جگر قابلِ تعزیر ہے لوگو
کیوں پانی کو بھیجا مری تقصیر ہے لوگو

تی تھی بہت حضرتِ عباسؑ کی دختر
فرمایا سکینہ نے بہن ہے مرا مقدر
یا ہے یہ غم دونوں کے حصے میں برابر
تو منہ پہ مرے خاک لگا میں ترے منہ پر
آفت میں گرفتار ہیں محبوسِ بلا ہیں
عباسِ علمدار کے ہم اہلِ عزا ہیں

اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گھر — غل تھا کہ گرا برجِ کبوتر میں وہ اژدر
پر تیروں کے کٹ کٹ کے گرے مثلِ کبوتر — ظالم ہوا مضطر صفتِ طائرِ بے پر
ناری نے نہ پھر نیزہ و تلوار سنبھالی ۱۲ — اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی

غازی نے کہا بس اسی فن پر تھا تجھے ناز — سیکھا نہ ید انھیوں سے خدنگ کا انداز
پھر کھینچی اس انداز سے تیغِ شرر انداز — جو میان کے بھی منہ سے ذرا نکلی نہ آواز
یاں تیغ کو دہشت سے کیا میان نے خالی — واں قالبِ اعدا کو کیا جان نے خالی

دو کرتی ہوئی دامنِ بدکیش سے نکلی — ارواح صفت جسمِ بداندیش سے نکلی
مچھلی کی طرح بازوئے دلریش سے نکلی — آڑی کبھی ہو ہو کے پس و پیش سے نکلی
دم سینے میں کافر کا رُکا اور یہ الگ تھی — دو ہو کے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تھی

اس صف پہ گری تیغ جھپٹ کر اُسے مارا — سیدھی گری اس پر تو الٹ کر اُسے مارا
ہٹ کر اسے مارا تو پلٹ کر اُسے مارا — بڑھ کر اسے مارا کبھی گھٹ کر اُسے مارا
اللہ ری صفائی کہ ذرا خون نہ بھرا تھا ۱۲ — یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سر تن پہ دھرا تھا

توسن نے کہا دیکھو میں بجلی ہوں ہوا ہوں — تلوار پکاری کہ میں آفت ہوں بلا ہوں
وہ بولا، میں طاؤس ہوں، عنقا ہوں، ہما ہوں — ہنس کر یہ کہا تیغ نے میں قہرِ خدا ہوں
گھوڑے نے کہا لاشوں کو میں روند کے نکلوں — شمشیر پکاری، میں کدھر کوند کے نکلوں؟

لوٹھا ہوا دریا میں دلاور نظر آیا — دی خضرؑ نے آواز علیؑ کا پسر آیا
دریا میں ہوا شور کہ عالی گہر آیا — تھی دھوم ترائی میں کہ وہ شیرِ نر آیا
سکتہ یہ ہوا خضرؑ کو الیاسؑ نے دیکھا — پانی کو اُتر گھوڑے سے عباسؑ نے دیکھا

سوکھے ہوئے مشکیزے کا پھر کھولا دہانہ — اور بھرنے لگا جھک کے وہ سرتاجِ زمانہ
اعدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ — اور چوم لیا حیدرِ کرارؑ نے شانہ
فرمایا کہ کیا اب مجھے خوش کرتے ہو عباسؑ — پانی مری پوتی کے لیے بھرتے ہو عباسؑ

…ند سالہ پھپھو، فاطمۂ کبراؑ کے ہات سے — یہ نامراد بیوہ ہی شادی کی رات سے
بیٹی حسینؑ کی ہی بہو یہ حسنؑ کی ہی — گھونگھٹ مین، فکرِ دولھا کی خاطر کفن کی ہی

…رو رو کے بین فاطمۂ کبراؑ نے یہ کیے — ہے ہے دولھن بنی تھی الغلین کا مون کے لیے
…بس اے دبیرؔ خوب صلے نظم کے دیے — تائیدِ غیب سے کہے ہین تم نے یہ مرثیے
بحرِ روان ہی یا کہ طبیعت ملی ہی یہ؟ — سقائے اہلِ بیت کی دریادلی ہے یہ

شہادتِ حضرت عباسؑ

…س شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہی — رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہی
…ستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہی — ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہی
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو ۶ — جبرئیل لرزتے ہین سمیٹے ہوئے پر کو

…ہیبت سے ہین نہ قلعۂ افلاک کے در بند — جلاّدِ فلک بھی نظر آتا ہے نظربند
…وا ہے، کمرِ چرخ سے، جوزا کا کمربند — سیّارے ہین غلطان صفتِ طائرِ پربند
ہاتھون سے عطارد کے قلم چھوٹ پڑا ہی — خورشید کے پنجے سے علم چھوٹ پڑا ہی

ہر بند کھلا قبر مین رستم کے کفن کا — اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا مٹکا
تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا — نام اُڑ گیا مہرون سے سلاطینِ زمن کا
جس شیر نے شیرون سے صدا پنجہ کیا ہی — جنگاہ مین آج اُسنے قدم رنجہ کیا ہی

ناگاہ ہوا غل کہ علمدار وہ آیا — لختِ جگرِ حیدرؑ کرار وہ آیا
قہر و غضبِ حضرتِ جبار وہ آیا — فرزندِ پیمبرؐ کا مددگار وہ آیا
اب جانون کے بچنے کا کوئی طور نہین ہی — عبّاس ہی عبّاس کوئی اور نہین ہے

تلوار جو آری ہوئی حضرت کی سپر سے — ظالم نے لیا خنجرِ ہندی کو کمر سے
خنجر تو اُدھر سے چلا تلوار اِدھر سے — ۱۰ اُسوقت ہوا آ نہ سکی بیچ مین ڈر سے
اسوار کے سر پہ جو پڑی ہانپ کے بیٹھا ۱۱ — تھرّا کے یہ اُٹھی تو فرس کانپ کے بیٹھا

مین جاؤن باباجان نہ آئین اگر چچا ضامن دیا ہی لو مجھے چھوٹا کرین گے کیا
ایسے تو وہ نہیں ہین کہ وعدہ بھلائین گے فرما گئے ہین نہر سے آگے نہ جائین گے

۴۰
شہ رو کے بولے ٹوٹ پڑا ہم پہ آسمان سچے ہین بھائی ٹھیک تمھارا بھی ہی بیان
اچھا نہ آگے جائے گا حیدر کا وہ نشان کیا نہر پر اجل نہیں آ سکتی میری جان
دریا پہ کون روکنے والا قضا کا ہی؟ دو لاکھ سے مقابلہ تیرے چچا کا ہی

۴۱
یہ سُن کے ہو گئی وہ سراسیمہ اور کہا ہے ہے یہ اب کھُلا مجھے بہلا گئے چچا
ہائے کہیں صحیح و سلامت اُنھیں خدا یون روٹھون مین کہ اُن کو بھی معلوم ہو ذرا
مجکو بھی ضد ہی پیاس سہجان اپنی دونگی مین پانی بھی اُنکا لایا ہوا اب نہ لونگی مین

۴۲
یہ ذکر تھا کہ نہر سے ماتم کا غل ہوا نوحہ یہ تھا کہ وا ولدی وا مصیبتا
اکبر لپٹ کے رونے لگے شہ سے اور کہا دادا کی روح روتی ہی مارے گئے چچا
اُنکی عزا کا آپ بھی سامان کیجیے شہ بولے، میرا چاک گریبان کیجیے

۴۳
زیرِ علم بچھائی نبیؐ زادیون نے صف بیوہ بھی آئی کہتی ہوئی یا شہِ نجف
سر ننگے بیٹی اس طرف اور بیٹا اُس طرف ملبوس لائی بچوّن کا بانوے باشرف
یہ پیرہن تو سقے کی اولاد کے لیے اور سادے کپڑے بیوہ ناشاد کے لیے

۴۴
آئی نظر جو اکبرِ مظلوم کی قبا تھرائی تڑپی بیوہ عباسِ باوفا
اور دونون ہاتھ جوڑ کے بانو سے یہ کہا ٹھہرو خدا کے واسطے ہے ہے یہ کیا کیا
اکبر کے کپڑے خلعتِ ماتم مین دیتی ہو زینب کھڑی ہین انسے نہیں پوچھ لیتی ہو

۴۵
اکبر پہ جو کہ آئی ہو میرے پسر پہ آئے اللہ شاہزادے کا سہرا مجھے دکھائے
کرتے سکینہ جان کے مری بیٹی پہنائے بس اب سدھاریے کہ مرا سایہ پڑ نہ جائے

۴۶
پُرسے سے سرفراز نہ فرمائیے مجھے یہ سادے کپڑے آپ نہ پہنائیے مجھے
رو کر کہا یہ بانو نے اُس نیک ذات سے بس بس، کلیجہ پھٹتا ہی ہر ایک بات سے

نھ کو زرہ میں آئی شکوہ و جلال سے
اک جال میں تڑپ کے گئی ایک جال سے
گزری جو جا آئینہ سے منھ کو موڑ کے
غل تھا پری نکل گئی شیشے کو توڑ کے

زبانِ برق دوبارۂ تیغِ شعلہ تاب
موتی کی آب و تاب، سمندر کا پیچ و تاب
د نوح خود سفینہ و خود ماہی و خود آب
سرگشتیاں فرات میں کرنے لگے حباب
ظرفِ تنک میں تھی نہ جگہ اسکے آب کی
بندھتی تھی اور کھلتی تھی مٹھی حباب کی

ا پلک میں آنکھ، تو پتلی میں نور کو
پاؤں میں کجروی کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینہ کو، دل میں فتور کو
نیت میں معصیت کو، طبیعت میں زور کو
ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو ۸
کیسی زبان، زبان میں یہ کاٹ آئی ہاتھ کو

دی جو ڈھال اور بھی اندھیر چھا گیا
روزِ سیاہ شامیوں کے منھ پہ آگیا
خیر بغیر بھاگے نہ ہر گز رہا گیا
اور نہرِ علقمہ میں یہ بحرِ سخا گیا
دریائے آبرو سے جو دریا کو بھر دیا
دُرِّ نجف نے بحر کو بحرین کر دیا

چلو بھرا فرات سے سرکا کے آستین
عبرت سے دیر تک اُسے دیکھا کیے وہیں
پھر لائے امتحان کے لیے ہونٹھوں کے قریں
سینے میں دل تڑپ کے پکارا "نہیں نہیں"
گو مہرِ فاطمہؑ ہے، یہ مجھ پر حرام ہے
ہفتم سے فاطمہؑ کا پسر تشنہ کام ہے

پانی جو بے حسینؑ کے منھ سے لگائے گا
ہے ہے وفا کا نام ابھی ڈوب جائے گا
اس وقت آبرو جو گئی پھر نہ پائے گا
یہ روز اب زمانے میں کاہے کو آئے گا
حضرت کہاں، فرات کہاں، کربلا کہاں؟
تا عصر خاتمہ ہے، یہ دکھ یہ بلا کہاں؟

ازی نے دل کے شور سے پر مرحبا کہا
دریا سے رو کے، پیاسوں کا سب ماجرا کہا
اندھے یہ مشک بھر کے رکھی، یا خدا کہا
چلتے ہوئے، اجل نے پیامِ قضا کہا
ہے ہے نصیب پیاسوں کا رستے میں پھر گیا
سقہ حرم کا، فوج کے طوفان میں گھر گیا

ھی ہوئی سکینہ قریب آئی ننگے پا
ننھے سے ہاتھ جوڑ کے حضرت سے یہ کہا

مرتے ہیں مرد نام پہ نامرد بہرِ نان ۔ سنبھلے ہوئے کہ سامنے ہی ہاشمی جوان
لینا نہ منہ پہ ڈھال، کہ ہستی حباب ہی ۔ دینا نہ آبرو کہ یہ موتی کی آب ہی

۱۶
بولے بیان رضائے خداوند ذوالجلال ۔ بسم اللہ اے جنابِ امیرِ عرب کے لال
عدلِ خدا پکارا کہ خونِ عدو حلال ۔ پنجہ بڑھایا مہر علی نے سوئے ہلال
قبضہ وفورِ شوق سے دو ہاتھ اچھل پڑا ۔ قالب سے ماہِ نو کے یہ نو نکل پڑا

۱۷
نکلی غلافِ نور سے تفسیرِ جوہری ۔ یا آگئے، دستبوسِ سلیمان، ہوئی پری
یا حجلے سے عروس نے کی جلوہ گستری ۔ یا تھی یہ شاخِ میوۂ طوبیٰ ہری بھری
اس ہاتھ مین مرادین تھین جو جو وہ مل گئین ۔ باچھین خوشی سے تیغ کے قبضے کی کھل گئین

۱۸
سیدھی ہوئی جو تیغ، تو لشکر اولٹ گیا ۔ میدان سے پانون جمنے سے دل سب کا ہٹ گیا
سب رو رہے تھے زور کو، سب زور گھٹ گیا ۔ مانندِ ناف، خوف سے، سینہ سمٹ گیا
بولی یہ تیغ دم سرِ اعدا یہ لونگی مین ۔ برق پکاری، تو یہ ٹھہرنے نہ دونگی مین

۱۹
پھر تو پکار تھی، یہ اِدھر وہ اُدھر گرا ۔ وہ پنجہ، وہ ہاتھ، وہ خود اور وہ سر گرا
بن بن کے برق سایۂ تیغِ ظفر گرا ۔ وان مورچے سے باب اُٹھا یان سپر گرا
گر گر کے سر یہ رن مین برابر طپان ہوئے ۔ جوہر نہین سرزمین کے معنی عیان ہوئے

۲۰
پھر رن پہ مُردنی کی طرح تیغ چھا گئی ۔ ہر استخوان مین مثلِ تپِ برق سما گئی
اعجازِ خاکساری حیدر دکھا گئی ۔ مانندِ خاک، ناریون کے تن کو کھا گئی
سب کے گلون سے ملتی تھی لیکن کھنچی ہوئی ۔ جوہر یہ تھے کہ بوجھ سے خود تھی جھکی ہوئی

۲۱
آتے تھے جوڑ توڑ عجب تیغ تیز کو ۔ سر سے گری جدا کیا پائے گریز کو
سینے سے گرم دیکھ کے اس شعلہ ریز کو ۔ برق و شرر نے نذر کیا جست و خیز کو
تو گل نے رنگ لالے نے سرعت ہوا نے دی ۔ یہ ہدیہ کیا ہی اپنی نیابت قضا نے دی

۲۲
دو بار سپر مین گر کے مئی چال ڈھال سے ۔ با کھر کے بیچ مین ہو پہنچی سیدھی چال سے

فی الفور نور و طور کے معنی ہوئے جلی　　بجلی جلانا بھول گئے خود رشک سے جلی
ٹھنڈی ہوئی ہوا جو یہ گرمِ عنان ہوا　　صرصر کی سانس رُک گئی جب تب رواں ہوا

۱۰
بڑھ کر کہا عمر نے، دہِ حیدر زمان ہے یہ　　ہمنام ذو الجلال کا نام و نشان ہے یہ
ہاں، لشکرِ خدا کا نمودی جوان ہے یہ　　جعفر شکوہ و حمزۂ صاحب قرآن ہے یہ
سیفِ خدا خطاب ہے عباسؑ نام ہے　　یہ بازوئے حسینِ علیہ السلام ہے

۱۱
عباسؑ بولے مدح کے قابل امام ہیں　　بھائی بھی اُنکے بس حسنِ سبز فام ہیں
باقی جو اور بھائی ہیں وہ سب غلام ہیں　　وہ رہنما وہ قبلۂ ہر خاص و عام ہیں
گمراہ ہے تو دور ہو جا اپنی راہ لے　　ورنہ، یہ ہے نبیؐ کا علم آ پناہ لے

۱۱
ہر سبز پوش خضرؑ نہیں عز و جاہ میں　　سر سبز حیدری ہیں جنابِ الٰہ میں
یوسفؑ نہ ہوگا لاکھ گرے کوئی چاہ میں　　دن رات کا ہے فرق سفید و سیاہ میں
کوئی یتیم فاطمہؑ سا خوش گہر نہیں　　ہر اک یتیم دُرِّ یتیم اے عمر نہیں

۱۲
اب بھی سمجھ خدا کے لیے آ جنان میں آ　　سے پانی، لے بہشت، نہ جا نار میں نہ جا
بیعت ہے ابن فاطمہؑ کی بیعتِ خدا　　تیری بھلائی کے لیے کہتے ہیں ہمکو کیا
سب خاک ہے نہ زر نہ سپر کام آئیں گے　　تربت میں بو ترابؑ ہی آکر بچائیں گے

۱۴
بولا وہ مُنہ بھرا کے سلواسے گروہِ شام　　لو ہم سے لینے آئے ہیں یہ بیعتِ امام
میں حُر نہیں جو مان لوں حاکم کا ہوں غلام　　دنیا مجھے پسند ہے ایمان کو سلام
بیعت یزید کی تو نہ شاہِ امم کریں　　قدرت خدا کی بیعتِ شبیر ہم کریں

۱۴
یاں کان آشنا تھے کب اس بول چال سے　　دیکھا لرز کے تیغ کو قہر و جلال سے
بھاگا چھپا کے رُوئے سیہ کو وہ ڈھال سے　　بادل اُٹھے نشانوں کے دشتِ قتال سے
تیغیں اِدھر ہوئی جو بکایک نکل پڑیں　　پُر تو سے مچھلیاں بھی ہوا پر اُچھل پڑیں

۱۵
بڑھ کر نقیب بولے کہ ہاں سرفروشو! ہاں　　شیر و دلیر و غازیو تازی کی لو عناں

لشکر ہی اسکی زیب، یہ لشکر کی زیب ہی | چہرے کی فرد مالکِ دفتر کی زیب ہی
رفعت علم کی کہتی ہی ہر عقلمند سے | سقّے پہ پڑھ درود صدائے بلند سے

۳ یہ اُسکی بارگاہِ ملائک پناہ ہی | دربارِ حق مین جسکی محبت سے راہ ہی
فوجِ خدا گواہ، خدا بھی گواہ ہی | عباسؑ شیر بیشۂ شیرِ الٰہ ہے
تصویر ہی یہ فاتحِ بدر و حنین کی | شمشیر ہے خدا کی، سپر ہی حسینؑ کی

۴ اب رویئن مومنین کہ شبیر روتے ہین | نامی جوان تو گنجِ شہیدان مین سوتے ہین
بچے تمام پیاس سے جان اپنی کھوتے ہین | اور اب جُدا حسینؑ سے عباسؑ ہوتے ہین
خالی رفیق و یار سے ہی پہلوے حسینؑ | اسوقت توڑتی ہی اجل بازوے حسینؑ

۵ تمہید شہ سے بہر اجازت اُٹھائی ہے | جوڑے ہین ہاتھ، پاؤن پہ گردن جھکائی ہی
کرتے ہین عرض اب دمِ حاجت روائی ہی | آقا کے ہاتھ بندے کی مشکلکشائی ہے
کوثر دیا شہیدون کو سولا ہمین بھی دو | اک قبر کی جگہ لبِ دریا ہمین بھی دو

۵ پانی ہی جب سے بند مجھے انفعال ہے | کہتا ہون دل سے صبر کر اب انفعال ہی
حضرت کو آبرو کا مری خود خیال ہے | اب بھی مُصر نہین ہون فقط عرضِ حال ہی
یون فوج کو کوئی نہ علمدار ردے گا | ایسا بھی واقعہ نہ ہوا ہی نہ ہوئے گا

۶ رو کر کہا حسینؑ نے دریا پہ جاؤگے؟ | عباسؑ پانی لاؤگے ہمکو پلاؤگے؟
واللہ بھائی، داغِ جوانی دکھاؤگے | ہم آئے تھے فرات سے پر تم نہ آؤگے
سمجھو تو خیمہ کیون لبِ دریا سے اُٹھ گیا؟ | پانی مرے نصیب کا دنیا سے اُٹھ گیا

۷ عباسؑ جبکہ جانبِ ملکِ جنان چلے | شانے پہ لاکھ شان سے لیکر نشان چلے
زوجہ نے پوچھا، اے مرے والی کہان چلے | بولے، جہان سے اب پھرینگے وہان چلے
اب آخری وداع کی باری نہ آئے گی | آئی ہی سب کی لاش، ہماری نہ آئے گی

۸ اُنگلی سے لکھ کے گردنِ توسن پہ یا علیؑ | اک جست مین سوار ہوا حق کا وہ ولی

قرار دو مجھے مین بیقرار ہوتا ہون ۔ حسینؑ جان سے تم پر نثار ہوتا ہون

۴ شتر سوار پکارا کہ آہ وا ویلا ۔ حسینؑ فاطمہؑ فدوی ہو قاصدِ صغرا
نشان اُسنے دیا تھا جُدا جُدا سب کا ۔ امامِ عصر کو پھر کھول کر عریضہ دیا
لیا حسین نے ہاتھ پہ لاشہ اصغر کا ۔ عریضہ ہاتھون پہ رکھا مریضِ دختر کا

۵ نگاہِ یاس سے شہ نے وہ خط پڑھا خاموش ۔ کبھی کراہتے کبھی روئے کبھی ہوئے بیہوش
شتر سوار کا مُنہ دیکھ کر کیا یہ خروش ۔ لے اب عریضہ اُٹھا دل پہ ہو قلق کا جوش
جواب کون لکھے گا پدر تو مرتا ہو ۔ اب اک نیابتِ صغرا حسین کرتا ہو

۶ وطن سے قاصدِ صغرا تو رن مین آیا ہو ۔ یہان صغیر نے گردن پہ تیر کھایا ہو
گلے سے لاش کو شبیر نے لگایا ہو ۔ سلام کے لیے قاصد نے سر جھکایا ہو
وہ پوچھتا ہو کہ آس آپ کی یہ توڑ گئے ۔ حسینؑ کہتے ہین اکبر بھی مجکو چھوڑ گئے

۷ ہٹائی چہرے سے اصغر کے خون بھری چادر ۔ پسینہ موت کا ماتھے سے پونچھا سر تا سر
پکارے مُردے کی آنکھون پہ ہونٹھون کو رکھ کر ۔ لکھی ہو فاطمہؑ نے دیدہ بوسی اے اصغرؑ
گواہ رہیو کہ فاقے سے چومتا ہو حسینؑ ۔ اور اُنکے بھائی کی آنکھون کو چومتا ہو حسینؑ

۸ بنالون ننھی سی قبر اسکی اے خجستہ سیر ۔ تو لے چلون پسرِ نوجوان کے لاشے پر
تو پڑھیو لاشۂ اکبر پہ نامۂ خواہر ۔ یہ کہہ کے گھوڑے سے اُترے امامِ جن و بشر
زمین قبر کی خاطر پسند کرنے لگے ۔ مزار کھود کے نالہ بلند کرنے لگے

۹ شتر سوار نے خنجر نیام سے کھینچا ۔ کہا حسینؑ سے مولا ٹھہرو مین تجھ پہ فدا
ہے آرزو کہ مجھے حشر مین کہے زہرا ۔ وہ آیا فدیۂ شبیر و قاصدِ صغرا
زہے شرف جو مددگارِ حسینؑ کرون ۔ شہید ہو کے ابد تک جنان مین سیر کرون

شہادت حضرت عباسؑ

۱ کسکا علم حسینؑ کی منبر کی زیب ہو؟ ۔ کس جنتی کی مشک سے کوثر کی زیب ہو؟

عرضِ دوم یہ ہے مجھے شب کو اٹھائیو
اور قبر کا نشان نہ کسی جا بنائیو
تربت میں خود اتاریو اور خود لٹائیو
پھر کانپ کر کہا کہ الہی بچائیو،
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی
موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

۳۶
بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے
مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
میّت پہ بعدِ دفن یہ آفت کا وقت ہے
اسوقت وارثوں کی محبّت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں،
یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

۳۷
وہ اجنبی مکان وہ اندھیرا اِدھر اُدھر
پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
نہ شمع روشنی کے لیے نہ شگافِ در
ہمسایہ وہ کہ دوسرے سے ایک بیخبر
کسکو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے؟
آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

۳۸
اب نذر دے یہ مرثیہ اور عرض کر دبیر
یا سیّدہ تمھیں قسمِ خالقِ قدیر
بہرِ رسولِ پاکؐ و پئے حضرتِ امیر
تم پر فدا اتھی والدہ ذاکرِ حقیر
فرمائیے وہ لطف کہ وہ رستگار ہو
حُلہ کفن ہو، روضۂ رضواں مزار ہو

آمدِ قاصدِ صغراؑ

۱
روانہ نہرِ لبن کو جو شیر خوار ہوا
زباں دکھانے پہ گردن سے تیر پار ہوا
تڑپ کے ہاتھوں پہ حضرت سے ہمکنار ہوا
خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا
ادھر تو شاہ کو یہ صدمۂ جگر پہنچا،
اُدھر مدینے سے صغرا کا نامہ بر پہنچا

۲
لہو میں غرق کھڑے تھے کمر جھکائے ہوئے
پسر کی ننھی سی میت گلے لگائے ہوئے
لہو بھرا ہوا دامن اُسے اُڑھائے ہوئے
کفن کی فکر میں منہ خیمے کو پھرائے ہوئے
یہ حال دیکھ کے قاصد کی آس ٹوٹ گئی
ہوا یہ رعشہ کہ فوراً مہار چھوٹ گئی

۳
اتر کے ناقے سے آداب وہ بجالایا
مگر حسین تھے بیہوش کچھ نہ فرمایا
وہ نوحہ کرتا ہوا اور متصل آیا
نگاہِ یاس سے منہ دیکھ کر یہ چلایا

یہ سُن کے ننگے پاؤن مین اُن کا غم سے بھری
بس دیکھنا تھا آپ کا دیدارِ آخری
سہواً اگر ہوئی ہو کچھ آزردہ خاطری
بخشو مجھے، کہ موت ہی نزدیک، اب مری
رو کر کہا علی نے ہمین عذر خواہ ہین
واللہ بیقصور ہو تم سب گواہ ہین

۲۹

معصوم سے بھی، ہوتی ہی بی خطا کبھی؟
عسرت کا تم نہ لائین زبان پر گلا کبھی
اچھا لباس مانگا نہ اچھی غذا کبھی
بیمار جب پڑین نہ طلب کی دوا کبھی
کیا خوب تم نے مجھ سے نباہی ہی فاطمہؑ
کیونکر نہو، کنیزِ الٰہی ہے فاطمہؑ

۳۰

دُنیا کے مال و جاہ پہ تم نے نظر نہ کی
فرمائش ایک دن اسداللہ پر نہ کی
یون صبر سے جہان مین کسی نے بسر نہ کی
فاقہ کشی پہ اپنے پدر کو خبر نہ کی
پہلو پہ در گرا مین حمایت نہ کر سکا
شرمندہ ہون کہ حقِ رعایت نہ کر سکا

۳۱

وہ بولی یہ کنیز نوازی ہے سر بسر
فرمائیے وصیتِ اولیٰ پہ اب نظر
ہر بے پدر کے بعد نبیؐ آپ تھے پدر
سبطین تو حضور کے ہین پارۂ جگر
گر چاہتے ہو قبر مین زہرا کے چین کو
دینا نہ رنج میرے حسنؑ اور حسینؑ کو

۳۲

کل ایک رات اور ہین ماں والے میرے لال
بے مادری کی صبح ہی کل اور یہ خُرد سال
اب میری طرح آپ کو ان کا رہے خیال
اوجھل نہ ہونے پائین نظر سے یہ نونہال
حاسد کی چشم بد سے بچائے خدا انھین
سرمہ کی طرح آنکھون مین رکھیو سدا انھین

۳۳

مغرب تلک بس اور ہی ماں انکے سر پہ اب
کل صبح یہ گھر مین گئے یتیمی مین ہی غضب
پروانہ رہیو میرے چراغون پہ روز و شب
بے ماں کا جان کر کوئی گھڑکے نہ بے سبب
یہ دونون ہین سپر و جناب امیرؑ کے
جوشن ہین میرے آپ صغیر و کبیر کے

۳۴

والی یتیم بچون کا ہوتا ہی دل حباب
چلائے انکی بات کا دینا نہ تم جواب
بہنون کو انکی انسے سوا ہوگا اضطراب
دل انکے لیجو ہاتھ مین بے جد و حساب
زینبؑ سے ہوشیار کہ نازون کی پالی ہی
اور دوسرے حسینؑ کی یہ رونے والی ہی

۲۱ سہرمپی طرف سے اہلِ مدینہ کو دو پیام — لوگو خفا نہ ہو، مری رخصت ہے صبح و شـ
دو چار دن تمھارے محلہ میں ہے مقام — رونے کی دھوم ہو چکی اب کام ہے تمـ
دل جسکا مُردہ ہو اُسے جینے سے کام کیا؟ — بابا سدھارے مجکو مدینے سے کام کیا؟

۲۲ رونے میں اختیار نہیں بے پدر ہوں میں — لوگو مجھے نہ ٹوکو کہ خستہ جگر ہوں میں
اُمیدوار موت کی آٹھوں پہر ہوں میں — گر شام کو بجھی تو چراغِ سحر ہوں میں
ماتم ہے غیر کا کہ تمھارے رسولؐ کا؟ — پر تمکو ناگوار ہے، رونا بتولؑ کا

۲۳ سب کے نبیؐ کا سوگ ہے کل کے نبیؐ کا غم — یہ بھی نصیب اپنا، کہ الزام پائیں ہم
یہ کیا سمجھ کے مُنھ سے نکالا؟ کہ روؤ کم — بے رونقی رسولؐ کے ماتم کی ہے ستـ
بیجا تمھاری یہ خفگی ہے میں روؤں گی — کچھ ہو مرے تو جی کو لگی ہے میں روؤنگی

۲۴ حیدرؑ کا اس بیان سے ٹکڑے ہوا جگر — بیت الحزن بنایا بقیعہ میں جلد
لکھا ہے ہاتھ تھام کے بیٹوں کا ہر سحر — واں جا کے رویا کرتی تھی دن بھر وہ بے
ہنگامِ شام حیدرِ کرار جاتے تھے — روحِ نبیؐ کی دیکے قسم اُن کو لاتے تھے

۲۵ اک دن نگاہ کرتے ہیں کیا شاہِ لافتا — مطبخ ہے گرم آردِ جو ہے گندھا
نہلا رہی ہیں بچوں کو مَل مَل کے دست و پا — پھیلا دیے ہیں کرتے بھی دھو کر جدا
پوچھا کہ اتنے کاموں کا جو شغل آج ہے — اسوقت کچھ بحال تمھارا مزاج ہے؟

۲۶ بولی کہ آج رات کو ہو جاؤں گی بحال — کل میرے کاروبار میں خود ہوگے تم نڈھ
خدمت کا میرے بچوں کی ہوگا کسے خیال؟ — نہلا دُھلا دیا کہ پریشان تھا اُن کا حا
کُرتے بھی دھوئے قوت بھی کل تک کا دھر چلی — سہرا نہ باندھا ایک یہ ارمان لے چلی

۲۷ پوچھا علیؑ نے تمکو یہ کیوں کر ہوا یقین؟ — صدیقہ نے کہا، شدنی ہے، یہ شک نہیں
پچھلے کو روتے روتے جو سوئی میں دلحزیں — دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں شاہِ مر
محسنؑ کو میرے اپنے گلے سے لگاتے ہیں — بہلاتے تھے نہ رو تری ماں کو بلاتے ہیں

…نا کا خاص جامہ نواسی نے لا دیا — فضہ نے جاکے بی بی کو غش مین سونگھا دیا
…خوشبو نے اُسکی وصلِ نبیؐ کا مزا دیا — جامہ پہ بوسہ فاطمہؑ نے جا بجا دیا
پڑھ کر درود بات سنائی وہ یاس کی — جو ہچکیان تڑپنے لگین آس پاس کی
…وہ یہ سخن ہی، آہ پکاری وہ بے پدر — یعقوبؑ نے جو سونگھا تھا پیراہن پسر
…یوسفؑ کے دیکھنے کی توقع تھی کسقدر — میری امید قطع ہے باباسے عمر بھر
پوچھون کہان؟ تلاش کرون کس دیار مین؟ — یوسف تو میرا سوتا ہی لوگو مزار مین

…یا کیا کہون مین دخترِ خیر الامم کا درد — پہلو کا درد ہاتھ کا درد اور شکم کا درد
…بچون کی بیکسی کا علی کے الم کا درد — ہر اک غضب کا حادثہ ہر اک ستم کا درد
وہ ماتم، اور آہ، وہ عسرت بتولؑ کی — محسن کا چہلم اور سہ ماہی رسولؐ کی
…منھ سے پدر کا نام لیا اور رو دیا — قرآن پڑھ کے ہدیہ کیا اور رو دیا
…فرشِ نبیؐ کی دیکھی ضیا اور رو دیا — تکیون کو سونگھا، بوسہ دیا، اور رو دیا
صرفہ نہ آہ مین نہ بکا مین نہ بین مین — بے غش ہوئے افاقہ نہ تھا شور و شین مین

…وفورِ گریہ سے عاجز ہوئے عرب — حیدرؑ کے پاس رونے کی فریاد لائے سب
…عرض فاطمہؑ سے کہو اے ولیِ رب — یا سیدہ تمھاری رعیت ہی جان بلب
کھانے کا کوئی وقت نہ سونے کا وقت ہی — جو وقت ہی وہ آپ کے رونے کا وقت ہی
…نا باپ نے ہمارے بھی دنیا سے کی قضا — ہم تو نہ ایسا روئے، نہ پیٹے، نہ کی عزا
…فرمایا مرتضیٰؑ نے، کہ بتلاؤ تو بھلا — تم مین سے کس کا باپ سوا ہی رسولؐ سا
الزام کوئی دے نہین سکتا بتولؑ کو — سمجھاتا ہون مین، خیر، یتیم رسولؐ کو

…ہر سے مرتضےؑ گئے گھر مین جھکائے سر — منہ ڈھانپے رو رہی تھی اکیلی وہ خوش سیر
…نے لگے پیامِ عرب شاہِ بحر و بر — گھبرا کے بولی ہائے کرون کیا مین نوحہ گر؟
قابو مین موت ہووے تو مرجاؤن یا علیؑ — بابا کا سوگ لے کے کدھر جاؤن یا علیؑ

ہمسائیان یہ کہتی ہین اے عاشقِ پدر دیدارِ مصطفےٰ تو ہی موقوف حشر
اُنکے عوض تو اپنی زیارت سے شاد کر حجرے مین بیٹھتی ہی یہ کہکر وہ نوحہ گر
اب مین ہون اور ہر ایک حقارت ہی صبا جبو بابا موئی کی خاک زیارت ہی صبا جبو
القصہ بعد ہفتہ کے دنِ آٹھوان ہوا اور نیل پوش ظلمتِ شب سے جہان ہو
یان مہرِ برجِ حجرہ ماتم عیان ہوا پر اس طرح کہ مُردہ کا سب کو گمان ہو
یہ شکل ہوگئی تھی عزا مین رسولؐ کی پہچانی بیٹیون نے نہ صورت بتولؑ کی

۹
قدسی تھے فرشِ عرشِ معلیٰ کے آس پاس تسبیح کی خبر تھی نہ تہلیل کے حواس
دوزخ جدا خروش مین مالک جدا اُداس غلمان و حور و جن و پری پر ہجوم یاس
غُل تھا کہ سب کے دل کو ہلاتی ہی فاطمہؑ آ ہر نبیؐ کی قبر پہ جاتی ہی فاطمہؑ

۱۰
چلائی، آہ، وا ابتا، وا محمدا نورِ الٰہ، وا ابتا، وا محمدا
ستا ہون کے شاہ، وا ابتا، وا محمدا مین ہون تباہ وا ابتا وا محمدا
بابا بتولؑ آئی ہے تسلیم کے لیے اُٹھتے نہین مزار سے تعظیم کے لیے

۱۱
گزرے ہین آٹھ دن کہ زیارت نہین ہوئی اس بے نصیب سے کوئی خدمت نہین ہوئی
منبر پہ سونا وعظ و نصیحت نہین ہوئی مسجد مین بھی نمازِ جماعت نہین ہوئی
حضرت کے مُنھ سے وحی خدا بھی نہین سُنی جبرئیلؑ کے پرون کی صدا بھی نہین سُنی

۱۲
تسلیم سر ہی اے پدرِ نامدار لو مین یہ بال بکھرے ہاتھون سے اپنے سنوار لو
راضی ہون مین نہ گود مین بھی زہرا کو لو مشتاق ہون کہ فاطمہؑ کہہ کر پکار لو
پوچھو یہ تم مزاج تمہارا بخیر ہی لونڈی یہ کہے کہ حال جدائی سے غیر ہی

۱۳
القصہ فاطمہؑ ہوئی بیہوش قبر پر زینبؑ کے پاس دوڑی گئی فضہؑ ننگے سر
زینبؑ نے پوچھا خیر تو ہی؟ بولی بیٹ کر جامہ نبیؐ کا دو کہ سو گھاؤن مین نوحہ گر
ہمسائیان ہین گرد ہراسان کھڑی ہوئین بی بی کی امان جان ہین غش مین پڑی ہوئین

مرثیہ

وفات حضرت فاطمہؓ

۱
بلقیس پاسبان ہی، یہ کسکی جناب ہے؟ مریم درود خوان ہی، یہ کسکی جناب ہی؟
شانِ خدا عیان ہی، یہ کسکی جناب ہی؟ دہلیز آسمان ہے، یہ کسکی جناب ہی؟
کرسی، زمین سے لیتی ہی گوشے پناہ کے
بیٹھا ہی عرش سایہ مین اس بارگاہ کے

۲
عفت پکارتی ہی، مقامِ حجاب ہے شیعو، جنابِ فاطمہؑ کی یہ جناب ہی
حواؑ و آسیہؑ کا یہ باہم خطاب ہے زہراؑ کے رعب و دبدبے سے زہرہ آب ہی
جاری ہی منہ سے جاریۂ فاطمہ ہین ہم
مخدومہ کائنات کی وہ خادمہ ہین ہم

۳
الفت، خدا کے بعد، حبیبِ خدا کی ہی منصف کے آگے یہ بھی ولا کبریا کی ہی
پروا، نہ فاقہ کی، نہ شکایت، جفا کی ہی ایذا فقط جدائیِ خیر الوریٰ کی ہی
اب دغدغہ کی فکر، نہ سونے کا دھیان ہی
آنکھوں مین شکل باپ کی، رونے کا دھیان ہی

۴
کچھ نوش کر لیا، جو کسی نے کھلا دیا لیکن عزا مین، کچھ نہ غذا نے، مزا دیا
غش مین، کسی نے منہ مین جو پانی چوا دیا قطرہ پیا اور آنکھوں سے دریا بہا دیا
نسبت ہی کس سے فاطمہؑ کے شورِ شین کو
زہراؑ کے بعد دی ہی زینبؑ حسینؑ کو

۵
سن کم، تعلق زیادہ، تعلق سے فغان سوا سینے سے دل، تو دل سے جگر ناتوان سوا
رونے سے ہر گھڑی کے ہوئین نیم جان سوا تپ وہ، کہ مفصلوں سے تپش استخوان سوا
جب فاطمہؑ نے ہاے پدر کہکے آہ کی
وان ہلگئی ضریح رسالت پناہؐ کی

۶
بیٹے پکارتے ہین کہ للہ باہر آؤ اماں نہ اتنا روؤ غلاموں پہ رحم کھاؤ
نانا کہاں گئے ہین؟ بلا لائین ہم بتاؤ ہم گرتے پڑتے ہین نہین تو گلے لگاؤ
نانا کے بعد ہاے یہ بیقید ہم ہوئے
سب اک طرف حضور کے بھی پیار کم ہوئے

دبیر

میرزا سلامت علی نام تھا اور دبیر تخلص تھا۔ لکھنؤ مین پیدا ہوئے اور وہین دفن ہوئے سال وفات ۱۲۹۲ ہجری ہے۔ انکے اُستاد کا نام میر ضمیر تھا۔ اسوقت مرثیہ گوئی کا جو رنگ ہے اُسکے موجد میر ضمیر سمجھے جاتے ہین خود انکا شعر ؎ سو مین کہدِن ہزار ہین یہ دبیر مرا + جو جو کہے اس طرز مین شاگرد ہے مرا ۔ اسکا شاہد ہے۔ میرزا دبیر اور میر انیس کا جوڑ تھا۔ آپس مین چوٹین بھی چلتی تھین اور محبت بھی تھی۔ میر انیس کے مرنے پر میرزا دبیر نے کہا ع طور سینا بے کلیم اللہ منبر بے انیس۔ جس سے دلی محبت کا پتہ چلتا ہے مگر شاگردون نے میر انیس کے جیتے جی ایک کو دوسرے سے ملنے ندیا حتی کہ سامعین کی بھی تقسیم ہوگئی تھی ایک کو دبیریہ اور دوسرے کو انیسیہ کہتے تھے۔ ایک ہی وقت مجلسین ہوتی تھین۔ دبیریے دربار دبیر مین اور انیسیے دربار انیس مین حاضر ہوتے تھے۔ ان دونون کے جیتے جی یہ فیصلہ نہ ہوا کہ کون بہتر ہے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ ذوق و غالب اور متاخرین مین امیر و داغ کی طرح انیس و دبیر کا بھی جھگڑا نہ چکا۔

نشتر غزلون مین ہوتے ہین انیس کا کلام مین نے چاہا کہ تبرکاً اس کتاب مین رہے اور اُنکے منتخب اشعار کو بھی مین نے نشتر ہی سے تعبیر کیا۔ مین نے ارادہ کیا تھا کہ سوا انیس کے دوسرے مرثیہ گویون کو اس کتاب مین جگہ ندون لیکن آخر میری یہ رائے ہوئی کہ میر انیس کے ہمعصر میرزا دبیر کو فراموش کرنا ہندی شاعری پر ایک اعتبار سے ظلم کرنا ہے اسلیے کتاب کے چھپنے کے وقت مرزا صاحب کے کلام بھی کچھ منتخب کیے گئے قلت انتخاب کی وجہ یہ نہین ہے کہ مرزا صاحب کے پایہ سے کسی طور پر انکار ہے بلکہ عجلت اور کم فرصتی اسکا باعث دیگر اساتذہ کے انتخاب وقتاً فوقتاً اُسوقت ہوئے تھے جبکہ میری عمر کا مقتضا تھا اب اسوقت یہ کام میرے لیے مشکل ہے لیکن پھر بھی تیمناً کچھ کلام مین نے مفتہ عشرہ مین منتخب کر ہی لیے۔

انتخاب

از

کلامِ دبیر

مرثیہ۔ رباعی

جلد اوّل

۳۸ نشتر

وہ آئے خندہ پیشانی کہین سے
تبسم ہو عیان چین جبین سے

اُسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے
سُنایا کُچھ کہین سے، کُچھ کہین سے

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہی
سیر تو جب ہی کہ جنت مین نہ جانے پائے

ملاتے ہو اُسی کو خاک مین جو دل سے ملتا ہی
مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہی

ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
روٹھ کر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھا تو شہرِ حُسن مین چرچا ہی اور ہی
الفت کی ہوا ہی اور، وہ دنیا ہی اور ہی

بیٹھے اُداس، اُٹھے پریشان، خفا چلے
پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

تری رنجش کھُلی طرزِ بیان سے
نہ تھی دل مین تو کیون نکلی زبان سے

بہت حسرت آتی ہی مجکو یہ سُنکر
کسی پر کوئی مہربان ہو رہا ہی

آج گھبرا کر وہ بولے جب سُنے نالے مرے
جان سے کس نے بچے پڑے ہین چاہنے والے مرے

دلِ نادان سے ہین نہایت تنگ
اور تم اپنی چشمِ پُرفن سے

ہم سے پوچھے کوئی، دنیا مین ہر کیا شے اچھی؟ — رنج اچھا ہر، غم اچھا ہر، ملال اچھا ہر
آپ پچتائین نہین، جور سے توبہ نہ کرین ۵۴ — آپ گھبرائین نہین، داغ کا حال اچھا ہر

نا امیدی بڑھ گئی ہر اسقدر — آرزو کی آرزو ہونے لگی
داغ اترائے ہوئے پھرتے ہین آج — شاید انکی آبرو ہونے لگی

کس طرح کہون، او قیس، ترے دل کو لگی ہر — نالون سے کبھی آگ بھی محمل کو لگی ہے؟

اگر مر جائین تو چھوٹ جائین غم سے — مگر یہ ہو نہین سکتا ہر ہم سے

جب کہا مین نے، ہاے لوٹ لیا — دل پکارا کہ میرے یار سے کیسے؟

بھولے ہی بن کے کام نکلتا ہر گاہ گاہ — بن جاتے ہین ہم آپ ہی نادان کبھی کبھی

عیش و اقبال عجب شے ہر کہ ہم دیکھتے ہین ۵۵ — چار ہی دن مین بدل جاتی ہر صورت کیسی؟

اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے ۵۶ — ہم بھی بستے ہین جہان خلق خدا بستی ہر

اب کیون نہ کرون نالہ مجھے ڈر تو نہین ہر؟ — یہ عرصۂ محشر ہے، ترا گھر تو نہین ہر؟

تدبیر سے، قسمت کی برائی نہین جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہین جاتی

دشمنون سے دوستی غیرون سے یاری چاہیے ۵۷ — خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

اے فلک، دے ہمکو پورا غم تو کھانے کے لیے — وہ بھی، حصہ کر دیا، سارے زمانے کے لیے

ہجر ہر آفتِ جان وصل بلائے دل ہے — آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

رنج و قلق کو صدمہ و ایذا اٹھائیے — دل کو تھا کے سینے مین کیا کیا اٹھائیے

چوٹ دل کی وہین ابھر آئی — جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

مزا چکھا نہین دنیا کا زاہد تونے دنیا مین — کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مرد خدا ٹھہرے

یار کا پاس نزاکت دل ناشاد رہے — نالہ رکتا ہوا، تھمتی ہوئی فریاد رہے

سب اہل حشر جب اپنے کیے کو پائین گے ۵۸ — برا مزا ہو جو مجکو مرا گناہ ملے

یون تو برسون نہ پلاؤن نہ پیون، اے زاہد — توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہر نیت میری

عادت ہی ہوگئی ہو وہ دیکھین گے جب مجھے — چتون غضب کی قہر کے تیور بنائین گ

ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سی — ہیو فا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی

ہم تو اُس آنکھ کے ہین دیکھنے والے دیکھو — جسمین شوخی ہو بہت اور حیا تھوڑی سی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہین — نگہ نے نیمچہ مارا زبان سے آفرین نکلی

گھون کیا، پہلے ہی آنکھین نکالین آپنے مجھ پر — ابھی کمبخت پوری بات بھی مُنھ سے نہین نکلی

مشکل ہو ان آنکھون سے خدا کو کوئی دیکھے — دیکھے تو بتِ ماہ لقا کو کوئی دیکھے

جو دیکھتے ہین چشم تحیر سے ترا حسن — اِن دیکھنے والون کی ادا کو کوئی دیکھ

ہم اگر مانگین تو اے زاہد یہ بیشک ہو گناہ — بے طلب رکھدے جو کوئی بھر کے ساغر سا

یا الٰہی خیر ہو بیٹھے ہین وہ یون بزم مین — تیغ رکھی ہو برابر، اور خنجر سا

داغ ہرچند جہان گرد ہو سودائی ہے ۵۴ آپ کے سر کی قسم، آپ کا سودائی ہ

داغ کو اب کسی گلرو سے ملاقات نہین — ہم نے برسون اسی گلشن کی ہوا کھائی

ایسی باتون سے، تو بہتر ہو خموشی، واعظ — کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے

ہو گئی، کثرتِ عصیان سے مری وہ نوبت — ہو یہ احسانِ ملائین جو گنہگار مجھ

بیدرد ہین جو درد کسی کا نہین رکھتے — ایسے بھی ہین یارب کہ تمنا نہین رکھ

اے داغ، یہ کس کام کی مستی و جوانی؟ — تم ایسے جو اندیشۂ فردا نہین رکھ

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے — جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار د

اُترے جو تن سے سر، تو نہے سرفراز بان — ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اُتار د

مرادین مان رہا ہون قضا کے آنے کی — بُری گھڑی تھی دلِ مبتلا کے آنے ک

حجابِ وصل سے کیونکر نہ ہون مین شادیِ مرگ — خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے ک

پھر کہین چھپتی ہو؟ جب ظاہر محبت ہوچکی — ہم بھی رسوا ہو چکے اُنکی بھی شہرت ہو

ہم بدل جائین گے کیا؟ قسمت بدلجائیگی کیا؟ — جب نہ دنیا مین ہوئی عقبیٰ مین راحت ہو

قیامت مین قیامت کر گیا کون؟
کہ دل تھامے صفِ محشر کھڑی ہی

تجھے دیتا ہون اپنی جان بھی مین
مرے دل سے مری ہمت بڑی ہی

بگڑ کر ہم نے سوالزام پائے
اب اُنکی ہر طرح سے بن پڑی ہی

قتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے؟
روبرو داورِ محشر کے اشارے ہوتے

س نے یون پیار کیا کس نے وفا ایسی کی؟
کیون کرین قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے

پھول تھے غیر کی قسمت مین اگر ای ظالم
تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے؟

ل کو بغل مین پال کے مجبور ہوگئے
دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی

ا تو سہی، دکھا تو سہی، اُسکو خط مرا
آگے سے آگے فکر تجھے نامہ بر ہوئی

مسایے مین یہ شور ہو لو داغ کی خبر
کمبخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

رے غمزون کو اپنے کام سے کام
کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے

تمار اپنی خطاؤن کا بتا دون
تمھین شاید حساب آئے نہ آئے

نہ دیکھو داغ کا دیوان، دیکھو
سمجھ مین یہ کتاب آئے نہ آئے

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہین کا
طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی

یہ داغ ہماری نہین سُنتا نہین سُنتا
ایسی بھی الٰہی نہ بُری مت ہو کسی کی

پھول دن بھر مین تر و تازہ کہان رہتا ہی؟
آدمی تیس برس تک بھی جوان رہتا ہی

ہم تو سمجھے تھے کہ دربان ہی تمھارا نوکر
کیا خبر تھی ملک الموت یہان رہتا ہی؟

ام رکنے کا نہین اے دلِ نادان کوئی
خود بخود غیب سے ہو جائے گا سامان کوئی

یتا ہون جو خریدے مرے ارمان کوئی
مفت دیتا ہون اگر مان لے احسان کوئی

نکہ مین آنکھ تو ڈالی نہین جاتی ظالم
دل مین دل ڈال دے کس طرح سے انسان کوئی

ٹ چکی ہی خلشِ دل مگر اب بھی اے داغ
پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہی ارمان کوئی

دگا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا
دل کو ہزار ہاتھ کا کیونکر بنا دین گے؟

میری فریاد دو سرا نہ سُنے | تم سُنو، اے بتو خدا نہ سُنے
خوب رو وہ جسے زمانہ کہے | گفتگو وہ جسے زمانہ سُنے
داغ کو چین ہی نہیں آتا | اُس سے جب تک بُرا بھلا نہ سنے

گو دل آزار ہو تم، اُنھوں کا دل اچھا ہی | سو بلائیں اُن سے پھر ارمانِ وصال اچھا ہی
سو ل سے لیتے ہیں خود رنج شبِ وصل میں ہم | کثرتِ عیش میں تھوڑا سا ملال اچھا ہی
تنگِ ہمت ہی، اگر دولتِ کونین ملی | جو نہ پورا ہو کسی سے، وہ سوال اچھا ہی
وہ عیادت کو مرے آتے ہیں لو اور سُنو | آج ہی خوبیِ تقدیر سے حال اچھا

اُس سے کیا خاک ہمنشین بنتی؟ | بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی
آدمی سب فرشتے بن جاتے ۵۱ | آسمان پر اگر زمین بنتی
وعدہ کرتے ہی کیا وہ آجاتے؟ | رات پھر زلفِ عنبرین بنتی
طبعِ نازک کا لطف جب تھا داغ | نازنینوں میں نازنین بنتی

میری قسمت کس طرح رہتی ہی دل لگائی ہوئی | زلف پر بھی کیا ہی؟ سختی کی گرہ آئی ہوئی
جب ترے در سے پھر اخلقت تماشائی ہوئی ۵۲ | پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی
اے ہجومِ ناامیدی رکھ لے شرمِ آرزو | گوشۂ دل میں الگ بیٹھی ہی شرمائی ہوئی
جلد دیا اسے داغ کیا مُنھ پھیر کر وہ چین بیں | پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

آدمی مر گئے جیسے ہیں یہ مصیبت کیسی؟ | یہیں انصاف نہ ہو جب، یہ قیامت کیسی
سحر سفاکی دنیا کی شوخی و عتاب | جسکی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں، مروت کیسی
سے ہی تو لیں گے گنہگار و کج ہوتے زاہد | یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی
بخشش وے بر سعیِ اعمال سے پہلے یارب | پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی
دل کو سمجھائیں گے بہلائیں گے پھسلائیں گے | بعد مر جانے کے مل جائے گی فرصت کیسی

نگاہِ شوخ جب اُس سے لڑی ہی | تو بجلی تھر تھرا کر گر پڑی ہے

داغ کہتے ہین جنھین دیکھیے وہ بیٹھے ہین — آپ کی جان سے دور، آپ پہ مرنے والے

شرکتِ غم بھی نہین چاہتی غیرت میری — غیر کی، ہو کے رہے، یا شبِ فرقت میری
حشر مین، تجھ سا جفاکار خدا سا منصف — دل سا انصاف طلب اور شہادت میری
اُسکے کوچے سے جنازہ نہ اُٹھائین احباب — مین نہ نکلون گا نہ نکلے گی جو حسرت میری
بخشتے جائین گے سب کار بہت، روزِ جزا — کہین جنت مین نہ پہنچے شبِ فرقت میری
جس طرح تو مرے آغوش سے نکلا ای شوخ — یون ہی، ہاتھون سے نکلتی ہے طبیعت میری
کہین دنیا مین ٹھکانا نہین اسکا اے داغ — چھوڑ کر مجکو کہان جائے مصیبت میری

جس کے پہلو مین ہو تم اُسکا نصیب اچھا ہے — میری دانست مین تم سے بھی رقیب اچھا ہے
بیٹھے ناوک کی طرح اُٹھے قیامت کیطرح — یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہے
شیخ کو تاک کے رندون نے کہا آپس مین — مال یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہے
جو مصائب ہون وہ اس رمز کو سمجھین اے داغ — دور رہتا ہے بُرا اور قریب اچھا ہے

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے — دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے — دلِ بے مدعا دیا تو نے
مجھ گنہگار کو جو بخشش دیا — تو جہنم کو کیا دیا تو نے؟
داغ کو کون دینے والا تھا؟ — جو دیا، اے خدا، دیا تو نے

شبِ وصل ضد مین بسر ہو گئی — نہین ہوتے ہوتے سحر ہو گئی
بُرے حال سے یا بھلے حال سے — تمھین کیا؟ ہماری بسر ہو گئی
غمِ ہجر سے داغ مجکو نجات — یقین تھا نہ ہو گی، مگر ہو گئی

نکل جائے یہ حسرت وہ نہین ہے — بدل جائے یہ قسمت وہ نہین ہے
دوبارا دیکھ کر مین حور کی شکل ۵۰ — خداوندا یہ صورت وہ نہین ہے
گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ — وہی دم تھا غنیمت وہ نہین ہے

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لائی ہی — اپنے ہمراہ، اجل کو بھی، لگا لائی ہی
کون، مرنے کو ترے کوچے مین، خود آتا ہی؟ — پر یہ بیتابیِ دل ہی، کہ اُڑا لائی ہے
جب کہین، جان سے، مین ہو کے خفا جاتا ہون — منّتون سے مجھے تقدیر منا لائی ہے
مجھکو اے داغ، کئی دن سے وہ یہ کہتے ہیں: — تجھکو کمبخت یہان تیری قضا لائی ہے

مجھے اے اہلِ کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہی — ادھر دیوانہ جاتا ہی، اُدھر مستانہ آتا ہی
تڑپتا لوٹتا اُڑتا جو بیتابانہ آتا ہی — یہ مرغِ نامہ بر آتا ہی یا پروانہ آتا ہی؟
وہ نازک ہین، تو کیا اپنے سے خنجر پھر نہین سکتا؟ — تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمتِ مردانہ آتا ہی؟
رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہین ۴۴ — اُدھر جاتا ہی دیکھین یا ادھر پروانہ آتا ہی؟
دغا، شوخی، شرارت، بیحیائی، فتنہ پردازی — تجھے کچھ اور بھی اے نرگسِ مستانہ آتا ہی؟
سکندر آئینے سے، جام جم سے، خوش ہوا تھا — کوئی میکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہی!
وہی جھگڑا ہی فرقت کا وہی قصّہ ہی الفت کا — تجھے، اے داغ، کوئی اور بھی افسانہ آتا ہی؟

کیا تھا جُرمِ وفا، لذّتِ سزا کے لیے — ستم کے لطف اُٹھائے مزے جفا کے لیے
خدا کرے نہ کسی کا امیدوارِ وصال ۴۵ — دعائین مانگتے ہین، ترکِ مدعا کے لیے
بڑا مزا ہو جو محشر مین ہم کرین شکوہ ۴۶ — وہ منّتون سے کہے چُپ رہو خدا کے لیے
شریر آنکھ، نگہ بیقرار، چتون شوخ — تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے
ملے، تو حشر مین لے لون، زبان ناصح کی — عجیب چیز ہی یہ، طولِ مدعا کے لیے
کسی زمانے مین گستاخ ہم بھی تھے اب تو ۴۷ — زبان ہی بہرِ ستائش، دل التجا کے لیے
ترے کہے سے ہم، اے داغ، چھوڑ دین گے عشق؟ — خفا کیے واسطے دیتا ہی کیون خدا کے لیے

یہ تو پوچھین، مرے مرقد پہ گزرنے والے — کیا گزرتی ہی تری جان پہ مرنے والے؟
مرحبا اے دل و دین سے گزرنے والے — ہاتھ کانون پہ مرے نام سے دھرنے والے
غنچۂ گُل مین دھرا کیا ہی بتا اے بلبل؟ ۴۸ — جمع ہین چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

حسرتین رہ گئے اس بزم سے چلنے والے
ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے

دیکھیے کیا ہو الہی مرے نامے کا جواب؟
پاس اُنکے ہین بہت زہر اُگلنے والے

اِن جفاؤن پہ وفا کوئی نہ کرتا لیکن
دل بدلتا نہین او آنکھ بدلنے والے

گر میئے صحبتِ اغیار کے شکوے یہ کہا
آپ ای داغ ہمیشہ کے ہین جلنے والے

کہنے دیتی نہین کچھ مُنھ سے محبت تیری ۴۲ لب پہ رہجاتی ہو آ آ کے شکایت تیری

دیکھیے کرتی ہو رسواے زمانہ کیا کیا؟ ۴۳ مجکو یہ جاہ مری، تجکو یہ صورت تیری

یاد سب کچھ ہین مجھے ہجر کے صدمے، ظالم
بھول جاتا ہون مگر دیکھ کے صورت تیری

کوچۂ یار مین بھی جی نہین لگتا ای داغ
دیکھیے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

دوست خوش ہونے لگے دوست کے مرجانے سے
غم کا یہ کال پڑا ہو مرے غم کھانے سے

پند گو، دیکھ زرا ہاتھ تو رکھ کر دل پر
لگ گئی آگ زیادہ ترے سمجھانے سے

کیجیے فکرِ سخن خاک، وہ دل ہی نہ رہا
داغ فرصت ہی نہین، روز کے غم کھانے سے

رنج صحت سے، جو واقف دل شیدا ہو جائے
داغ ارمان بنے، درد تمنا ہو جائے

کبھی نہ ہو تیری محبت مین برا اتنا ہو جائے
کہ تری بدمزگی مجکو گوارا ہو جائے

ہون وہ ناکام تمنا جو اجل چاہون مین
موت آ کر مرے بالین پہ مسیحا ہو جائے

ترے انداز وہ کافر ہین بُتِ ہوش ربا
آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے

آسمان سے بھی شکایت نہ کرون مین کیا خوب؟
میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے

دشمنِ جان نہ سہی، آپ مسیحا ہی سہی
داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

دن مٹا جیسے کہ دہلی سے گمان دہلی
تھا مرا نام و نشان، نام و نشانِ دہلی

لے گئے لوٹ کے اب شوکت و شانِ دہلی
پوربی، پہلے اُڑاتے تھے زبانِ دہلی

اس سے بڑھ کر نہین محشر مین کوئی طولِ حساب
بس یہی ہوگا کہ ہم اور بیانِ دہلی

شیفتہ و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہان؟
داغ اب یہ ہین غنیمت ہمہ دانِ دہلی

نہ اترا بیئے دیر لگتی ہے کب! زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے
ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہات بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

دیے ہیں ہجر میں دُکھ درد کس بلا کے مجھے شبِ فراق میں مارا الٹا لٹا کے مجھے
مکدر اہلِ فلک میری مشتِ خاک سے ہیں بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے؟
کہا یہ دل نے، چلو آج کوے قاتل میں اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے؟
غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے؟

مجکو جنت میں نہ راحت ہوگی بہر گریہی دل یہی قسمت ہوگی
تیرے ہاتھوں مجھے، اے رنجِ فراق کبھی مرنے کی بھی، فرصت ہوگی؟
کوچہ یار، کوئی چھٹتا ہے؟ میں نہ ہونگا میری تربت ہوگی
اب کے بہکانے سے اُٹھ کر اے داغ کعبے جائیں گے جو وحشت ہوگی

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی جب دل نہ رہا تو آرزو کی
کچھ ضبط، ہماری خاطر، اے چشم کچھ شرم ہماری آبرو کی
اس خانہ خراب دل میں اے داغ مٹی ہے خراب آرزو کی

طبیعت کوئی دن میں بھر جائیگی چڑھی ہے یہ ندی اُتر جائیگی
رہیں گی دمِ مرگ تک خواہشیں الٰہی یہ نیت کوئی آج بھر جائیگی؟
نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ میری بیکسی نوحہ گر جائیگی
شبِ وعدہ آجاؤ ورنہ قضا مرے سر یہ احسان دھر جائیگی
دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا؟ گزرنی جو ہوگی گزر جائیگی

ابھی نزاکتِ رفتارِ یار باقی ہے ابھی زمانہ ناپائدار باقی ہے
مریضِ عشق کی کیا پوچھتے ہو، یہ پوچھو کہ زندہ کوئی بھی بیمار دار باقی ہے؟
دمِ اخیر ہے اے داغ توبہ کر توبہ کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے

نازِ اعدا اُٹھے گا مشکل سے
دل بدل لیجیے مرے دل سے

میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہین
کس بُری آنکھ، کس بُرے دل سے

مٹ گئے ہم تو جب یہ اُسنے کہا
تو نے شکوے کیے تھے کس دل سے؟

آتشِ عشق مین مزا کیا ہے؟
پوچھیے اسکو داغ کے دل سے

وہ کہتے ہین گھبرا کے مرے دستِ دعا سے
کیا عرش یہ جا پہنچین گے یہ ہات زرا سے؟

مین بزم سے اُٹھ جاؤن، نکلجاؤن، چلا جاؤن،
کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیون ہو خفا سے؟

عجب دیکھتے ہین داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہین زندہ ہے یہ کس کی دعا سے؟

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے
دل لگی کا یہی مزا بھی ہے

زندگی اور اس زمانے کی
ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے؟

تیری امداد کے لیے اے آہ
پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے

مین سناؤن تو داستان اپنی
آپ کو بات کا مزا بھی ہے؟

تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے
کچھ ترے دل مین مدعا بھی ہے؟

اسکو عاشق بھی لوگ کہتے ہین
داغ کا نام دوسرا بھی ہے

اُسکی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی
برچھی مین دل رہے گا دل مین انی رہے گی

نبھ جائے اُسنسے اپنی جس طرح ہی غنیمت
یہ جانتے ہین اکثر بگڑی بنی رہے گی

ای داغ تیری صورت دیکھین گے وہ نہ ڈرکر
چھائی ہوئی جو منھ پر یون مردنی رہے گی

آتے جاتے مرے بالین پہ قضا ہار گئی
آئی سو بار شبِ وعدہ تو سو بار گئی

جسکو کہتے ہین اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک کے بھی اگر پار گئی؟

مرے مرنے کی خبر سُن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیا روز کی تکرار گئی

داغ خورشید قیامت نے قیامت کی ہے
آج کیا جانے کہان اپنی شبِ تار گئی

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے
یہان رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

راہ ہے دشوار و منزل دور تر — پا شکستہ کیا کرے؟ کیونکر چلے؟
جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے — جس طرف کو لے چلا رہبر چلے
مار ڈالے گی قفس مین بوے گل — ہم اسیر دن سے ہوا بچ کر چلے
داغ کے لب پر ہے مصرع درد کا — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہین ہے؟ — ہان، دل مین نہ ہو انکی زبان پر تو، نہین ہے
پھر جاے تو پھر جاے، بلا سے، نہین پروا — کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہین ہے؟
چبھتی ہے تری بات مرے دل مین ہمیشہ — آخر یہ زبان ہے کوئی نشتر تو نہین ہے؟
پھر قصدِ صنم خانہ کیا، داغ، جو تو نے — کمبخت ترے پالون مین چکر تو نہین ہے؟
مجھے انجامِ الفت کی پڑی ہے — یہ غم آٹھون پہر جو نسٹھ گھڑی ہے
مروت بھی ہو تیری آنکھ مین کاش — کٹیلی ہے، رسیلی ہے، بڑی ہے
جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر — ۳۹ سواری اس مسافر کی کھڑی ہے
امانت رکھ تو لون داغِ محبت — مگر ڈرتا ہون یہ جوکھون بڑی ہے
وہی اک بات ہے لیکن تری بات — عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے
ملازم شاہِ آصف جاہ کے ہین — جنابِ داغ کی قسمت بڑی ہے

ناوک نگاہ جگر پر، او ر دل پر سنان لگی — کاری لگی نظر تری، کافر، جہان لگی
آتا ہے ہمکو تلخیِ دشنام مین مزا — اس چاٹ پر لگی تو تمھاری زبان لگی
تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ مجھے — اُکھڑے قدم وہان سے طبیعت جہان لگی
بیتاب محکو دیکھ کے وہ پوچھتے ہین داغ — کمبخت تیرے چوٹ بتا تو کہان لگی؟

جمع ہین پاک اک زمانے کے — ہاے جلسے شراب خانے کے
برق پھونکے اُڑا گئے بادِ خزان — چار تنکے ہین آشیانے کے
اہلِ جنت کے بھی دلون پر داغ — نقش ہین اس نگارخانے کے

دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر کیا لے گی؟
اُتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی

نہ کریں میرے لیے حضرتِ ناصح تکلیف
خود طبیعت دلِ بیتاب کو سمجھا لے گی

چین سے آپ رہیں کچھ مری پروا نہ کریں
کیا شبِ ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی؟

شاہِ دیندار کا وہ فیض ہے جاری ای داغ
حشر تک جس سے مزے دین کے دنیا لے گی

جب سے بسی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے
میں کیا کہوں کہ نکہتِ گل کس ہوا میں ہے

خالی نہیں ہے اُنکی شرارت سے شرم بھی
جو کچھ بھی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے

گزری کبھی نہ چین سے ہمکو کوئی گھڑی
جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے

سر پھوڑنا فضول ہے دم توڑنا عبث
دل پھیر دے بتوں کا یہ قدرت خدا میں ہے

اب دیکھیے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے

ہم اس جہان سے ارمان لیکے جائینگے
خدا کے گھر یہی سامان لیکے جائیں گے

ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں
اُنھیں یہ ضد کہ اسی آن لیکے جائیں گے

اس آستان پہ جو دی جان داغ بیکس نے
جنازہ آپ کے دربان لیکے جائیں گے

ہر دم اُسی کی دُھن ہے اُسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے

جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ؟
اللہ جانتا ہے جو اِس دل کا حال ہے

کافر نہ میں ہوں اور نہ محشر ہے بزمِ یار
اپنے کیے سے پھر مجھے کیوں انفعال ہے

اے داغ اُنکی رنجشِ بیجا کا کیا علاج؟
اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

دل لے ہی چلے ناز سے شوخی سے ہنسی سے
اب اُنکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے

معشوقوں کو عشاق نے بیدرد بنایا
انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے

ای داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک؟
کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

دل جگر سب آہوں سے بھر چلے
مر چلے ای سوزِ فرقت، مر چلے

کہتی ہے رگ رگ ہماری حلق سے
دم میں دم جب تک رہے خنجر چلے

نہین کھیل اے داغ، یارون سے کہدو | کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

اطاعت مین اغیار خامی کرینگے | ہمین بندہ پرور غلامی کرین گے
وہ کیا چارۂ تلخ کامی کرین گے | یہی نا کہ شیرین کلامی کرین گے؟
نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمھارا | ادا سب پیامی سلامی کرین گے

قیامت ہین بانکی ادائین تمھاری | اِدھر آؤ لے لون بلائین تمھاری
زمانے مین ہین یادگارِ زمانہ | وفائین ہماری جفائین تمھاری
بھڑک جائے کیونکر نہ انسان سُنکر؟ | رسیلی رسیلی صدائین تمھاری
ہر اک داستان ہے نہایت مزے کی | ہم اپنی کہین یا سنائین تمھاری؟
وہ گھبرا گئے آخر اے حضرتِ دل | کہانتک سُنین التجائین تمھاری؟
اُٹھائے ہین صدمے بہت داغ تم نے | الٰہی مرادین بر آئین تمھاری

عرضِ احوال کو گلا سمجھے | کیا کہا مین نے آپ کیا سمجھے؟
اُن اشارون کو کوئی کیا سمجھے | نگہ ناز سے خدا سمجھے
پردے پردے مین گالیان دیکر | مجھ سے وہ پوچھتے ہین کیا سمجھے؟
اِن کنایون کو اپنے تم سمجھو | بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
سچ تو یہ ہے کہ وہ بُتِ مغرور | اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے؟
آدمیت کی شرط ہے اے داغ | خوب اپنا بُرا بھلا سمجھے

لچکتی ہے بہت بارِ نظر سے | ہمارے ہاتھ لپٹا لو کمر سے
سنا دکا شامِ فرقت کو کسی نے | وہ ہائی دے رہا تھا مین سحر سے
اُنھین فرصت کہ اسکا سر اُتارا | ہمین فرصت کہ چھوٹے دردِ سر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی | یہ بندے لائے ہین کیا اپنے گھر سے؟
رقیبِ روسیہ کیون سر چڑھا ہے؟ | اسے صدقہ کرو تم داغ پر سے

وہ چشم فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہین
بہت اے شوخ تجھ مین بیحیائی ہوتی جاتی ہے

کدورت سی کدورت تھی مٹا یا داغ کو جس نے؟
بحمد اللہ اب اُن سے صفائی ہوتی جاتی ہے

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی
٣٤ یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی

ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا
نہ محبت تری اچھی، نہ عداوت اچھی

ہجر مین کس کو بلاؤن؟ نہ بلاؤن کس کو؟
موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی؟

عیب اپنے بھی بیان کرنے لگے آخر کار
٣٥ ہو گئی اُن کو بُرا کہنے کی عادت اچھی

زور و زر سے بھی کہین داغ حسین ملتے ہین؟
اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے؟
ایک مین ہون یا خدا کی ذات ہے

ضعف سے اُٹھتے نہین دستِ دعا
اب ہماری شرم اُسکے ہات ہے

داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج
آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے
٣٦ اس ادا کا کہین جواب بھی ہے؟

رحم کر میرے حال پر واعظ
کہ اُمنگین بھی ہین شباب بھی ہے

مار ڈالا ہے اس دو رنگی نے
مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے

عشقبازی کو ہے سلیقہ شرط
٣٧ یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے

داغ کا کچھ پتا نہین ملتا
کہین وہ خانمان خراب بھی ہے؟

اُس نے جب یک نگاہ دیکھا ہے
حال دل کا تباہ دیکھا ہے

سچ بتا تو نے بھی شب فرقت
کبھی روزِ سیاہ دیکھا ہے

واقعی ہم نے تیرے کوچے مین
داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

پھرے راہ سے وہ یہان آتے آتے
اجل مر رہی تو کہان آتے آتے؟

ابھی سن ہی کیا ہے؟ جو بیتابیان ہون
اُنھین آئین گی شوخیان آتے آتے

نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی
وہان جاتے جاتے یہان آتے آتے

جسمین لاکھون برس کی حورین ہون — ایسے جنت کو کیا کرے کوئی؟
مُنھ لگاتے ہی داغ اترانا — لطف ہے پھر جفا کرے کوئی؟

جو بے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے — جو بے زخم تڑپے، وہ بسمل یہی ہے
بُرائی نہ جائے بُرون سے بنا ہے — اگر ہے تو دنیا مین مشکل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا — کرے صبر انسان مشکل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی — اگر آپ کا رنگِ محفل یہی ہے
خدا نے بنایا بتون نے بگاڑا — نہ کعبہ نہ بُت خانہ وہ دل یہی ہے
دفا وہ کرین، داغ یہ کس نے مانا؟ — مگر آپ کا زعمِ باطل یہی ہے

نکالو داغ کو اپنے مکان سے — چلا آیا یہ دیوانہ کہان سے؟
اُنھین غصہ نہین ہے شوق قاصد — چلین گے وہ وہان سے ہم یہان سے
مری آہین رقیبون کی دعائین — یہ فوجین لڑ رہی ہین آسمان سے
کہان اے داغ اب اپنا ٹھکانا؟ — اُٹھا بیٹھے ہین دل دونون جہان سے

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل، زلفِ دوتا لپٹی — چھُٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی
صبا اٹکھیلیان کرتی ہے کیا کیا راہ مین اُنسے ۳۴ کبھی کاکل سے آ لپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی
نہ روکے سے رُکا آخر گیا داغ اُسکے کوچے مین — نمانا ایک کا کہنا بہت خلقِ خدا لپٹی

گلشن مین ہرے ہو کے شجر لائے ثمر بھی — اے بارشِ رحمت کوئی چھینٹا تو اِدھر بھی
رکھتا ہی نہین کوئی، کہان جا کے رہے دل؟ — مثلِ گلِ بازی یہ اِدھر بھی ہے اُدھر بھی
مین صبحِ شبِ وصل ندیکھون اُسے جاتے — آنکھون مین کبھی آ جائے سپیدیِ سحر بھی
اے داغ دمِ نزع ہین وہ منتظر اسکے — کیون دیر لگا رکھی ہے جلدی کہین مر بھی

نزاکت مانع زور آزمائی ہوتی جاتی ہے — کہ شاخِ گل سے جب اُنکی کلائی ہوتی جاتی ہے
مخاطب ہون کسی سے بزم مین وہ چھوٹ ہے مجھپر — مرے ہی سامنے میری بُرائی ہوتی جاتی ہے

ٹپکی پڑتی ہر نگہ سے تری الفت ای داغ ۳۰ کوئی چھپتی ہر محبت کی نظر پیار کی آنکھ

یان تو بنا ہے جاتے ہین عشق بتان کے ساتھ | زاہد نبیڑ لین گے وہان کی وہان کے ساتھ
پھونکا نہ دام کو، نہ جلایا قفس مرا | بجلی کی تیزیان تھین فقط آشیان کے ساتھ
واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا | پھرتے تری تلاش مین کیا کاروان کے ساتھ
مٹتی نہین ہر خانہ خرابی کسی طرح | کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکان کے ساتھ؟
سب کو ہر، تیری یاد کی لذت، جُدا جُدا | دل کی ہر دل کے ساتھ زبان کی زبان کے ساتھ
اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغ کی زبان | تعریف آپ کی ہر اُسی خوش بیان کے ساتھ

دل لے کے نہ کچھ مانگ صنم، اور زیادہ | ۳۱ مقدور نہین، تیری قسم، اور زیادہ
تلوار جو ہو جاے کمان، خوب نہین ہر | ۳۲ ابرو مین نہ ہو تان کے خم اور زیادہ
زندان سے بیابان مین تو افضح ہوئی بڑھکر | کانٹون نے لیے میرے قدم اور زیادہ
قاصد مگر اغیار کا لکھا ہر جہان حال | پاتا ہون وہان زورِ قلم اور زیادہ
صد شکر کہ نواب کے الطاف سے ای داغ | چند اہلِ سخن جمع ہین، کم اور زیادہ

ایک طوفان ہے غمِ عشق مین رونا کیا ہر؟ | نہین معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہر؟
چار باتین بھی کبھی آپ نے گھُل مل کے نہ کین | انھین باتون کا ہر رونا، مجھے رونا کیا ہر؟
کاوش و کینہ و بیرحمی و آزار وہی | اور اب اسکے سوا آپ سے ہونا کیا ہر؟
ابرِ رحمت ہر اُدھر، دیدۂ پُرنم ہر اِدھر | مشکل اس نامۂ اعمال کو دھونا کیا ہر؟
اُسکی ٹھوکر سے بھی کمبخت نہ جاگا، افسوس | موت ہر داغ سیہ مست کا سونا کیا ہر؟

گر مرض ہو دوا کرے کوئی | مرنے والے کا کیا کرے کوئی؟
اِس گلے کو گلا نہین کہتے | گر مزے کا گلا کرے کوئی؟
تم سراپا ہو صورتِ تصویر | تم سے پھر بات کیا کرے کوئی؟
کہتے ہین ہم نہین خدا ہے کریم | کیون ہماری خطا کرے کوئی؟

ہو قیس کا تو شوق زمانے پر آشکار — کیا جانے کوئی صاحبِ محمل کی آرزو؟
دنیا سرائے تنگ ہو محشر ہو جائے تنگ — عاشق کہاں نکال سکے دل کی آرزو؟

کیوں وعدۂ وصال سے دل بدگمان نہ ہو؟ — یہ شرط ہو نئی کہ خدا درمیان نہو
مٹی کی مورت اس سے تو اے داغ خوب ہو — معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

تمکو چاہا تو خطا کیا ہو بتا دو مجکو — دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجکو

یوں میرے ساتھ دفن دلِ بیقرار ہو — چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ — منظور تو ہو میری ملاقات سے توبہ؟
بیعت بھی جو کرتا ہو، تو وہ دستِ سبو پر — چکراتی ہو کیا رندِ خرابات سے توبہ؟
خود ہم نہ ملیں گے نہ کہیں جائیں گے مہمان — کی آپ نے واللہ نئی گھات سے توبہ
وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل — واعظ کو بلاؤ کہ چلی ہات سے توبہ
یہ داغ قدح خوار کے کیا جی میں سمائی؟ — سُنتے ہیں، کیے بیٹھے ہیں، وہ رات ہی سے توبہ

دل کی ہو پرورش خلشِ درد و غم کے ساتھ — لُٹنے لگے پڑے ہیں یہاں ایک دم کے ساتھ
چلتا ہو ساتھ ایک مسافر کے دوسرا — اے کاش آرزو ہی نکل جائے دم کے ساتھ
عادت بھی ہو دروغ کی خوفِ خدا بھی ہو. — وہ کانپ کانپ جاتے ہیں جھوٹی قسم کے ساتھ
اہلِ دول نہ دیکھیں مجھے چشمِ کم سے داغ — دولت لگی پڑی ہو مرے دم قدم کے ساتھ

لڑ گئی یارِ گلعذار سے آنکھ — اب نہیں جھینپتی ہزار سے آنکھ
دید کا بھی ہو کیا بُرا لپکا؟ ۲۹ — نہیں رہتی زرا قرار سے آنکھ
نشہ تیرا اُتر گیا اے داغ — کُھل گئی غفلتِ خمار سے آنکھ

یوں شبِ وعدہ رہی، طالبِ دیدار کی آنکھ — جس طرح سوئے چمن مرغِ گرفتار کی آنکھ
کیوں نہ پُرخوں ہو ازل سے؟ کہ ملا ہو مجکو — شیشہ و بادہ کا دل ساغرِ سرشار کی آنکھ
ہوتی جاتی ہو سوا، بوسۂ لب کی قیمت — دیکھتے جاتے ہیں وہ اپنے خریدار کی آنکھ

ابھی نفرت ہی ہمکو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں
خدا چاہے تو اُس کمبخت کو دل سے تمھیں چاہو

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ
مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

یہ شامت آئی کہ اُسکی گلی مین دل نے کہا
کھلا ہی روزن دیوار دیکھتے جاؤ

تمھاری آنکھ مرے دل سے بے سبب بے وجہ
ہوئی ہی لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ

ادھر تو آ ہی گئے اب تو حضرتِ زاہد
یہین ہی خانۂ خمار دیکھتے جاؤ

کوئی نہ کوئی ہر اک شعر مین ہی بات ضرور
جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہ ہو
آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہو

ہائے وہ دل وہ کلیجہ مین کہان سے لاؤن؟ ۲۸
وصل مین شاد نہ ہو ہجر مین ناشاد نہ ہو

جور کے بعد ہی اب حرف تسلی کیسا؟
اُس سے فرمائیے جسکو وہ گھڑی یاد نہ ہو

دیکھ اے شامِ غریبی وہ مسافر مین ہون
جسکو گھر یاد نہ ہو جسکو وطن یاد نہ ہو

کوستے ہین وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہین
داغ کو دیکھ کے کہتے ہین یہ ناشاد نہو

جو دل قابو مین ہو تو کوئی رسوائے جہان کیون ہو؟
خلش کیون ہو؟ طپش کیون ہو؟ قلق کیون ہو؟ فغان کیون ہو

یہ مصرع لکھدیا ظالم نے میری لوحِ تربت پر
جو ہو فرقت کی بیتابی تو یون خواب گران کیون ہو؟

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے
یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازدان کیون ہو؟

ممکن نہین کہ تیری محبت کی بو نہ ہو
کافر اگر ہزار برس دل مین تو نہ ہو

کیا لطفِ انتظار جو تو حیلہ جو نہ ہو
کس کام کا وصال اگر آرزو نہ ہو

زاہد مزا تو جب ہی عذاب و ثواب کا
دوزخ مین بادہ کش ہون جنت مین تو نہو

عشق تاثیر کرے، اور وہ تسخیر بھی ہو
یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہش تقدیر بھی ہو

جعلسازون نے بنایا ہی شکایت نامہ
کیون خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو

خدا شاہد خدا شاہد ہی کیون کہتی ہو عدو ہان؟
خدا کو کیا غرض ہے پھر تمھارے درمیان کیون ہو

نویدِ جانفزا ہی کیا خبر قاتل کے آنے کی
بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادمان کیون ہو؟

مین بھی حیران ہون اے داغ کہ یہ ہے کیا بات؟ / وعدہ وہ کرتے ہین آتا ہے تبسم مجھکو

چلتے نہین ہین ساتھ مرے ہمسفر کے پانو / ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو

آتی ہے کوے یار سے مستانہ کس قدر / کیا لڑکھڑائے جاتے ہین بادِ سحر کے پانو

وقتِ خرامِ ناز تعجب نہین اگر / فتنے بھی اُڑ کے چوم لین اُس فتنہ گر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا / سر پر دھرے ہین عرش نے خیر البشر کے پانو

واعظ بڑا مزا ہو اگر یون عذاب ہو / دوزخ مین پانون ہاتھ مین جامِ شراب ہو

معشوق کا تو جرم ہو، عاشق خراب ہو / کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

وہ مجھ پہ شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو / یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا مین کیا دھرا ہے؟ قیامت مین لطف ہو / میرا جواب ہو نہ تمھارا جواب ہو

نکلے جدھر سے وہ، یہی چرچا ہوا کیا / اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

در پردہ تم جلاؤ، جلاؤن نہ مین چہ خوش / میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

میرے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو / بندگی کو بندگی، تسلیم ہے تسلیم کو

ہے بڑی دولت جو ہاتھ آجائے کوئی خوبرو / اے ہوس ڈھونڈھتا ہے کیا طلا و سیم کو

آسمان دیتا ہے محکور رنج غیرون کو خوشی / واہ کیا کہنا ہے، کیا کہنے ہین اس تقسیم کو

اپنے دل کا حال ہے، دم بھر مین کچھ دم بھر مین کچھ / آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب یہین اے داغ وحشت ہے تو آسایش کہان؟ / جائیے ہندوستان سے کون سی اقلیم کو

ہمارے دل مین بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو / امانت دار کا گھر ہے، امانت اپنی رہنے دو

جو ہین مشتاق اُنکے دل مین حسرت اپنی رہنے دو / کوئی دن اور بھی پردے مین صورت اپنی رہنے دو

وہان ہے بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اُنکو؟ / یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑ و عبادت اپنی رہنے دو

اُنھین یہ جستجو ہے مرنے والا کوئی پیدا ہو / مگر بہتر سے بہتر ہو، مگر اچھے سے اچھا ہو

خمارِ مے سے یون وقتِ سحر بگڑا مزاج اُنکا / کسی نے رات بھر جیسے پریشان خواب دیکھا ہو

زندگی کا نہیں سامان سر ہو دل میں		مژہ یار نے کیا پھیر دی جھاڑو دل میں
تیر کی طرح سے چلتی ہیں نگاہیں دل پر		تیغ کی طرح، اُتر جاتے ہیں ابرو دل میں

روح قالب میں ہی، یا غنچہ میں ہو بو پنہان		بند شیشے میں پری ہی کہ پری رو دل میں
شیوۂ راستی ایسا ہو دکن میں اے داغ		بل نہیں رکھتے مسلمان سے ہندو دل میں

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے		میں نے کمبخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں
عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو		دینے والے بھی کہیں لے کے قسم دیتے ہیں

اُنکے اک جان نثار ہم بھی ہیں		ہیں جہان سو ہزار ہم بھی ہیں
بزم دشمن میں لے چلا ہی دل		کیسے بے اختیار ہم بھی ہیں

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت میں		منہ سے اتنا ہی نکلتا ہو دعا کرتے ہیں
دل گیا، تم نے لیا، ہم کیا کریں!		جانے والی چیز کا غم کیا کریں؟
تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں،		تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں
اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں		۲۶ کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں

پوچھے تو کوئی حضرت واعظ سے اتنی بات		ایسے ہی تھے جناب بھی عہد شباب میں؟
اُنکو خط لکھا ہی سو پہلو بچا کر خوف سے		ہی عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہیں

سُنا دے قصہ خوان اُن کو مرا حال		۲۷ لگا دے یہ بھی ٹکڑا داستان میں
ہمارے شمع رو کے سامنے یون شمع پر جلنا		الٰہی کیسی چربی چھائی پروانے کی آنکھوں میں؟
دو باتوں کی فریاد ہے درگاہ خدا میں		رحم، آئے ترے دل میں، اثر میری دعا میں
تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہیں دیکھو		ٹوٹے ہوئے ناخون، گرہ بند قبا میں
ہیں اُس بُتِ مہوش کے بہت چاہنے والے		انگشت نما داغ ہوا سارے جہان میں

عرصۂ حشر میں اللہ کرے گم مجکو		اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجکو
میں نے اس حال پہ بھی تمکو بہت سمجھایا		ضعف سے گرچہ نہ تھی تاب تکلّم مجکو

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہین — صاف چھپتے بھی نہین سامنے آتے بھی نہین

ہوچکا قطعِ تعلق تو جفائین کیون ہون؟ — جنکو مطلب نہین رہتا وہ ستاتے بھی نہین

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیون جیتے ہو — جان پیاری بھی نہین، جان سے جاتے بھی نہین

چوٹ کھانا دلِ حزین نہ کہین ۲۵ درد رہجائے گا کہین نہ کہین

کیا ملے گا کوئی حسین نہ کہین — جی بہل جائے گا کہین نہ کہین

جنکو حورین بیان کرتے ہین — خلد مین ہون یہی حسین نہ کہین

مجکو گریان اُٹھا نہ محفل مین — بیٹھ جائے ابھی زمین نہ کہین

آپ کی گفتگو کا کیا کہنا — چار باتین بھی دلنشین نہ کہین

داغ پھر تاک جھانک کرتے ہین — اب گھرے اب پھنسے کہین نہ کہین

اے فلک موردِ عتاب ہون مین — وصل سے خاک کامیاب ہون مین

دیکھے خط کون انتظار کرے — اپنے قاصد کے ہمرکاب ہون مین

داغ کیا خوفِ صرصرِ عصیان؟ — خاکِ پائے ابوتراب ہون مین

درد دل کا کوئی پہلو جو نکالون تو کہون — اپنے روٹھے ہوئے دلبر کو منالون تو کہون

مین نے جو پائی ہے اُس تیغِ ادا مین لذت — سامنے خضر و مسیحا کو بٹھالون تو کہون

یک بیک سُن کے مرا حال اُکھڑ جائین گے — ہمنشین مین اُنھین باتون مین لگالون تو کہون

مین ہون بیتاب وہ بدمست فسانہ ہے دراز — دل کو تھامون تو کہون، اُنکو سنبھالون تو کہون

ہزار رنج و مصیبت کے دن گزارے ہین — کبھی جو لڑ گئی قسمت تو وارے نیارے ہین

خدا کی شانِ کریمی کا پوچھنا کیا ہے؟ — غضب تو ہے کہ گنہگار ہم تمھارے ہین

بُرا نہ جان حسینون کو ہان اے واعظ — خدا گواہ یہ بندے خدا کے پیارے ہین

شکر ہے تیرا شکایت مین کرون تو کیا کرون؟ — بات کرنی ہے قیامت، مین کرون تو کیا کرون؟

پا برہنہ، دشت ویران، دور منزل، راہ سخت — تو بتا اے شامِ غربت، مین کرون تو کیا کرون؟

مین داغ ہون مرتا ہون ادھر دیکھیے مجکو ۔ منھ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہین؟

یہ تو نہین کہ تم سا جہان مین حسین نہین ۔ اس دل کو کیا کرون یہ بہلتا کہین نہین
کیا لطف دے رہی ہین ادائین عتاب کی ۔ ہی موجِ بحرِ حسن، وہ چینِ جبین نہین
افسوس ہی کہ درد بھی اب چھوڑتا ہی ساتھ ۔ یہ ہی اخیر وقت کہین ہی کہین نہین
کہتے ہین لوگ داغ سے وہ بدگمان ہین ۔ ایسا تمھاری ذات سے اسکو یقین نہین

کل جو تھا آج وہ مزاج نہین ۔ اس تلوّن کا کچھ علاج نہین
عشق ہی پادشاہِ عالمگیر ۔ گرچہ ظاہر مین تخت و تاج نہین
صبر بھی دل کو داغ دے لین گے ۔ ابھی کچھ اسکی احتیاج نہین

بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہی تنکے بیٹھے ہین ۔ کسی سے آج بگڑی ہی کہ وہ یون تنکے بیٹھے ہین
دلون پر سیکڑون سکّے ترے جوبن کے بیٹھے ہین ۔ کلیجون پر ہزارون تیر اس چتون کے بیٹھے ہین
یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہین ہی اے دلِ نادان ۔ ابھی پھر روٹھ جائین گے ابھی وہ بن کے بیٹھے ہین
کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائین ۔ عظیم آباد مین ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہین

تمام رات وہ جاگین وہ سوئین سارے دن ۔ خبر ہی کیا انھین کیونکر کٹے ہمارے دن؟
خدا بچائے قیامت کے ہین تمھارے دن ۔ یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن
مجھے گزرتی ہی اک اک گھڑی قیامت کی ۔ جو اس طرح سے گزارے تو کیا گزارے دن؟
ہمیشہ تمکو مبارک ہو داغ اور نشاط ۔ پھرین تمھارے بھی جیسے پھرے ہمارے دن

آپ جنکو ہدفِ تیرِ نظر کرتے ہین ۔ رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہین
تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے ۔ کیا فرشتون کا بُرا حال بشر کرتے ہین
حضرتِ داغ کو دلی کی ہوا خوب لگی ۔ رات دن عیش ہی جلسون مین بسر کرتے ہین

عذر آنے مین ہی اور پاس بلاتے بھی نہین ۔ باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہین
سر اُٹھاؤ تو سہی آنکھ ملاؤ تو سہی ۔ نشۂ مے بھی نہین نیند کے ماتے بھی نہین

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہین — ہم نے روشن کیا ہر عالم مین

- کسی کا مجھکو نہ محتاج رکھ زمانے مین — کمی ہر کون سی یارب ترے خزانے مین
- ملا نہ خرمنِ ہستی سے کچھ سوائے اجل — بھرا ہی زہر مگر اسکے دانے دانے مین
- ہمارے دل پہ لگائین تو وہ خدنگِ نگاہ — یہ تیر ڈوب سکے رہجائے گا نشانے مین
- مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہوگا؟ — خدا سے کام پڑا آخری زمانے مین

- وہ دشنام لاکھون مجھے دے رہے ہین — مزے لینے والے مزے لے رہے ہین
- تسلّی مرے دل کو کیا دے رہے ہین — کلیجے مین وہ چٹکیان لے رہے ہین
- خدا زندہ رکھے مرے دوستون کو — بہت چل بسے اور تھوڑے رہے ہین

- دم نہین، دل نہین، دماغ نہین — کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہین
- گر قناعت نہین ہے انسان کو — کبھی حاصل اسے فراغ نہین
- داغ کو کیون ستائے دیتے ہو — دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہین

- نیند آئے جو کسی رات، یہ ممکن ہی نہین — مجھ پہ گزرے نہ قیامت، وہ کوئی دن ہی نہین
- کس بھروسے پہ دکھاؤن نگہِ یار کو دل؟ — ہجر کا سارے جہان مین کوئی ضامن ہی نہین
- ہے لڑکپن کا زمانہ، وہ ادا کیا جانین؟ — ابھی موسم ہی نہین، دن ہی نہین، سن ہی نہین
- کسکو اب داغ سنائے غزل اپنی کہکر — میر و مرزا ہی نہین، غالب و مومن ہی نہین

- کیون چراتے ہو دیکھ کر آنکھین — کر چکین میرے دل مین گھر آنکھین
- ضعف سے کچھ نظر نہین آتا — کر رہی ہین ڈگر ڈگر آنکھین
- نہ گئی تاک جھانک کی عادت — لیے پھرتی ہین دربدر آنکھین
- داغ آنکھین نکالتے ہین وہ — انکو دیدو نکال کر آنکھین

- سب لوگ جدھر وہ ہین اُدھر دیکھ رہے ہین — ہم دیکھنے والون کی نظر دیکھ رہے ہین
- پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت — اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہین

اڑائی خاک تیری جستجو میں ہر کہیں برسوں | پھری ہو آسمان بنکر مرے سر پر زمیں برسوں
صفائی اسکو کہتے ہیں اسی پر ناز ہو تمکو؟ | کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہیں برسوں
خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو | وہی دلسوز ہو جو رہ چکا ہو دلنشیں برسوں

حال دل تجھ سے، دل آزار کہوں یا نہ کہوں | خوف ہو، مانع اظہار کہوں یا نہ کہوں؟
آخر انسان ہوں میں صبر و تحمل کب تک | سیکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں؟
آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہو مجھ سے | ہیں مرے کان گنہگار، کہوں یا نہ کہوں
نہیں چھپتی نہیں چھپتی نہیں چھپتی الفت | سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں
داغ ہو نام مرا برق طبیعت میری | گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں

ایک میں دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت میں ہوں | غم میں ہیں آپ تم میں ہوں حیرت میں ہوں حسرت میں ہوں
کیوں ہوا جاتا ہو دل پر ان بتوں کا اختیار | میں تو یا اللہ ترے قبضۂ قدرت میں ہوں
شاہ میرا قدردان، احباب میرے مہربان | میں کن میں جب سے ہوں ای داغ اک جنت میں ہوں

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں | کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں
میں برا، اور طبیعت مری اچھی، کیا خوب؟ | منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں
تیغ بھاری ہو، وہ نازک ہیں مری عمر دراز | شور سے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہیں
داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا | ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم میں | ہمکو جنت ملی جہنم میں
کچھ ترا شوق، کچھ تری حسرت | اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم میں؟
چل گئی چال آپ کی ہم پر | سیدھے سادے تھے آ گئے دم میں
بزم دشمن میں کس طرح مرتا | موت آتی نہیں جہنم میں
دل کی قیمت بہت ہو نیم نگاہ | یہ تو آئے گا اس سے بھی کم میں
اب عنایت ہو کیوں خدا کے لیے؟ | کون سی بات بڑھ گئی ہم میں؟

شرط بھی اور پھر تمھاری شرط — جیت لی تم نے، مین نے ہاری شرط
دل رباؤن کو ہے جفا لازم — دل فگارون کو بیقراری شرط
جوشِ رحمت کے واسطے زاہد — ہے ذرا سی گناہگاری شرط
بدگمانون سے عشق کا دعویٰ — واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ہین بہت سے عاشقِ دلگیر جمع، — تیرے ترکش مین ہین کتنے تیر جمع؟
اچھی صورت سے ہمین بھی عشق ہے — کرتے ہین تصویر پر تصویر جمع
کس طرح یکجا ہون داغ اپنے عزیز — ہونے دیتی ہے نہین تقدیر جمع

نہ آئی بات جو دل سے زبان تک — وہ پہنچی بدگمان تک رازدان تک
یہ سب جھگڑے ہین جانِ ناتوان تک — رہیگا دم کہانتک، غم کہان تک؟
مزے کی ہے ہماری بھی کہانی، — کوئی پہنچا دے اُنکے قصہ خوان تک
رہے کیا مصطفےٰ آباد مین داغ — وہ سارے لطف تھے خلد آشیان تک

رہا جذب دل کا اثر دیر تک — ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزے دے گیا ہو نہ پیغامِ شوق — کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغیر حال — وہ سوچا کیے دیکھ کر دیر تک

جو سخت بات سُنے دل تو ٹوٹ جاتا ہے ۲۲ اس آئینہ کی نزاکت کسی کو کیا معلوم؟

مین نے چاہا جو تمھین، اسکا گنہگار تو ہون — مگر اتنا تو سمجھ لو کہ وفادار تو ہون
عمر بھر آپ نے مجکو کبھی اچھا نہ کہا — خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہون
یا خدا پرسشِ اعمال کا دیتا ہون جواب — بات کا ہوش کسے ہے ابھی ہوشیار تو ہون
مے و معشوق سے انکار نہین اے زاہد — عاشقِ زار تو ہون رندِ قدح خوار تو ہون
گو مرے پاس نہین غیرِ گستاخ کا سا — مین تماشائی اندازِ خریدار تو ہون
داغ مرنے نہین دیتا مجھے رشکِ اغیار — ورنہ مر جاؤن ابھی جان سے بیزار تو ہون

باب قبول تک نہین پہنچی ہماری آہ — پھر پھر کے کر رہی ہی ابھی آسمان کی سیر
سیرِ خزان بھی دیدۂ عبرت نگر کرے — کیا کی ہی جو کی بہارِ گُل و گلستان کی سیر
دلّی مین پھول والون کی ہی ایک سیر داغ — ملدے مین ہم نے دیکھ لی سارے جہان کی سیر

مٹ گئے عشق مین گھر سیکڑون ویران ہوکر — پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوران ہوکر
نالے رہجاتے ہین رک رک کے مرے سینے مین — تیر بیٹھا ہی ترا حلق کا دربان ہوکر

محشر مین بعد پرسشِ اعمال دیکھنا — ہم دیکھتے پھرینگے تماشا اِدھر اُدھر
دیکھا ہی صبا اُڑے نہ اسیرون کا آشیان — ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا اِدھر اُدھر

مین داورِ محشر سے بہت داد طلب تھا ۲۳ وہ ڈانٹ گئے مجکو برابر سے نکل کر
دلّی سے چلو داغ کرو سیر دکن کی — گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

سر بھی جائے تو نہ جائے گا یہ سودا ہوکر — مجکو لپٹا ہے جنون جھاڑ کا کانٹا ہوکر

چبھتا ہی مرے دل مین ترے ناز کا انداز — آزار کا آزار ہی انداز کا انداز
کیا جھوم کے مستانہ چلا جانبِ مقتل — دیکھو تو ذرا عاشقِ جانباز کا انداز
یون زیرِ زمین خاک مین اچھون کو ملانا — ٹھہرا فلکِ تفرقہ پرداز کا انداز
مین اس سے بھی خوش ہون کہ تری طرزِ جفا سے — ملتا ہی مرے طالعِ ناساز کا انداز
اے داغ مقلد ہین اسی طرز کے ہم بھی — ہر شعر مین ہی بلبلِ شیراز کا انداز

عرض کرتے ہم جو ہوتے حضرتِ آدم کے پاس — آدمی وہ ہی کہ دنیا مین نہ پھٹکے غم کے پاس
نقدِ دل رکھکر گرہ مین ہو گیا ہی مالدار — اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیسوے پُر خم کی پاس
تعزیت کو میری وہ آئے تو گھبرا جائینگے — چاہیے بزمِ طرب بھی، مجلسِ ماتم کے پاس
دیکھکر فیاض کو گھٹتی ہی کیا شمعِ بخیل — موت تھی قارون کی ہوتا اگر حاتم کے پاس
ہاتھ مین طاقت نہین کیا کیجیے اخفاے عشق — رہگیا آآکے دامن دیدۂ پُرنم کے پاس
کوئی خوبی ہی اُسمین جو چھپا بھی کوئی ہی ؟ — داغ جیسا دل ہی میرے پاس ہی عالم کے پاس

ہو گیا صیاد بھی عاشق مزاج ۔ خود بخود پھنسا جاتا ہے اپنے دام پر

جب پسند آتا ہے میرا شعر انھین ۔ گالیاں پڑتی ہین میرے نام پر

جلنے لگتی ہے زبان کہتے ہی داغ ۔ اُف نکلجاتی ہے میرے نام پر

آئے کوئی، تو بیٹھ بھی جائے زراسی دیر ۔ مشتاق دید، لطف اُٹھائے زراسی دیر

مین دیکھ لون اُسے وہ نہ دیکھے مری طرف ۔ باتون مین اُسکو کوئی لگائے زراسی دیر

سب خاک ہی مین مجکو ملانے کو آئے تھے ۔ ٹھہرے رہے بنا اپنے پرائے زراسی دیر

ستم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو ۔ کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے زراسی دیر

ناز ہوتا ہے انھین مال پرایا لیکر ۔ دون کی لیتے ہین میرا دل شیدا لیکر

مجھ گرانبار محبت کے بنین لاکھ مزار ۔ کھینچون جنت مین سہارا یہ سہارا لیکر

ایسے جینے سے تو ہے جان کا دینا اچھا ۔ کیا جیے گر جیے احسان کسی کا لیکر

شرط انصاف ہے یہ داغ کا دعوی ہے بجا ۔ آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

منحصر قدر رہے رحمت کی گنہگارون پر ۔ مال کا مول ہے موقوف خریدارون

آگ تلوون سے لگی بزم عدو مین یارب ۔ ۲۱ فرش گل پر ہین مرے پاؤن کہ انگارون

داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا ۔ دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزارون

میرے دل کو دیکھ کر، میری وفا کو دیکھ کر ۔ بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ہم انھین آنکھون سے دیکھین گے ترا حسن و جمال ۔ گر یہی آنکھین رہین اپنی خدا کو دیکھ کر

اتبو دیکھا تم نے اپنے دادخواہون کا ہجوم ۔ اب تو آنکھین کھل گئین روز جزا کو دیکھ کر

حضرت زاہد ہماری چھیڑ کی عادت نہین ۔ ۲۲ گدگدی ہوتی ہے دل مین پارسا کو دیکھ کر

ہم مٹے جسپر تری بیساختہ وہ بات تھی ۔ تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اُس ادا کو دیکھ کر

غیر نے مہندی لگائی اُسکے ہاتھون مین جو داغ ۔ خون آنکھون مین اتر آیا حنا کو دیکھ کر

اپنی نظر مین ہیچ ہے سارے جہان کی سیر ۔ دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہان کی

ڈالتے ہو کیون؟ ڈوپٹے کا تم آنچل دوش پر
بار ہی پہلے ہی گیسوئے مسلسل دوش پر

میکدے سے ہم چلے بیہوش ہو کر اس طرح
ہاتھ میں رکھا خم مے اور بوتل دوش پر

کشتگان ابروئے پُر خم کی دلواؤ نیاز
تم نے رکھی ہی کمان اول ہی اول دوش پر

یہ تجلی بلبے، اُسکے عارض پر نور کی
جم گیا ہی نور گویا ڈھل ڈھل انگل دوش پر

لے گئے ہین آج تو ای داغ وہ سینے سے دل
سر سلامت آپ پانے کے نہین کل دوش پر

غیر بھی میری طرح کرتے ہین آہین کیونکر؟
مین بھی دیکھون کہ پلٹتی ہین نگاہین کیونکر؟

ہر ہی عہد جوانی کی اُمنگ اور ترنگ
دل بھی مانے وہ رقیبون کو نہ چاہین کیونکر؟

دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ دفا
دوستی اُس بُتِ بدخو سے نباہین کیونکر؟

پرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھ تو لو　۱۹　ناتوان کرتے ہین دل تھام کے آہین کیونکر؟

[illegible]اہ کا نام جب آتا ہی بگڑ جاتے ہو
وہ طریقہ تو بتا دو تمھین چاہین کیونکر؟

جب وہ آنکھون مین سمائے مرے دل مین آئے　۲۰　بند ہون ناصح نافہم یہ راہین کیونکر؟

[illegible]م سے آنکھ ملاتے نہین دیکھا اُن کو
پار ہوتی ہین کلیجے کے نگاہین کیونکر؟

[illegible]دمندون سے کہین ضبطِ فغان ہوتا ہی؟
پھلکے پھلکے ترے بیمار کراہین کیونکر؟

[illegible]ین کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے؟
آگئین جور و جفا کی تمھین راہین کیونکر؟

[illegible]غ وہ چاہتے ہین، غیر کو چاہے یہ بھی
جو بُرا چاہے ہمارا اُسے چاہین کیونکر؟

تم نگاہ عاشقِ دلگیر پر
ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر

چارہ گر مرتے ہین کیون تدبیر پر
چھوڑ دین مجکو مری تقدیر پر

اِس نگاہِ امتحان کو دیکھنا
ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر

یون تو سو پہلو بٹھائے وصل کے
دل نہین جمتا کسی تدبیر پر

داغ، سچ ہی جو خدا چاہے کرے
آدمی کا بس نہین تقدیر پر

حسرت آتی ہی دلِ ناکام پر
اسکو دے ڈالون خدا کے نام پر

رنجِ فراق یار مین مرجاؤن یا جیون؟ مین تجھ سے پوچھتا ہون ای ہکیسی صلاح
مشتاقِ تیغِ ناز ہون لون کس سے مشورہ دے گا نہ کوئی موت کی نا زندگی صلاح

اُن سے شبِ وصال جو ذکرِ سحر کیا؟ بولے، خدا نخواستہ، ہواب ہے دور صبح
مین نے شبِ فراق یہ کہکر گزار دی وہ آئی، لے وہ آئی، دلِ ناصبور صبح
بے صبر یون ہے داغ شبِ غم مین فائدہ؟ کمبخت تیرے نالون سے ہوگی ضرور صبح

ملی مجکو جنت، قیامت کے بعد ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد؟
حیا کے، تبسم کے، اغماض کے مزے لے رہا ہون شکایت کے بعد
ملالون ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ مری جان نکلے گی حسرت کے بعد
مرے حال پر رحم آہی گیا وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
تڑپنا نہ دیکھا گیا داغ کا ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش رہی تجکو جفا یاد یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد ہے کیا یاد
وہ سُنتے ہین کب دل سے مری رام کہانی فرماتے ہین، کچھ اور بھی ہے اسکے سوا یاد؟
بندے سے ہے کیون پرسشِ اعمال الٰہی؟ انسان کو رہتی ہے کہان اپنی خطا یاد؟
اُستاد نے اچھا سبقِ عشق پڑھایا جب اسکو بھلاتا ہون، یہ ہوتا ہے سوا یاد
تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد
رہتا ہے عیادت مین ہمین موت کا کھٹکا ہم یادِ خدا کرتے ہین، کرے نہ خدا یاد
معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا؟ کیون یاد کرے تجکو؟ کرے اُسکی بلا یاد

لاکھ لکھیے اُنھین، اندوہ و محن کا کاغذ کب وہ پڑھتے ہین، کسی سوختہ تن کا کاغذ
ہم نے مضمون گرانبارئ غم لکھا تھا دستِ قاصد مین ہوا سیکڑون من کا کاغذ
ناتوان ہون نہ گلے مین مرے باندھو تعویذ توڑ ڈالے مرے گردن کا نہ من کا کاغذ
ورقِ دل پہ کھچی، داغ صنم کی تصویر تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

قدم لینے کو کانٹے منتظر ہین دشتِ وحشت مین / سُنا ہی آج زندان سے تیرا دیوانہ چھوٹے گا

تپشِ دل کا تماشا نہ رہا / جب کوئی دیکھنے والا نہ رہا

مجکو وعدے نے ترے جی سے گزرنے نہ دیا / مین نے چاہا تھا کہ مرجاؤن تو مرنے نہ دیا

مضمونِ شوق چھپ نہ سکا اسکو کیا کرون؟ / گو مین نے خط رقیب کے خط مین ملادیا

دلِ پُر اضطراب نے مارا / اسی خانہ خراب نے مارا

جب جوانی کا مزا جاتا رہا / زندگانی کا مزا جاتا رہا

حسینون کی وفا کیسی جفا کیا؟ / جو دل آیا تو پھر اچھا بُرا کیا؟

کہان رہ کے توبہ نباہون الٰہی؟ / کہ جنت مین بھی مجمع حور نکلا

کسی کا نہ ہوگا قیامت مین کوئی / زمین اور ہوگی فلک اور ہوگا

بنتے ہی بنتے، علمِ الٰہی مین رہ گئی / پیدا نہ ہوتی ورنہ تمھاری کمر بھی کیا؟

سب نے تو دیدارِ خدا کا کیا / مجکو بھی دیکھا؟ تجھے دیکھا کیا

دیکھ کر اُسکو، تعجب ہی، جنابِ ناصح / مجھ سے فرماتے ہین، کیون دل نہ سنبھالا اپنا؟

سُنتا ہون، غیر کا بُتِ خود کام ہوگیا / یہ بات سچ ہوئی تو مرا کام ہوگیا

عالمِ یاس مین گھبرائے نہ انسان بہت / دل سلامت ہی تو حسرت بہت ارمان بہت

تم کہ بیداد گرو اور نہ شرماؤ ذرا / ہم کہ ناکردہ گنہ اور پریشان بہت

بزمِ احباب مین، ای داغ ابھی تو ہنس بول / دیکھتے ہین تجھے ہر وقت پریشان بہت

بگڑ گئی ہی یہان بے طرح، جہان کی طرح / کہان کی وضع؟ کہان کی ادا؟ کہان کی طرح

حیا نے روک لیا، جذبِ دل نے کھینچ لیا / چلے وہ تیر کی صورت، کھنچے کمان کی طرح

مین اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا / ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستان کی طرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سوے عدم / چلے ہو عشقِ بتان سے کے امتحان کیطرح

دل کو صلاح کار بنا کر ہے خراب / دشمن وہی ہی دے جو بری بات کی صلاح

یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے ۔۔۔ کام آتا ہے بُرے وقت میں آنا تیرا

تمھیں فکر کیون؟ رنج کیون؟ لاگ کیون ہے؟ ۔۔۔ کسی سے اگر واسطا ہے کسی کا
نہیں جان کس طرح تیری ادا سے؟ ۔۔۔ قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا

پہلے تو منفعل وہ ہوئے پھر بگڑ گئے ۔۔۔ کیون شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا؟
کہدینگے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف ۔۔۔ اچھون کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا؟

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا؟ ۱۶ آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا
اس جفا کا جبھی مزا ملتا ۔۔۔ کوئی تجھکو اگر بُرا ملتا

اُدھر کی سدھ بھی ذرا اے پیامبر لینا ۔۔۔ خدا کے واسطے، جلد ہی مری خبر لینا
جو مے فروش سے سودا بنے تو کر لینا ۔۔۔ کمی ہو حضرتِ زاہد، تو ہم سے بھر لینا

عاشق مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا ۔۔۔ عشق کے آغاز مین انجام اپنا دیکھتا
سخت ناکامی تھی اُسکو، ورنہ یون مرتا ہی کیون؟ ۔۔۔ کوہکن بنتا ہوا اگر کام اپنا دیکھتا

زبان ہلاؤ تو ہو جاے فیصلہ دل کا ۔۔۔ اب آچکا ہے لبون پہ معاملہ دل کا
کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے ۔۔۔ وہی بتون کی شکایت وہی گلہ دل کا

کسی بندہ پہ بُرا وقت نہ ڈالے اللہ ۔۔۔ کیا خبر تھی کوئی یون ہجر مین مر جائیگا
کیون نہ ہم روئین مقدر کی پریشانی کو ۔۔۔ کیا یہ گیسو ہے تمھارا کہ سنور جائیگا

جو عاشقی مین خاک ہوا کیمیا ہوا ۔۔۔ کہتا تھا آج خاک مین کوئی ملا ہوا
اے عشق رخصت اے ہوس و آرزو سلام ۔۔۔ اپنا مقام آج سے دار البقا ہوا

ڈوب کر سینے مین اس رنگ سے پیکان نکلا ۔۔۔ دل سے بیساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

کوسون تک اُلٹے پاؤن چلا آہ مین غریب ۱۷ جب تک مری نظر سے نہ پنہان وطن ہوا

کر لیے جمع حسینون نے ہزارون فتنے ۔۔۔ عرصۂ حشر ہوا گوشۂ ابرو نہ ہوا
مجھ سے بیکس کو کہان صبر کہان کی توبہ؟ ۔۔۔ مے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ تیرے عشق مین — ہاے ایسا شخص یون بے خانمان ہوجائیگا

تمھارے خط مین نیا اک سلام کسکا تھا؟ — نہ تھا رقیب، تو آخر وہ نام کِس کا تھا؟
[و]فا کرین گے، نباہین گے، بات مانین گے، — تمھین بھی یاد ہو کچھ، یہ کلام کِس کا تھا؟
[ن]ہ پوچھ گچھ تھی کسی کی، وہان، نہ آؤ بھگت — تمھاری بزم مین کل، اہتمام کِس کا تھا؟

[ک]یا سمجھتے نہین، ظاہر کی ملاقات کو ہم؟ — دِل تمھارا نہ ملا، ہم نے گلے مِل دیکھا
[م]ست تھی آنکھ تری، دل تھا ہمارا بیخود — ہم نے دونون کو، دمِ معرکہ غافل دیکھا
[ا]سنے جب حکم دیا تھا، تجھے مرجانا تھا — داغ، تو دے نہ سکا جان، ترا دل دیکھا

[غ]ضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ۱۳ تمام رات قیامت کا انتظار کیا
[ی]ہ دِل کو تاب کہان ہے؟ کہ ہو مآل اندیش — اُنھون نے وعدہ کیا اسنے اعتبار کیا

[ش]بِ فراق جو دستِ دعا بلند ہوا — ندا یہ آئی کہ بابِ قبول بند ہوا
[م]ری زبان نہ تھکی رات کٹ گئی ساری — کھلا جو شکوون کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

[ب]ارِ عصیان کسقدر ہے؟ آدمی جزوِ ضعیف — یہ گرا دے گا جو اتنا بوجھ سر پر لے چلا
[م]نزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم ۱۴ ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

[ف]تنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز — اسکے سوا ہے اور تری انجمن مین کیا؟
[م]ین خلد مین ہون اور نکیرین قبر مین ۱۵ خالی کفن پڑا ہے، دھرا ہے کفن مین کیا؟

[ش]وق ایسا کہ تری راہ مین مرکر بھی چلون — ضعف ایسا، کہ نہین جان سے جایا جاتا
[و]ہ خریدار ہی دِل کے نہ ہوئے کیا کیجے — ہم بھی کچھ دبتے، کچھ اُنکو بھی دبایا جاتا

[ل]طف تھا یہ بھی شبِ وصل کہین چھپ جاتا — آدمی اُنکا مری ٹوہ مین گھر گھر پھرتا
[ج]و نہ آتے، تو یہ انداز کہان سے ہوتے؟ — بیٹھتا بزم مین بنکر کوئی تنکر پھرتا

[ل]ے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا — ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا
[ی]ادِ ہی نہ ہی صبحِ وطن کی مجکو — شامِ غربت ہے عجب وقت شہانا تیرا

کبھی جو دھوپ کی گرمی سے رند چیخ اُٹھے ۱۲ ہوا کے گھوڑے پہ ابر کرم سوار آیا
ڈرے جو حشر میں وہ، مجکو دیکھتے ہی کہا مرا رفیق، مرا داغ جان نثار آیا

امیدوار ہوں کرم بے حساب کا پیتا ہوں ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
مین اک سوال کرکے پشیمان ہو گیا تجھا بندھا ہوا ہی ہزارون جواب کا
روزہ رکھیں نماز پڑھیں حج ادا کرین اللہ یہ ثواب بھی ہی کس عذاب کا ؟
لاؤں، پیوں، پیالہ بھرُوں، دُرکو نفل دوں؟ کیا حکم ہی جناب شیخت مآب کا؟
اے داغ بخشوائیں گے اُنکے وہ گناہ ہی آسرا جناب رسالت مآب کا

غیر پر لطف و کرم، بس ہو چکا ہو چکا ہم پر ستم، بس ہو چکا
ہمکو، اے واعظ ابھی مرنا نہیں وصف گلزار ارم بس ہو چکا
کل جو اک داغ حزیں مشہور تھا آج وہ بیمار غم بس ہو چکا

کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلا ہوا بوسہ ہمارا آج سے، دل آپ کا ہوا
ماتم ہمارے مرنے کا اُنکی بلا کرے اتنا ہی کہ کے چھوٹ گئے وہ بُرا ہوا
آباد کس قدر ہی، الٰہی، عدم کی راہ ہر دم مسافروں کا ہی تانتا لگا ہوا
اے کاش، میرے تیرے لیے کل یہ حکم ہو لیجاؤ اِن کو خلد میں، جو کچھ ہوا ہوا
کس کس طرح سے اُسکو جلاتے ہیں رات دن وہ جانتے ہیں داغ ہی ہم پر بنٹا ہوا

دِل مکدّر مدام کا نکلا کب یہ آئینہ کام کا نکلا؟
مٹ گئی رسم و راہ بھی اُن سے یہ نتیجہ پیام کا نکلا
گالیاں سُنتے ہیں دعا دیکر خوب پہلو کلام کا نکلا
سچ تو یہ ہی کہ عاشقی میں داغ ایک ہی اپنے نام کا نکلا

دل سے بھی باتیں نہیں کرتا کبھی میں اکیلے وہ ستمگر بدگمان، یہ راز دان ہو جائیگا
دل کو مدت میں کیا تھا خوگر طرز ستم کیا خبر تھی وہ یکایک مہربان ہو جائیگا

کیجیے بزم سے ہمین رخصت — جو سنا تھا وہ آکے دیکھ لیا

۹ حسن کمیاب نغمہ ہی نایاب — شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
جنسِ دل ہی، یہ وہ نہین سودا — ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
نہ لیا اُس نے خط شرارت سے — نامہ بر کو بُلا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہے نہین کوئی — مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا

روے انور نہین دیکھا جاتا — دیکھین کیونکر نہین دیکھا جاتا؟
کیا رہین ہم؟ کہ ترا چال چلین — پاس رہکر نہین دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا، یہ کہہ کر — ہم سے دفتر نہین دیکھا جاتا
مختصر یہ ہی کہ اب داغ کا حال — بندہ پرور نہین دیکھا جاتا

کچھ ہمین بھی خیال ہو ہی گیا — آخر اُن سے ملال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا، کہ سچ نہ کہواؤ — آپ کو انفعال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہی بُرا انجام — کہ ہنسی مین ملال ہو ہی گیا
کمرِ یار کے مضامین سے — داغ نازک خیال ہو ہی گیا

---

۱۰ اب دل ہی مقامِ بیکسی کا — یون گھر نہ تباہ ہی کسی کا
رونا ہی اب اُس ہنسی خوشی کا — ماتم ہی، بہارِ زندگی کا
کس کس کو مزا ہی عاشقی کا؟ — تم نام تو لو بھلا کسی کا
روکین اُنھین کیا؟ کہ ہی غنیمت — آنا جانا کبھی کسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی — سچ ہے کہ یہ کام تھا اُسی کا

---

۱۱ مین یہ ہزار جگہ حشر مین پکار آیا — کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا؟
تمھاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت — تمھین قرار نہ آیا، مجھے قرار آیا
شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری توبہ — پیے ہوئے جو کوئی رندِ بادہ خوار آیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ — بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا
کہا ہین اُنسے تو وہ اور داغ مجھسے ہُوئے — خفا تو اُنکو مری شرحِ آرزو نے کیا

انکار میکشی نے مجھے کیا مزا دیا — سینے پہ چڑھ کے اُس نے خُم سے پلا دیا
جو کچھ ہو اب تو دل تجھے اے بیوفا دیا — تقدیر نے بگاڑ دیا یا بنا دیا
آخر کو جوشِ گریہ نے اپنا کیا اثر — نقشِ مراد صفحۂ دل سے مٹا دیا
بخشا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا — جنّت کبھی کی آگ لگا دی جلا دیا

موت کی مجکو نہ کھٹکا شبِ ہجران ہوتا — مرے دروازے پہ گر آپ کا دربان ہوتا
خلد مین بند رہے عیش کے سامان بیکار — لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشان ہوتا
داغ کو ہم نے محبت مین بہت سمجھایا — وہ کہا مان نہ لیتا اگر انسان ہوتا

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا — یاد آتا ہے ہمین، ہائے زمانا دل کا
تم بھی مُنھ چوم لو، بیساختہ پیار آجائے — مین سناؤن جو کبھی دل سے فسانا دل کا
ان حسینون کا لڑکپن ہی رہے، یا اللہ — ہوش آتا ہے، تو آتا ہے ستانا دل کا
بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ مین آیا — وہی دانا ہے، کہا جس نے نہ مانا دل کا

پارسا کوئی اگر تاکنے والا ہوتا — دخترِ رز نے بڑا نام اُچھالا ہوتا
ساتھ عشاق کے یہ پھر بھی نکرتا نرمی — آسمان گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا
کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب تقدیر؟ — اِس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا
ہم سناتے جو کوئی دردِ ہمارا سُنتا — دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
دردِ فرقت کی کسک وصل مین کیا مٹ جاتی؟ — آہ تھمتی اگر اے داغ، تو نالا ہوتا

اُنکے گھر داغ جا کے دیکھ لیا — دل کے کہنے مین آکے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کروگے مہر و وفا؟ — بارہا آزما کے دیکھ لیا
زخمِ دل مین نہین ہے قطرۂ خون — خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

کب ہوا؟ اے بتِ بیگانہ روش تو اپنا — دل جو اپنا ہی نہین اُس پہ بھی قابو اپنا
تمکو آشفتہ مزاجون کی خبر سے کیا کام؟ — تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا
وہی ہم تھے کہ جو روتون کو ہنسا دیتے تھے — اب ہی یہ حال کہ تھمتا نہین آنسو اپنا
…ک گئی جب تجھے اے داغِ حزین کیون ایسی ؟ — مجکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر مین، جب تم پہ مچل جاؤن گا — مین بھی کیا وعدہ تمھارا ہون کہ ٹل جاؤنگا
آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی، — مین بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤن گا
…قبر مین حسرت وارمان ہین غنیمت اے داغ — رفتہ رفتہ انھین یارون مین بہل جاؤن گا

عجب اپنا حال ہوتا، جو وصالِ یار ہوتا — کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا — تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا؟
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے — اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا
تمھین ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہی داغ کا دل — یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

…اطر سے یا لحاظ سے مین مان تو گیا — جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
…دنامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر — مجکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا
…ہوش وحواس وتاب وتوان داغ جا چکے — اب ہم بھی جانے والے ہین سامان تو گیا

…یرے قابو مین نہ پہرون دلِ ناشاد آیا ۴ — وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
…یجیے سُنیے اب افسانہ فرقت مجھ سے — آپ نے یاد دِلایا تو مجھے یاد آیا
…پ کی بزم مین سب کچھ ہی مگر داغ نہین ۵ — ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

…یا کوئی زمانے مین ستمگر نہین ہوتا؟ — ہوتا ہی مگر تیرے برابر نہین ہوتا
…ادت ہی عجب چیز، بُری ہو کہ بھلی ہو — مرتا ہون جو بیچین گھڑی بھر نہین ہوتا
…ے داغ نہ دے جان محبت مین کہ نادان — پھر زندہ جہان مین کوئی مر کر نہین ہوتا

…ہین زمانے مین بدنام تیری خو نے کیا ۶ — دلِ فریفتہ، جو کچھ کیا سو تو نے کیا

شب کو کیون کر خلشِ دل نہ دکھاتی لذّت تیر ارمان تھا، پیکان نہ تھا، خار نہ تھا

دل کا سودا، اور اس اغماز سے، اور ایسی جگہ داغ وہ انجمنِ ناز تھی بازار نہ تھا

تیر اُسکا چلتے چلتے، جب پریشان ہو گیا تھک کے بیٹھا میرے دل مین آج پنہان ہو گیا

کسکا طُرّہ، کسکا گیسو، کسکی کاکل، کسکی زلف؟ سب بلائین ہو گئین، جب دل پریشان ہو گیا

دل مین لے دے کر رہا تھا ایک قطرہ خون کا کچھ نیازِ غم ہوا، کچھ صرفِ مژگان ہو گیا

بوسہ لیکر دل دیا ہی، اور پھر نالان ہین داغ کوئی جانے بعث مین حضرت کا نقصان ہو گیا

کس طرح اُس نگہ ناز سے جینا ہو گا زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہو گا

خلد مین پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہو گا

چین دیتے نہین وہ داغ کسی طرح مجھے مین جو مرتا ہون تو کہتے ہین کہ جینا ہو گا

مجھ سے بہتر مرا ملال رہا کہ ترے دل مین یہ جمال رہا

ذکرِ روزِ جزا یہ کہتے ہین اور جو ہم پر انفعال رہا؟

تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ زندگی کیا رہی وبال رہا

داغ نے حالِ دل کہا اُن سے کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا؟

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھ دیا؟ بوسے لینے کے لیے کعبے مین پتھر رکھدیا

ہم نے اُنکے سامنے اوّل تو خنجر رکھدیا پھر کلیجا رکھدیا، دل رکھدیا، سر رکھدیا

سُن لیا ہی پاس حورون کے پہنچتے ہین شہید اسلیے لاشے پہ میرے اُسنے پتھر رکھدیا

کل چھڑالین گے یہ، زاہد آج تو ساقی کے ہاتھ رہن اک چلو پہ ہم نے حوض کوثر رکھدیا

ذبح کرتے ہی مجھے، قاتل نے دھوئے اپنے ہاتھ اور خون آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھدیا

زندگی مین پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا ۲ قبر مین تنہا مجھے یارون نے کیونکر رکھدیا

زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈھین اُسے تم نے دل لیکر کہان اے بندہ پرور رکھدیا

داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق مین حالِ دل کمبخت نے سب اُنکے مُنھ پر رکھدیا

غزلیات وابیات

جوہو سکتا ہو اس سے، وہ کسی سے ہو نہین سکتا ۱ مگر دیکھو کہ پھر کچھ آدمی سے ہو نہین سکتا
نگا کر تیغ، قصہ پاک کیجے دادخواہون کا کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہین سکتا
مزا جو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہو وہ تسلیم ورضا وبندگی سے ہو نہین سکتا
خدا جب دوست ہو اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ؟ ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہین سکتا

لب سے، شبِ فراق، ہون مشتاق دید کا خورشید ہو گیا ہو مجھے چاند عید کا
لیا قتل حسرتین ہوئین دل مین؟ کہ بیکسی مے لے گے نام روتی ہو اک اک شہید کا
زاہد، کمالِ پیرِ مغان تجھ سے کیا کہون؟ مرشد وہان خطاب ہو ادنی مرید کا
حورانِ خلد بولتی ہین بڑھ کے بولیان نیلام ہو رہا ہو تمھارے شہید کا
چلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شبِ فراق دوزخ مین قحط ہو نہ عذابِ شدید کا
اے داغ کیون نہ مجکو شفاعت کی ہو امید مین ہون محبِ حسین کا دشمن یزید کا

زندہ عیسیٰ کا نام کرتا تھا اِس طرف بھی خرام کرتا تھا
وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے ۲ جو ہمین پہلے کام کرتا تھا
تھی نہ تابِ ستم، تو حضرتِ دل عاشقی کو سلام کرتا تھا
داغ مہمان سرائے دنیا مین اور چندے قیام کرتا تھا

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہان سر نکلا قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا
دادخواہون کا بھی ارمان بقدر نکلا گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا
آفرین داغ، تجھے خوب نباہی تونے مرحبا کوچۂ دلدار سے مرکر نکلا

طور کیون خاک ہوا؟ نور ترا نار نہ تھا ناز تھا حضرتِ موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا
یا نہ آتے تھے حسینون کو یہ اندازِ جفا یا کوئی اگلے زمانے مین خطاوار نہ تھا

داغ

نواب مرزا خان نام - تخلص داغ - دہلی مولد - حیدر آباد دکن مدفن
ہمیشہ یہ دہلی مین رہے اور ریاست رام پور سے بھی کچھ کچھ تعلق رہا - اخیر اخیر
بخت نے یاوری کی، نظام دکن کے اُستاد ہوئے ، نواب فصیح الملک
خطاب پایا اور کئی ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوا - پچھلے شعرا مین انکا سا خوش
نصیب دوسرا نہین ہوا - انکا کلام بہت ہی عام پسند ہی - ارباب نشاط کو انکی
غزلین بہت یاد ہین - انکے کلام مین روزمرہ کا مزہ ہی - امیر مینائی کے یہ
ہمعصر تھے - شاگردون مین یہ امر ما بہ النزاع رہگیا کہ داغ کا پلہ بھاری ہی
یا امیر کا جس طرح سودا اور میر کا فیصلہ نہ ہوا نہ ناسخ اور آتش کا جھگڑا چکا
ذوق و غالب اور دبیر و انیس مین اُن کے جیتے جی اُنکے شاگردون نے
یہ طے نہین ہونے دیا کہ کس کا پایہ بلند ہی اسی طرح داغ اور امیر کا بھی قضیہ
طے نہ ہوا تھا کہ دونون نے حیدر آباد ہی مین سال دو سال کے آگے
پیچھے قضا کی - سال وفات داغ ۱۳۲۲ھ -

اب ناظرین دونون کے کلام کو باہم مقابلہ کر کے دیکھین اور خود فیصلہ کرین داغ
کے کلام مین بہ نسبت امیر کے کم نشتر دکھائے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مولف نے بطور
خود فیصلہ کر دیا سچ یہ ہی کہ انکے عاشقانہ اور چوشیلے کلام مین جتنے نشتر ہین اُتنے کسی شاعر کے کلام
مین نہین ہین انتخاب کلام کے وقت گو اُس تہذیب کا چندان خیال نہین رکھا گیا جو اس کتاب کے لیے
اختیار کی گئی ہی مگر نشترون کی تعداد لکھتے وقت سختی سے نظر کی گئی تو بہت سے نشتر نظر انداز کیے گئے

انتخاب

از

کلامِ داغ

گلزارِ داغ ـ آفتابِ داغ ـ مہتابِ داغ

۵۸ نشتر

گویند کہ فردوس برین خواہد بود
فردا مے ناب و حورِ عین خواہد بود

گر ما مے و معشوقہ گزیدیم چہ باک
چون عاقبتِ کار چنین خواہد بود

گل گفت اگر دستگہے داشتمے
بگریختمے اگر رہے داشتمے

با ہیچکسی مرا چنین می سوزند
اے واے بمن گر گنہے داشتمے

با شاہدِ شوخ و شنگ و با بربط و نے
کنجے و کبابے و دیگے شیشۂ مے

چون گرم شود ز بادہ ما را رگ و پے
منت نبرم بیک جو از حاتمِ طے

قصیدہ

سپیدہ دم کہ صبا بوئے بوستان گیرد
چمن ز لطفِ ہوا نکتہ بر جنان گیرد

ہوائے چنگ بدانسان زند صلائے صبوح
کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغان گیرد

ہوا ز نکہتِ گل در چمن تتق بندد
افق ز رنگِ شفق رنگِ گلستان گیرد

بنزہتگاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست
چو لالہ کاسۂ زرین ارغوان گیرد

صبا نگر کہ دمادم چو رندِ شاہد باز ۷۴
گہے لبِ گل و گہ زلفِ ضیمران گیرد

چہ حالت است کہ گل در چمن نماید روے ۸۴
چہ آتش است کہ در مرغِ صبح خوان گیرد

چو شمع ہر کہ بافشاے راز شد مشغول ۹۴
لبش زمانہ چو مقراض درمیان گیرد

کجاست ساقی مہ روے من کہ از سرِ مہر
چو چشمِ مست خودش ساغرِ گران گیرد

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ **حافظ**
چرا بہ تیغِ زبان عرصۂ زمان گیرد؟

بمے دور کن دولت اگر غمیست — دمے پیش دانا بہ از عالمیست

مغنی کجائی؟ بزن بربطے — بیا ساقیا پر کن از مے بطے

کہ باہم نشینیم و عیشے کنیم — دمے خوش برآریم و طیشی کنیم

مغنی ز اشعار من یک غزل — بآہنگ چنگ آر اندر عمل

کہ تا وجد را کارسازی کنم — برقص آیم و خرقہ بازی کنم

بیا ساقی، آن آب آتش خواص — بمن دہ، کہ تا یابم از غم خلاص

فریدون صفت کاویانی علم — برافرازم از نشئہ جام جم

بیا ساقی این نکتہ بشنو ز نے — کہ یک جرعہ مے بہ ز دیہیم کے

بیا ساقی آن مے کہ جان پرورست — دل خستہ را ہمچو جان درخورست

بدہ کز جہان خیمہ بیرون زنم — سراپردہ بالاے گردون زنم

بیا ساقی آن مے کہ حال آورد — کرامت فزاید کمال آورد

بمن دہ کہ بس بیدل افتادہ ام — وزین ہر دو بے حاصل افتادہ ام

بیا ساقی آن بکر مستور مست — کہ اندر خرابات دارد نشست

بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن — مرید مے و جام خواہم شدن

قطعہ

بہ سمع خواجہ رسان ای رفیق وقت شناس — بخلوتے کہ در آن اجنبی صبا باشد

لطیفۂ بمیان آر و خوش بخندانش — بنکتۂ کہ دلش را بدان رضا باشد

پس انگہے ز کرم آن قدر بپرس ز لطف — کہ گر وظیفہ تقاضا کنم روا باشد؟

رباعیات

ہجرت کہ بجان من درویش آمد — گوئی نمکے بہ جگر ریش آمد

می ترسیدم کز تو شوم روزے دور — دیدی کہ ہمان روز بدم پیش آمد

مغنی بزن خسروانی سرود — بگو با حریفان بآوازِ رود

که از آسمان مژدهٔ فرصت است — مرا بر عدو عاقبت نصرت است

مغنی نوائے طرب ساز کن — بقولِ غزل قصہ آغاز کن

مغنی ازین پرده نقشے برآر — ببین تا چه گفت از حرم پرده دار

چنان برکش آهنگِ این داوری — که ناهید چنگے برقص آوری

مغنی دف و چنگ را ساز ده — بیارانِ خوش نغمه آواز ده

رہے زن که صوفی بحالت رود — بمستی وصلش حوالت رود

مغنی بیا با سنت چنگ نیست — کفے بر دفے زن گرت چنگ نیست

شنیدم که چون غم رساند گزند ۵۴ خروشیدنِ دف بود سودمند

مغنی کجائے که وقتِ گل ست — ز بلبل چمنها پر از غلغل ست

همان به که خونم بجوش آورے — دمِ چنگ را در خروش آورے

مغنی بیا عود را ساز کن — نو آیین نوائے نو آغاز کن

بیک نغمه دردِ مرا چاره ساز — دلم نیز چون خرقه صد پاره ساز

مغنی کجائے که لطفے کنی — زمے آتشے در دلم افگنی

برون آری از فکر خود یکدمم — بهم بر زنے کار و بارِ غمم

مغنی کجائے نوائے بزن — بیکتائے او دو تائے بزن

چو خواهد شدن عالم از ما تهی ۵۶ گدائی بسے به ز شاهنشهی

مغنی بگو قول و پرداز ساز — که بیچارگان را توئی چاره ساز

تو بنمائے راهِ عراقم بزود — که بگشایم از دیده صد زنده رود

چو غم لشکر آرد بیارا صفے — ز چنگ و رباب و ز نائے و دفے

مغنی تو سرِّ مرا محرمی — زمانے به نے زن دمِ همدمی

درویشم وگدا، و برابر نمی کنم   پشمین کلاہِ خویش بصد تاجِ خسروی

وشتر از کوے خرابات نباشد جائے   گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے

رزو میکنم، واز تو چہ پنہان دارم   شیشۂ بادہ و کنجے و رُخِ زیبائے

بیاموزمت کیمیائے سعادت   زہم صحبتِ بد، جدائی جدائی

مکن حافظا، از جورِ گردون شکایت   چہ دانی تو اے بندہ، کارِ خدائی

ے کہ در کوے خرابات، مقامے داری   جمِ وقتِ خودی، ار دست بجامے داری

بر بر جورِ رقیبان چہ کنم؟ گر نہ کنم   عاشقان را نبود چارہ بجز مسکینی

ساقیا، سایۂ ابر ست و بہار ولبِ جوے   من نگویم چہ کن، از اہلِ دلی، خود تو بگوے

بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار ۴۴ چینِ قبائے قیصر و طرفِ کلاہِ کے

خدا زان خرقہ بیزار است صد بار   کہ صد بت باشدش در آستینے

ساقی نامہ

فریبِ جہان قصۂ روشن ست   ببین تا چہ زاید شب آبستن ست

دلا در جہان دل مبند زینہار   کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار

ہمان مرحلہ ست این بیابانِ دور   کہ گم شد درو لشکرِ سلم و تور

ہمان منزل ست این جہانِ خراب   کہ دیدہ ست ایوانِ افراسیاب

نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد   کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد

چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج،   کہ یک جو نیرزد سرائے سپنج

مغنی کجائے بگلبانگ رود   بیاد آور آن خسروانی سرود

بمستان نویدِ سرودے فرست   بیارانِ رفتہ درودے فرست

مغنی بزن چنگ بر ارغنون   ببر از دلم فکرِ دنیائے دون

مگر خاطرم یابد آسائشے   کہ نبود ز غمہم بادی آلائشے

اے گل تو کجا و روے زیبا ش؟
او مشک تر و تو خار داری

روزے برسی بوصل، **حافظ**
گر طاقتِ انتظار داری

هزار جهد بکردم که یارِ من باشی
قرار بخشِ دلِ بیقرارِ من باشی

دمے بکلبۂ احزانِ عاشقان آئی
شبے انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی

من این مراد نه بینم بعمرِ خود که شبے
بجاے اشکِ روان در کنارِ من باشی

من ارچه **حافظِ** شهرم جوے نمی ارزم
مگر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی

این خرقه که من دارم در رهنِ شراب اولیٰ
وین دفترِ بے معنی، غرقِ مےِ ناب اولیٰ

تا بے سر و پا باشد اوضاعِ فلک زینسان
در سر هوسِ ساقی، در دست شراب اولیٰ

چون پیر شدی، **حافظ**، از میکده بیرون رو
رندی و هوسناکی در عهدِ شباب اولیٰ

لبش می بوسم و در میکشم مے
به آبِ زندگانی برده ام پے

بده جامِ مے و از جم مکن یاد
که میداند که جم کے بود و کے کے؟

بزن بر چنگ چنگ، اے ماهِ مطرب
رگش بخراش تا بخروشم از وے

زبانت درکش اے **حافظ** زمانے
حدیثِ بے زبان را بشنو از نے

ترا که هر چه مرادست در جهان داری
چه غم ز حالِ منِ زارِ ناتوان داری؟

چو ذکرِ لعلِ لبت میکنم خرد گوید
حدیث با شکرست این که در دهان داری!

چو گل بدامن ازین باغ می بری **حافظ**
چه غم ز ناله و فریادِ باغبان داری؟

نو بهارست، در آن کوش که خوشدل باشی
که بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی

چنگ در پرده همی میدهدت پند، ولے
وعظت آنگاه دهد سود که قابل باشی

حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد
صیدِ آن شاهدِ مطبوع شمائل باشی

جمشید جز حکایتِ جام از جهان نبرد
زنهار دل مبند بر اسبابِ دنیوی

خوش فرشِ بوریا و گدائی و خوابِ امن
کاین عیش نیست درخورِ اورنگِ خسروی

منم که شهرهٔ شهرم بعشق ورزیدن   منم که دیده نیالوده ام ببد دیدن

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم ۲۴   که در طریقتِ ما کافری است رنجیدن

به پیرِ میکده گفتم که چیست راهِ نجات؟ ۲۴   بخواست جامِ مے و گفت باده نوشیدن

مبوس جز لبِ معشوق و جامِ مے **حافظ**   که دستِ زهد فروشان، خطاست بوسیدن

نصیبِ من چو خرابات کرده است اله   درین میانه بگو زاهدا مرا چه گناه؟

کسے که در ازلش جامِ مے نصیب افتاد   چرا، به حشر، کنند این گناه ازو درخواه؟

به آبِ زمزم و کوثر سفید نتوان کرد   گلیمِ بختِ کسے را که بافتند سیاه؟

مده بخاطرِ نازک ملالت، از من راه   که **حافظِ** تو همین لحظه گفت بسم الله

صبا تو نکهتِ آن زلفِ مشکبو داری   بیادگار بمانی که بوے او داری

درآن شمائلِ مطبوع هیچ نتوان گفت   جز این قدر که رقیبانِ تندخو داری

نواے بلبلت اے گل، کجا پسند افتد؟   که گوشِ هوش بمرغانِ هرزه گو داری

ز جرعهٔ تو سرم مست گشت، نوشت باد   خود از کدام خم ست این که در سبو داری؟

دعاش گفتم و خندان بزیرِ لب میگفت   که کیستی تو؟ و با ما چه گفتگو داری؟

ز کنجِ مدرسه **حافظ** مجوے گوهرِ عشق   قدم برون نه اگر میلِ جستجو داری

اے دل آن به که خراب از مے گلگون باشی   بے زر و گنج بصد حشمتِ قارون باشی

در مقامے که صدارت بفقیران بخشند   چشم دارم که بجاه از همه افزون باشی

تاجِ شاهی طلبی؟ گوهرِ ذاتی بنما   ورنه خود از گوهرِ جمشید و فریدون باشی

ساغرے نوش کن و جرعه بر افلاک فشان   تا بچند از غمِ ایام جگر خون باشی؟

حافظ از فقر مکن ناله که گر شعر اینست   هیچ خوشدل نه پسندد که تو محزون باشی

اے بادِ نسیمِ یار داری   زان نفحهٔ مشکبار داری

زنهار مکن درازدستی   با طرهٔ او چه کار داری

شرم می آیدم از خرقهٔ آلودهٔ خویش — که بدین فضل و هنر نامِ کرامات بریم

من از بازوے خود دارم بسے شکر — که زورِ مردم آزاری ندارم

حافظ از جورِ تو، حاشا، که بنالد روزے — من، ازان روز که در بندِ توام آزادم

لکن درین چمنم، سرزنش بخودروئی — ۳۶ چنانکه پرورشم میدهند میرویم

پدرم روضهٔ رضوان بدو گندم بفروخت — ۳۷ ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

ما زیاران چشمِ یاری داشتیم — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

من نه آن رندم که ترکِ شاهد و ساغر کنم — ۳۸ محتسب داند که من این کارها کمتر کنم

شرابِ لعل کش و روے مه جبینان بین — خلافِ مذہبِ آنان جمالِ اینان بین

بزیرِ دلقِ مرقع کمندها دارند — درازدستیِ این کوته آستینان بین

بخرمنِ دو جهان سر فرو نمی آرند — ۳۹ دماغِ کبرِ گدایانِ خوشه چینان بین

گره زابروے جبین نه می کشاید یار — ۴۰ نیازِ اہلِ دل و نازِ نازنینان بین

غبارِ خاطرِ حافظ ببرد صیقلِ عشق — صفاے نیتِ پاکان و پاکدینان بین

صبح است ساقیا، قدحے پر شراب کن — دورِ فلک درنگ ندارد، شتاب کن

زان پیشتر که عالمِ فانی شود خراب — ۴۱ ما را ز جامِ بادهٔ گلگون خراب کن

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد — ساقی، بدورِ بادهٔ گلگون شتاب کن

ما بختِ خویش خوے ترا آزموده ایم — با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

حافظ وصال می طلبد از رهِ دعا — یارب دعاے خسته دلان مستجاب کن

ز در درآ، و شبستانِ من منور کن — دماغِ مجلسِ روحانیان معطر کن

لبِ پیاله ببوس، آنگه آن بمستان ده — بدین لطیفه دماغِ خرد معطر کن

وگر فقیه نصیحت کند که مے مخورید — پیاله‌ئی بدهش، گو، دماغ را تر کن

بس از ملازمتِ عیش و عشقِ مه رویان — ز کارها که کنی شعرِ حافظ از بر کن

بعزمِ توبہ، سحر گفتم، استخارہ کنم — بہارِ توبہ شکن می رسد، چہ چارہ کنم ؟
سخن درست بگویم، نہ می توانم دید — کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم
گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بین — ۴۲ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ — مرا چہ سود کہ منعِ شرابخوارہ کنم
ز بادہ خوردنِ پنہان، ملول شد حافظ — بہ بانگِ بربط و نے، رازش آشکارہ کنم

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم — بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم
طائرِ گلشن قدسم، چہ دہم شرحِ فراق ؟ — ۴۳ کہ درین دامگہِ حادثہ چون افتادم ؟
من ملک بودم و فردوسِ برین جایم بود — ۴۴ آدم آورد درین دیرِ خراب آبادم
کوکبِ بخت مرا، ہیچ منجم نشناخت — یارب از مادرِ گیتی بچہ طالع زادم ؟
پاک کن چہرۂ حافظ بسرِ زلف زاشک — ورنہ این سیل دمادم بکند بنیادم

من ترکِ عشقبازی و ساغر نہ می کنم — صد بار توبہ کردم و دیگر نہ می کنم
باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصرِ حور — باخاکِ کوئے دوست برابر نہ می کنم
منجم بطنز گفت، حرام ست مے مخور — گفتم، مگو کہ، گوش بہر خر نہ می کنم
این تقویم بس ست، کہ چون زاہدانِ شہر — ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نہ می کنم
حافظ جنابِ پیرِ مغان مامنِ وفاست — من ترکِ خاکبوسی این در نہ می کنم

اے دل تو جامِ جم بطلب، ملکِ جم مخواہ — کین بود قولِ بلبلِ بستان سرائے جم
بشنو ز جامِ بادہ کہ این زال نو عروس — بسیار کشت شوہرِ چون کیقباد و جم

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگان، کہ ما — باخاکِ کوئے دوست بفردوس ننگریم
طفلان تا کے اے واعظ فریبی — بہ سیبِ بوستان و جوئے شیرم
غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقان ریزد ۴۵ من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
عیان نہ شد کہ کجا آمدم کجا بودم ؟ — دریغ و درد، کہ غافل زکارِ خویشتنم

بدان مثل کہ شب آبستن آمدہ ست بروز ستارہ می شمرم تا کہ شب چہ زاید باز

خواہی کہ روشنت شود احوالِ سرِ عشق از شمع پرس قصہ، ز بادِ صبا مپرس

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

خموش حافظ، و از جورِ یار نالہ مکن ۲۵ ترا کہ گفت کہ بر روے خوب حیران باش

ریا حلال شمارند و جامِ بادہ حرام ۲۶ زہے طریقت و ملت، زہے شریعت و کیش

اگر شراب خوری، جرعۂ فشان برخاک ۲۷ ازان گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک؟

پاے مالنگ ست و منزل بس دراز دست ما کوتاہ، و خرما بر نخیل

یا مکن با پیلبانان دوستی ۲۸ یا بنا کن خانۂ در خوردِ پیل

این چہ شور یست کہ در دورِ قمر مے بینم ہمہ آفاق، پُر از فتنہ و شر، مے بینم

ہر کسے روز بہی مے طلبد از ایام مشکل این ست کہ ہر روز بتر مے بینم

ابلہان را ہمہ شربت ز گلاب و قند ست قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر مے بینم

اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالان طوقِ زرین ہمہ در گردنِ خر مے بینم

دختران را ہمہ جنگ ست و جدل با مادر پسران را ہمہ بد خواہِ پدر مے بینم

ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر مے بینم

پندِ حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن زانکہ این پند بہ از دُرّ و گہر مے بینم

سالہا پیروی خدمتِ رندان کردم ۲۹ تا بفتواے خرد حرص بزندان کردم

سایۂ بر دلِ ریشم، فگن، اے گنجِ مراد ۳۰ کہ من این خانہ بسوداے تو ویران کردم

توبہ کردم کہ نہ بوسم لبِ ساقی و کنون ۳۱ میگزم لب کہ چرا گوش بنادان کردم

نقشِ مستوری و مستی نہ بدستِ من و تست آنچہ اُستادِ ازل گفت بکن، آن کردم

دارم از لطفِ ازل منزلِ فردوس طمع گرچہ دربانیِ مے خانہ فراوان کردم

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ ہرچہ کردم ہمہ از دولتِ قرآن کردم

رسید مژده، که ایامِ غم نه خواهد ماند — چنان نماند و چنین نیز هم نه خواهد ماند

مکن ز غصه شکایت، که در طریقِ ادب — براحتے نرسید، آنکه زحمتے نه کشید

زاهدِ خلوت نشین، دوش میخانه شد — از سرِ پیمان گزشت، بر سرِ پیمانه شد

امین مشو ز عشوهٔ دنیا که این عجوزه — مکاره می نشیند و محتاله می رود

زراهِ میکده، یاران، عنان بگردانید — چرا که حافظ ازین راه رفت و مفلس شد

قتلِ این خسته، بشمشیرِ تو تقدیر نه بود — ورنه هیچ از دلِ بیرحمِ تو تقصیر نبود

گفتم ز لعلِ نوش لبان، پیر را چه سود؟ — گفتا بوسهٔ شکرینش جوان کنند

گفتم ز مهر ورزان رسمِ وفا بیاموز — گفتا تو بندگی کن کو بنده پرور آید

گوهرِ پاک بباید که شود قابلِ فیض — ورنه هر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود

کس ندانست که منزلگهِ مقصود کجاست؟ ۲۲ این قدر هست، که بانگِ جرسے می آید

معاشران، گره، از زلفِ یار، باز کنید — شبے خوش ست، بدین قصه اش دراز کنید

هزار نکتهٔ باریکتر ز مو اینجاست ۲۳ نه هر که سر بتراشد قلندری داند

غمِ دنیاے دنی چند خوری؟ باده بخور — حیف باشد، دلِ دانا، که مشوش باشد

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می کنند — چون به خلوت می روند، آن کارِ دیگر می کنند

همائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد — اگر ترا گزرے بر مقامِ ما افتد

غنیمت از نازبه حافظ نکند میل، آرے — سرگرانی صفتِ نرگسِ شهلا باشد

دیدی آن قهقههٔ کبکِ خرامان حافظ؟ ۲۴ که ز سرپنجهٔ شاهینِ قضا غافل بود

اے بادِ مشکبو بگذر سوے آن نگار — بکشا گره ز زلفش و بوئے بمن بیار

اے دل بساز با غمِ هجران و صبر کن — اے دیده، در فراقش، ازین بیش خون مبار

حافظ، تو تا بکے غمِ مالِ جهان خوری — بسیار غم مخور، که جهان نیست پائدار

دلا ز هجر مکن ناله، زانکه در عالم — غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

من و انکارِ شراب، این چہ حکایت باشد؟ ۱۹ غالباً این قدرم عقل کفایت باشد

منکہ شبہا رہِ تقویٰ زدہ ام با دف و چنگ — این زمان سر بہ رہ آرم چہ حکایت باشد

دوش ازین غصہ نخفتم کہ حکیمے میگفت — **حافظ** ار بادہ خورد جاے شکایت باشد

من ار چہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ ۲۰ ہزار شکر کہ یارانِ شہر بے گنہند

ببین حقیر گدایانِ عشق را کاین قوم — شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہند

تیرِ مژگانِ دراز و غمزۂ جادو نہ کرد — آنچہ آن زلفِ دراز و خالِ مشکین کردہ اند

شاہدان از آتشِ رخسارِ رنگین دمبدم ۲۱ زاہدان را رخنہ ہا اندر دل و دین کردہ اند

قرۃ العینِ من آن میوۂ دل یادش باد — کہ خود آسان بشد و کارِ مرا مشکل کرد

بس تجربہ کردیم درین دارِ مکافات — با دردکشان ہر کہ در افتاد بر افتاد

حافظ، وظیفۂ تو، دعا گفتن ست و بس — در بندِ آن مباش، کہ نشنید یا شنید

عیبِ مستان مکن ای خواجہ، کزین کہنہ رباط — کس ندانست، کہ رحلت بچہ سان خواہد بود

تیرِ عاشق کُش ندانم بر دلِ **حافظ** کہ زد؟ — این قدر دانم، کہ از شعرِ ترش، خون میچکید

حدیثِ عشق ز **حافظ** شنو نہ از واعظ — اگرچہ صنعتِ بسیار در عبارت کرد

چہ مستی ست ندانم، کہ رو بما آورد؟ — کہ بود ساقی؟ و این بادہ از کجا آورد؟

حباب را چو فتد بادِ نخوت اندر سر — کلاہِ داریش اندر سرِ شراب رود

بیانِ شوق چہ حاجت؟ کہ حالِ آتشِ دل — توان شناخت، ز سوزے کہ در سخن باشد

آنکہ پُر نقش زد این دائرۂ مینائی — کس ندانست کہ در گردشِ پرکار چہ کرد؟

آنچہ سعی ست، من اندر طلبت بنمودم — این قدر ہست، کہ تغییرِ قضا نتوان کرد

آسمان، بارِ امانت، نتوانست کشید — قرعۂ فال، بنامِ منِ بیچارہ زدند

دیگران قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند — دلِ غم دیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد

دی، عزیزے گفت **حافظ** میخورد پنہان شراب — اے عزیزِ من گناہ آن بہ کہ پنہانی بود

دی پیرِ مے فروش کہ ذکرش بخیر باد　　گفتا شراب نوش و غمِ دل ببر ز یاد
بے خار گل نباشد و بے نیش نوش ہم　　تدبیر چیست؟ وضعِ جہان این چنین فتاد
پُر کن ز بادہ جام و دمادم بگوشِ ہوش　　بشنو از و حکایتِ جمشید و کیقباد
حافظ گرت ز پندِ حکیمان ملالت است　　کوتہ کنیم قصہ کہ عمرت دراز باد

سحرم دولتِ بیدار بہ بالین آمد　　گفت، برخیز کہ آن خسروِ شیرین آمد
در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی　　اے کبوتر نگران باش کہ شاہین آمد
برسم بدعہدیِ ایام چو دید ابرِ بہار　　گریہ اش بر سمن و سنبل و نسرین آمد
چون صبا گفتۂ حافظ بشنید از بلبل　　عنبر افشان بتماشائے ریاحین آمد

سحر چون خسروِ خاور علم بر کوہساران زد　　بدستِ مرحمت، یارم درِ امیدواران زد
چو پیشِ صبح روشن شد کہ حالِ مہرِ گردون چیست　　برآمد خندۂ خوش بر غرورِ کامگاران زد
نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چون برخاست　　گرہ بگشود از گیسو و بر دلہائے یاران زد
دوامِ ملک و عمرِ او بخواہ از لطفِ حق حافظ　　کہ چرخ این سکۂ دولت بنامِ شہسواران زد

سحر بلبل حکایت با صبا کرد　　کہ عشقِ گل، بما دیدی؟ چہا کرد؟
من از بیگانگان ہرگز ننالم　　کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد
بشارت بر بکوئے مے فروشان　　کہ حافظ، توبہ از زہد و ریا کرد

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد　　بندۂ طلعتِ آن باش کہ آنے دارد
با خراباتِ نشینان ز کرامات ملاف　　ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد
مدعی گو برو، نکتہ بہ حافظ مفروش　　کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید　　یا جان رسد بجانان، یا جان ز تن برآید
گفتم بخویش، کز وے برگیر دل، دلم گفت　　کارِ کسے ست این کو با خویشتن برآید
وچند ذکرِ خیرش در خیلِ عشقبازان　　ہر جا کہ نامِ حافظ در انجمن برآید

قدم دریغ مدار از جنازهٔ **حافظ** | که گرچه غرق گناه است میرود به بهشت

اگر بمذهب تو خون عاشق ست مباح | صلاح ما همه آن ست کان ترا ست صلاح

شراب و عیش نهان چیست؟ کار بے بنیاد | زدیم بر صف رندان و هرچه بادا باد

از انقلاب زمانه عجب مدار که چرخ | ازین فسانه و افسون هزار دارد یاد

قدح بشرط ادب گیر زان که ترکیبش | ۱۶ ز کاسهٔ سر جمشید و بهمن ست و قباد

که آگه ست؟ که جمشید و کے کجا رفتند | که واقف ست که چون رفت تخت جم برباد

ز حسرت لب شیرین هنوز مے بینم | که لاله میدمد از خاک تربت فرهاد

مگر که لاله بدانست بے وفائی دهر | که تا بزاد و بشد جام مے ز کف ننهاد

رسید در غم عشقش به **حافظ** انچه رسید | که چشم زخم زمانه بعاشقان مرساد

صبا بتهنیت پیر مے فروش آمد | که موسم طرب و عیش و ناز و نوش آمد

هوا مسیح نفس گشت، باد نافه گشا | درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

تنور لالهٔ چنان بر فروخت، باد بهار | که غنچه غرق عرق گشت و گل بجوش آمد

ز خانقاه بمیخانه میرود **حافظ** | مگر ز مستی زهد و ریا بهوش آمد

غلام نرگس مست تو تاجدار انند | خراب بادهٔ لعل تو هوشیار انند

نصیب ماست بهشت ای خدا شناس برو | ۱۷ که مستحق کرامت گناهگار انند

بیا بمیکده و چهره ارغوانی کن | ۱۸ مرو بصومعه کانجا سیاه کار انند

خلاص **حافظ** ازان زلف تابدار مباد | که بستگان کمند تو رستگار انند

حسب حالے ننوشتیم و شد ایامے چند | قاصدے کو؟ که فرستم بتو پیغامے چند

قند آمیخته با گل نه علاج دل ماست | بوسهٔ چند بیامیز بدشنامے چند

پیر میخانه چه خوش گفت بدردی کش خویش | که مگو حال دل سوخته با خامے چند

حافظ از تاب رخ مهر فروغ تو بسوخت | کامگارا نظرے کن سوے ناکامے چند

هرچه هست از قامتِ ناسازِ بی اندامِ ماست ۱۰ ورنه تشریفِ تو بر بالای کس کوتاه نیست

گرچه در بازارِ دهر از خوشدلی جز نام نیست — شیوهٔ رندان و خوش باشیِ عیاران خوش است

از زبانِ سوسن این آوازه ام آمد بگوش — کاندرین دیرِ کهن کارِ سبکساران خوش است

مجو درستیِ عهد از جهانِ سست نهاد — که این عجوزه عروسِ هزار داماد است

برو بکارِ خود ای واعظ این چه فریاد است؟ ۱۱ مرا فتاد دل از کف، ترا چه افتاد است؟

جان فدای دهنت باد که در باغِ نظر — چمن آرای جهان خوشتر ازین غنچه نبست

تو و طوبی و ما و قامتِ یار — فکرِ هر کس بقدرِ همتِ اوست

با که این نکته توان گفت که آن سنگین دل — کشت ما را و دمِ عیسیِ مریم با اوست

آنکه ناوک بر دلم از زیرِ چشمی می زند — قوتِ جانِ حافظش در خندهٔ زیرِ لب است

سینه ام ز آتشِ دل در غمِ جانانه بسوخت — آتشی بود درین خانه که کاشانه بسوخت

دانا چو دید بازیِ این چرخِ حقه باز — هنگامه باز چید و درِ گفتگو ببست

گل در بر و می در کف و معشوقه بکام است — سلطانِ جهانم بچنین روز غلام است

اگر بلطف بخوانی، مزیدِ الطاف است — اگر بقهر برانی، درونِ ما صاف است

بدرد و صاف ترا حکم نیست، در دم کش ۱۲ که هرچه ساقیِ ما ریخت، عینِ الطاف است

هزار عقل و ادب داشتم من ای خواجه — کنون که مست و خرابم صلاح بی ادبیست

عیبِ رندان مکن، ای زاهدِ پاکیزه سرشت ۱۳ که گناهِ دگری، بر تو نخواهند نوشت

مباش در پیِ آزار و هرچه خواهی کن ۱۴ که در شریعتِ ما غیر ازین گناهی نیست

خلل پذیر بود هر بنا که می بینی — مگر بنای محبت که خالی از خلل است

بحریست بحرِ عشق، که هیچش کناره نیست ۱۵ آنجا جز آنکه جان بسپارند چاره نیست

دوش، باد از سرِ کویش بگلستان بگذشت — ای گل، این چاکِ گریبان تو بی چیزی نیست

عاشقِ مفلس اگر قلبِ دلش کرد نثار — مکنش عیب، که بر نقدِ روان قادر نیست

گرچہ بدنامی است نزدِ عاقلان — ما نمی خواہیم ننگ و نام را
صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب ۴ عاقبت روزے بیابی کام را

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است ۵ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند — اشہی لنا و احلی من قبلۃ العذارا

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد — بیک جو دولتِ کاؤس و کے را

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش، ولے — دام تزویر مکن، چون دگران، قرآن را

دردمندیم، خبر سیدہ از سوزِ درون — دہنِ خشک و لبِ تشنہ و چشمِ ترِ ما

حافظا غم مخور کہ شاہدِ بخت — عاقبت بر کشد ز چہرہ نقاب

بنالِ بلبل اگر با منت سرِ یاریست — کہ ما، دو عاشقِ زاریم و کارِ ما زاریست
جمالِ شخص نہ چشم است و زلف و عارض و خال ۶ ہزار نکتہ درین کار و بارِ دلداریست
بآستانِ تو مشکل توان رسید آرے — عروج بر فلکِ سروری بدشواریست
روندگانِ طریقت بہ نیم جو نخرند — قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست
دلش بنالہ میازار و ختم کن، حافظ — کہ رستگاریِ جاوید، در کم آزاریست

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست — منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
شیر در بادیۂ عشقِ تو روباہ شود — آہ ازین راہ کہ در وے خطرے نیست کہ نیست
مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ۷ ورنہ در مجلسِ رندان خبرے نیست کہ نیست
بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است — در سراپائے وجودت ہنرے نیست کہ نیست

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست؟ — منزلِ آن مہِ عاشق کشِ عیار کجاست؟
ہر کہ آمد بجہان نقشِ خرابی دارد ۸ در خرابات نہ پرسید کہ ہشیار کجاست؟
حافظ از بادِ خزان، در چمنِ دہر مرنج — فکرِ معقول بفرما گلِ بے خار کجاست؟

چیست این سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش ۹ زین معما ہیچ دانا در جہان آگاہ نیست

غزلیات وابیات

اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّ نَاوِلْهَا — کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنین ہائل — ۱ — کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر — نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ — مَتٰی مَا تَلْقَ مَنْ تَہْوٰی دَعِ الدُّنْیَا وَاَہْمِلْہَا

اگر آن ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را — بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

فغان کین لولیانِ شوخِ شیرین کارِ شہر آشوب — چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوانِ یغما را

ز عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی است — بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

من از آن حسنِ روز افزون کہ یوسف داشت دانستم — کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو — ۲ — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمّا را

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوستر دارند — جوانانِ سعادتمند پندِ پیرِ دانا را

بدم گفتی و خرسندم، عفاک اللہ نکو گفتی — جوابِ تلخ می زیبد، لبِ لعلِ شکرخا را

غزل گفتی و در سفتی، بیا و خوش بخوان حافظ — کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنا را — کہ سر بکوہ و بیابان، تو دادۂ ما را

غرورِ حسن اجازت مگر نداد، اے گل — کہ پرسشے نکنی عندلیبِ شیدا را

بحسنِ خلق توان کرد صیدِ اہلِ نظر — بہ بند و دام نگیرند مرغِ دانا را

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را

در آسمان چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ — سماعِ زہرہ، برقص آورد مسیحا را

ساقیا برخیز و در دہ جام را — ۳ — خاک بر سر کن غمِ ایام را

ساغرِ مے در کفم نہ تا ز سر — بر کشم این دلقِ ازرق فام را

حافظ

محمد نام تھا اور حافظ تخلص تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی لوگ تعظیماً کہتے ہین۔ شیراز ہی [...]
مدفن تھا سال وفات ۷۹۱ھ ہی۔ یہ نامی شعرائے فارس سے ہین۔ ہندوستان
مین انکا شہرہ انکے جیتے جی پہنچ گیا تھا۔ یہ شاعر ہی نہ تھے اہل دل بھی تھے۔ انکے
کلام مین جو اثرِ خاص ہی وہ دوسرون کے کلام مین نہین ہی۔ سلطان محمود شاہ بہمنی
دکن مین اور سلطان غیاث الدین بنگالہ مین انکے قدردان تھے۔ حافظ نے
ایک مرتبہ ہندوستان کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن ہرمز تک آکر واپس گئے۔ بعض
کتابون مین سال وفات ۷۹۲ھ لکھا ہوا ہی۔ مشہور ہی کہ تیمور نے سمرقند اور بخا[را]
بڑی مشکل سے فتح کیا تھا۔ اسکے بعد حافظ نے ایک غزل کا مطلع لکھا "اگر آن ترک
شیرازی بدست آرد دلِ مارا + بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را"۔ تیمور نے یہ مطلع سنکر
خواجہ کو طلب کیا اور بطور مذاق کہا "مین نے جو ملک اس زحمت سے حاصل کیا تم اُسے
یون دیے ڈالتے ہو"۔ خواجہ نے کہا "اسی لیے تو مین اس حالت کو پہنچا" یعنی میری
سخاوت و استغنا ہی نے تو مجھے باوجود اس کمال کے جو مجھ مین ہی دولتِ دنیا سے محروم رکھا

دیوان حافظ انکی کتاب بہت مشہور ہی۔ یہ صوفی مشرب تھے لیکن کسی کے مرید نہ تھے
حالت جذب مین رہتے تھے۔ ہر جمعہ کی شب کو مسجد شیراز کے مقبرہ کے گرد گھوم کر قرآن شریف
ختم کرتے تھے اور صبح تک بہت ہی خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ ابو اسحاق و شاہ شجاع
بادشاہان شیراز کے عہد مین یہ تھے تقربِ شاہی یہ باعث عزت نہین سمجھتے تھے۔ جذب مین رہتے تھے
لیکن مجاذیب زمانہ حال کی طرح یادہ گو نہ تھے۔ خود انکا شعر انکے معقولات اور معمولات کا پتہ دیتا ہی

صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ
ہرچہ کردم ہمہ از دولتِ قرآن کردم

انتخاب

از

دیوانِ حافظ

و ہم تشتر

کہکے یہ غش ہوئی وہ دخترِ سلطانِ عرب — بیبیاں اُٹھ کے لگیں سینہ و سر پیٹنے سب
فضہ چلّائی کہ ہے ہے مری بیکس زینبؑ — کون پہچانے تمھیں؟ ہو گئیں تم بن بھائی کی اب
قتلِ شبّیرؑ کا احوال سُنایا نہ گیا — قید میں نام بھی غیرت سے بتایا نہ گیا

۲۸
کہیے کہ بیٹیاں کہ بیٹے ہیں؟ اب نام خدا
حسنِ ہمشکل پیمبر کا بہت ہے چرچا
سن میں اٹھارہ برس کا ہے وہ خورشید لقا
ہیں مسیں بھیگتی؟ آغاز ہوا ہے سبزا؟
روحِ مادر ہے دل و جان شہ والا ہے
کہتے ہیں حضرت زینبؑ نے اسے پالا ہے

۲۹
اسکی شادی بھی کہیں شاہ نے ٹھہرائی ہے؟
ابھی بن بیاہا ہے یا گھر میں دلھن آئی ہے؟
گھر کی زینت ہے وہی اور وہی زیبائی ہے
پسرِ فاطمہؑ نے کیسی بہو پائی ہے؟
مثلِ گل بیٹے کو ہنستا جو وہ پاتی ہوگی
ماں تو خوشی سے پھولوں نہ سماتی ہوگی؟

۳۰
جب سے اس گھر سے مقدر نے چھڑایا مجھکو
کوئی خط حضرت زینبؑ کا نہ آیا مجھکو
جا ہے شکوے کی یہانتک ہی بھلایا مجھکو
بیاہ میں بیٹیوں کے جھوٹوں نہ بلایا مجھکو
اب تو ہوں دور جو روٹھوں میں تو کیا ہوئے گا؟
کبھی قسمت نے ملایا تو گلا ہووے گا

۳۱
شہربانوؑ کے بھی ہے دیکھنے کا شوق کمال
بیٹی سلطان عجم کی ہے وہ فرخندہ خصال
شور سنتی ہوں کہ رکھتی ہے عجب حسن و جمال
اسپہ شیدا ہے نہایت اسد اللہؑ کا لال
اسکے بچے بھی جئیں اور وہ بھی شاد رہے
کوکھ آباد رہے مانگ بھی آباد رہے

۳۲
سن کے یہ ہوگئی بیتاب علیؑ کی جائی
تھا یہ نزدیک کہے پیٹ کے ہے ہے بھائی
مردنی سی رخِ بانوے حزیں پر چھائی
اڑ گیا رنگ مگر آہ لب تک آئی
پر دل زار نے سینے میں نہ آرام لیا
یک بیک ہائے پسر کہکے جگر تھام لیا

۳۳
جب کئی بار کیا منہ سے زینبؑ نے کلام
منہ کو تکتی تھی مگر تھا اسے حیرت کا مقام
شان زہراؑ کی سراپا سے عیاں تھی جو تمام
ہوگیا صاف یقین ہے یہی ہمشیر امام
بولی صدقے تو ذرا ہونے دو قربان گئی
بس تمہیں حضرت زینبؑ ہو میں پہچان گئی

۳۴
کہا زینبؑ نے کہ اے ہند یہ بیجا ہے گمان
دخترِ حیدرِ کرار کہاں اور میں کہاں؟
ہوں میں جس حال میں زینبؑ کی تھی یہ شوکت و شان؟
اسکے بازو پہ کبھی دیکھے تھے رسی کے نشان؟
کبھی زندان میں کھلے سر بھی اسے دیکھا تھا؟
کبھی بے مقنعہ و چادر بھی اسے دیکھا تھا؟

جوڑ کر ہاتھ کہا سر تو اُٹھاؤ بی بی   کیوں جھکی جاتی ہو شکل اپنی دکھاؤ بی بی
کیا مصیبت ہوئی روداد سناؤ بی بی   میں موئی جاتی ہوں آنسو نہ بہاؤ بی بی
مُنھ سے کچھ بات کرو دل یہ قلق ہوتا ہے   آپ کے رونے سے سینہ مرا شق ہوتا ہے

۲۲
نہ میسر تھی بجز نانِ جویں اور غذا   کھانا اک دن جو بہم پہنچا تو دو دن نہ ملا
اور ملبوس یہ تھا چھال کی تھی ایک ردا   اُسمیں بھی سیتی تھیں پیوند بہ پیوند سدا
شکر حق کرتی تھیں تکلیف اُٹھا لیتی تھیں   دن کو تو اوڑھتی تھیں شب کو بچھا لیتی تھیں

۲۳
اب نہ زہراؑ نہ پیمبرؐ ہیں نہ حیدرؑ نہ حسنؑ   ایک شبیرؑ کے دم سے ہے مدینہ روشن
ایک زینبؑ ہیں کہ سب جنمیں ہیں زہراؑ کے چلن   صد و سی سال سلامت رہیں وہ بھائی بہن
مری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے صورت اُنکی   پھر وہ دن ہو کہ کروں جا کے زیارت اُنکی

۲۴
عسرتِ فاطمہ زہراؑ کا جو احوال سُنا   دم بخود سب رہیں پر ضبط نہ فضہ سے ہو
کوٹ کر چھاتی کو کہنے لگی چلا چلا   ہائے بی بی تری مظلومی یہ لونڈی ہو
ایسے دُکھ پائے کہ بچوں سے بھی مُنھ موڑ گئیں   قید ہونے کو بڑھاپے میں مجھے چھوڑ گئیں

۲۵
سُن کے فضہ کا بیان رونے لگے اہلِ حرم   تب کہا ہند سے زینبؑ نے بہ بادیدۂ نم
اے بہن وجہ یہ ہے روئے جو قیدی باہم   زیرِ دیوار رسولِ دوسرا رہتے تھے ہم
رتبۂ فاطمہ کو یوں سبھی پہچانتے ہیں   اُنپہ جو گزری مصیبت وہ ہمیں جانتے ہیں

۲۶
ساتھ اُس بی بی کے محسن کا کیا غم ہم نے   دل سے کی خدمتِ مخدومۂ عالم ہم نے
ساتھ بیماری میں چھوڑا انہیں اکدم ہم نے   مر گئیں جب تو بچھائی صفِ ماتم ہم نے
غمِ محسن کے سوا داغ یہ تازہ دیکھا   شب کو اُٹھتے ہوئے بی بی کا جنازہ دیکھا

۲۷
ہند بولی کہ ہے اُس گھر کے قریب آپ کا گھر   للہ الحمد کہ اب پاؤں گی آقا کی خبر
یاد میں اُنکی گزرتی ہے مجھے شام و سحر   کہتے کس طور سے ہیں حضرت زہراؑ کا پسر
ہاں تو مدت سے یہ چرچا ہے کہ اب آتے ہیں   چھوڑ کر روضۂ احمدؐ کو وہ کب آتے ہیں؟

بولی وہ کون سی بستی ہے جہاں تھا مسکن؟ رو کے فرمایا غریب الوطنی اب ہے وطن
باپ کو پوچھا تو بولے شہ بے گور و کفن کہا شوہر بھی ہے کوئی کہا طوق و رسن
دل کے جلنے کا سبب داغِ پدر بتلایا اُس نے پوچھی جو غذا خونِ جگر بتلایا

۱۵
بولی وہ کوئی عزیزوں میں بھی تھا اے غمگین رو کے فرمایا کہ سب تھے مگر اب کوئی نہیں
ایک بھائی تھا کہ مشہور تھا یوسف سے حسین سرو قد مہر لقا غنچہ دہن ماہ جبین
چار گیسو رخِ انور پہ پڑے رہتے تھے لوگ ہر وقت زیارت کو کھڑے رہتے تھے

۱۶
نہ وہ بھائی ہے نہ عمو ہے نہ سر پر ہے پدر اک بہن باقی ہیں سب کر گئے دنیا سے سفر
سترہ شخص ہوئے سامنے اپنے بے سر اُنکا دھیان آتا ہے جس وقت تو پھٹتا ہے جگر
اب کئی بیبیاں ہیں ساتھ کہ جی کھوتی ہیں اپنے بچوں کے لیے آٹھ پہر روتی ہیں

۱۷
ہند کے دل پہ یہ سنکر ہوا اندوہ و قلق کہا حضرت کی عزیزی یہ جگر ہو گیا شق
آپ نے حال مفصل نہ سنایا مطلق دو رضا رانڈوں میں جاؤنگی اب اے خاصۂ حق
دے کے پرسا انھیں کچھ حرف و حکایات کروں آرزو ہے کہ اسیروں کی ملاقات کروں

۱۸
سر کو نہوڑا کے یہ سجاد نے ارشاد کیا فائدہ دکھ زدی رانڈوں کی ملاقات سے کیا؟
نہ کسی پاس قصابہ ہے نہ سر پہ ہے ردا کھول کر بالوں کو چہروں کا کیا ہے پردا
بخدا صاحبِ غیرت ہیں وہ شرمائینگی ۱۸/ پوچھوگی نام و نسب کو تو وہ مر جائینگی

۱۹
اُس نے اصرار کیا آپ نے سر نہوڑایا گئی رانڈوں کے قریں ہند تو رونا آیا
سر جھکائے ہوئے ہر ایک کو روتا پایا ہاتھ مل مل کے خواصوں سے یہی فرمایا
ایسی شہزادیوں کی ہائے یہ توقیریں ہیں کس کے ماتم کے مرقع کی یہ تصویریں ہیں

۲۰
اتنے میں جا پڑی اُسکی رخِ زینب پہ نگاہ منہ سے بیساختہ نکلا کہ زہے عزت و جاہ
گو کہ یہ خاک پہ بیٹھی ہیں بہ احوالِ تباہ پر عجب نور ہے عجب شان ہے سبحان اللہ
غیر ہے گر کسی بی بی کا یہ رتبہ کب ہے ؟ میں قسم کھاتی ہوں یا فاطمہ یا زینب ہے؟

اچھی اماں مجھے گودی میں اٹھا لو جلدی — دل دھڑکتا ہے کلیجے سے لگا لو جلدی
شمر دیکھے نہ کہیں مجھکو چھپا لو جلدی — بھائی سجاد کو پاس اپنے بلا لو جلدی
کچھ اسیروں پہ غضب حاکم بے پیر نہ ہو؟ — قتل کی عابد بیمار کی تدبیر نہ ہو؟

رو کے کہنے لگی بانو نہ ڈرو اے پیاری — اب بھلا کیا ہے جسے لوٹیں گے آکر ناری
زن حاکم کی یہاں آنے کی ہے تیاری — سر کو نہوڑا کے مرے پہلو میں بیٹھو واری
قیدخانے میں وہ آتی ہے امیروں کی طرح — اور ہم خاک پہ بیٹھے ہیں فقیروں کی طرح

ذکر یہ تھا کہ ہوئی ہند کی آمد اک بار — روشنی آگے تھی اور پیچھے کنیزیں دو چار
مشعلیں ہاتھوں میں لیے پہنے لباس زرتار — ہند بھی غرق جواہر تھی بصد عز و وقار
واں یہ ساماں تھا اسیروں کے دکھانے کے لیے — ١٤٦ — یاں ردائیں بھی نہ تھیں منھ کے چھپانے کے لیے

١٠
جوں قدم ہند نے دروازۂ زنداں میں رکھا — تب نگہبانوں نے گھبرا کے خواصوں سے کہا
عرض کر دو کہ ٹھہر جائیں حضور ایک ذرا — اک جواں بھی اسی زنداں میں ہے محبوس بلا
یا تو بیمار کی آنکھیں اُمرا بند کریں — یا ہم آکر کسی حجرے میں جدا بند کریں

١١
ہند ٹھہری تو یہ رو کر کسی عورت نے کہا — دیکھ آئی ہوں میں بیمار سا ہے اک لڑکا
نہ پرستار ہے کوئی نہ دوا ہے نہ غذا — فاقہ کش بیکس و مظلوم غریب الغربا
کھول سکتا ہے نہ آنکھیں نہ اٹھا جاتا ہے — آہ آتی ہے جو لب تک تو غش آجاتا ہے

١٢
کس فصاحت سے ادا کرتا ہے خالق کی نماز — نہیں دیکھا کسی آواز میں یہ سوز و گداز
ہے تو بیکس پہ خدا سے ہے عجب راز و نیاز — عابدوں میں اسے خالق نے کیا ہے ممتاز
پاس بستر جو نہیں خاک میں تن اٹتا ہے — باپ کو روتا ہے جس دم تو جگر پھٹتا ہے

١٣
سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام — جوڑ کر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام
ترک آداب ہے ہر چند یہ، بتلایئے نام؟ — کہا مولا نے کہ مظلوم و غریب و ناکام
قید ہوں ظلم سہے دکھی ہوں نادار بھی ہوں — اسلیے قافلہ کا، قافلہ سالار بھی ہوں

مرثیہ سوم

ہند کی ملاقات

۱

جب سنی ہند کے آنے کی خبر زینبؑ نے
یاس سے کی سوے افلاک نظر زینبؑ نے ۱۴۳
شرم سے زانو پہ نہوڑا لیا سر زینبؑ نے
کہا ایک ایک سے با دیدۂ تر زینبؑ نے
خاک لے کر مرے چہرے پہ لگا دو لوگو
ہند آتی ہے کہین مجکو چھپا دو لوگو

۲

اُسنے دیکھا تھا مدینے مین مرا جاہ و حشم
گھر تھا آباد سلامت تھے شہنشاہِ امم
قید اب خانۂ زندان مین ہون مین کشتۂ غم
نیل بازو پہ ہین رسی کے اور آنکھون پہ ورم
چاک ماتم مین گریبان ہے کھلے سر ہون مین ۱۴۴
شرم آتی ہے کہ شبیر کی خواہر ہون مین

۳

کتنا چاہا تھا کہ مرجاؤن پہ آئی نہ اجل
سخت جانی سے ہوا عزتِ زینب مین خلل
ہاے مرجاتی تو ہوجاتا یہ جھگڑا فیصل
نام رہتا یہ کہ مین مرگئی بھائی کے بدل
کچھ بن آتی نہین جسپہ دم ہے مقدر پھرتا
مین جو مرجاتی تو پھر کون کھلے سر پھرتا؟

۴

کون پھر دیکھتا کٹتے ہوئے بھائی کا گلا؟
کس کے سر پر سے ردا چھینتے آکر اعدا؟
باندھا جاتا رسن ظلم سے بازو کس کا؟
کھینچ کر اونٹ پہ بٹھلاتے کسے اہلِ جفا؟
اب وہ آوے گی تو چھپنے کو کدھر جاؤنگی؟ ۱۴۵
منہ اس حال سے دیکھے گی تو مرجاؤنگی

۵

کہہ کے یہ خاک کو چہرے پہ ملا آخر کار
تھے سب بیبیون نے جا کے چھپی وہ ناچار
رکھ کے سر زانو پہ رونے لگی جون ابر بہار
ناگہان آن کے ڈیوڑھی پہ پکارے خونخوار
اُٹھو اے قیدیو کیا بیٹھے ہو تعظیم کرو
زوجۂ حاکمِ شام آتی ہے تسلیم کرو

۶

یہ جو غل ہند کے آنے کا سکینہ نے سنا
ماں کے پاس آکے لگی کہنے یہ گھبرا گھبرا
اماں بتلاؤ تو ڈیوڑھی پہ یہ غل ہے کیسا
کیا ہمین لوٹنے کو آتے ہین پھر اہلِ جفا؟
پھر ستائین نہ کہین آنکے اعدا مجکو
مارنے بیٹھے نہ کہین شمر طمانچا مجکو

ہونٹھون پہ پھیرتا تھا زبان کو بغیر آب — چلاتی تھی یہ ڈیوڑھی پہ زینب جگر کباب
ہے ہے، ترس حسین پہ کھاتا نہین کوئی — مرتا ہے میرا بھائی بچاتا نہین کوئی

۲۰۱
ظالم کھڑے تھے گرد، وہ بیٹھا تھا خاک پر — ڈوبا ہوا تھا خون مین ملبوس سر بسر
آنے لگا جو غش تو جھکایا زمین پہ سر — سجدے مین عرض کی یہ خدا سے بچشم تر
یارب تو میرے نانا کی امت کو بخشدے — اور میرے بھی قصورِ عبادت کو بخشدے

۲۰۲
بس اے انیس ختم کلام اب ضرور ہے — لطفِ سخن اُٹھاتا ہے جو ذی شعور ہے
دعویٰ کلام کا نہ بیان کا غرور ہے — حاسد جلین تو اس مین مرا کیا قصور ہے

مارا دماغِ بحث و سرِ کارزار نیست
لیکن دلِ دو نیم کم از ذوالفقار نیست

لیکن فقط یہ تھا بشریت کا مقتضا اب دیکھو کیسا صبر سے کٹواتا ہون گلا
طاقت بھی دیکھ لی مری غربت بھی دیکھ لو دیکھا غضب تو صبر شہادت بھی دیکھ لو

۱۹۴
یہ سن کے سب ملایکہ کرنے لگے پکا ناگاہ آئی پردۂ گردون سے یہ صدا
کیسا لڑا ہی آج مرا شیر واہ وا سر بر ہو کوئی تجھ سے جہان مین مجال کیا
پر اے حسین مُہرِ پیمبر بھی یاد ہی کچھ تمکو اپنے حزن کا محضر بھی یاد ہی

۱۹۵
سب طرح کا دیا ہی تجھے ہم نے اختیار تو چاہے گر تو ہون ابھی غارت یہ نابکار
پرے گا تو نہ حلق پہ گر تیغِ کین کی دھار تو امتِ نبی نہین ہونے کی رستگار
موقوف تیرے قتل پہ انکی نجات ہی حرمت گناہگارون کی اب تیرے ہاتھ ہی

۱۹۶
سنکر صدا یہ کانپ گئے شاہِ نامدار رکھ لی میان مین وہین شمشیرِ آبدار
کی عرض کبریا سے بصد عجز و انکسار شبیر تیری راہ مین سو جان سے نثار
ہر امر مین تجھی سے عنایت ہون چاہتا اور امتِ نبی کی شفاعت ہون چاہتا

۱۹۷
یہ کہہ کے ظالمون کو پکارے امامِ دین کیون بھاگتے ہو، آؤ کہ لڑنے کے ہم نہین
تن پر لگاؤ نیزہ و شمشیر و تیرِ کین حاضر ہی سر کٹانے کو زہرا کا نازنین
اب رحم بھی نہ مجھ پہ کوئی مطلقا کرے قاتل کہان ہی آکے مرا سر جدا کرے

۱۹۸
سنکر سخن یہ ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار نورانی جسم برچھیون سے ہو گیا فگار
تیرِ ستم گزر گئے سینے سے بیشمار نیزون کے چار سو سے کیے ظالمون نے وار
تیغون سے پیچ سارے عمامے کے کٹ گئے ۱۴۲ گیسو لہو مین ڈوب کے رخ سے لپٹ گئے

۱۹۹
تھے دو ہزار جسمِ شہِ بحر و بر پہ زخم ماتھے پہ زخم تیر کے تیغون کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم، سینہ پہ زخم، اور کمر پہ زخم اور اسکے ما درا، تھے بہتر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہ سنبھلتے تھے گہ ڈگمگاتے تھے غش آتا تھا، تو سرنی پہ سر کو جھکاتے تھے

۲۰۰
ہرگز ہجومِ زخم سے، تن مین رہی نہ تاب بیٹھا زمین پہ جھومتا تھا ابنِ بوتراب

چاہا تھا کشمکش میں کہ ہو جاے گوشہ گیر — چلائے شہ کہ بھاگ نہ اوسر کشون کے پ
پیچھے ہٹے نہ پاؤں مزا ہے یہ جنگ کا — تو بھی تو توڑ دیکھ لے بیرے خدنگ کا

۱۸۷
یان دوش سے کمان کو اُتارا جناب نے — قبضے میں ماہ نو کو کیا آفتاب نے
بیٹے کا ہاتھ چوم لیا بوتراب نے — تا کا خطا کو تیرِ نگہ سے ثواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا — نکلا عقابِ تیر تو پر تولنے لگا

۱۸۸
چلے میں رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ امم — اک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خ
کچھ کہہ کے گوشِ شہ میں چلا تیرِ تیز دم — آواز دی کمان نے رہیے شاہ باکر
چلہ تو شستِ شاہِ زمن سے نکل گیا ۱۳۹ — وان تیر دل کو توڑ کے سن سے نکل گیا

۱۸۹
گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے — نیزے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کمان کشون کے جگر کانپنے لگے — گو تر کشون میں تیر تھے پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے ۱۴۰ — گوشون سے خود اتر گئے چلے چڑھے ہوئے

۱۹۰
آہن میں غرق تھے جو دلیرانِ صف شکن — خود اُنکے تھے سر اُن سے جدا اور سر تن سے تر
زرہیں بھی چاک چاک ہوئیں صورتِ کفن — چار آئینے بھی کٹ گئے ٹکڑے ہوئے بدن
گر گر کے مرکبون سے عدو ہاتھ ملتے تھے ۱۴۱ — آنسو لہو کے چشمِ زرہ سے نکلتے تھے

۱۹۱
پہر مدد فرشتے بھی آئے تھے بے شمار — اور قوم جن بھی حرب کی تھی بس امیدو
سب کہتے تھے کہ اے خلفِ شیرِ کردگار — گر حکم ہو تو آپ پہ ہو جائیں ہم نثا
شہ کہتے تھے کہ گو مرا تن زخم دار ہے — فرزندِ مرتضےٰ کو مدد ناگوار ہے

۱۹۲
تیری مدد کو کافی ہے سر پر مرا خدا — جز ذاتِ حق کسی کا نہیں ہمکو آسر
حلالِ مشکلات پدر جسکا ہو بھلا — پھر غیر کی مدد کا وہ محتاج کب
کٹوا کے اقربا کو نہ خاطر ملول کی — اولاد سے عزیز ہے امت رسول کی

۱۹۳
اور اس گھڑی جو فوجِ مخالف سے میں لڑا — فریادِ اہلِ بیت سنے تھا مضطرب کہ

۱۸
سلطانِ دین کے پاؤں پہ سر کٹ کے گر پڑا — تن مارے ڈر کے چند قدم ہٹ کے گر پڑا
ٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتی تھی خاک پر ۱۳۶ — پہونچوں سے ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر
قبضے سے تیغ بر سے زرہ ہاتھ سے سپر — برچھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشان تری کہیں — پیکان کہیں تھے شست کہیں تھی سری کہیں

۱۸
سر پہ پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی — دو منہ کے پھل زمین پہ چلا یہ نکل چلی ۱۳۷
بجلی سی جس لعین پہ چلی بر محل چلی — پہنچی اِدھر سے تیغ اُدھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دین کو دبا لیا — سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

۱۸
سر پر پڑی تو چنبرِ گردن کو دو کیا — گردن سے بڑھ کے سینہ و جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ زین کے دامن کو دو کیا — دامن کی کیا بساط ہے توسن کو دو کیا
غُل تھا حسین بادشہِ شرق و غرب ہے — سکہ ہے اُسکے نام کا جسکی یہ ضرب ہے

(جنگ)

۱۸
مصروفِ جنگ تیغ سے تھے سرورِ حجاز — چمکا کے اسپ ان سے بڑھا ایک نیزہ باز
مر دینے کیا تھا جو دستِ ستم کا وار — نیزہ اُٹھا کے کہنے لگے شاہِ نامدار
ہان اے اجل گرفتہ کمر استوار کر — نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر

۱۸
مرا اُس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر — نکلا پرے سے ایک قدر انداز بے نظیر
پشتِ کج نہاد و خطا پیشہ و شریر — پلے سے توڑ جاتا تھا جوشن کو جسکا تیر
کیا کوئی اُسکے آگے بھلا سر اُٹھا سکے — رستم بھی جس کمان کی نہ تہیر اُٹھا سکے

۱۸
قبضے میں تیغ سے کے پکارے شہِ زمان — ہان ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جوان
نکلی منہ سے ہان کہ کھچی اُس طرف کمان — کھچنا کمان کا تھا کہ چلا تیرِ بے امان
حلقہ اُدھر کمان کا خم ہو کے رہگیا ۱۳۸ — یان تیغِ شہ سے تیر قلم ہو کے رہگیا
والی اسی روش سے ہوا ترکشِ شریر — تو دے لگائے کاٹ اُسکے حرف نے سارے تیر

جو اُسکا کام تھا سو وہ بھرنے کے ساتھ تھا
جبکا قدم بڑھا نہ سپر تھی نہ ہاتھ تھا

۱۷۳
ہنستی تھی سر تنوں سے جُدا دیکھ دیکھ کے
کرتی تھی ناز، حشر بپا دیکھ دیکھ کے
بیخود تھی، آپ اپنی ادا دیکھ دیکھ کے
چشمک قضا کی تھی کہ ذرا دیکھ دیکھ کے
کہتی تھی تیغ گو کہ سرِ دہی کا ہاتھ ہوں
۱۴۳ تو بیرے دم کے ساتھ ہی میں تیرے ساتھ ہوں

۱۷۴
و درکے خود کا سرِ سر تک اُتر گئی
سر سے گلے کو کاٹ کے بر تک اُتر گئی
ڈوبی مثالِ برق جگر تک اُتر گئی
لیکر جگر کو صاف کمر تک اُتر گئی
زین سے رُکی نہ تنگ سے نہ زیر بند سے
۱۴۴ بوسہ دیا زمین پہ اُتر کر سمند سے

۱۷۵
پیاسی بھی خونِ فوج کی اور آبدار بھی
غل تھا کہ ایک گھاٹ میں پانی بھی نار بھی
بجلی بھی ابر تر بھی خزاں بھی بہار بھی
تلوار بھی چھری بھی سپر بھی کٹار بھی
پانی نے اُسکے آگ لگا دی زمانے میں
آفت تھی ایک جان کی لگانے بجھانے میں

۱۷۶
چلتی تھی ذوالفقار جو سن سن اِدھر اُدھر
دہشت سے چھپتے پھرتے دشمن اِدھر اُدھر
کٹ کٹ گئے گرے ہے تھے سر و تن اِدھر اُدھر
ٹکڑے پڑے تھے خاک پہ جوشن اِدھر اُدھر
ڈر ڈر کے جو سوار گرے وہ قریب گرے
صف پر گری جو صف تو تن پر سر گرے

۱۷۷
رو میں تنوں کے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیے
ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کے پُرزے اُڑا دیے
گردن بچی کسی کی تو شانے اُڑا دیے
پہنچا جو سر پہ ہاتھ تو پہنچے اُڑا دیے
اوچھا بھی وار گر کسی دشمن کے لگ گیا
تن چار ہاتھ تڑپ کے الگ سر الگ گیا

۱۷۸
لے جان نیچے یہ تیغ شہ لافتا پھری
وہ جس طرف پھری اُسی جانب قضا پھری
دل پر جُدا عدو کے گلے پر جُدا پھری
دم بے کے جس طرف پھری مثل قضا پھری
اس بار سے چمکتی ہوئی اُس جیب گری
گیا رعد کی بساط ہی بجلی تڑپ گئی

۱۷۹
کشتے تڑپ رہے تھے برابر زمین پر
زندے تھے خوفِ قتل سے مضطر زمین پر
آئی جو شن سے تیغ دو پیکر زمین پر
۱۴۵ گردن نے دھڑ سے پھینک دیا سر زمین پر

خالق نے منھ دیا تھا عجب آب و تاب کا ۱۲۰ خود اُسکے سامنے تھا بھبھولا حباب کا

۱۶۶
سہمے ہوئے تھے یون کہ کسی کو نہ تھی خبر — پیکان کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
ـردم کی کشمکش سے کمانون کو تھا یہ ڈر — گوشون کو ڈھونڈھتی تھین یہین پہ چھپا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا ۱۲۱ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

۱۶۷
بجلی سی تیغ شعلہ فشان چار سو پھری — میدان مین بھاگتی ہوئی فوج عدو پھری
ـم مین ستمگرون کا بہا کر لہو پھری — سر کاٹ کر جدھر سے پھری سرخرو پھری
یہ اوج تیغِ قدرتِ حق سے عیان ہوا — گویا ہلالِ عید شفق سے عیان ہوا

۱۶۸
ـلطان تھے تن زمین پہ جدا اور سر جدا — زخمی اُدھر پڑے تھے جدا اور ادھر جدا
ـردن جدا تھی سینہ جدا اور کمر جدا — شانے سے ہاتھ، ہاتھ سے تیغ و سپر جدا
پستی یہ جب چمک کی بلندی پہ آتی تھی — گاوِ زمین زمین کے تلے تھرتھراتی تھی

۱۶۹
ـب سن سے فوجِ کفر پہ وہ خنگ جو چلی — گویا سمومِ قہرِ خدا چار سو چلی
ـسمل پھڑک کے رہ گئے یون تندخو چلی — ٹکڑے اُڑا کے ذبح کیا سرخرو چلی
غل تھا برش ہی قہر کی جوہر بلا کے ہین — دم بھر مین فیصلہ یہ کرشمے قضا کے ہین

۱۷۰
ـنی سے دونون ہاتھ جدا تن سے سر جدا — ہر نخلِ قد کی شاخ جدا اور ثمر جدا
ـس ہاتھ سے جو تیغ تو اُس سے سپر جدا — بھائی سے بھائی اور پسر سے پدر جدا
وہ تہلکے بھی ہولِ قیامت سے کم نہ تھے ۱۲۲ کیا تفرقہ پڑا تھا کہ اعضا بہم نہ تھے

۱۷۱
ـھی چلی سپاہ مین آئی جدا ہوئی — پنجہ جو بچ گیا تو کلائی جدا ہوئی
ـف کی جدا پرے کی صفائی جدا ہوئی — تیری جگر مین خون مین نہائی جدا ہوئی
دم توڑے یا مرے کوئی پروا نہ تھی — نکلی جو تن مین تیر کے پھر آشنا نہ تھی

۱۷۲
ـسوار کو گرا کے سنبھلنے نہ دیتی تھی — لاکھون مین ہاتھ ایک کے چلنے نہ دیتی تھی
ـچھپیت کو پرے سے نکلنے نہ دیتی تھی — رستم بھی ہو تو ہاتھ بدلنے نہ دیتی تھی

دم میں نہ وہ غرور، نہ وہ خودسری رہی | مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

۱۵۹

وقتِ دغا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی | تلوار بنگئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی | بنتی تھی نفیِ کفر کی خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسین پیادونکو دل کر | کھالیتی تھی سرون کو دہن کھول کھول کر

۱۶۰

بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دوسر گری | کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پر گری | سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی ادھر گری
زرہیں تنون مین مثلِ کفن چاک ہوگئین | اک آن مین صفین کی صفین خاک ہوگئین

۱۶۱

پڑتی تھی جسکے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف | ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف | چار آئینہ کسی کا کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا | ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

۱۶۲

اک شور تھا کہ تیغ ہے یہ یا خدا کا قہر | بہتی ہے جسکی آگ سے کوسون لہو کی نہر
ناگن ہے یہ، کہ کاٹے کی جس کے نہین ہے لہر | اُتری گلے سے، چڑھ گیا سارے بدن مین زہر
زخمون سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہین | جوہر نہین ہین تیغ مین، دندان مار ہین

۱۶۳

جس پر چلی وہ تیغ دوبارا کیا اُسے | کھنچتے ہی پھر دو ٹکڑے دوبارا کیا اُسے
وان تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اُسے | سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اُسے
نہ زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر | کڑیاں زرہ کی بکھری تھین ان کی زمین پر

۱۶۴

۱۲۹

پس پس کے کشمکش سے کماندار مر گئے | چلتے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے
گوشے کٹے کمانون کے تیر ان کے پر گئے | مقتل مین ہو سکا نہ گزارہ گزر گئے
دہشت سے ہوش اُڑ گئے تھے فکر و وہم کے | سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

۱۶۵

سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے | چلتی تھی ایک تیغِ علی لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے | رُکتی نہ تھی سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے

۱۵۱
الحذر وہ اُن صفوں کی گھوڑی کی جست خیز
تھا رُک کے وہ تازمین کہیں مرمرے تند و تیز
صدقے گنبد سے ایال پہ گیسوے مشک بیز
گرد آوری مین ابر تو بجلی دمِ ستیز
زرّیں قدم کے فیض سے تارے چمک گئے
۱۲۶ جب تیلیان اُٹھین تو ستارے چمک گئے

۱۵۲
جرأت مین رشکِ شیر تو ہیکل مین ہلیتن
پوئی کے وقت کبکِ دری جست مین ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہین ابرِ قطرہ زن
بن بن کے آنے جانے مین طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمین پہ فلک پہ سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

۱۵۴
آنکھین وہ جنکو دیکھ کے حیران رہین غزال
گردن وہ جسکے شرم سے ہے سرنگون ہلال
آہو کی جست شیر کی چتون پری کی چال
دل اُسکے دست و پاے حنائی سے پائمال
ہر نعلِ پا کا حسن یہ تھا اُس جلوس مین
۱۲۷ آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس مین

(ذوالفقار)

۱۵۵
جب رَن مین تیغ تول کے سلطانِ دین بڑھے
۱۲۸ گیتی کے تھام لینے کو روح الامین بڑھے
مانندِ شیرِ نر کہین ٹھہرے کہین بڑھے
گویا علی اُولٹتے ہوئے آستین بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو
مشکلکشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

۱۵۶
جب سَن سے فوجِ شام پہ وہ شعلہ خو چلی
بس سر کے پھل سقر مین سیاہِ عدو چلی
ٹھہری بڑھی چمکتی ہوئی چار سو چلی
آئی کس آب و تاب سے کیا سرخرو چلی
تیزی یوہین زبانِ سخنور مین چاہیے
پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

۱۵۷
اب دم نہ لیجیو یہ اجل اُس سے کہہ گئی
ندی لہو کی دشتِ پُر آفت مین بہ گئی
کاٹی زرہ کڑی بھی پڑی جو وہ سہہ گئی
بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی
غصّے مین مثلِ برق قرار اُسنے کم لیا
لاکھون مین ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم لیا

۱۵۸
پھل اُسکا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا
جسپر پڑی تڑپ کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا
خون بھی اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا

ہے انگلیوں کے منہ میں خیبر کشا کا زور | پانی ہے میرے زور کے آگے ہوا کا زور
اُلٹوں فلک کو یوں جو ہو قصد انقلاب کا ۱۲۳ جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

۱۴۶
آگے بڑھوں جو تیر کو چلّے میں جوڑ کے | بھاگیں خطا شعار کمانوں کو چھوڑ کے
بیکار کردوں شیر کا پنجہ مروڑ کے | پٹکوں زمیں پر درِ خیبر کو توڑ کے
اُلٹوں طبق زمیں کے یوں جھک کے زین سے ۱۲۴ جس طرح جھاڑ دیتے ہیں گرد آستین سے

(اسپ)

۱۴۷
آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح | کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح | دوڑا فرس، نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغِ تیز کوند گئی اس گروہ پر | بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

۱۴۸
صرصر سے تند، بُو سے سُبک رو، ہوا سے تیز | چالاک فہم و فکر سے، ذہنِ رسا سے تیز
طاؤس و کبک و نسر و عقاب و ہما سے تیز | خانے میں اُڑ سکے ہدہد شہرِ صبا سے تیز
ذی جاہ تھا سعید تھا فیروز بخت تھا | رہوار کیا ہوا پہ سلیمان کا تخت تھا

۱۴۹
سمٹا، جما، اُڑا، اِدھر آیا، اُدھر گیا | چمکا پھر اچھال دکھایا ٹھہر گیا
تیروں سے اُڑ کے برچھیوں پر بے خطر گیا | برہم کیا صفوں کو پروں سے گزر گیا
گھوڑے کا تن بھی ٹاپ سے اُس کے ذگار تھا | ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا

۱۵۰
سینہ کشادہ تنگ کمر چست جوڑ بند | گردن میں خم ہلال کا اور اسپ سربلند
جاں دار، بردبار، عدو کش، ظفر پسند | بجلی کسی جگہ کہیں آہو کہیں پرند
سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے ۱۲۵ اتنے ہنر فرس میں، یہ قدرت خدا کی ہے

۱۵۱
پھرتا تھا کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے | سرعت بلائیں لیتی تھی منہ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہِ شام و روم کے | غل تھا یہ غول میں سپہِ سعدِ شوم کے
رخش ایسا کوئی رے میں نہیں شام میں نہیں | یہ شوخیاں تو ابلقِ ایام میں نہیں،

١٣٩
گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ مین ١١٩ پڑ جائین لاکھ آبلے پائے نگاہ مین
تیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے آہو نہ مُنھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے گردون کو تپ چڑھی تھی زمین کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر ١٢٠ بھُن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

١٤٠
گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گمان انگارہ تھے حباب تو پانی شرر فشان
منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زبان تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبون پر جان
پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی ١٢١ ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

(آمد)

١٤١
جب رن مین آمد آمدِ سلطانِ دین ہوئی نورِ خدا کے نور سے روشن زمین ہوئی
آمادۂ نبردِ سپاہِ لعین ہوئی روحِ جناب فاطمہؑ اندوہگین ہوئی
تیغین کھنچی نیامون سے خنجر نکل پڑے شیرِ خدا مزار سے باہر نکل پڑے

١٤٢
آفت مین مبتلا ہون اسیرِ محن بھی ہون فاقہ بھی تین دن کا ہے تشنہ دہن بھی ہون
بیکس بھی ہون ضعیف بھی ہون خستہ تن بھی ہون سیّد بھی ہون غریب بھی ہون بے وطن بھی ہون
ناحق بڑھے ہو تیر کمانون مین جوڑ کے کیا ہاتھ آئے گا مرے بازو کو توڑ کے

١٤٣
میرا ہے اب یہ حال کہ زخمون سے چور ہون جنگل مین موت آئی ہے بستی سے دور ہون
اک خاکسار بندۂ ربِ غفور ہون عالم ہے اُسکی ذات کہ مین بےقصور ہون
کہنے مین بات آتی ہے یہ کچھ گلا نہین ١٢٢ دن تیسرا ہے آج کہ پانی ملا نہین

١٤٤
نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کشا ہون مین جوہر کشائے تیغِ شہِ لافتا ہون مین
شمس الضحیٰ علیؑ ہین تو بدر الدجا ہون مین قرآن گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہون مین
کس آیۂ کریم مین ذکرِ علی نہین قرآن مین کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہین

١٤٥
بخشا ہے مجکو حق نے شہِ لافتا کا زور اس دستِ مُرتعش مین ہے دستِ خدا کا زور

گردن پھرا کے جلد نظر کی سوے خیام — مُنھ پھیرنا تھا آہ، کہ تھا موت کا پیام
برچھی کسی کے سینۂ انور پہ چل گئی — دل اور جگر کو توڑ کے باہر نکل گئی

۱۳۳
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا تھام کر جگر — فرمایا آہ ہمکو دغا کی نہ تھی خبر
سب ہو گئے وہ دستِ بلوریں لہو میں تر — رہوار سے لپٹ گئے ہرنی پہ رکھ کے سر
جز بیکسی نہ تھا کوئی اُس ماہرو کے ساتھ — ٹکڑے کبد کے زخم سے نکلے لہو کے ساتھ

۱۳۴
نکلی اِدھر تو جسم سے اکبر کی جانِ زار — یاں بیبیاں ہوئیں درِ خیمہ پہ بے قرار
فضہ پکاری ڈیوڑھی پہ بڑھ کر یہ ایک بار — اکبر پہ کیا گزر گئی اے شاہِ نامدار
چھریاں غم و الم کی کلیجے پہ چلتی ہیں — جلد آیئے کہ حضرتِ زینب نکلتی ہیں

جنگِ حضرت امام حسینؑ

(شدتِ گرما)

۱۳۵
لوں چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ — ڈھالوں کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا شعلے کا اشتباہ — گلخن بنی ہوئی تھی ہر اک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس میں تھا گزر آفتاب کا — عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

۱۳۶
گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں — ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لوں کہ الحذر وہ حرارت کہ الاماں — رن کی زمیں تو سُرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر — گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

۱۳۷
جھیلوں سے چارپائے نہ اُٹھتے تھے تابہ شام — مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلی تھے تو چیتے سیاہ فام — پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
سُرخی اڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے — ۱۱۷ پانی کنوؤں میں اُترا تھا سایے کی چاہ سے

۱۳۸
آبِ رواں سے مُنھ نہ اُٹھاتے تھے جانور — جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر — ۱۱۸ خسخانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

سرہنگ دُمِ غرور و سیہ قلب و نحس و شوم　　لنگر سے جس کے ہل گئی مقتل کی مرز و بوم
مرحب تھا کفر و شرک میں طاقت میں دیو تھا　　گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

١٢٦
ڈولی گرہ میں نیزۂ ظالم کے، جب سنان　　گھوڑا اُڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکان
لتدر سے زور اُٹھ گیا گھوڑے سے پہلوان　　دہشت شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہان
نیزے کے ساتھ شور اُٹھا اُس گروہ سے　　۱۱۴ لو اژدہے کو لے گیا سیمرغ کوہ سے

١٢٧
ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ　　بدلا تھا اُس نے ٹھاٹھ کہ جھکی ادھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ　　چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی　　جب ہاتھ اُٹھ گیا یہ کلائی کے پاس تھی

١٢٨
لی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال　　شانے پہ آئی سینے پہ لی جب شقی نے ڈھال
ہر کو تاکے کاٹ گئی وہ زرہ کی جال　　جوشن کی کڑی ٹوٹی تھیں کہ مضطر تھا بد خصال
روکے کسے جواب کسے دے کدھر پھرے　　۱۱۵ بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

١٢٩
شمشیر تیز سن سے جو آئی جھجک گیا　　ضربت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
ل کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا　　شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے، نور حق سے کہاں بچ کے جائیگا　　اک دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

١٣٠
لی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریب سر　　اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
فر سے سر میں تھی مر و گردن سے صدر پر　　سینے میں جب بڑھی یہ ہوا تب وہ بے خبر
سب نشۂ غرورِ جوانی اُتر گیا　　۱۱٦ تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

١٣١
لا پرے سے ایک جفا کار و کینہ خواہ　　تھا کید میں خلیفۂ شیطان وہ رو سیاہ
لا یا دیکھ کر طرفِ بارگاہِ شاہ　　آفت ہے پالنے کی محبت بھی آہ آہ
اس نوجوان کے ہجر میں آخر نکل پڑی　　لو گھر سے بنت فاطمہ زہرا نکل پڑی

١٣٢
ا عشق سے چھوٹی کے تو دو قف وہ لالہ فام　　گھبرا گیا حسینؑ کا فرزند نیک نام

بجلی سا ہر جگہ فرسِ تیز گام تھا
اِس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر

۱۱۹
سر خودسروں کے جیسے گردن سے اُڑ گئے
ڈر ڈر کے سب پرندے نشیمن سے اُڑ گئے
تھے قتل عام پر علی اکبر تُلے ہوئے

۱۲۰
وہ حرب و شکوہ وہ شانِ پیمبری
وہ تیغِ خونچکان، وہ جلالِ غضنفری
چالاک آہوانِ ختن اسقدر نہ تھے

۱۲۱
کوتاہ و گرد و صاف کنوتی کمر کفل
سیماب کی طرح نہیں آرام ایک پل
راکب نے سانس لی کہ وہ کوسوں رواں نہ تھا

۱۲۲
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکیِ سمند
سُم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند
گر ہل گئی ہوا سے ذرا باگ، اُڑ گیا

۱۲۳
بجلی کبھی بنا کبھی رہوار بن گیا
گہ قطب، گاہ گنبدِ دوار بن گیا
حیران تھے اُسکی گشت پہ ترک اس ہجوم کے

۱۲۴
چلا رہا تھا یوں پسرِ سعدِ کینہ جو
جاتا ہے ہر زمین روز کا پیاسا کنارِ جو
گھیرو کران میں نیزوں کی اس آفتاب کو

۱۲۵
نکلا یہ سُن کے غیظ میں اک پہلوانِ روم

ششدر تھی موت چار طرف قتلِ عام تھا
پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر
ہاتھ آستین سے اُڑ گئے سر تن سے اُڑ گ
۱۱۰ پائی جو راہ طائرِ جان تن سے اُڑ گ
رستے تھے بند، زخموں کے کوچے کھُلے ہوئے
نعرے وہ زور شور کے، وہ ضربِ حیدر
راکب جو رشکِ حور تو رہوار بھی پر
اُڑ جاتا تھا ہما کی طرح اور پر نہ تھے
کیا خوشنما کشادگیِ سینہ و دُب
پھرتا تھا اس طرح کہ پھرے جس طرح سے ک
۱۱۱ تارِ نفس بھی اُسکے لیے تازیانہ تھا
سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اُسکے جوڑ بن
نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم و سربل
۱۱۲ پتلی سوار کی نہ مُڑی تھی کہ مڑ گیا
آیا عرق تو ابرِ گہربار بن گ
نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گی
۱۱۳ تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے
کس سے کہوں بہا ہے جو اس شیر کا
جانوں کے ساتھ آج گئی سب کی آ
کیوں خاک میں ملاتے ہو موتی کی آب کو
گیتی کی چار دانگ میں تھی جس شقی کی

اک شور تھا کہ بڑھنے نہ دو اس دلیر کو | کشتہ کرو لڑائی میں حیدر کے شیر کو

...گھوڑا کہیں گھرا کہیں اُڑ کر نکل گیا | جو ڈر کے گر پڑا وہ سموں سے کچل گیا

...دن سے مر گیا کوئی کوئی دہل گیا | صف بچھ گئی اودھر کہ جدھر وار چل گیا

مشکیزہ لے کے لاکھوں سے کب تک وغا کریں | کیوں اے بہادرو کہو عباس کیا کریں؟

...سے جو دس ہزار کمانوں سے تیر کین | غربال ہو گیا تنِ عباسِ مہ جبین

...وار اپنا کر گیا جو برابر سے اک لعین | بالائے خاک کٹ کے گرا بازوئے یمین

مڑ کر نگاہ کی کہ الٰہی یہ کیا ہوا | اک ہاتھ رہ گیا تھا سو وہ بھی جدا ہوا

...ھنڈا جو ہو گیا علم شاہِ دین پناہ | عباس نامور نے بھری دل سے ایک آہ

...دانتوں سے پکڑی مشک کہ محنت نہو تباہ | مشکیزے پہ بھی تیر لگا وا مصیبتا

گھوڑے سے ڈگمگائے بصد یاس گر پڑے | پانی کے ساتھ حضرتِ عباس گر پڑے

...ٹھ بیٹھے گر کے حضرتِ عباسِ ذی حشم | گھٹنے کے نیچے مشک تھی زانو پہ تھا علم

...جھک کر زمین پہ غش میں جو سنبھلا وہ با کرم | گرزِ گران عقب سے پڑا سر پہ ہے ستم

ٹکڑے ہوا جگر اسدِ ذوالجلال کا | سر پاش پاش ہو گیا حیدر کے لال کا

جنگ حضرت علی اکبر

...ڑنے کو اس طرف سے عدو سب کے سب بڑھے | تنہا ادھر سے اکبرِ عالی نسب بڑھے

...دمے قدم نہ بنے جھک کے یہ جب بڑھے | گویا پے جہاد امیرِ عرب بڑھے

دہشت سے فوج شام کی بدلی سمٹ گئی | قدرت خدا کی دن جو بڑھا رات گھٹ گئی

...ڈھالوں کو رکھ کے چہرے پہ گر گر پڑے حسود | گو تھے کئی ہزار یہ کیا اُنکی ہست و بود؟

...تھرا گیا تمام جنودِ سقر ورود | نورِ خدا کے سامنے ظلمت کی کیا نمود

عبرت سپاہ شام پہ وہ چند ہو گئی | باجوں کی فوج کین کی صدا بند ہو گئی

...مدھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا | یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا

اب ہاتھ دستیاب نہیں منہ چھپانے کو ۱۰۶ ہاں پاؤں رہ گئے ہیں فقط بھاگ جانے کو
جب شیر سے ترائی کی جانب جھپٹ گئے صف آئی صف پہ گھوڑے پہ گھوڑے الٹ گئے
اب کیا بڑھیں کہ ڈر سے لہو تن کے گھٹ گئے جنکے قدم تھے سب سر اُنکے کٹ گئے
حملوں کے بعد تنتے تھے یوں نعرہ مار کے ۱۰۷ انگڑائی شیر لیتا ہے جیسے ڈکار کے

ہر شے تھی خوفِ ضربتِ شمشیر سے جدا ناوک کمان سے دور، کمان تیر سے جدا
پیرِ حزیں جوان سے، جوان پیر سے جدا چلّے سمٹ کے ہوتے تھے زہ گیر سے جدا
سارے عقابِ تیر غمِ بے پری میں تھے پیکان میں نہ سر ہی تھی، نہ پیکان سر ہی میں تھے

رکتی تھی خود پر نہ جھلم پر نہ ڈھال پر حیرت تھی فوجِ شام کو اس چال ڈھال پر
بالا تھا راستی میں قد اُسکا ہلال پر جوہر فروتنی کے بھی تھے اس کمال پر
جتلاتی یہ دمبدم تھی کہ سرکش ذلیل ہیں چلتے ہیں جھک کے وہ جو نجیب و اصیل ہیں

آئے جو سوئے نہر صفیں موڑ توڑ کے بھاگے، کمانیں تیر، عدو جوڑ جوڑ کے
تلواریں پھینکیں خاک پہ، دم توڑ توڑ کے بھاگے وغا میں گھاٹ کو سب چھوڑ چھوڑ کے
وہ برچھیاں نہ پھر نہ وہ شورِ مصاف تھا جس مورچے پہ تیغ اٹھائی وہ صاف تھا

وہ رہ گئے کہ زخموں سے جو چور چور تھے جو تھے قریبِ نہر وہ سب دور دور تھے
غازی تھے، صف شکن تھے، جری تھے، غیور تھے دریا پہ اور کوئی نہ تھا بس حضور تھے
غل تھا کہ اب بچیں گے نہ ہم اس لڑائی میں بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

ڈالا میانِ نہر جو اسپِ صبا شتاب ۱۰۸ آنکھیں قدم سے ملنے لگے دوڑ کر حباب
موجیں بڑھیں برائے قدمبوسیِ جناب ۱۰۹ اچھلیں علم کے چومنے کو ماہیانِ آب
لہروں کی بجلیاں جو برابر چمکتی تھیں کھلتی تھیں اور حباب کی آنکھیں جھپکتی تھیں

دریا سے مشک بھر کے جو نکلا وہ تشنہ کام پھر گھاٹ پر گھٹا کی طرح آئی فوجِ شام
تنہا یہ جو بطن پہ ہوا پھر ہجومِ عام پھر ہر طرف سے چلنے لگے نیزہ و حسام

ہر دل پہ اسکی شانِ جلالت کا نقش تھا — تمغہ نہ کہیے آیۂ نصرت کا نقش تھا

۹۸
یوں جوشنوں کو چاٹ گئی تیغِ شعلہ رنگ — لوہے کو خاک شور میں کھا جاے جیسے زنگ
کمروں سے کھنچ نہ سکتے تھے خنجر میانِ جنگ — جوشن جو کٹ گئے تھے تو چار آئینے تھے دنگ
تلواریں منہ چھپائے تھیں دربِ شست سے — ڈھالیں لپٹ گئی تھیں سواروں کی پشت سے

۹۹
گرتی تھی کوند کر جو وہ تیغِ شرارہ ریز — دوزخ کھلا تھا، بند تھے سب کوچۂ گریز
چلنے میں تیغ تیز، فرس تیز، ہاتھ تیز — رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامۂ ستیز
کشتے تھے ایک ضرب میں دو ہوں کہ چار ہوں — ششدر تھے سب کہ ہوتے ہیں کیونکر دو چار ہوں

۱۰۰
کاٹی سپر تو کاسۂ سر تک پہنچ گئی — سر پر پڑی تو پیر کے بر تک پہنچ گئی
اترے مثالِ برق جگر تک پہنچ گئی — پی کر لہو جگر کا کمر تک پہنچ گئی
بڑھ کر کمر سے زین پر آئی سرنگ کے — ۱۰۴ ٹکڑے گرے نہ تھے کہ یہ نیچے تھی تنگ کے

۱۰۱
تیغِ دو دم سروں سے گزرتی تھی دمبدم — دوزخ میں فوجِ شام کی بھرتی تھی دمبدم
بڑھتی تھی دمبدم تو ٹھہرتی تھی دمبدم — ندی لہو کی چڑھ کے اترتی تھی دمبدم
ڈر سے جگر بھی آب تھے زہرے بھی آب تھے — ۱۰۵ موجیں تھیں دست و پا کی سروں کے حباب تھے

۱۰۲
نکلا ادھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا — پیدل ہو یا سوار، وہ دو تھا، یہ چار تھا
خوں سے لہو سے دشتِ ستم لالہ زار تھا — بجلی چمک رہی تھی، فرس بیقرار تھا
کیا ہو زرہ سے ضرب جب ایسی گزر گئے — سر یوں برس رہے تھے کہ جیسے جھڑی لگے

۱۰۳
جس سمت گر کے تیغ کا سایہ گذر گیا — سینوں سے دونوں ہاتھ اڑے، سر سے تن اڑا
خالی ہوئی یہ صف وہ پرا خون میں بھر گیا — گھوڑے سمیت گر کے یہ تڑپا وہ مر گیا
گرتا تھا خود جبیں پہ جری ماجرا یہ تھا — بسمل بھی لوٹتے تھے برابر مزا یہ تھا

۱۰۴
دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوتے تھے جاں سے ہاتھ — سر اڑ گئے تنوں سے جدا تھے عناں سے ہاتھ
توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سناں سے ہاتھ — جب کٹ کے گر پڑیں تو پھر اٹھیں کہاں سے ہاتھ

دو دن تو بیکسوں پہ عطش میں گزر گئے
کس پر یہ خون ہوگا جو معصوم مر گئے ؟

۹۱
یہ دھوپ یہ خیام کا جلنا یہ گرم بن
مرجھا گیا ہے احمدِ مختار کا چمن
مانندِ غنچہ پیاس سے کھولے ہیں سب دہن
پانی بغیر اب نہ جئیں گے وہ گلبدن
گرمی سے ہاتھ پاؤں غریبوں کے سرد ہیں
نیلے ہیں ہونٹھ پھول سے رخسار زرد ہیں

۹۲
چلایا شمر تب کہ عبث ہے سوالِ آب
دینگے زبانِ تیغ سے ہم آپ کو جواب
بچوں کی پیاس سے ہے جو حضرت کو اضطراب
پھر کس لیے ہے بیعتِ حاکم سے اجتناب
خیموں سے گھٹنیوں اگر اصغر بھی آئیگا
جز آبِ تیر، پانی کا قطرہ نہ پائیگا

۹۳
یہ سنکے لی نیام سے تیغِ شرر فشان
آواز دی زمین نے کہ یا حافظِ زماں
شعلے نے الحذر کہا بجلی نے الامان
دہشت سے تھرتھرا گیا مریخِ آسماں
ثابت ہوا کہ چہرۂ خورشید کٹ گیا
غل تھا کہ فوجِ شام کا دفتر الٹ گیا

۹۴
بجلی چمک کے ہوتی تھی جب آسمان کے پار
پڑھتا تھا عرش آیۂ کرسی کو بار بار
زیرِ زمین تو گاوِ زمین کو نہ تھا قرار
تھرا رہا تھا شورِ فلک وقتِ گیر و دار
غل تھا علی کی تیغ کا سب رنگ ڈھنگ ہے
جبرئیل کانپتے تھے کہ خیبر کی جنگ ہے

۹۵
ڈھالوں سے شامیوں کے اُدھر چھا گئی گھٹا
دریا پہ جھوم جھوم کے سب آ گئی گھٹا
ایسا بڑھا یہ ابر کہ شرما گئی گھٹا
بارانِ تیر دشت میں برسا گئی گھٹا
کشتوں کو اپنے فوجِ عدو روندنے لگی
جنگل میں برقِ مہرِ خدا کوندنے لگی

۹۶
چمکی جو تیغ آمدِ قہرِ خدا ہوئی
سر پر جو آ گئی تو قیامت بپا ہوئی
سینے سے روح جسم سے گردن جدا ہوئی
خون میں ڈوب چکی، تو نہ پھر آشنا ہوئی
باڑھ اس غضب کی وار وہ اس زور شور کا
دشمن کو اس کا گھاٹ کنارا تھا گور کا

۹۷
ہر دم تھی معرکہ میں اجل اس کے دم کے ساتھ
گرتا تھا خود کٹ کے برابر علم کے ساتھ
رہتی تھی اس طرح ظفر و فتح خم کے ساتھ
جیسے ہمیشہ رہتا ہے سکہ درم کے ساتھ

پہلے تھا ذکر آب تسلی کے واسطے
اب جا کے پانی لاتے ہیں بی بی کے واسطے

۸۴
کہتی ہیں خشک ہونٹ دکھا کر وہ لالہ فام
اے عمو جان مجھ میں نہیں طاقتِ کلام
اصغر کو لے کے ہاتھوں پہ بانوی نیک نام
فرماتی ہیں کہ مرتا ہے ہے یہ تشنہ کام
دکھلاؤ اسکا حال شہِ نامدار کو
ہچکی لگی ہوئی ہے مرے شیر خوار کو

۸۵
لو اب سوار ہوتے ہیں عباسِ نامور
لو دامنِ قبا نے لیا بوسۂ کمر
لو ہٹ کے ہاتھ آپ نے رکھا عیال پر
لو آفتاب خانۂ زین پا یہ ہے جلوہ گر
برچھا لیا سمند کو زانو میں دا بکے
لو وہ ہلال بن گئے حلقے رکاب کے

۸۶
بڑھنے میں صرف ہاں جو دہن سے نکل گیا ۱۰۲
وحشی غزال دشتِ ختن سے نکل گیا
لشکر گلوں کی بو کا چمن سے نکل گیا
جھونکا نسیم کا تھا کہ سن سے نکل گیا
طاؤس کیا کہ برق بھی شرما کے رہ گئی
پچھلے سموں کی گرد نظر آ کے رہ گئی

۸۷
گھوڑا اڑا کہ ہو گئی سرعت ہوا کی گرد
بوے چمن تھی یا قدمِ بادپا کی گرد
جا پہنچی تا بہ فرقِ ثریا ثری کی گرد
اڑ کر سرِ فلک پہ گئی کربلا کی گرد
خورشید کی ضیا تھی سموں کے نشان پر ۱۰۳
نخوت سے تھا زمین کا دماغ آسمان پر

۸۸
نیزہ زمین میں گاڑ کے گونجا جو شیرِ نر
چہروں سے رنگ اڑ گئے تھرا گئے جگر
نکلے رجز میں خشک زبان سے وہ شعرِ تر
جسکے جواب میں فصحا نے جھکائے سر
غل تھا زبانِ ناطقہ الکن ہے لال ہے
لاریب فیہ مصحفِ ناطق کا لال ہے

۸۹
نعرہ یہ تھا کہ گوہرِ برجِ شرف ہوں میں
فرزند صاحبِ شرفِ من عرف ہوں میں
فخرِ سلف جو شاہ ہے اسکا خلف ہوں میں
اللہ و پنجتن ہیں جدھر اُس طرف ہوں میں
رایت سے پیش رو ہوں خدا کی سپاہ کا
پیرو ہوں بادشاہ ہدایت پناہ کا

۹۰
دن تو ہیں تین روز سے بے آب اہلبیت
لیکن قریبِ مرگ ہیں دو طفل تشنہ لب
ہو آل کو ستاتے ہو بے جرم و بے سبب
کچھ مصطفےٰ کا پاس نہیں تم کو ہے غضب

عبّاسِؑ نامدار نے پہلو سے دی صدا ہان اب نہ جانے دیجیو اے سلطنتؑ مرحبا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا سُنتے ہی یہ، فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اُدھر ہو کے پھر پڑا ۱۰۱ مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

عباسِؑ نامدار تو ہنستے چلے اُدھر یعنی خوشی کی جا ہے شہِ دین کو دو خبر
اِس غمکدے مین دہر کے شادی کہان مگر؟ یان اُس بنے پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہلِ شر
لاکھون سے لڑ کے پیاس مین مجبور ہو گئے حربے ہزار ہا جو چلے چور ہو گئے

کیونکر تمام فوج سے اک تشنہ لب لڑے اک اک لڑا نہ آہ، بہم ہو کے سب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ اسیرِ عرب لڑے جا نبازیان ستم کی دکھائین غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا بچپن مین لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

کاٹے رسالے تیغ سے کارِ قلم لیا دستِ یمین نے جنگ مین آرام کم لیا
پھر دستِ چپ مین تیغ و سپر کو بہم لیا تیورا کے سنبھلے مُنہ سے لہو ڈالا دم لیا
یان بند ہو کے آنکھ کھُلی جتنی دیر مین سو تیر دل کو توڑ گئے اُتنی دیر مین

کس حُسن سے حسنؑ کا جوانِ حسین لڑا گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشمگین لڑا
دو دن کی بھوک پیاس مین وہ مہ جبین لڑا سہرا اُلٹ کے یون کوئی دولھا نہین لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے مقتل مین سو گئے ازرقِ شامی کو مار کے

جنگ حضرت عباسؑ

جاتا ہے شیرِ بیشۂ حیدر فرات پر طاری ہر خوفِ مرگ ہر اک ذی حیات پر
صدمہ عجب ہے بادشہِ کائنات پر آنکھون سے اشک بہ رہے ہین بات بات پر
سمجھتا ہے وہ جو قبرِ علی کا چراغ ہے جو حال ہو بجا ہے کہ بھائی کا داغ ہے

حضرت اُدھر تڑپتے ہین تھامے ہوئے کمر عبّاس بیبیون سے ہین رخصت طلب اِدھر
لائی ہے سوکھی مشک سکینہ بچشمِ تر فرماتے ہین بھتیجی کا مُنہ چوم چوم کر

سنبھلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اُٹھا کے جب	قبضے مین لی کمانِ کیانی بصد غضب
چلّے مین تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب	تیوری چڑھائی قاسمِ نوشاہ نے بھی تب
تیرِ نگاہ سے وہ خطاکار ڈر گیا	۹۶	کانپے یہ دونون ہاتھ کہ چلّہ اُتر گیا

بولے یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسن	رُخ پھیر لو نہ او ستم ایجاد پیلتن
چلائے بڑھ کے حضرتِ عباسِ صف شکن	کیا خوب تجکو یاد ہین تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی چتون کی شان کو	دعوی ہی ہر کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

دو سمت سے چلے جو ملامت کے اُسپہ تیر	چلایا تیغِ تیز علم کر کے وہ شریر
ہان اے حسنؑ کے لعلِ بدخشان بدہ بگیر	نکلے چمک کے یان سے بھی تیغِ قضا کے تیر
چمکا کے تیغِ تیز جو قاسم سنبھل گئے	سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

مانندِ شیر غیظ مین آیا وہ پیل تن	۹۷	آنکھین اُبل پڑین صفتِ آہوے ختن
مارا زمین پہ ٹاپ کہ لرزا تمام تن	چلائے سب کہ گھوڑے پہ بھی لو چڑھا ہی جن
میخین زمین کی اُسکی تگاپو سے ہل گئین	دونون کنوتیان بھی کھڑی ہو کے مل گئین

چھل بل دکھائی فوج کو، دوڑا، تھما، اُڑا	۹۸	صورت بنائی، جست کی، سمٹا، جما، اُڑا
دیکھی زمین کبھی، کبھی سوئے سما اُڑا	مثلِ سمندِ بادشہِ اِنما اُڑا
جن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو شکار تھا	گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا.

دونون طرف سے چلنے لگے وار یک بیک	دو بجلیان دکھانے لگین ایک جا چمک
تکنے لگے فلک کے دریچون سے سب ملک	اک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک
چہرہ پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی	۹۹	یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

لایا جو حرفِ سخت زبان پر وہ بدخصال	جھپٹا مثالِ شیرِ درندہ حسنؑ کا لعل
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بصد جلال	اُسنے نہ ہٹے کہ لڑ گئی اُسکی سپر سے ڈھال
ادھر لگی کہ ہوش اُڑے خود پسند کے	۱۰۰	گھوڑے نے پاؤن رکھ دیے سر پر سمند کے

۶۲
قاسم نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور — رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرو
فرمایا صدقے مین تری ہمت کے ای غیور — دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہین د
ہشیار جانِ عم کہ دمِ کار زار ہے — جاتا ہے اب کہان یہ تمھارا شکار ہے

۶۳
کیون تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار — بیٹا سپر تو ہاتھ مین لے لو چچا نثار
صدقے ترے حواس کے ای میرے شہسوار — ہان دونون پاؤن رکھیو رکابون مین استوا
آنے دو اسکو تیغ ابھی دم بھر تھمی رہے — گھوڑا نہ بد مزاج ہو پٹری جمی رہے

۶۴
فارس ہے ہمسا کون تہِ چرخِ چنبری — دکھلا رہے ہو صاحبِ دلدل کی نگہد
صدقے مین ای نہنگِ محیطِ دلاوری — دکھلا دے ضربِ تیغِ جہانگیر حیدری
اژدر یہ بل ہو آنکھون سے آنکھین لڑی رہین — بھاری زرہ وہ پہنے ہے جو ٹین کڑی رہین

۶۵
نیزہ ہلا کے جانبِ قاسم بڑھا وہ یل ۹۵ — دولہا نے مسکرا کے صدا دی سنبھل سنبھل
گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے منہ کے بل — تو ہے فرس پہ اور تری گردن پہ ہے اجل
ضیغم ہین بیٹے اسدِ ذوالجلال کے — کیجو سنان کے وار ذرا دیکھ بھال کے

۶۶
یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزے کو دی نکال — چمکی انی تو برق پکاری کہ الاما
اک بند بالا کر جو فرس سے کہا کہ ہان — ڈانڈ آئی ڈانڈ پر تو سنان سے لڑی سنا
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا — غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

۶۷
قاسم نے زور سے جو انی پر رکھی انی — بھاگا شقی کے جسم سے زور
بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کے آ بنی — تھی اس سنان کی نوک کہ ہیرے کی تھی ک
اُڑ کر گری زمین پہ سنان اس کمان سے — گرتا ہے جیسے تیرِ شہاب آسمان سے

۶۸
جھنجھلا کے چوبِ نیزہ کو لایا وہ فرق پر — قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے س
دو انگلیون مین نیزہ دشمن کو تھام کر — جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی ک
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا — دو انگلیون سے کام لیا ذوالفقار کا

۵۵
جھپٹا برادرِ سوم اُس کا بکر و فر　　تلتے ہوئے وہ گرد گران سر کہ الحذر
یان بہرِ حفظ دستِ ید اللہ تھی سپر　　تیغ دودم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یون دو کیا عمودِ سرِ نابکار کو　　جس طرح تیغِ تیز اُڑا دے خیار کو

۵۶
مرتے ہی اُسکے فوج سے چوتھا پسر بڑھا　　۹۱ قاسم پکارے او یلِ خود سر کدھر بڑھا؟
سُنتے ہی یہ، وہ تیغِ دودم کھینچ کر بڑھا،　　جھنجھلا کے مجتبیٰ کا بھی لختِ جگر بڑھا
لڑتا وہ کیا کہ تیرِ اجل کا نشانہ تھا　　اک ہاتھ مین نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

۵۷
ہیجان ہوئے نبرد مین بیٹے جو اُسکے چار　　ارزق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
جوشِ غضب سے سُرخ ہوئین چشمِ نابکار　　مثلِ تنور مُنہ سے نکلنے لگا بخار
جیبِ قبا کو مثلِ کفن پھاڑتا ہوا　　۹۲ نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

۵۸
فوجین ادھر دعا کی پڑھین سوئے آسمان　　بل کھا کے اُس طرف یہ پکارا وہ بدزبان
رستم بھی ہو تو کھینچ نہین سکتی مری کمان　　جوشن کو توڑتا ہے مرا تیرِ بے امان
ہر اُسکی فتح ساتھ ہو ہمین جب رئیس کے　　سُرمہ کیا ہے دیو کو چکی مین پیس کے

۵۹
قاسم نے دی صدا کہ بس اب کر زبان کو بند　　اللہ کو غرور و تکبر ہے ناپسند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سر بلند　　نیزے کا بند باندھ کوئی چھیڑ کر سمند
دیکھین بلند کون ہے اور پست کون ہے　　کھُل جائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے

۶۰
آگے ہمارے دعوئے جرأت خدا کی شان　　۹۳ گُدی سے کھینچ لون ابھی بڑھ کر تری زبان
مغرور اسپہ ہے کہ مین لڑکا ہون نوجوان　　لے میان سے کہ اسکا بھی ہو جائے امتحان
ہین خیبر شیر خوارہ بار بار سپہر کے　　جھولے سے پھینکتے ہین اژدر کو چیر کے

۶۱
قائل کیا جو مصحفِ ناطق کے لال نے　　۹۴ تر کر دیا اُسے عرقِ انفعال نے
برچھا اُٹھایا ہاتھ مین اُس بدخصال نے　　چھیڑا فرس کو قاسمِ یوسف جمال نے
تکنے لگے صفون سے جوان سب لڑے ہوئے　　عباسِ نامدار قریب آ کھڑے ہوئے

قاسم یہ نعرہ زن ہوئے چمکا کے راہوار
امداد، وقتِ جنگ ہے شیرِ دن کو ناگوار
کافی ہے بس ہمین سپرِ حفظ کردگار
او خیرہ سر، اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنے ضربِ طمانچہ قضا کا ہے
آ کوئی وار کر جو ارادہ وغا کا ہے

۴۹
یہ سنتے ہی کمان کو اُٹھا کر بڑھا شریر
چلّے مین تین بھال کا جوڑا شقی نے تیر
تھا بسکہ تیز دست حسن کا ہے شیر
بجلی سی آئی کوند کے شمشیر بے نظیر
یون قطع انگلیان ہوئین اُس تیرہ بخت کی
جیسے کوئی قلم کرے شاخین درخت کی

۵۰
اک ہاتھ مین جو کٹ کے گرا دستِ نابکار
بولے کمر مین رکھ کے وہ شمشیر آبدار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑ، او خطا شعار
پکڑا کمان کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلہ جو کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے
رستم کی روح چھپ گئی تودے مین خاک کے

۵۱
چُٹکی سے چھوٹ کر جو چلا تیر بے امان
قربان تیرے ہاتھ کے، چلائی یہ کمان
بچتی ہے کب خدنگِ اجل سے کسی کی جان؟
نکلا وہ تیر توڑ کے سینہ کے استخوان
اکدم مین دی شکست خطا کو ثواب نے
غُل تھا قفس کی تیلیان توڑین عقاب نے

۵۲
مرکب سے گر کے مرگیا جب وہ عدوے دین
نکلا اُدھر سے پھر پسرِ ثانیے لعین
نیزے کو تولتا ہوا مغرور و خشمگین
ابرو پہ بل نگاہ مین قہر اور جبین پہ چین
ہمراہ اسکے تیغ بکف سو سوار تھے
اور اس طرف مدد کو شہ ذوالفقار تھے

۵۳
نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند
بجلی سا کوندنے لگا دولھا کا بھی سمند
نیزہ اُڑا کے نیزے سے یہ کی صدا بلند
کیون تو نے دیکھے نیزۂ مشکل کشا کے بند
یہ سُن کے اُسنے ڈھال کو چہرے پہ گو لیا ۸۹
تیلی کو بے حیا کی سنان مین پرو لیا

۵۴
بیکار کو رہو کے ہوا جب وہ خیرہ سر ۹۰
پٹکے مین ہاتھ ڈال کے ٹیکا زمین پر
آواز دی زمین نے کہ فی النار و السقر
جا تو بھی ہے برادرِ عینی ترا جدھر
جز موت کچھ شقی کو نہ اُس دم نظر پڑا
آنکھین کھلین تو قعرِ جہنم نظر پڑا

لپٹا کے اُسکو چھاتی سے بولے شہِ امم
پیارے تمہارا داغ بھی دل پر رہیں گے ہم
یہ پیش و پس ہے منزلِ ہستی میں کوئی دم
تم آگئے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہیں جو راہ ہے خنجر کی دھار پر
ہر دم خدا کا فضل ہے اِس خاکسار پر

پہنچا جو رزم گاہ میں وہ غیرتِ قمر
نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا اِدھر اُدھر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر
خورشیدِ خاوری کی بھی تو خیرہ ہے نظر
اللہ رے چمک رُخِ پر آب و تاب کی
سہرہ بنا ہوا ہے کرن آفتاب کی

ناگہ رجز یہ پڑھنے لگے قاسمِ جری
عالم میں کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم حیدری ہیں ہم میں ہے زورِ غضنفری
ہم سے ہے اوجِ پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہے حرب و ضربِ شہ خاص و عام کا
سکہ ہے شش جہت میں ہمارے ہی نام کا

ناگاہ فوجِ شام سے تیرِ ستم چلے
تیر و سنان و نیزہ و خنجر بہم چلے
قاسم بھی یاں سے کھینچ کے تیغِ دو دم چلے
اعدا پہ چھیڑ کر فرسِ خوش قدم چلے
پیدل تو اُس قطار کے تھے کس شمار میں
دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار میں

تھا ابن سعد شوم کو اُس دم بہت ہراس
غرقِ سلاح، ارزقِ شامی کھڑا تھا پاس
اُس سے کہا کہ فوج نہایت ہے بے حواس
تو جا کے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رُکتا ہے برچھیوں سے نہ دامِ کمند سے
جلدی سناں پہ اِسکو اُٹھا لے سمند سے

لکھا ہے چار تھے پسرِ ارزقِ پلید
دشمن تو آلِ پاک کے، شیطان کے مُرید
بلا یہ اُنکو دیکھ کے وہ پیروِ یزید
ہاں جا کے اِس یتیم کو جلدی کرو شہید
رُلواؤ قبر میں حسنِ دِل ملول کو
بیوہ بنادو دخترِ سبطِ رسول کو

نکلا یہ بات سُنتے ہی اُنمیں سے ایک پل ۸۸
پیچھے چلی شریر کے ہنستی ہوئی اجل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بل
ہاں اے حسن کے لال خبردار ہو سنبھل
کام آئے کچھ تو نامِ شہِ ذوالفقار لے
پشتی پہ ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

ہر وقت چاہیے مددِ شیرِ ذوالجلال — نعرے ابھی کریں تو ہلے عرصۂ قتال
اُتری ہے تیغ جنکے لیے وہ دلیر ہیں — سب ہمکو جانتے ہیں کہ شیرِ دکن کے شیر ہیں

۳۵
یہ چھیڑ جو کرتے تھے باہم وہ گلعذار ۸۵ — شبیر دیکھتے تھے کنکھیوں سے بار بار
یاں آکے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار — سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جان نثار
جرأت ٹپک رہی ہے ہر اک کے کلام سے — یہ بچے رکیں گے بھلا فوجِ شام سے؟

۳۶
یہ سن یہ زور شور یہ عمرین یہ آن بان ۸۶ — یہ بھولے بھولے منھ یہ جوانمردیاں یہ شان
باتیں رجز سے کم نہیں اللہ رے خوش بیان — چلتی ہے ذوالفقار علی کی طرح زبان
کس دبدبہ سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں — گویا چلیں لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہیں

۳۷
یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف ۸۷ — مشکل کشا کی فوج نے باندھی ادھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوے ابن شہ نجف — سینوں کو غازیوں نے ادھر کر دیا ہدف
تھا بسکہ شوقِ جنگ ہر اک شہ کے ماہ کو — جوش آگیا دغا کا حسینی سپاہ کو

۳۸
اللہ رے علی کے نواسوں کی کارزار — دونوں کے نیمچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار — گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا تھا شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں — دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

۳۹
وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں — آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کمان کش کنائیاں — فوجوں میں تھیں نبی و علی کی دوہائیاں
شوکت ہو بہو تھی جنابِ امیر کی — طاقت دکھا دی شیروں نے زینب کے شیر کی

جنگ حضرت قاسمؑ

۴۰
جب خیمۂ حسین سے نکلا حسن کا لال — دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرور بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہکر وہ خوش خصال — دیجے رضاے حرب مجھے بہر ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبط نبی بہر نہ روکیو — شبر نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

پھولون کو سے کے بادِ بہاری پہنچ گئی — بستانِ کربلا مین سواری پہنچ گئی،

۲۸
ناگاہ تیر اُدھر سے چلے جانبِ امام — گھوڑا اڑھا کے آپنے حجت بھی کی تمام
نکلے اِدھر سے شہ کے رفیقانِ تشنہ کام — بے سر ہوئے پرون مین، سرانِ سیاہِ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیرِ تنگ تھی — اک اک کی جنگ مالکِ اشتر کی جنگ تھی

۲۹
نکلے پے جہاد عزیزانِ شاہِ دین — نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمین
روباہ کی صفون پہ چلے شیرِ خشمگین، — کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعین
بجلی گری پرون پہ شمال و جنوب کے — کیا کیا لڑے ہین شام کے بادل مین ڈوب کے

جنگ حضرت عونؑ و محمدؑ

۳۰
نامِ خدا ہین عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل — اک مہر بے نظیر ہے اک بدر بے عدیل
افروختہ ہین رُخ یہ شجاعت کی ہے دلیل — ہمت بڑی ہے گو کہ ہین عمرین ابھی قلیل
مثلِ علی ہین جنگ و جدل پر تُلے ہوئے — دونون کے پنجوں کے ہین ڈورے کھلے ہوئے

۳۱
وہ اشتیاقِ جنگ مین لڑکون کے ولولے — ۸۲ بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے — سب فاطمہؑ کی بیٹیون کے گود کے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا — جس پر علی نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۳۲
اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے — ۸۳ یہ نیمچے نہ لیوین گے دم بے لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے — صدقے ہون اس قدم پہ یہ سر ہین اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا — آج آپ دیکھیے گا تماشہ لڑائی کا

۳۳
سمجھین یہ خادمانِ اولوالعزم کے نہ جائین — ۸۴ جب چاہین معرکے مین ہمین آپ آزمائین
تن تن کے روکین برچھیان ہنس ہنس کے زخم کھائین — بجلی گرے تو مُنھ پہ جھپک کر سپر نہ لائین
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھین نکالیے — بڑھ کر ہٹین جو پاؤن تو سر کاٹ ڈالیے

۳۴
کہتے تھے شکر اکہ یہ زینب کے دونون لال — کھلتے ہین خود دلیرون کے جوہر دمِ جدال

یون دیکھنے کو سب ہین بزرگون کے طور یان　تیور بھی انکے اور ارادے بھی اور ہین

۲۱
بس جسکو تم کہو اُسے دین فوج کا علم　کی عرض جو صلاحِ شہِ آسمان حشم
فرمایا جب سے اُٹھ گئین زہراے با کرم　اُس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہین ہم
مالک ہو تم، بزرگ کوئی ہو کہ خرد ہو　جسکو کہو اُسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

۲۲
نو دس برس کے سن مین یہ جرأت یہ ولولے　بچے کسی نے دیکھے ہین ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر انکے نہ قدمون سے مُنھ ملے　کس گود مین بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بیشک یہ ورثہ دارِ جنابِ امیر ہین　پر کیا کہون کہ دونون کی عمرین صغیر ہین

۲۳
بولین بہن کہ آپ بھی تو لین کسی کا نام　ہے کس طرف توجہ سردارِ خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہین شہِ آسمان مقام　قرآن کے بعد ہے تو علی کا ہے کچھ کلام
شوکت خدم ہین شان مین ہمسر نہین کوئی　عباس نامدار سے بہتر نہین کوئی

۲۴
آنکھون مین اشک بھر کے یہ بولے شہِ زمن　ہان تھی یہی علی کی وصیت بھی اے بہن
اچھا بلائین آپ کدھر ہے وہ صف شکن　اکبر چچا کے پاس گئے سُن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہِ غیور کو　چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

۲۵
زیرِ علم تھے خاک بسر شاہِ خاص و عام　باتون پہ اُسکی روتی تھین سیدانیان تمام
کی عرض آ کے ابن حسنؑ نے کہ یا امام　انبوہ ہے بڑھی چلی آتی ہے فوج شام
شہ بولے یہ علم لیے باہر نکلتے ہین　ٹھہرو بہن سے ملکے گلے ہم بھی چلتے ہین

۲۶
ناگہ بڑھے علم لیے عباسؑ باوفا　دوڑے سب اہلِ بیتؑ کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اُٹھا کے یہ ایک ایک سے کہا　لو، الوداع، اے حرمِ پاکِ مصطفےٰ
صبحِ شبِ فراق ہے پیارون کو دیکھ لو　سب مل کے ڈوبتے ہوئے تارون کو دیکھ لو

۲۷
تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا　جون جون وہ سوے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑون کی لین سوارون نے باگین، علم بڑھا　رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا

لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے　　کیوں آئے تم یہاں علی اکبر کو چھوڑ کے

۱۴ سر کو ہو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس　　۷۸　　ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مرے حواس　　بس قابلِ قبول نہیں ہے یہ التماس
رونے لگو گے تم جو بُرا یا بھلا کہوں　　اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہوں؟

۱۵ عمریں قلیل اور ہوسِ منصبِ جلیل　　۷۹　　اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ماں صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل　　ہاں اپنے ہمسنوں میں تمھارا نہیں عدیل
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے　　جو ہو سکے نہ کیوں بشر اسکی ہوس کرے

۱۶ اِن ننھے ننھے ہاتھوں سے اُٹھے گا یہ علم؟　　چھوٹے قدوں میں سب سے سنو ہیں سبھوں سے کم
نکلیں تنوں سے سبطِ نبی کے قدم پہ دم　　عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے　　ماں صدقے جائے آج تو مرنے میں نام ہے

۱۷ پھر تمکو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار؟　　۸۰　　زیبا نہیں ہے وصفِ اضافی پہ افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار　　دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیوں کہو کہ لال خدا اولی کے ہیں　　فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علی کے ہیں

۱۸ ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام　　غصّے کو آپ تھام لیں اے خواہرِ امام
واللہ کیا مجال جو اب لیں علم کا نام　　کھل جائے گا لڑیں گے جو یہ باوفا غلام
فوجیں بھگا کے گنجِ شہیداں میں سوویں گے　　تب قدر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہوویں گے

۱۹ بس کہہ کے یہ ہٹے جو سعادت نشاں پسر　　چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کے جگر
تے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر　　ٹھہرو ذرا بلائیں تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بُری لگی؟　　۸۱　　بچو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھری لگی

۲۰ زینب کے پاس آکے یہ بولے شہِ زمن　　کیوں تم نے دونوں بیٹوں کی باتیں سنیں بہن؟
مردوں کے خیر عاقل و جرار و صف شکن　　زینب، وحید عصر ہیں، دونوں یہ گلبدن

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار　　اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار　　تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیلِ کردگار
طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں　۵،　جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

جنگ کی تیاری

ہتھیار اِدھر لگا چکے آقائے خاص و عام　　تیار اُدھر ہوا علمِ سیّدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام　　روتی تھیں تھامے چوبِ علم خواہرِ امام
تیغیں کمر میں دوش پہ شملے پڑے ہوئے　۶،　زینب کے لال زیرِ علم آ کھڑے ہوئے

گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار　　مرفق تک آستینوں کو اُلٹے بصد وقار
جعفر کا رعب دبدبۂ شیرِ کردگار　　بوٹے سے اُنکے قد پہ نمودار نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے　۷،　رائت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گہ ماں کو دیکھتے تھے گہے جانبِ علم　　نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم　　آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیِ ولی کے نشان کا　　اماں کسے ملے گا علم ناناجان کا

کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال　　ہم بھی محق ہیں آپ کو اِسکا رہے خیال
پاسِ ادب سے عرض کی ہمکو نہیں مجال　　اِسکا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں　　عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

ہمثِل تھے رسول کے لشکر کے سب جوان　　لیکن ہمارے جد کو نبی نے دیا نشان
خیبر میں دیکھتا رہا منہ لشکرِ گران　　پایا علم علی نے مگر وقتِ امتحان
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں　　پوتے اُنھیں کے ہم ہیں اُنھیں کے نواسے ہیں

زینب نے تب کہا کہ تمھیں اس سے کیا ہے کام　　کیا دخل مجکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام　　بگڑوں گی میں جو لو گے علم کا زبان سے نام

مرثیہ دوم

صبحِ شہادت

۱
جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے　　جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوے فلک شہِ گردون رکاب نے　　مڑ کر صدا رفیقون کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثناے خدا کرو　　اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

۲
یہ سن کے بسترون سے اُٹھے وہ خدا شناس　　اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنون مین کیے سب نے بے ہراس　　باندھے عمامے آئے امامِ زمان کے پاس
رنگین عبائین دوش پہ کمرین کسے ہوئے　　مشک و زباد و عطر مین کپڑے بسے ہوئے

۳
خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال　　جنمین کئی تھے حضرتِ خیر النسا کے لال
قاسم سا گلبدن علی اکبر سا خوش جمال　　اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال
سب کے رخون کا نور سپہرِ برین پہ تھا　　اٹھارہ آفتابون کا غنچہ زمین پہ تھا

۴
وہ صبح اور چھاؤن ستارون کی، اور وہ نور　　دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوجِ طور
پیدا گلون سے قدرتِ اللہ کا ظہور　　وہ جا بجا درختون پہ تسبیح خوان طیور
گلشن خجل تھے وادیِ مینو اساس سے　　جنگل تھا سب بسا ہوا پھولون کی باس سے

۵
ٹھنڈی ہوائین سبزۂ صحرا کی وہ لہک　　شرمائے جس سے اطلسِ زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختون کا پھولون کی وہ مہک　　ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے　　پتّے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

۶
وہ قمریون کا چار طرف سرو کے ہجوم　　کوکو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم　　جاری تھے وہ جو اُنکی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِ علا کی مدح　　ہر خار کو بھی نوکِ زبان تھی خدا کی مدح

نسبت نہین ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو | ہفتہ مین دکھائے تو کوئی دسِ مہِ نو کو

۱۵۸
وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار | گنجینۂ علمِ احدی مخزنِ اسرار
قرآن کو رکھ لیتے ہین سر پر جو ہین دیندار | کیا قہر ہے وان پاؤن دھرے شمرِ ستمگار
سینہ پہ نہ تھا اُسکا قدم حشر بپا تھا | ہو جاتی یہ دُنیا تہ و بالا تو بجا تھا

سفرِ اہلِ بیت

۱۵۹
میدان مین ہوا خاتمہ جب آلِ عبا کا | گھر ہو گیا تاراج امامِ دوسرا کا
کنبہ ہوا محبوس شہِ عقدہ کشا کا | عُریان ہوا سر بلوے مین خاصانِ خدا کا
جن بیبیون کا سایہ بھی دیکھا نہ کسی نے | افسوس اُنھین بے پردہ کیا فوجِ شقی نے

۱۶۰
قطعِ نظر ان باتون کے لب تشنہ و بیمار | پاؤن پہ ورم، دردِ سر، اور تپ مین گرفتار
تھا ضعف سے اک گام اُٹھانا جسے دشوار | بیدل لیے جاتے تھے اُسے ظالم غدار
غش آتا تھا گر راہ مین تشنہ دہنی سے ۲، | ظالم اُسے چونکتے تھے نیزونکی انی سے

۱۶۱
تھا گردنِ لاغر مین تو اک طوقِ گلوگیر | اور پاؤن مین بیمار کے پہنائے تھے زنجیر
چلنے مین جو گر پڑتا تھا با حالتِ تغیّر ۳، | اونٹون پہ حرم روتے تھے اور ہنستے تھے بے پیر
اُٹھنے کی تقید کوئی کرتا تھا بگڑ کر | کانون پہ کوئی کھینچتا تھا طوق پکڑ کر

۱۶۲
سر پر نہ عمامہ ہے نہ ہے پاؤن مین نعلین | ہین شدتِ آزار سے سوجی ہوئی ساقین
لب خشک حرارت سے جگر سینے مین بےچین | اشک آنکھون مین اور دل مین غمِ قبلۂ کونین
منزل پہ بھی کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے عابدؑ ۴، | اعجازِ امامت سے فقط جیتے تھے عابدؑ

۱۶۳
خامے کو بس اب روک انیس جگر افگار | خالق سے دعا مانگ کہ اے ایزدِ غفار
زندہ رہین دنیا مین شہِ دین کے عزادار | غیر از غمِ شہ انکو نہ غم ہو کوئی زنہار
آنکھون سے مزارِ شہِ دلگیر کو دیکھین | اِس سال مین سب روضۂ شبیر کو دیکھین

اب حلق ہے اور مرحلۂ تیغِ جفا ہے　　ہان صابر و شاکر دمِ تسلیم و رضا ہے

۱۵۱
پہلو سے صدا حضرتِ زہرا کی یہ آئی　　دو روز کے فاقے مین یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند کہ پائی کہ نہ پائی　　ہان صدقے گئی دُکھ گئی ہوویگی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا لینے دو بیٹا　　ہاتھون کی بلائین تو مجھے لینے دو بیٹا

۱۵۲
آئی جو یہ آواز شہِ کون و مکان کو　　پھرا کے رکھا میان مین تیغِ دوزبان کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عنان کو　　جاتے ہو کہان قتل کرو تشنہ دہان کو
کردو خبر اُسکو بھی کہان شمرِ لعین ہے　　اب آؤ کہ لڑنے کا مجھے حکم نہین ہے

۱۵۳
یہ سُنکے پھرے لاکھ جوان دست بہ شمشیر　　یا کوئی نہ آسکتا تھا یا گھر گئے شبیر
تلوار برابر سے لگانے لگے بے پیر　　بس ٹوٹ گئین پسلیان ساری جو چلے تیر
تیغون سے جو سب عضوِ تنِ پاک کٹے تھے　　زخمون کیے بھی ماتم مین گریبان پھٹے تھے

۱۵۴
تلوارون سے پُرزے تھا عمامہ تو قبا چاک　　تھی گل کی طرح خون مین ڈوبی ہوئی پوشاک
سیپارہ تھے جزوِ تنِ سبطِ شہِ لولاک　　سو ٹکڑے تھی تلوارون سے جلدِ بدنِ پاک
کٹ کٹ کے کمر بندِ ید اللہ کھلا تھا　　شیرازۂ قرآنِ تنِ شاہ کھلا تھا

۱۵۵
غش کھا کے جو ہرنے پہ جھکے سیدِ ابرار　　خولی نے لگائی سرِ پُرنور پہ تلوار
سر تھام کے ہاتھون سے جو سیدھے ہوے اکبار　　برچھی بن اشعث کی کلیجے کے ہوئی پار
مہمان تھے دنیا مین فقط چند نفس کے　　غش ہو گئے نیزے سے سنانِ ابنِ انس کے

۱۵۶
وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیر　　اندھیر ہے اُسپر بن اشعث کا لگا تیر
سجدے کرین محرابِ حرم کی ہے یہ توقیر　　اُن ابرؤون پر آہ چلے ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہین دیندار حرم مین　　آنکھین وہ لہو روتی تھین فرزند کے غم مین

۱۵۷
وہ شمعِ سرِ طور سی پُرنور کلائی　　اُسپر چلے شمشیر دہائی ہے دہائی
منھ دیکھ لو صاف ایسی ہتھیلی مین صفائی　　ہے سب پہ کھلی اُنگلیون کی عقدہ کشائی

پہنچی جو جھک کے کسی ظالم کی سپر تک — بجلی سی سپر سے وہ گئی کاسۂ سر تک
اللہ رے صفائی نہ ہوئی اسکو خبر تک — یہ سر سے گئی سینے پہ سینے سے کمر تک
کاٹی کمر اس طرح سے دو کرکے زرہ کو — جس طرح کوئی کھول دے ناخن سے گرہ کو

۱۴۵
لوہے کی سپر کاٹ کے دستانے میں پہنچی — دو کرکے سپر خود کے پیمانے میں پہنچی
غرض سر و گردن سے چلی شانے میں پہنچی — شانے سے بڑھی روح کے کاشانے میں پہنچی
سرکش کا لہو خاک پہ برسا دیا اسنے — تب نکلی کہ جب خانۂ تن ڈھا دیا اسنے

۱۴۶
وہ روپ وہ جسم خم وہ دل اسکا وہ بر اسکا — وہ قد وہ بدن صاف، وہ رخ جلوہ گر اسکا
ہر ہاتھ میں منہ چوم رہی تھی ظفر اسکا — محبوب تھی ہر خانۂ تن میں تھا گھر اسکا
کس کا یہ جگر تھا اسے روکے جو سپر سے — سینے میں در آمد تھی برآمد تھی جگر سے

۱۴۷
بجلی کا چلن شعلہ کی خو، سرکش و بیباک — ہر ہر سے سبک دست، گران قیمت و چالاک
خونخوار جفاکار و ستم پیشہ و سفاک — کج بازو سر انداز و ترش رو و غضبناک
خود آب بگیر آگ لگا دینے کو آندھی — ہستی کے چراغون کے بجھا دینے کو آندھی

۱۴۸
بسمل ہوا جسکو لچک اسکی نظر آئی — بجلی سی جو چمکی تو کلیجون میں در آئی
جو رنگ کیا اسکو اسے آٹھ کر آئی — اٹکھیلیان کرتی ادھر آئی ادھر آئی
حورون میں یہ گرمی نہ لگاوٹ یہ پری میں — بیدم کیا لاکھون کو اسی عشوہ گری میں

۱۴۹
فولاد کی ڈھالون پہ وہ تلوار نہ ٹھہری — اک دم بھی میان صفِ کفّار نہ ٹھہری
سر سیکڑون کاٹے کہین زنہار نہ ٹھہری — خون اتنے کیے اور گنہگار نہ ٹھہری
مجرم رہی سرکش رہی بیباک رہی وہ — دھبّا نہ لگا خون سے بھی پاک رہی وہ

(خاتمۂ جنگ)

۱۵۰
جب بیس ہزار اہلِ ستم جان سے مارے — آواز یہ آئی کہ بس اے شیر ہمارے
جوہر ہیں بزرگون کے تری ذات میں سارے — تو وہ ہے کہ لاکھون سے لڑائی میں نہ ہارے

۱۳۷ دکھلا کے گل زخم بدن سے نکل آئی | شمشیر خزاں تھی کہ چمن سے نکل آئی
ہمراہ لیے روح کو تن سے نکل آئی | شب سے جو پڑی سر پہ تو سن سے نکل آئی
سرکش تھا نکر سے، جب افلاک پہ سر تھا | جھکی تھی ادھر آنکھ، ادھر خاک پہ سر تھا

۱۳۸ مغفر میں ہوئی غرق تو سر کاٹ کے نکلی | روکا جو سپر پہ تو سپر کاٹ کے نکلی
شانے پہ گری تا بہ کمر کاٹ کے نکلی | سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی
ہر ہاتھ میں گردش تھی نئی، ڈھنگ نیا تھا | گھوڑے کے بھی ٹکڑے تھے یہ چو رنگ نیا تھا

۱۳۹ ترکش کو نہ چھوڑا نہ کمان دار کو چھوڑا | حلقے کو نہ چلے کو نہ سوفار کو چھوڑا
بے دو کیے راکب کو نہ رہوار کو چھوڑا | چھوڑا تو سسکتا ہوا دو چار کو چھوڑا
رخ سب قدر اندازوں کے پھرتے ہوئے دیکھے | ہر ضرب میں سر خاک پہ گرتے ہوئے دیکھے

۱۴۰ مغفر کو جو کاٹا تو جبیں سے نکل آئی | سر پر جو پڑی خانۂ زیں سے نکل آئی
بجلی سی صف لشکر کیں سے نکل آئی | گہ ڈوب گئی گاہ زمیں سے نکل آئی
غل تھا کہ عجب کیا جو سپر سے نہیں رکتی | یہ ضرب تو جبرئیل کے پر سے نہیں رکتی

۱۴۱ نہ ڈھال پہ نہ سر پہ نہ گردن پہ رکی وہ | سینے پہ نہ بکتر پہ نہ جوشن پہ رکی وہ
نہ سنگ نہ اشجار نہ آہن پہ رکی وہ | نہ زیں پہ نہ پاکھر پہ نہ توسن پہ رکی وہ
یہ چاشنی خون عدو بھا گئی اسکو | بجلی کی طرح جب یہ گری، کھا گئی اسکو

۱۴۲ سینے میں در آئی تو نئی چال سے نکلی | پہونچے کو قلم کرتی ہوئی ڈھال سے نکلی
ڈوبی جو زرہ میں تو عجب جال سے نکلی | مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جال سے نکلی
چار آئینہ کو آٹھ کیا کاٹ نے اسکی | ٹھلا دی ہر اک کشتیٔ تن گھاٹ نے اسکی

۱۴۳ کاٹے ہوئے پھل برچھیوں کے زمیں پہ پڑے تھے | سہمے ہوئے گوشوں میں کماندار کھڑے تھے
چھایا تھا ہراس انپہ ہمیشہ جو لڑے تھے | آنکھیں وہ چراتے تھے بہادر جو بڑے تھے
دہشت سے زرہ پوشوں نے جی چھوڑ دیا تھا | اس تیغ نے تیغوں کا بھی منہ موڑ دیا تھا

۱۳۰
رد کا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی — سر پر جو پڑی آ کے تو سر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی — اُتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی
ٹھہری نہ کمر پر نہ رُکی خانۂ زین پر — رہوار کو دو کر کے گری روئے زمین پر

۱۳۱
اعدا کے سروں پر جو وہ تیغِ دو سر آئی — اک تیز چھری تھی کہ کلیجوں میں در آئی
بجلی سی چمک کر اِدھر آئی اُدھر آئی — دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کاٹ گئی دستِ ستم کو — جس طرح تراشے کوئی جلدی میں قلم کو

۱۳۲
بے پاؤں جدھر ہاتھ سے چلتی ہوئی آئی ۶۸ — ندی اُدھر اک خون کی اُبلتی ہوئی آئی
دم بھر میں وہ سو رنگ بدلتی ہوئی آئی — پی پی کے لہو لعل اُگلتی ہوئی آئی
پھیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا — جوہر نہ کہو پیٹ جواہر سے بھرا تھا

۱۳۳
موجود بھی ہر غول سے اور سب سے جُدا بھی ۶۹ — دم خم بھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
اک گھاٹ پہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی — امرت بھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی
کیا صاحبِ جوہر تھی عجب ظرف تھا اُسکا — سو قسم تھا جہاں جسکا وہیں صرف تھا اُسکا

۱۳۴
نیزوں پہ گئی برچھیوں والوں کی طرف سے — جا پہنچی کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے
پھر آئی سواروں پہ رسالوں کی طرف سے — مُنہ تیغوں کی جانب گیا ڈھالوں کی طرف سے
بس ہو گیا دفتر نظری نام و نسب کا — لاکھوں تھے تو کیا دیکھ لیا جائزہ سب کا

۱۳۵
پہنچی جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا — ہر ہاتھ میں ثابت کسی گھائی کو نہ چھوڑا
شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا — تیزی کو رکھائی کو صفائی کو نہ چھوڑا
اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے — قینچی سی زبان چلتی تھی فقرے تھے غضب کے

۱۳۶
مغفر سے جھلم کاٹ کے گردن میں در آئی — گردن سے سر کٹتا تھا کہ جوشن میں در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ بس تن میں در آئی — تن سے ابھی اُتری تھی کہ توسن میں در آئی
بچتا کوئی کیا تیغِ قضا رنگ کے نیچے — اک برقِ غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

ں صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا | بس خون میں سرتا بہ قدم بھر گئے اعدا
ا گڑ میں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا | بچھ بچھ گئے پس پس گئے مر مر گئے اعدا
مقتل میں سوار و نہ فرس لوٹ رہے تھے | دو ایک یہ اور پانچ یہ دس لوٹ رہے تھے

ے برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر | بسمل سی پھڑک جاتی تھی اُس فوج کے دم پر
ن کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی جھلم پر | جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شے کے اُڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر | چار آئینہ قرطاس تھی مقراض تھی شمشیر

رتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے | جوشن تنِ کفار میں بدتر تھے کفن سے
ی تھیں صفیں تیغِ شہ قلعہ شکن سے | آتی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغ دو زباں کو | رو کا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں | ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
بجلی سی کبھی پیر گئی موج زرہ میں | اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کہ و مہ میں
جب کوند کے اُٹھی اُسے افلاک نے دیکھا | دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

ل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے | ہلچل تھی کہ ہٹیوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
ن روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے | جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اسکی پڑھو فرض یہی ہے | اے قوم اِذا زُلزِلَتِ الاَرض یہی ہے

ا غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی | کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
ا تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی | تلوار تو کیا برقِ شرربار نہ چمکی
آنچ اسکی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی | کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

ل اُڑ گئے تباہ ہوئے سب برچھیوں والے | شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
ھے جو گلِ زخم پڑے جان کے لالے | تھے ہر شجرِ قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا | یوں تیغِ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

۱۱۶
تلوار پڑی شاہ کی جب دشمنِ دین پر،
مغفر کو جو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جبین پر
گردن سے گئی سینے پہ اور سینے سے زین پر
اسوار تھے گھوڑون پہ تو گھوڑے تھے زمین پر
تھا شور کہ اعجاز ہے یہ حرب نہین ہے
ہے قہر خدائے دو جہان ضرب نہین ہے

۱۱۷
بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی
فریاد کی آواز دلِ سنگ سے نکلی
اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی
سینے مین در آئی تو عجب رنگ سے نکلی
چھوڑا جسے مقتل مین لہو چاٹ کے چھوڑا
پایا جسے اُس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

۱۱۸
ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے
ڈھالین تو رہین ہاتھون مین سر اڑ گئے تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے
آ گے تھا ہرن شیر سے اور شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری شبل یداللہ لڑے گا
تر ہو گی زمین خون سے وہ رن آج پڑیگا

۱۱۹
تلوار تھی جبار کی یا قہرِ خدا تھی
سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو اُدھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی
تلوار تھی یون، سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر جھک گئی اسکی
چاٹا جو لہو، اور ہوس بڑھ گئی اُسکی

۱۲۰
کیا ہاتھ تھا، کیا تیغ تھی، کیا ہمتِ عالی
دم بھر مین نمودار صفین ہوتی تھین خالی
جب جھوم کے ڈھالون کی گھٹا آتی تھی کالی
بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیرِ ہلالی
ملتا تھا نشان رن مین مغفرونکا نہ سرون کا
تھا شور کہ منہ آج پھرا شاہ سرون کا

۱۲۱
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمنِ جان پر
گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی گاہ کمان پر
کس طرح بھلا ذکرِ برش لاؤن زبان پر
دل سے کہین جینے کی ہوس قطع نہ ہو جائے
دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۱۲۲
زین سے جو وہ تلوار گئی، سن سے یہ آئی
وہ خود سے ملتی ہوئی گردن سے یہ آئی
وہ کھچ کے سپر سے گئی جوشن سے یہ آئی
وہ صدر سے خالی گئی، توسن سے یہ آئی
ہان بعد علی کم ہوئی جنگ جدل ایسی
غل تھا کبھی دیکھی نہین ردوبدل ایسی

ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا
تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے تھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھا تو اُس صف میں ہوا تھا

صفتِ ذوالفقار

۱۱۰
بجلی سا چمکتا تھا، اِدھر فوج میں رہوار
شعلہ سی لپکتی تھی اُدھر تیغِ شرر بار
سرگرمِ وغا تھا خلفِ حیدرِ کرار
اک آگ لگا دی تھی، جلے جاتے تھے کفار
سوزاں شجرِ قد تھے جبار و تکبر سے
اُڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح سے

۱۱۱
نوکوں سے، ہر اک چشم کو بے نور کر آئی
شعلوں سے، ہر اک جسم کو تنور کر آئی
گرمائے جو کافر انھیں کافور کر آئی
نزدیک گئی جسم کے سر دور کر آئی
چلتی تھی سمومِ غضب اُس فوجِ شقی پر
کب آئی، گئی، کب یہ نہ کھلتا تھا کسی پر

۱۱۲
حلقوں میں جو ناوک کوئی صف توڑ کے نکلی
فقرے یہ قیامت کے اُدھر چھوڑ کے نکلی
سارے قدر اندازوں کے منھ موڑ کے نکلی ٦٣
سر کاٹ کے خوں چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
پیہم جو خطائیں ہوئیں ناوک فگنوں سے
روحیں بھی ہوا ہو گئیں چلا کے تنوں سے

۱۱۳
لشکر میں جدھر جاتی تھی بجلی سی چمک کر
بس جاتے تھے مر جاتے تھے نامرد بلک کر
گرتی تھی لپک کر تو پھر اُٹھتی تھی لچک کر
٦٤ کیا آفتِ دوراں تھی کہ تھا چرخ کو چکر
تھا شور کہ سرکے رہو باڑھ اسکی بُری ہے
کٹتے ہیں جگر جال ہے یا تیز چھری ہے

۱۱۴
چلتی تھی عجب رنگ سے شمشیرِ قضا رنگ
ہر ہاتھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو نیا رنگ
جسم جسم کا جدا رنگ تھا کس بل کا جدا رنگ
٦٥ لب سُرخ دہن صاف بدن گول ہرا رنگ
تھا شور کہ جل بھر میں نئی جلوہ گری ہے
دیوانوں سے تیغ نہ سمجھو یہ پری ہے

۱۱۵
ہوتے تھے، جُدا، ضربتِ شمشیر دو سر سے
٦٦ سر دوش سے تن روح سے چار آئینہ بر سے
دستانے کلائی سے کمر بند کمر سے
ہاتھوں سے نشانِ تیغ سے پھل پھول سپر سے
آگ آب میں تھی دم تنِ خاکی سے جدا تھے
تھا کاٹ غضب کا کہ عناصر بھی جدا تھے

آگے مرے ہیں زیر و زبر دست جہان کے — رستم کو پکڑ لیتا ہون حلقہ مین کمان کے

۱۰۳
فرما کے یہ تلوار کو صفدر نے نکالا ، — ہالہ ہوا رہوار کو کاوے پہ جو ڈالا
بھالون کو اودھر بڑھ کے سوارون نے سنبھالا — بجلی جو گری ہو گیا لشکر تہ و بالا
اس شان سے غازی صفِ جنگاہ مین آیا — غل تھا کہ اسد لشکرِ روباہ مین آیا

کیفیتِ حرب و اسپ وغیرہ

۱۰۴
گھوڑے کو اڑاتے جو سوارون کے پرون پر — نعل اسکے مہِ نو سے چمکتے تھے سرون پر
جب چاہتے تھے وار کو روکین سپرون پر — اک برقِ غضب گرتی تھی بیدادگرون پر
اڑ جاتے تھے گرتی تھی نکلجاتی تھی سن سے — ۶۱ — سر تن سے سپر ہاتھ سے اور روح بدن سے

۱۰۵
کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر — نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لیکے کمین سے کوئی بے پیر — گوشہ تھا نہ چلہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا — قبضے سے کمان ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۱۰۶
جس وقت چمک کر کسی سفاک پہ آئی — سر سے کمرِ ظالمِ ناپاک پہ آئی
وان سے جو پھری توسنِ چالاک پر آئی — توسن کو بھی دو کرتی ہوئی خاک پہ آئی
قبضہ تو رہا دستِ جنابِ شہِ دین مین — اور تا سرِ دنبالہ در آئی وہ زمین مین

۱۰۷
رہوارِ سبک سیر نسیمِ سحری تھا — ہم پیکرِ طاؤس دمِ جلوہ گری تھا
تن تن کے اٹھانے مین قدم کبکِ دری تھا — کاوے مین جو پرکار تو اڑنے مین پری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو — سایہ بھی نہ اسکا نظر آتا تھا کسی کو

۱۰۸
اسکے لیے اک گام تھا سو کوس کا دھاوا — ٹھنون کو چباتا تھا یہ جوہر تھا علاوا
اڑتا کبھی کترتا کبھی جست اور کبھی کاوا — ۶۲ — کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے روکین فرسِ تیز قدم کو — سایہ بھی تو اسکا نظر آتا نہین ہمکو

۱۰۹
غصے مین وہ تن تن کے دہانے کو چباتا — اور جوشِ شجاعت مین وہ کف منھ سے گراتا

سب کے لیے اک روز یہ تکلیف دھری ہے — اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بیخبری ہے

۹۶

بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہے پسر اپنا — بیگانے ہیں سب، ہو دیگا جب دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا — دو گز کفن اور قبر کا گوشہ ہے گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا — رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

۹۷

پیری سے ہے روشن کہ چراغِ سحری ہوں — دنیا سے کوئی دم میں عدم کا سفری ہوں
آقا مرا شاہد ہے کہ عصیاں سے بری ہوں — دیندار ہوں غازی ہوں مجاہد ہوں جری ہوں
بے خوف چلا جاتا ہوں میں شیر کے منہ پر — دعویٰ ہے؟ تو آؤ مری شمشیر کے منہ پر

۹۸

خورشید کو محتاجی ذرہ نہیں ذرا — دیندار سدا کرتے ہیں کافر پہ تبرا
ظالم ترے حاکم کو ہے کس بات کا غرا — اسلام سے خالی ہے تو ایمان سے معرا
قارون کا خزانہ ہو تو عزت نہیں ملتی — دولت سے کمینے کو شرافت نہیں ملتی

۹۹

کچھ خارِ مغیلاں گلِ تر ہو نہیں جاتا — ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا — مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہیں کہتے — ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

۱۰۰

دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی — دنیاے دنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو، عالی نسبی پر نہیں جاتی — بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہرِ ذاتی
محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا — عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

۱۰۱

...گیا ہی جو رستم ہو تو ہم منہ کو نہ موڑیں — سر جائے تو توحید کے طریقے کو نہ چھوڑیں
...ر جائے اگر شیر کے پنجے کو مروڑیں — گر قلعۂ خیبر ہو تو اک ہاتھ میں توڑیں
سو بجلیاں چمکیں تو کبھی ہم نہیں ڈرتے — روباہوں کے انبوہ سے ضیغم نہیں ڈرتے

۱۰۲

...چتا نہیں نیزے سے مرے سینۂ دشمن — چھٹتی نہیں پنجے سے مرے شیر کی گردن
...دیا ہے مرا نیزہ دلِ کوہ میں روزن — چار آئینۂ فولاد کا بجتا ہے جوشن

گو شاہ زمن ہوں یہ ترے در کا گدا ہوں
محتاج ہوں مسکیں ہوں غریب الغربا ہوں

۸۹
کس کس ترے احسان کا کروں شکر زباں سے
ہر ناطقہ عاجز کہ زیادہ ہے بیان سے
واقف نہیں کوئی ترے اسرار نہاں سے
دشوار ہے عالم کی صفت ہیچمداں سے
پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا
جو تیری مشیت ہے وہی خوب ہے مولا

۹۰
کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا میں ہے مہمان
دست ملک الموت میں ہے سب کا گریباں
زندوں میں ہیں گر آج تو کل ہوویں گے بیجاں
پہلے سے ہے لازم سفر مرگ کا ساماں
اعمال و عقائد میں نہ ہرگز خلل آئے
۵۷ کیا جانیے کس وقت پیام اجل آئے

۹۱
کچھ وقت معین نہیں انسان کی اجل کا
آج اُٹھ گئے وہ کرتے تھے ساماں جو کل کا
بندہ ہے وہ پابند جو رہے نیک عمل کا
پلہ وہی بھاری ہے جو ہو جرم سے ہلکا
کیا خاک کا بوجھ اُسکے لیے قبر میں کم ہے؟
۵۸ ہو اور گناہوں کی گرانی تو ستم ہے

۹۲
خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہیں زنہار
پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلیٰ ہے اگر جنس تو کیا حاجتِ اظہار
خود مشک ہو خوشبو نہ کہ خوشبو کہے عطار
جو بد ہے سو بد ہے، جو نکو ہے وہ نکو ہے
چھپنے کی نہیں آب اگر عود میں بو ہے

۹۳
نازاں نہ ہو اے بانیِ ظلم و ستم و جود
مٹ جاتا ہے اک گردشِ افلاک میں یہ دو
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور
کیا ہو گئی؟ کر دولتِ قاروں یہ زر اغ
نمرود نہیں حشمتِ ضحاک نہیں ہے
ڈھونڈھو جو خزانے کو تو اب خاک نہیں ہے

۹۴
بھائی نہ تو کام آئے گا اُس وقت نہ فرزند
عقدہ نہیں، کھل جائیگا، جب آنکھ ہوئی ب
وہ کام کرو جس سے خدا ہووے رضامند
ہشیار، کہ ہونا ہے تمھیں خاک کا پیو
پیری کی بھی مدت ہے جوانی کی بھی حد ہے
۵۹ آرام گہ شاہ و گدا کنجِ لحد ہے

۹۵
کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جس دم
کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گی د
کیا دیکھیں گے ایک ایک کو حسرت سے بصد غم
اتنی بھی زباں ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم

بیکس ہون سوئے دشت و جبل جانے دو مجھکو
کعبے میں حرم سے کے نکل جانے دو مجھکو

۵۲
تلواروں کو چمکا کے ستمگر یہ پکارے
دشوار ہے جانا کہیں قابو سے ہمارے
ہم کیا کریں مرتے ہو اگر پیاس کے مارے
یہ خشک گلا کاٹیں گے دریا کے کنارے
زہرا کی بہو ظلم اسیری کے سہے گی
زینب کے سر پاک پہ چادر نہ رہے گی

۵۳
کی بے ادبوں نے جو باعلان یہ تقریر
سر تا بقدم کانپ گئے حضرت شبیر
کس قہر سے دیکھا طرف لشکر بے پیر
بل آگیا ابرو پہ اُگلنے لگی شمشیر
غیرت سے یہ تھا غیظ شجاع ازلی کو
جس طرح جلال آیا تھا خیبر میں علی کو

۵۴
نعرہ کیا غازی نے کہ اے لشکر ظلم
کلمہ یہ نہ تھا خنجر خونریز سے کچھ کم
وہ زخم لگا دل پہ کہ جس کا نہیں مرہم
چھینو گے ردا اُسکی جو ہے ثانی مریم
منھ پر مرے کرتے ہو سخن بے ادبی کے
مجبور سمجھتے ہو نواسے کو نبی کے

۵۵
ہے شرط کہ اس تیز زبانی کی سزا دوں
دوزخ کی زبانہ سے زبانوں کو جلا دوں
انداز قیامت کے تلاطم کا دکھا دوں
گیتی کو الٹ دوں ابھی گردوں کو گرا دوں
بجلی وہ گرے گی کہ بہت یاد کروگے
جل جاؤ گے زینبؑ پہ جو بیداد کروگے

۵۶
کہہ کر یہ سخن کھینچ لی تیغ شرر افشان
پرتو سے ہوا سب ورق خاک زر افشان
ہر صف پہ گری کوند کے برق شرر افشان
چھینٹوں سے ہوئی خون کے ہر اک سپر افشان
قربان ہوئے خونخوار دم تیغ دو دم پر
۵۶ ہر جسم نے سر رکھ دیا حضرت کے قدم پر

۵۷
عباسؑ سے بھائی کا جو تھا صدمۂ جانکاہ
ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمر شاہ
اس ضعف میں لغزش سی نہ وہ پاؤں تھے آگاہ
پایا تھا ثبات قدم پاک ید اللہؑ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کے پڑے تھے
لاکھوں سے لڑائی تھی یہ بشاش کھڑے تھے

۵۸
منھ کر کے سوئے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار
عالم مری نیت سے ہے تو اے مرے مختار
گھر سے نہ علاقہ ہے نہ بچوں سے سروکار
ہر حال میں تجھ سے ہوں اعانت کا طلبگار

تسلیم کی اور اسپِ صبا دم کو اُڑا کر ۵۴ پھر ڈوب گیا فوج مین وہ شیر دلاور
یان بیٹھ گئے تھام کے دل سبطِ پیمبر وان شام کے بادل مین گھرا وہ مہِ انور
نیزون کی جو بوچھار ہوئی چھن گیا سینہ روزن ہوئے اتنے کہ زرہ بن گیا سینہ
لڑتے تھے کہ پیشانیِ انور پہ لگا تیر سب خون سے بھری احمدِ مختار کی تصویر
لکھا ہی کمین مین تھا کوئی ظالمِ بے پیر برچھی جو لگی سینے مین حالت ہوئی تغیر
اللہ ری شجاعت کہ نہ ابرو پہ بل آیا ۵۵ پھل اُسنے جو کھینچا تو کلیجہ نکل آیا

حضرت امام حسینؑ

سب فوجِ خدا قتل ہوئی راہِ خدا مین کوئی نہ رہا شہ کے عزیز و رفقا مین
غُل آمدِ سرور کا ہوا اہلِ جفا مین منہ پھرنے لگین لشکر کی صفین دشتِ وغا مین
تھا حکم کہ کھولے نہ کوئی تیغ کمر سے لڑنا ہی ابھی، فاتحِ خیبر کے پسر سے
لاشون کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر اب مرنے کو جاتا ہی یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہی یہ منزلِ آخر دو لاکھ عدو جمع ہین اک جان کی خاطر
جلوہ یہ نہ دیکھا نہ صف آرائی یہ دیکھی افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی
فرزند کے لاشے سے یہان کہتے تھے کچھ شاہ وان چلنے لگے تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تورے ہوئے تیغون کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ یداللہ
حربے کے لیے ہاتھ جو دو لیک کے اُٹھے اک شیر سے، شمشیرِ علی ٹیک کے اُٹھے
نعرہ تھا کہ اے لشکرِ شام و عرب و روم تم لاکھون ہو اور بیکس و تنہا ہی یہ مظلوم
کھانے سے بھی محروم ہون پانی سے بھی محروم پر ابنِ علی ہون یہ تمھین خوب ہی معلوم
تلوار علم کر کے جو لشکر پہ جھکون گا جبرئیل بھی روکین گے تو پھر مین نہ رکون گا
بہتر اسی مین ہی کہ کنارا کرو شر سے اب ہاتھ اُٹھاؤ اسدِ حق کے پسر سے
پانی دو کہ پیاسا ہون مین جو بیس پہر سے للہ مزاحم نہ ہو اِس تشنہ جگر سے

۶۸
شب دیز کو اکبر نے بھی کاوے پہ لگایا
وان سے بھی تڑپ کر فرسِ تیز تگ آیا
منہ کھولے ہوئے شیر پہ حملے کو سگ آیا
پھر دب کے الگ زد سے گیا اور الگ آیا
لاتی تھی اجل کھینچ کے شمشیر کے منہ پر
آسکتا ہی روباہ کہین شیر کے منہ پر

۶۹
اکبر نے صدا دی کہ ٹھہر سامنے آکر
کیون منہ کو چھپاتا ہی سپر چہرہ پہ لا کر؟
مردانہ دکھا وار حریفانہ دغا کر
دیکھ اپنے رسالے کے جوانون سے حیا کر
نادان ہی تمیزِ حق و باطل نہین رکھتا
تو ایسے تن و توش پہ کچھ دل نہین رکھتا

۷۰
تجھ سا تو جوان لشکرِ بدخو مین نہین ہے
ہان زورِ شجاعت ترے بازو مین نہین ہی
گھوڑا تو ہی چالاک پہ قابو مین نہین ہی
فوجین ہین اُدھر یان کوئی پہلو مین نہین ہی
ہم ایک ہین جانباز کہ فوجون سے لڑے ہین
کیا تجکو کہین گے جو صفین باندھی کھڑی ہین؟

۷۱
غصے مین جو سفاک نے کی رخش کو مہمیز
شہزادے کے گھوڑے کے قریب آگیا شبدیز
بس تھام لی اکبر نے عنانِ فرسِ تیز
جھجکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغِ شرر ریز
ہوش اُڑ گئے اُس بانیِ بیداد و ستم کے
سر کٹ کے گرا فرق پہ چالیس قدم کے

۷۲
مصروف تھے لڑنے مین اُدھر اکبرِ دلگیر
بیتاب تھے تھامے ہوئے دل حضرتِ شبیر
تھراتے تھے ہاتھ اور زبان پر تھی یہ تقریر
یہ سب تری تائید ہی اے مالکِ تقدیر
بیکس ترے بندے پہ عجب وقت پڑا ہی
یارب یہ لبیر تیسرے فاقے مین لڑا ہی

۷۳
یہ کہہ کے علی اکبرِ مہ رو کو پکارے
احسنت مرے شیر مرے پیاس کے مارے
ٹھہر کہ پدر چوم لے ہاتھون کو تمھارے
خالی ہی علمدار کی جا اے مرے پیارے
جعفر اسی کس بل سے اسی ڈھب سے لڑے تھے
خیبر مین علی بھی یونہین مرحب سے لڑے تھے

۷۴
بالیدہ ہوا شہ کی صدا سُن کے وہ جرّار
مجرا کیا رہوار سے جُھک جُھک کے کئی بار
کی عرض شہادت کی دعا کا ہون طلبگار
اب پیاس نے مارا مجھے یا سیدِ ابرار
گرمی سے غش آتا ہی جھکا جاتا ہی سر بھی
ہتھیار بھی سب گرم ہین جلتا ہی جگر بھی

کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمتِ عالی — دم بھر میں نمودار صفیں ہوتی تھیں خالی
جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی — بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیر ہلالی
ملتا تھا نشان رن میں صفوں کا نہ پرّوں کا — تھا شور کہ مینھ آج برستا ہے سروں کا

۶۲
کیا حرب تھی قربانِ جگر گوشۂ شبیر — نکلا جو کمان سے تو قلم ہو کے گرا تیر
آیا جو کمان لیکے کمیں سے کوئی بے پیر — گوشہ تھا نہ چلّہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر
جو وار تھا صفدر کا خدائی سے جدا تھا ۵۲ — قبضے سے کمان، ہاتھ کلائی سے جدا تھا

۶۳
لڑنے جو بڑا بول کوئی بول کے آیا — یہ شیر بھی شمشیرِ دو دم تول کے آیا
شہبازِ اجل صید پہ پر کھول کے آیا — اُڑتا ہوا سر بیچ میں اُس غول کے آیا
حق جسکی طرف ہے وہ زبردست رہا ہے — سچ ہے کہ بڑے بول کا سر پست رہا ہے

۶۴
اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمن جان پر — گہ سر پہ کبھی ڈھال پہ تھی گاہ سنان پر
ترکش پہ گئی سن سے کبھی، گاہ کمان پر — کس طرح بھلا ذکرِ بُرش لاؤں زبان پر؟
دل سے کہیں چلنے کی ہوس قطع نہ ہو جائے — دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے

۶۵
جس وقت وغا کا نہ رہا ایک کو یارا — خیمے سے نکل کر پسرِ سعد پکارا
دو لاکھ نے بھی مل کے نہ اک طفل کو مارا — اب چادریں اوڑھو کہ مٹا نام تمھارا
جی ہار دیا فوج نے عزت گئی سب کی — بے آب ہوئی آج سے تلوار عرب کی

۶۶
یہ سنتے ہی غیظ اک یلِ غدار کو آیا — میدان میں اڑتا ہوا رہوار کو آیا
کس غیظ سے تولے ہوئے تلوار کو آیا — دلبندِ یداللّٰہ سے پیکار کو آیا
کاندھے پہ سپر لب پہ سخن بے ادبی کے — ظالم کو عداوت تھی گھرانے سے نبی کے

۶۷
کافر نے رجز پڑھ کے تگادر کو نکالا — اکبر بھی بڑھے چلنے لگا بھالے پہ بھالا
اژدر تھے زبانوں کو نکالے تہ و بالا — گردن کو لڑائے ہوئے تھا کالے سے کالا
پڑتی تھی سناں پر جو سناں دشتِ وغا میں ۵۳ — چنگاریاں اڑتی نظر آتی تھیں ہوا میں

۵۴
مالک سے بھرے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو
گھر والون سے اِس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
مان باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو
یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا
بہ جاتا ہی آنکھون سے لہو قلب و جگر کا

۵۵
اب رخصتِ اکبر ہی شہِ تشنہ دہان سے
فرزند بچھڑتا ہی امامِ دوجہان سے
پیری مین چھڑاتا ہی فلک تازہ جوان سے
کس فصل مین درپیش ہی فرقت تن و جان سے
آتی ہی اجل گود کا پالا نہین جاتا
صابر سے کلیجے کو سنبھالا نہین جاتا

۵۶
فرماتے ہین فرزند سے آنکھون کو چرا کر ۵۰ دیکھ آؤ زرا مادرِ ناشاد کو جا کر
کہتا ہی وہ ناشاد جوان اشک بہا کر
اب جائین گے خیمے مین سنان سینہ پہ کھا کر
منھ نیزہ و شمشیر سے موڑا نہین جاتا
سب چھوڑین مگر آپ کو چھوڑا نہین جاتا

۵۷
رخصت ہوئے جب شہ سے علی اکبرِ ذیشان
گھوڑے پہ چڑھے آپ کھلا رحل پہ قرآن
وہ رخش کی چھل بل وہ ضیائے رخِ تابان
اک برق چمکتی ہوئی پہنچی سرِ میدان
زردی رخِ خورشید پہ چھائی نظر آئی
پرتو سے زمین رن کی طلائی نظر آئی

۵۸
آغازِ رجز تھا کہ ہوئی تیرون کی بوچھار
شہزادۂ عالم نے بھی لی میان سے تلوار
تلوار کا کھچنا تھا کہ تھا فوج مین رہوار
رہوار کی چل پھر مین صفین بس گئین دوچار
اس شان سے لختِ دلِ شیرِ صمد آیا
گویا صفِ آہو پہ یکایک اسد آیا

۵۹
ہلچل تھی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے ۵۱ ڈھالین تو رہین ہاتھون مین اُڑ گئے سر تن سے
طائر بھی ہوا ہو گئے سب ظلم کے بن سے
آگے تھا ہرن شیر سے او شیر ہرن سے
غل تھا یہ جری مثل ید اللہ لڑے گا
تر ہو گی زمین خون سے وہ رن آج پڑیگا

۶۰
تلوار تھی جرار کی یا قہرِ خدا تھی
سر تھا تو الگ تھا جو کمر تھی تو جدا تھی
بجلی جو ادھر تھی تو اُدھر سیلِ فنا تھی
تلوار بھی یون سر پہ جب آئی تو قضا تھی
بے سر ہوئی وہ صف جو نظر جھک گئی اسکی
چاٹا جو لہو اور رَوِش بڑھ گئی اسکی

اب کچھ نہیں وسواس بر آیا مرا مطلب — لو بلبلو، مل کر صفِ ماتم یہ چلو اب
بچے مرے داخل ہوئے خیلِ شہدا میں — سجدہ تو کروں شکر کا درگاہِ خدا میں

حضرت علی اکبرؑ

۴۸
دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر — راحت کوئی، آرامِ جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر — نکہت کوئی، بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے — ریحاں ہے یہی، روح یہی، روح یہی ہے

۴۹
ماں باپ کا دل، غنچۂ خنداں ہے اسی سے — وہ گل ہے، کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے — آبادیِ کاشانۂ انساں ہے اسی سے
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے — گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

۵۰
یہ وہ ہے عصا، پیر جواں رہتا ہے جس سے — یہ وہ ہے نگیں، نام و نشاں رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے، پُر نور مکاں رہتا ہے جس سے — وہ دُر ہے، قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے
کھوتے نہیں یہ مال، زر و مال کے بدلے — موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

۵۱
دولت یہی، شوکت یہی، اجلال یہی ہے — ثروت یہی، حشمت یہی، اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی، نقد یہی، مال یہی ہے — گوہر یہی، یاقوت یہی، لال یہی ہے
دلبند ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے — کچھ پاس نہیں، گر یہ رقم پاس نہیں ہے

۵۲
ماں باپ کی آسایش و راحت ہے پسر سے — تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں، آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے — ایامِ ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرامِ جگر، قوتِ دل، راحتِ جاں ہے — پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

وہ شے ہے خوشی در پہ کھڑی رہتی ہے جس سے — وہ چین ہے، راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے، امید بڑھی رہتی ہے جس سے — وہ دُر ہے یہ دُر، جان لڑی رہتی ہے جس سے
آرامِ جگر، تاب و تواں ساتھ ہے اس کے — پھرتا ہے جدھر، رشتۂ جاں ساتھ ہے اس کے

لشکر نے یہ جانا کہ وہ بچ کر نکل آئے — آنا تھا کہ چار وتہ تیغ اجل آئے
احسنت کا برپا ہوا غل چرخِ برین پر — ۴۶ ٹکڑے جو گئے، چار کے تھے آٹھ زمین پر

۴۱
کیا ذکر بھلا آٹھ کا یا چار سرون کا — کشتون کے جو پٹتے تھے تو انبار سرون کا
گننا ہوا اب تو ہمین دشوار سرون کا — اک مینھ سا برس جاتا تھا ہر بار سرون کا
تھم سکتے نہ تھے پاؤن کسی عربدہ جو کے
کٹتی تھی زمین رنگی، ڈر ڈر دن بہے لہو کے

۴۲
جانبازیان دکھلاتے تھے میدان مین وہ جانباز — دل تھامے ہوئے دیکھتے تھے شاہِ سرافراز
قاسم کا سخن تھا کہ علی کا ہے سب انداز — فرماتے تھے اکبر، یہ لڑائی ہے کہ اعجاز
بڑھتے تھے کبھی گاہ سرک جاتے تھے عباس
۴۴ جب وار وہ کرتے تھے پھڑک جاتے تھے عباس

۴۳
ہر بار صدا دیتے تھے اے گیسوؤن والو — کیا کہنا ہے، پھر بڑھ کے یہی ہاتھ نکالو
رہوار بڑھے جاتے ہین باگون کو سنبھالو — حلقہ ہے، کڑی آنکھ زرہ پوشون پہ ڈالو
اب ہٹنے کی مہلت مرے جان انکو نہ دینا
سنت بھی کرین گر تو امان انکو نہ دینا

۴۴
سیدانیان دروازون پہ تھین کھولے ہوئے سر — اصغر کو لیے کانپتی تھی بانوے بے پر
فضہ تھی، پریشان کیے مونھ خیمے کے باہر — پردے سے لگی کہتی تھی، یہ شاہ کی خواہر
بتلا مجھے، بچے مرے کیا کرتے ہین دونون؟
وہ کہتی تھی لاکھون سے دغا کرتے ہین دونون

۴۵
وہ رُخ پہ نظر آتے ہین اُڑتے ہوئے گیسو — وہ نیچے بجلی کی طرح گرتے ہین ہر سُو
ڈھالین لیے وہ بھاگتے پھرتے ہین جفا جو — ۴۸ وہ ابر مین چھپ چھپ کے نکل آتے ہین مہ رو
بہتا ہے لہو چھاتیون سے جو رہین دونون
کس طرح پکارون کہ بہت دور ہین دونون

۴۶
زینب نے کہا، دونون ہین ملکھا کہ حدا ہین — کی عرض یہ رو رو کہ نہین ایک ہی جا ہین
لاکھون ہین عدو اور وہ دو ماہ لقا ہین — مُنھ نہر سے پھیرے ہوئے سرگرم دغا ہین
دم خوف سے سینے مین سماتا نہین اتبو
ہر ہر مجھے چھوٹا نظر آتا نہین اتبو

۴۷
یہ سُنتے ہی ڈیوڑھی سے ہٹین حضرتِ زینب — فرمایا کہ، بچون کا مرے خاتمہ ہے اب

آہو سے بھی چالاک تھے اسپانِ دوندہ
مڑنے مین جو بجلی تھے تو اڑنے مین پرند
مانندِ براقِ نبوی، عرش سما تھے
گھوڑے نہ کہو، اوجِ سعادت کے ہما تھے

۴۳
یون ذہن مین آتے ہی نکل جاتے تھے سن سے
جس طرح نسیم آکے نکل جائے چمن سے
جرأت مین فزون شیر سے، سرعت مین ہرن سے
آگاہ ہین وہ جرأت و سرعت کے چلن سے
نعل اُنکے سروہی سے چلے فوجِ ستم پر
پڑتے تھے قدم دونون کے دُلدل کے قدم پر

۴۵
وہ مرگیا تلوار اُٹھا کر جسے ڈانٹا
اس نخل کو تلوار سے کاٹا اُسے چھانٹا
گُلہاے جراحت کو عجب حُسن سے بانٹا
نکلی نہ کوئی شاخ، نہ اُلجھا کوئی کانٹا
ابتک یہ ہوا باغِ جہان مین نہین دیکھی
غُل تھا کہ بہار ایسی خزان مین نہین دیکھی

۴۶
تلوار نے چھوٹے کی نیا رنگ دکھایا
ضربِ اسد اللہ کا سب ڈھنگ دکھایا
حیرت ہوئی، وہ زورِ دمِ جنگ دکھایا
راکب کو بھی مرکب کو بھی چورنگ دکھایا
ایسا کوئی طفلی مین نمودار نہ ہوگا
ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار نہ ہوگا

۴۷
کس مین تھی ضیا نیمچون کی ضو کے برابر
گویا کہ مہِ نو تھا مہِ نو کے برابر
بجلی نہ چمک سکتی تھی پرتو کے برابر
سر خاک پہ گر پڑتے تھے سو سو کے برابر
بچتا تھا نہ وہ، نوک بھی جا لگتی تھی جسکو
رہجاتا تھا وہ جل کے، ہوا لگتی تھی جسکو

۴۸
کاٹی جو سپر، فرقِ جفا جو پہ نہ ٹھہری
منھ پر نہ رُکی ساعد و بازو پہ نہ ٹھہری
چار آئینۂ ظالم بدخو پہ نہ ٹھہری
دشمن کی زرہ کاٹ کے پہلو پہ نہ ٹھہری
کیا زور تھا کیا ضربتِ شمشیر انکو تھی
گھوڑے کی بھی گردن اُسی اک وار مین دو تھی

۴۹
چار آئے جو لڑنے کو تو اکدل ہوئے دونون
ٹھہرے نہ ہٹے نہ متامل ہوئے دونون
گرما کے فرس، جنگ پہ مائل ہوئے دونون
چارون سے یہ فرمائے مقابل ہوئے دونون
ششدر نہین ہوتے جو شجاعت کے دھنی ہین
تم چار ہو، ہم دو ہین، مگر پنجتنی ہین

۵۰
یہ سنتے ہی بچون پہ جھپٹ کر وہ اُبل آئے
غصے سے دلیرون کے بھی ابرو پہ بل آئے

غل تھا کہ خبردار کوئی مُنھ کو نہ موڑے — یہ دونون بہادر ہین تو ہم بھی نہین تھوڑے
یا مار کے تلوارین گرا دیتے ہین اِن کو ۴۱ یا نیزون کی نوکون پہ اُٹھا لیتے ہین اُنکو

۲۷
یہ سُن کے صفین بڑھنے لگین دشت و غا سے — لہرائے نشانون کے پھریرے بھی ہوا سے
دِل ہِل گئے نقارۂ رزمی کی صدا سے — لشکر مین در آئے شہِ مردان کے نواسے
نعرون کا دلیرون کے گیا شور فلک پر — تیغون کی چمک پھیلی تھی بجلی کی چمک پر

۲۸
بجلی سی کبھی یان تو کبھی وان نظر آئی — غارت کیا اِس صف کو تو اُس غول پہ آئی
جب نیمچے اسوارون کے بالاے سر آئے — سر تک نہ سپر آئی کہ وہ تا کمر آئے
یان آ نہ سکے اُنکی کمک کرنے کو جو تھے ۴۲ جلدی مین کمر سے جو کھنچا ہاتھ تو دو تھے

۲۹
گھوڑون کو اُڑاتے ہوے پہنچے جو بہادر — فوجِ ستم آرا ہوئی سب غرقِ تحیّر
اک شور ہوا کون سے دریا کے ہین یہ دُر — لڑکے ہین، یہ اللہ رے اقبال و تہوّر
کیا جانیے کیا نام ہین اُنکے اب و جد کے ۴۳ تیور سے یہ پیدا ہے کہ بچے ہین اسد کے

۳۰
ناگاہ یہ بڑھ کر پسرِ سعد پکارا — اے شیر دلو نام و نسب کیا ہے تمھارا
تلوارین پکڑ کر یہ پُکارے وہ دل آرا — خالق نے ہمارے لیے دنیا کو سنوارا
خورشیدِ زمین، آج سرِ عرشِ برین ہین — پہلا یہ شرف ہے کہ غلامِ شہِ دین ہین

۳۱
ہم دونون نواسے ہین اُسی فیض رسان کے — فرزند ہین اُس شیرِ شہِ کون و مکان کے
دکھلائین گے جوہر تمھین تیغِ دو زبان کے — بڑھ بڑھ کے اُلٹ دینگے پرے فوجِ گران کے
تم یہ نہ سمجھنا کہ یداللہ نہین ہین — ہم شیر تو ہین گر اسداللہ نہین ہین

۳۲
بر چھی سے لیے انبوہ سوارون کا جب آیا — شہزادون نے رانون مین سمندون کو دبایا
اک شور ہوا غیظ رحیمون کو اب آیا — وہ نیمچے بجلی سے جو چمکے، غضب آیا
آخر وہ جری بختِ دلِ نیّرِ دین تھے — سر کتنے صفِ اول کے کہین جسم کہین تھے

۳۳
بس بکھر جو دھنسے فوج مین وہ شیرِ درندہ — تلوارون سے ڈر ڈر کے چھپے مُردون مین زندہ

اظہار ہوئی خطِ شعاعی کی جو تنویر
روئے شبِ یلدا سے سیاہی ہوئی تغیر
خورشید نے کی سورۂ والشمس کی تفسیر
والفجر کی کرتا تھا تلاوت فلکِ پیر
پھیلا ہوا تھا نورِ سحر ارض و سما میں
مصروف تھی سب خلقِ خدا یادِ خدا میں

۲۲
چمکا صفتِ شعلہ جو وہ مہرِ جہاں تاب
شبنم کی طرح سیم کواکب ہوئے بے آب
مائل بہ سفیدی ہوا رنگِ رخِ مہتاب
اور دیدۂ مردم سے سفر کرنے لگا خواب
طاقت نہ رہی شمع میں سوزِ جگری کی
۳۹ پروانوں سے رخصت تھی چراغِ سحری کی

آغازِ جنگ

۲۳
بڑھ کر کے علم فوج کو عباس نے کھولا
ہتھیار لیا ڈھالوں کو تلواروں کو تولا
شہزادوں میں جو تھا کوئی عاقل کوئی بھولا
ہاتھوں میں پکڑ نیمچے ایک ایک یہ بولا
لڑکے تو ہیں لیکن قدم آگے ہی پڑیں گے
ان چھوٹی سی تیغوں سے ہمیں پہلے لڑیں گے

۲۴
اس فوج میں نقارۂ رزمی پہ لگی چوب
تیار صفیں کرنے لگے شام کے سرکوب
گھوڑوں سے لگا گونجنے صحرائے پر آشوب
دینے لگی بالوں سے ادھر فاطمہ جاروب
بالیدہ ہوئے غل جو سنا طبلِ وغا کا
نعرہ ہوا سادات میں یا شیرِ خدا کا

۲۴
بجلی کی چمک گرد تھی تیغوں کی چمک سے
۴۰ چنگاریاں اڑتی تھیں سنانوں کی لچک سے
کڑکا ہوا میدان میں سانگوں کی کڑک سے
تیر آتے تھے، جوں تیرِ شہاب آئے فلک سے
اک غل ہوئے سب قتلِ شہِ تشنہ دہن پر
ہلہ کیا دو لاکھ نے ہفتاد و دو تن پر

حضرت عونؑ و محمدؑ

۲۵
مارے گئے مولا کے جو انصار و موالی
تب حضرتِ مسلم کے یتیموں نے رضا لی
تب دم وہ چلے رونے لگے سرورِ عالی
اک حملے میں دونوں نے پرے کر دیے خالی
تھا غلغلۂ دار و بگیر اہلِ ستم میں
برپا تھا تلاطم حرمِ شاہِ امم میں

۲۶
بڑھ کر جو رجز دونوں نے جولاں کیے گھوڑے
حملے میں ادھر تیر کمانداروں نے جوڑے

اسباب کنارے کرو جمازون کو سرکاؤ ۳۵ ڈر ہی کہین گھوڑون کی ٹاپون مین کچل جاؤ
ہتھوالنس کے تیغ و سپر اکبر یہ پکارے کیا بکتے ہو بیہودہ سخن منھ پہ ہمارے؟

۱۴
گھٹنا ہون مین، دیکھو قدم آگے نہ بڑھانا آسان نہین شیرون کا ترائی سے اُٹھانا
حیدر کے پسر ہین، ہمین کیا تم نے ہے جانا؟ قبضے ابھی پکڑین تو اُلٹ جاے زمانا
کردین ابھی یون زیر و زبر ہفت طبق کو ۳۶ جس طرح اولٹ دیتے ہین انگلی ہی ورق کو

۱۵
گھبرا کے اِدھر سے شہِ والا یہ پکارے ہان ہان، مرے صفدر مرے عاشق مرے پیارے
تلوار نہ کھینچو ابھی، صدقے مین تمھارے راضی ہون مین، اُترین وہی دریا کے کنارے
کچھ غم نہین، جلتے ہوئے رہتے یہ ہین گے راحت انھین ہووے، ہمین تکلیف سہین گے

۱۶
ہے ہے یہ وہی وسعتِ بلا ہے یہ وہی نہر جس نہر کی شمشیر سے بدتر ہے ہر اک لہر
ساحل پہ نہ اُترون گا مین کرتے ہو یہ کیا قہر یہ چشمۂ شیرین ہے غریبون کے لیے زہر
پردیس مین تکلیف گوارا کرو لوگو، اس نہر کے پانی سے کنارا کرو لوگو

۱۷
ڈیوڑھی پہ جو ناقون کو بٹھایا حرم اُترے نیچے لیے ناموسِ امامِ امم اُترے
افلاک شرافت کے ستارے بہم اُترے کس اوج سے کس شان سے وہ ذی حشم اُترے
ساحل پہ اُتارا ہوا وان فوجِ لعین کا ۳۷ یان دھوپ مین برپا ہوا خیمہ شہِ دین کا

۱۸
تاریخ دوم کا تھا محرم کے یہ مذکور آفت مین پھنسے پھر تو شہِ بیکس و مجبور
ہشتم تک اُدھر جمع ہوا لشکرِ مقہور روزِ نہم اعدا کو لڑائی ہوئی منظور
درپے ہوئے سب قتلِ امامِ عربی کے دسوین کو گلے کٹنے لگے آلِ نبی کے

صبحِ عشرہ

۱۹
پھاڑا جو گریبانِ صبح آفت کی سحر نے پردے مین چھپایا رخِ روشن کو قمر نے
پیمانۂ خورشید لگا نور سے بھرنے گردون سے گریز فوجِ کواکب لگی کرنے
تابان جو رخِ نیرِ افلاک ہوا تھا، ۳۸ ذرّون سے زرافشان ورقِ خاک ہوا تھا

دونون سرون کے شام مین جانے کی خبر ہے | لاشون کو سر دار چڑھانے کی خبر ہے
ہے ہے مارا گیا بے جرم و خطا آپ کا بھائی | تربت بھی مسافر کی کسی نے نہ بنائی
مرنے سے بھی پہلے ہوئی بیٹون سے جدائی | بچون کو غریب الوطنی مین اجل آئی
دریا پہ انھین مار کے جب آیا تھا حارث | دربار مین دو چھوٹے سے سر لایا تھا حارث

۸
لایا تھا جو دریا پہ وہ پکڑے ہوئے گیسو | سنتا ہون بہت منتین کرتے تھے وہ گر
تھے ایک ہی رسی مین بندھے دونون کے بازو | کہتے تھے ہمین بیچ لے پر قتل نہ کر تو
رخ مین نے بھی دیکھے تھے جب غنچہ دہان تھے | رخسارون پہ دونون کے طمانچون کے نشان تھے

۹
جب شہ نے سنی یہ خبر مسلم بے پر | رقت کا ہوا جوش لگے کانپنے تھر تھر
سینہ مین تڑپنے لگا دل مثل کبوتر | منھ کر کے سوے کوفہ کہا ہاے برادر
بلوا کے مدینہ سے ہمین مر گئے مسلم | ہم کوفے تلک آئے تو سفر کر گئے مسلم

آمد میدان کربلا

۱۰
جب منزل مقصد پہ امام زمن آئے | تھا شور کہ مرنے کو غریب الوطن آئے
جنگل مین عجب شان سے گل پیرہن آئے | مرجھائے ہوئے دھوپ مین نازک بدن آئے
پھولون سے زمین بس گئی میدان ستم کی | آنے لگی صحرا سے ہوا باغ ارم کی

۱۱
فرمانے یہ فراشون کو عباس پکارے | ہان خیمون کو برپا کرو دریا کے کنارے
سب لوگ تھکے ماندے ہین لشکر کے ہمارے | فراشون نے بار اونٹون سے یہ سن کے اتارے
ناگاہ نشان ظلم کے برپا نظر آئے | خیمہ ابھی کھلنا تھا کہ اعدا نظر آئے

۱۲
میدان سے سوارون نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا | تم کون ہو کیا کام ہے دریا پہ تمھارا
فوج آتی ہے جلدی کرو ساحل سے کنارا | ہوگا لب جو شام کے لشکر کا اتارا
گھوڑون سے زمین ہانکی ہلے گی کوئی دم کو | دو لاکھ سوارون کی جگہ چاہیے ہم کو

۱۳
گرمی کی جو ایذا ہو تو جنگل کی ہوا کھاؤ | اے کوثر لو نہر کے پانی پہ نہ ٹھہراؤ

مرثیۂ اوّل

حمدِ باری

۱
اس باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری
بلبل کی زبان پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرتِ باری
پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گُل ہوں عنایت چمنِ طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہو جن پھولوں کی بو کو

سفر از مکّہ

۲
فرزندِ پیمبر کا مدینہ سے سفر ہے
سادات کی بستی کے اُجڑنے کی خبر ہے
درپیش ہے وہ غم کہ جہان زیر و زبر ہے
گُل چاک گریبان ہیں صبا خاک بسر ہے
گلگرو صفتِ غنچہ کمر بستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورتِ گلدستہ کھڑے ہیں

۳
مکّے سے ادھر ہو چکے تھے شاہ روانا
منظور تھا کوفے کو بسرعت اُنھیں جانا
مانع رہے احباب یہ حضرت نے نہ مانا
تھا مدِّ نظر امر جو کچھ دل میں تھا ٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشقِ رب کو
یعقوب بنا جاتے تھے یوسف کی طلب کو

۴
قاصد کوئی نامہ تھا جو مسلم کا نہ لایا
تشویش میں تھا حیدرِ کرّار کا جایا
ناگہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا
بھجوا کے کسی کو اُسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہِ دین کو
نعلین مبارک پہ لگا ملنے جبین کو

۵
لے ہاتھ میں ہاتھ اُسکا اُٹھے سیّدِ والا
لیجا کے کنارے اُسے اس طرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے؟ مجھے بتلا
وہ کہنے لگا کوفے سے آتا ہوں میں شاہا
شہ نے کہا کوفے کا مسافر تو اگر ہے
مسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجکو خبر ہے؟

۶
رو رو کے وہ کہنے لگا کس منھ سے کہوں آہ
مسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
اور پاؤں میں لاشوں کے رسن باندھ کے بدخواہ
بازاروں میں کھینچے لیے پھرتے تھے سرِ راہ

ہان توشۂ آخرت مہیا کرلے غافل تجھے دُنیا سے سفر کرنا ہے

جس شخص کو عقبیٰ کی طلبگاری ہی دُنیا سے ہمیشہ اُسے بیزاری ہی
اک چشم مین کس طرح سمائین دونون ۳۱ غافل یہ خواب ہی وہ بیداری ہی

کیا کیا دُنیا سے صاحبِ مال گئے دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب لوگ ۳۲ ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

یہ عمر یونہین تمام ہو جائیگی مرنے کی خبر بھی عام ہو جائیگی
روتے ہو انیس، کیا جوانی کے لیے؟ پیری کی سحر بھی شام ہو جائیگی

مرجائے جو فرزند تو کیا چارہ ہے بس صبر علاجِ دلِ صد پارہ ہے
اصغر کو لٹا کے قبر مین شہ نے کہا آرام کرو اب یہی گہوارہ ہے

دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہی آتا نہین پھر کر جو نفس جاتا ہی
جب سال گرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا ۳۳ یان اور گرہ سے اک برس جاتا ہی

دنیا جسے کہتے ہین بلا خانہ ہے پامال ہی جو عاقل و فرزانہ ہے
ماہین زمین و آسمان یون ہین ہم جیسے آسیا مین ایک دانہ ہے

بلبل یہان آکے خوش بیانی سیکھے اندازِ فغان مجھ سے فغانی سیکھے
رونا مری آنکھون سے کرے حاصل ابر دریا مرے اشکون کی روانی سیکھے

عباس سا صف شکن نہ ہوگا کوئی اکبر سا بھی گلبدن نہ ہوگا کوئی
گردن پہ لگا تیر مگر لب نہ ہلے ٢٥ اصغر سا بھی کم سخن نہ ہوگا کوئی

وہ نظم پڑھون کہ بزم خوشبو ہوجاے عطر عنبر ہر ایک آنسو ہوجاے
یاد آئے شمیم زلفِ ہمشکلِ رسولؐ آہون کا دھوان حور کا گیسو ہوجاے

چل جلد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے توکچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
راحت دنیا مین کس نے پائی ہر انیسؔ ٢٦ جو سر رکھتا ہے دردِ سر رکھتا ہے

آنکھ ابرِ بہاری سے لڑی رہتی ہی اشکون کی روانکھ پہ پڑی رہتی ہی
دونون آنکھین ہین مری ساون بھادون یان سارے برس ایک جھڑی رہتی ہے

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے ہستی کو حبابِ آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھُلا ٢٧ جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

افسوس یہ عصیان یہ تباہی دل کی کی خوب انیسؔ خیرخواہی دل کی
کپڑے اُجلے ہین کے نازان ہوئے تم بڑھتی گئی دنرات سیاہی دل کی

پیری آئی عذار بے نور ہوئے یارانِ شباب پاس سے دور ہوئے
لازم ہی کفن کی یاد ہر وقت انیسؔ جو مشک سے بال تھے وہ کافور ہوئے

رتبہ جسے دنیا ہی خدا دیتا ہے وہ دل مین فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہین تہی مغز ثنا آپ اپنی ٢٨ جو ظرف کہ خالی ہی صدا دیتا ہے

جو شی ہے فنا اُسے بقا سمجھا ہے جو چیز ہی کم اُسے سوا سمجھا ہے
ہے بحر جہان مین عمر مانندِ حباب ٢٩ غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے؟

کیا قدر زمین کی آسمان کے آگے؟ جھُکتے ہین قوی ناتوان کے آگے
نرمی سے سطیع سنگدل ہوتے ہین ٣٠ دندان صف بستہ ہین زبان کے آگے

گر لاکھ برس جیے تو پھر مرنا ہے پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے

یون سینہ و قلب سرد ہو جائین گے | خسخانے مین جیسے بام و در ٹھنڈے ہون

کس بات مین کید کس بات مین تدبیر نہین | جز حرفِ غلط زبان پہ تقریر نہین
اس عہد مین راستی کا کیونکر ہو رواج؟ ۲۰ | مسطر کج ہے قلم کی تقصیر نہین

کس دن فرسِ خامہ تگ و دو مین نہین | مجھ سا بھی سیہ بخت کوئی سو مین نہین
ہر چند کہ ہون خسروِ اقلیمِ سخن ۲۱ | بے غیرِ دوات کچھ قلمرو مین نہین

داغِ غمِ شہ سینے مین گل بوٹے ہین | کیا کیا گہرِ بیش بہا لوٹے ہین؟
مجلس مین ریا سے جو کہ روتے ہین انیس ۲۲ | اشک اُنکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

کس منہ سے کہون لائقِ تحسین مین ہون | کیا لطف جو گل کہے کہ رنگین مین ہون
ہوتی ہے حلاوتِ سخن خود ظاہر | کہتی ہے کہین شکر کہ شیرین مین ہون؟

مانا ہم نے کہ عیب سے پاک ہے تو | مغرور نہ ہو جو اہلِ ادراک ہے تو
بالفرض اگر آسمان ہے تیرا مقام | انجام کو سوچ کہ پھر خاک ہے تو

مر مر کے مسافر نے بسایا ہے تجھے | رُخ سب سے پھرا کے منہ دکھایا ہے تجھے
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤن اے قبر ۲۳ | مین نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھے

دُنیا یہ ہے اور ہوس طوفان ہے | مانندِ حباب ہستیِ انسان ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مراد | سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

خاموشی مین یان لذتِ گویائی ہے | آنکھین ہین بند عینِ بینائی ہے
نہ دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد | مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے

ہشیار کہ وقتِ ساز و برگ آیا ہے | ہنگامِ تیغ و برف و تگرگ آیا ہے
محتاجِ عصا ہوے تو پیری نے کہا ۲۴ | چلیے اب چوبدارِ مرگ آیا ہے

غافل تجھے کیون خواہشِ دنیا دنی ہے؟ | پیوندِ زمین ہر کوئی درویش و غنی ہے
جو قاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ | سوتے ہین تہِ خاک گلے مین کفنی ہے

رباعیات

جس دِن کہ فراق روح وتن میں ہوگا مشکل آنا اِس انجمن مین ہوگا
نازان نہ ہو رخت پہن کر غافل اک روز یہی جسم کفن مین ہوگا

آغوشِ لحد مین جبکہ سونا ہوگا جُز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی مین آہ کون ہووےگا انیسؔ ۱۵ ہم ہوینگے اور قبر کا کونا ہوگا

مضمون انیس کا نہ چربا اُترا اُترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشا اُترا
نقاش نے سَو طرح کی صنعت کھینچی تصویر نہ کھنچ سکی تو چہرا اُترا

اک روز جہان سے جان کھونا ہوگا گھر چھوڑ کے زیرِ خاک سونا ہوگا
بالش سے سروکار نہ بستر سے غرض اپنا کسی تکیے مین بچھونا ہوگا

پیری سے بدن زار ہوا زاری کر دنیا سے انیس اب تو بیزاری کر
کہتے ہین زبانِ حال سے موے سپید ۱۶ ہے صبحِ اجل کوچ کی تیاری کر

غفلت مین نہ عمر کو بسر کر انجام پہ اک ذرا نظر کر
اِس طولِ عمل سے فائدہ کیا؟ ۱۷ کل کوچ ہی قصہ مختصر کر

گلشن مین پھرون کہ سیرِ صحرا دیکھون یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھون؟
ہر جا تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے ۱۸ حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون؟

انسان ہی کچھ اِس دہر مین پامال نہین سچ ہی کوئی آسودہ و خوشحال نہین
اندیشۂ آشیان و خوفِ صیاد ۱۹ مرغانِ چمن بھی فارغ البال نہین

نافہم سے کب دادِ سخن لیتا ہون دشمن ہو کہ دوست سب کی سُن لیتا ہون
چھپتی نہین بوے دوستان یکرنگ کانٹون کو ہٹا کے پھول چُن لیتا ہون

اشکون مین نہاؤ تو جگر ٹھنڈے ہون بھیگے جو مژہ دیدۂ تر ٹھنڈے ہون

زندگی میں تو نہ اک دم خوش کیا ہنس بول کر | آج کیوں روتے ہیں میرے آشنا میرے لیے؟
گنجِ عزلت میں مثالِ آسیا ہوں گوشہ گیر | رزق پہنچاتا ہے گھر بیٹھے خدا میرے لیے
تو سراپا اجر ای زاہد، میں سرتا پا گناہ | باغِ جنّت تیری خاطر کربلا میرے لیے
کہتے تھے شہ سخت ہے تیغ و گلو کا مرحلہ ۱۴ | یہ بھی مشکل سہل کر دے گا خدا میرے لیے
یا حسین ابن علی فیاضِ عالم جان خلق | آپ نے کی ہر مصیبت میں دعا میرے لیے
ای ہوس، اپنی اپنی قسمت اس کا رشک کیا؟ | کیمیا تیرے لیے، خاکِ شفا میرے لیے
کہتے تھے شہ حضرتِ آدم سے تا ختمِ رسل | روئے سارے انبیاؑ و اوصیا میرے لیے
خاک سے ہے خاک کو الفت تڑپتا ہوں انیس | کربلا کے واسطے میں کربلا میرے لیے

سلامی درِ شہ پہ گر جائیں گے | تو سب کام بگڑے سنور جائیں گے
یہ سنکر کہا شہ نے رختِ کہن | یہ کپڑے بھی تن سے اتر جائیں گے
حرم سے شبِ قتل کہتے تھے شاہ | دمِ صبح ہم کوچ کر جائیں گے
مصیبت کی راتیں بسر ہو گئیں | نہ روؤ یہ دن بھی گزر جائیں گے
یہ کہتی تھی بانو خبر کس کو تھی؟ | کہ اکبر جوان ہو کے مر جائیں گے
خدا تو ہی شاہد کہ بے جرم ہوں | چھپیں گے کہاں اور کدھر جائیں گے؟
خدا بات رکھے جہاں میں انیس | یہ دن ہر طرح سے گزر جائیں گے

جو دلِ جلے ہیں انھیں کا سخن ہے گرما گرم | مزا ہے سیخ پہ جب تک کباب رہتا ہے
زبان سوالِ نکیرین سے نہ بند ہوئی | خموش بھی کہیں حاضر جواب رہتا ہے

ہاتھ خالی آئی لاشوں پر شہیدوں کے نسیم | پھول بھی اس فصل میں ایسے گراں ہیں؟

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اُٹھا کے چلے ۱۲ خدا کے آگے خجالت سے سر جُھکا کے چلے

مقام یون ہوا اس کارگاہِ دنیا مین کہ جیسے دن کو مسافر سرا مین آکے چلے

کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے

تمام عمر جو کی ہم سے بے رُخی سب نے کفن مین ہم بھی عزیزون سے مُنھ چھپا کے چلے

انیس دم کا بھروسا نہین ٹھہر جاؤ چراغ لے کے کہان سامنے ہوا کے چلے؟

آ کے جو بزمِ عزا مین رو گئے مجرئی وہ فردِ عصیان دھو گئے

یاد آیا دامنِ مادر کا چین پاؤن پھیلا کر لحد مین سو گئے

عالمِ فانی مین کیا تمکو ملا ۱۳ اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے

راحت آبادِ عدم ہی خوب جا پھر نہ آئے وہ یہان سے جو گئے

خون گردن سے جو نکلا گرم گرم بھر کے آہِ سرد ٹھنڈے ہو گئے

آ کے تُربت پر پکارے شاہِ دین ہاے آج اصغر اکیلے ہو گئے

عالمِ پیری مین یہ غفلت انیس رات بھر جاگے سحر کو سو گئے

واجب الرحم تھے زندان کے سزاوار نہ تھے مجرئی، اہلِ حرم قابلِ بازار نہ تھے

بولے عابد کہ فدائے شہِ دین غیر ہوئے اک فقط ہم ہی شہادت کے سزاوار نہ تھے

تیر اصغر کو جو مارا تو کہا سرور نے ہم گنہگار تھے بچے تو گنہگار نہ تھے

شکر ہی شکر نکلتا تھا لہو کے بدلے دہنِ زخمِ بدن دیدۂ خونبار نہ تھے

دھجیان زخمون کی پہنے ہوئے تھی ابنِ حسن کیا ہوا پھولون کی گردن مین اگر ہار نہ تھے

کہا صغری نے کہ فرقت نے پدر کی مارا آ گئے اے صاحبو، ہم ایسے تو بیمار نہ تھے

پاؤن سے تلوؤن کا یہ عابد کے ہوا تھا احوال کون سا چھالا تھا وہ جسمین کہ دو خار نہ تھے

مسیحِ دو جہان کا ہوا افضال انیس اچھے یون ہو دینگے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

ہو دنویدِ زندگی لائی قضا میرے لیے شمعِ کشتہ ہون فنا مین ہے بقا میرے لیے

دہانِ کیسۂ زر بند کر، پر اے منعم — خدا کے واسطے وا کر جبین کی چینوں کو
خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم — ۸ انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

کوئی انیس کوئی آشنا نہیں رکھتے — کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے
نہ روئے بیٹوں کے غم میں حسین واہ رے صبر — یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے
کسی کو کیا ہو دلوں کی شکستگی کی خبر؟ — ۹ کہ ٹوٹنے میں یہ شیشے صدا نہیں رکھتے
حسین کہتے تھے سوئیں گے پاؤں پھیلا کر — سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے
فقیر دوست جو ہو ہم کو سرفراز کرے — کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے
مسافرو شبِ اول بہت ہے تیرہ و تار — چراغِ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے
وہ لوگ کون سے ہیں ای خدا کون مکان — سخن سے کان کو جو آشنا نہیں رکھتے
انیس بیچ کے جان اپنی ہند سے نکلو — جو توشۂ سفرِ کربلا نہیں رکھتے

مجرئی قید سے جب عابدِ بے پر چھوٹے — شام میں شور ہوا آلِ پیمبر چھوٹے
بیبیاں کہتی تھیں کیوں اونٹ پہ در در پھریں — سر پہ وارث نہ رہے قید ہوئے گھر چھوٹے
لاشِ اصغر پہ کہا بانو نے، اماں صدقے — چھ مہینے مری چھاتی سے نہ دم بھر چھوٹے
آ کے جنگل میں کیا باپ کا پہلو آباد — ماں سے اس عمر میں بیٹا علی اصغر چھوٹے
عورتیں آن کے صغریٰ کو یہ سمجھاتی تھیں — تیرے رونے سے تو ہمسایوں کے ہیں گھر چھوٹے
وہ یہ کہتی تھی کہ ماں باپ سے جو چھوٹا ہو — ۱۰ اس سے رونا کہو دن رات کا کیونکر چھوٹے
شاہ کہتے تھے کٹے حلق مگر ہاتھوں سے — ۱۱ دامنِ صبر نہ زیرِ دمِ خنجر چھوٹے
گر بٹھاتا کوئی مسند پہ تو کہتے سجاد — ہوئے چالیس برس بالش و بستر چھوٹے
زیرِ سر ہاتھ دھرے خاک پہ سو رہتا ہوں — اٹھ گیا چین ہی جس روز سے سرور چھوٹے
غل میں رو کے سکینہ نے کہا سرور سے — قیدِ زنداں سے تو ہم چھوٹے پہ مر کر چھوٹے
آرزو یہ ہے کہ ہنگامۂ محشر میں انیس — ہاتھ سے تیرے نہ دامانِ پیمبر چھوٹے

عجب نہیں ہے جو شیشون مین رکھ کے لیجائین | اِن آنسوؤن کو فرشتے گلاب سمجھے ہین
زمانہ ایک طرح پر کبھی نہیں رہتا | اسی کو اہلِ جہان انقلاب سمجھے ہین
یہ اشکِ تاک ہے کہتے ہین جسکو آبِ طرب، | یہ خونِ گُل ہے جسے سب گلاب سمجھے ہین
حسینؑ پیاس مین مُنھ کھولتے ہین ذبح کے وقت | چمک کو خنجرِ قاتل کی آب سمجھے ہین
انیس مخمل و دیبا سے کیا فقیرون کو | اسی زمین کو ہم فرشِ خواب سمجھے ہین

رنجِ دُنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہین | جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہین
کربلا پہنچے زیارت کی ہمین پروا ہے کیا؟ | اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہین
در پہ شاہون کے نہین جاتے فقیر اللہ کے | ۵ سر جہان رکھتے ہین سب ہم وان قدم رکھتے نہین
دیکھنا کل ٹھوکرین کھاتے پھرینگے اُنکے سر | آج نخوت سے زمین پر جو قدم رکھتے نہین
کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علی کے شیر ہین | جب بڑھاتے ہین تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہین
چادرین جب چھین لین رانڈون کی تو عابد نے کہا | کچھ حیا و شرم یہ اہلِ ستم رکھتے نہین
مرثیے اِک دن مین کیا سب کہہ کے اُٹھوگے انیس | ہاتھ سے کیون آج قرطاس و قلم رکھتے نہین

کارِ ذاتی مین ہین عاجز پاک سازانِ جہان | ۶ گرد اپنے مُنھ کی پانی آپ دھو سکتا نہین

سدا ہے فکرِ ترقی بلند بینون کو | ہم آسمان سے لائے ہین ان زمینون کو
پڑھین درود نہ کیون دیکھ کر حسینون کو | خیالِ صنعتِ صانع ہے پاک بینون کو
لحد مین سوئے ہین چھوڑا ہے شہ نشینون کو | قضا یہان سے کہان لے گئی مکینون کو
یہ جھُریان نہین ہاتھون پہ ضعفِ پیری نے | ۷ چُنا ہے جامۂ اصلی کی آستینون کو
نکالرہا ہون مضامینِ نو کا پھر انبار | خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینون کو
یہ غل تھا مہرِ نبوت پہ جب چڑھے حسنینؑ | جڑا ہے ایک انگوٹھی پہ دو نگینون کو
مزا یہ طرفہ ہے مضمون تو دستیاب نہین | مقابلہ پہ چڑھائے ہین آستینون کو
غلط یہ لفظ وہ بندش بُری یہ مضمون سست | ہنر عجیب ملا ہے یہ نکتہ چینون کو

قریبِ قبر ہم آئے کہان کہان پھر کر　　تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا
دلی ولی کی صدا تھی جہان جہان پہنچا　　علی علی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا
کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیس　۲　عروجِ مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

صبر کرتے تھے سلامی شہِ والا کیا کیا　　اہلِ کین دیتے تھے مظلوم کو ایذا کیا کیا
شاہِ دین کے حرم آئے تھے وطن مین جسدم　　خاک پر پیٹ کے سر روتی تھی صغرا کیا کیا
اور ایک ایک سے کہتی تھی بتاؤ لوگو　　کہ گئے ہین مجھے مرتے ہوئے بابا کیا کیا
سر جھکا لیتی تھی صغرا کوئی کہتا تھا اگر　۳　کہو کونے سے پدر نے تمھین بھیجا کیا کیا
قید خانہ مین سکینہ کو جو یاد آئے عدو　　رات بھر سینہ مین دل ننھا سا تڑپا کیا کیا
ساتھ جاتا نہین غیر از عملِ نیک انیس　　اسیہ انسان کو ہر خواہشِ دنیا کیا کیا

روئے آسایش نہ دیکھا عمر بھر　　جو گیا دنیا سے وہ بیدل گیا
قہرِ حق تھا غیظِ عبّاسِ علی　　شیر کے نالون سے جنگل ہل گیا

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہون　　ماتمِ سجّاد مین بیمار ہون
مثلِ بوئے گل سفر ہوگا مرا　　وہ نہین مین جو کسی پر بار ہون
کہتے تھے عابد اٹھین کیونکر قدم؟　　اے ستمگارو، نحیف و زار ہون
دمبدم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو　　پاؤن بڑھ سکتے نہین لاچار ہون
مین پیادہ تم ہو گھوڑون پر سوار　　کس طرح دوڑون، بہت بیمار ہون
کہتے تھے اعدا سے حضرت وقتِ جنگ　　ورثہ دارِ حیدرِ کرار ہون
سوکھ کر کانٹا ہوا ہون پر انیس　　آنکھ مین دشمن کے اب تک خار ہون

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہین　۴　وہ جاگتے ہین جو دنیا کو خواب سمجھے ہین
نبی کا عزّ و شرف بو تراب سمجھے ہین،　　علی کی قدر رسالت مآب سمجھے ہین
ارے نہ آئیو دنیا کے دم مین دھوکے مین　　سراب ہے یہ جسے موجِ آب سمجھے ہین

سلام

حسینؑ یوں ہوئے اے مجرئی وطن سے جُدا — کہ جیسے بلبل ناشاد ہو چمن سے جُدا
جہان میں پائیں گے گھر اہلبیت کے مدّاح — صلہ خدا سے، جدا لیں گے پنجتن سے جُدا
پھنسے ہوئے تھے بلاؤں میں سیّد سجّادؑ — چھلی تھی، طوق سے گردن جُدا رسن سے جُدا
گلے میں دیکھ کے طوقِ حدید کہتے تھے لوگ — یہ آفتاب کہیں جلد ہو گہن سے جُدا
کالا گردنِ اصغر سے تیر جب شہ نے — گلے سے بہنے لگا خون جُدا دہن سے جُدا
فجر سے ظہر تلک کربلا میں جنگ ہوئی — سرِ حسینؑ ہوا، وقتِ عصر تن سے جُدا
ی ہی مرگ کی منزل مسافرو ہشیار — کھُلے گا حال یہ جب روح ہو گی تن سے جُدا
شارِ قبر کا گر خوف ہے تجھے تو انیس — رہے نہ ذرّۂ خاکِ شفا کفن سے جُدا

بیکسی کا شہ کی چرچا رہ گیا — مجرئی مہمان پیاسا رہ گیا
دیر آئے پر بھی جلد آئے رسولؐ — دور لاکھوں کوس سایا رہ گیا
قبر میں ہو گا حسابِ زندگی — بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا
شُست و شو سے گو ہوا اُجلا ذلیل — جامۂ اصلی میں دھبّا رہ گیا
قبر میں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست — میں نئے گھر میں اکیلا رہ گیا
فیض تھا بے پردگی میں آل کی — ہم گنہگاروں کا پردا رہ گیا
اسقدر تھا خشک حضرت کا گلا — خنجرِ قاتل بھی پیاسا رہ گیا
سوؤ گے کب تک بس اب اُٹھو انیس — دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا

ن کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا — اُسی کی شان نظر آ گئی جدھر دیکھا
ں کو حق نے اُتارا جو عین کعبہ میں — کھُلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا
روزِ عید بھی آیا جو کوئی ملنے کو — غمِ حسین میں عابد کو نوحہ گر دیکھا

انیس

میر ببر علی نام اور لکھنؤ مسکن - یہین پیدا ہوئے اور یہین وفات پائی - وفات ۱۲۹۲
پانچ پشت سے شاعری انکے خاندان مین تھی - انھون نے صرف اپنے خاندان ہی مین
نہین پائی بلکہ تمام ہندوستان کے شعرا پر فخر لے گئے اور میری ذاتی راے تو یہ ہو کہ فن شاعری
نے انکے دم سے ایک نئی عزت حاصل کی - وقایع نگاری کی صفت جو انمین تھی
موروثی تھی - انکے دادا میر حسن کی مثنوی مشہور ہے - اس سے اچھی مثنوی آجتک
دیکھی نہین گئی - گلزار نسیم عام پسندیدگی مین شہرۂ آفاق ہو لیکن مذاق صحیح رکھنے والے
متفق اللسان ہین کہ واقعات کی مصوری میر حسن پر ختم ہو گئی -

فارسی شاعری سعدی اور حافظ پر ختم ہوئی - اور ریختہ گوئی کا غالب اور امیر پر خاتمہ
لیکن میر انیس کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہو کہ مرثیہ گوئی کے پیرایے مین ایشیائی شاعری کو انکے نام
وہ عزت ہوئی کہ یہ سب سے بالا ٹھہرے - انکی شاعری شاعری نہین ہو - فیضان الٰہی کا خاص نمونہ
رزم بزم - معاملہ بندی - واقعات نگاری کن کن باتون کا بیان کیا جائے - مشہور ہو کہ شاعر اُ
مضمون پر باثر کلام کہہ سکتا ہو جس سے اُسے خاص مذاق ہو لیکن یہ کلیہ میر انیس نے باطل کر
جسکے سر پر حبابِ بحر کی سی کلاہ ہو اور ہاتھ مین سوائے عصائے پیری کے کوئی اور شے نہ آئی ہو اور چڑھنے
لیے منبر مجلس کے سوا اور کوئی مرکب نہ ملا ہو وہ خود پوش اور زرہ پوش سوار دن کے رزم کا نقشہ کھینچے
کبریائی ہو - انکے رزمیہ اشعار پڑھیے تو معلوم ہوتا ہو کہ فن حرب اِن سے اچھا کوئی کیا جانے گا - حزن و غم کے
صورتِ غم کو سامنے لا کھڑا کر دیتے ہین - مسرت کے بیانات مسرت مجسم بنجاتے ہین - واقعہ نگاری انکا خاص
گویا صورت معاملہ سامنے آ کھڑی ہو جاتی ہو -

اِنتخاب

از

کلامِ انیس

(ہر چہار جلد)

سلام - رباعی - مرثیہ اوّل و دوم و سوم

۸۰ ہزار اشعار

نشہ مین کیون نہ کرون عش دکھا دیے تم نے وہ دونون دیدے مے ناب کے کٹورے سے
بلا سے جام نہووے نہو، کہ یان ہم لوگ چڑھا گئے ہین گھڑون کے گھڑے سکورے سے
نہین جو رات کو جاگے تو کیون اُبھر آئے؟ یہ لال لال کچھ آنکھون مین ڈورے ڈورے سے

غیر کے لی جو ران مین چٹکی تم نے لی میری جان مین چٹکی
لے نہ اے عشق ہر دم انشا کے اِس دلِ ناتوان مین چٹکی

واقف جو ہم نہین ہین اس بزم مین کسی سے ہین کیا غریب بیٹھے چُپ چاپ اجنبی سے
لو ہاتھ جوڑتا ہون بس کیجیے جُرم بخشی تقصیر بھی تو یعنی ہوتی ہے آدمی سے

دامن اگر نچوڑے تو جیحون ٹپک پڑے دل پر جو دھر دیے ہاتھ تو بس خون ٹپک پڑے
مین بھر رہا ہون آپ مجھے بس نہ چھیڑیے ایسا نہ ہو کہ خاطرِ محزون ٹپک پڑے

صاحب کے ہرزہ مین سے ہر ایک کو گِلہ ہے مین جو بنا ہتا ہون میرا ہی حوصلہ ہے
بارِ گران اُٹھائین کس واسطے عزیزو ہستی سے کچھ عدم تک تھوڑا ہی فاصلہ ہے

لگی ہے مینھ کی جھڑی باغ مین چلو جھولین کہ جھولنے کا مزا بھی اسی بہار مین ہے
پھوہارِ مینھ کی خوش آیندہ ہے بہت اِس وقت شراب پینے کا موقع اسی پھوہار مین ہے

تال کی یہ سم کی نہ سُر کی فارسی نہ عربی نہ ترکی
تاریخ کہی ہوئی یہ کسی لُر کی حویلی علی نقی خان بہادر کی

تم نے غرور سے نہ اشارہ کیا کہ بیٹھ اور اپنے پاؤن دُکھنے لگے یان کھڑے کھڑے

دل مین مرے چُٹکی لی ایسی ہی کہ درد اُٹھا معقول چہ خوش اے واہ، آپ اسکو ادا سمجھے

انشا یہ سُن غزلِ شیر ریختہ کے نمط رکھتے تھے جو طبیعتِ موزون ٹپک پڑے

کیونکر نہ لپٹ جاؤن صراحی کے گلو سے بیعت مجھے پھر تازہ ہوئی دستِ سبو سے

کوئی دُنیا سے کیا بھلا مانگے؟ ۱۲ وہ بیچاری تو آپ ننگی ہے

پختگی آج بھی اُس بات کی انشا نہ ہوئی | گھر کو پھر آئے چلے ہم طمعِ خام لیے

۹

گالی سہی ادا سہی چینِ جبیں سہی | یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی
گر نازنیں کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ | میری طرف کو دیکھیے میں نازنیں سہی
منظور دوستی جو تمھیں ہے ہر ایک سے | اچھا تو کیا مضایقہ انشا کہیں سہی

۱۰

بندگی ہم نے تو جی سے اپنی ٹھانی آپ کی | بندہ پرور خیر آگے مہربانی آپ کی
لیکے میں اوڑھوں بچھاؤں یا لپیٹوں کیا کروں؟ | روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپ کی
دو گلابی لا کے ساقی نے کہا انشا کو رات | زعفرانی میرا حصہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے | یار گر اس طرف کو آن پھرے
چین کیا ہو ہمیں؟ جب آٹھ پہر | اپنی آنکھوں میں وہ جوان پھرے
روٹھ کر اُٹھ چلے تھے انشا سے | بارے پھر ہو کے مہربان پھرے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے | پھر آپ ہو مؤدب ہاتھوں کو جوڑ بیٹھے
آواز سُن ہماری گھر سے جو تم نہ نکلے | دروازے سے تمھارے ہم سر کو پھوڑ بیٹھے
آزادگی خوش آئی انشا کو جب سے یارو | وہ سب کو چھوڑ بیٹھا، سب اُسکو چھوڑ بیٹھے

کسی پری کی ہنسی دل پہ اپنے کچھ ٹھن جائے | تو پھر یہ ہنسئی کہ دیوار قہقہہ بن جائے
لپٹ نسیم گئی بوے گل کی چھاتی سے | الٰہی اپنا بھی روٹھا ہوا کہیں من جائے
تو سوے سجدہ یوں جائے خواہشِ انشا | کہ جاب تاب کو جیسے کوئی برہمن جائے

کیا چیز بھلا قصرِ فریدوں مرے آگے | کانپے ہے پڑا گنبدِ گردوں مرے آگے
مرغان اولے اجنحہ مانندِ کبوتر | کرتے ہیں سدا عجز سے غوں غوں مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں؟ | بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے
میں شاہِ خراسان کے غلاموں میں ہوں انشا | مصروف رہے موسی و ہاروں مرے آگے

۱۱

یہ پیاس اپنی بجھے برف سے نہ شورے سے | بجھے، تو نرگسِ ساقی کے آبخورے سے

مجھے کام تجھ سے ہے اے جنون کہون کس سے کچھ سنون نہ کسی کے رد و قدح مین ہمن نہ اُکھاڑ مین نہ پچھاڑ مین
بڑی چراڑھیو یہ نہ جا دلا یہ سب آہون کے ہین مبتلا ۷ یہ شکار کھیلتے ہین پر بلا انھین ٹٹیون کی تو آڑ مین
نہ کر اپنی جان کو مضمحل ارے انشاؔ اُن سے لگا نہ دل تو وگرنہ ہووےگا منفعل کہین آ گیا جو لتاڑ مین

اگر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے ۸ زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین

مجھے کہنے لگی وہ پیار مین آ کر اگر بس ہو تو تجھکو موند رکھون ایک ننھی سی پٹاری مین

چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سنو بات مین تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

پرچھائین اپنی چال کی ٹک منھ کو موڑ دیکھ گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ
پیکانِ تیرِ آہ وہ ہے آلودہ زہر سے باور نہ ہو تجھے تو مرے دل کو توڑ دیکھ
چوکھٹ پہ اُسکے مین نے جو ٹپکا یہ سر کہا دروازہ کھولتا ہون نہ سر اپنا پھوڑ دیکھ
جوڑی جو اُس نے تجھ سے تو توڑی رقیب سے انشاؔ تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

آنے اٹک اٹک کے لگی سانس رات سے اب ہے امید صرف خدا ہی کی ذات سے
کل سے تو اختلاط مین تازہ ہے اختراع رُکنے لگے ہین آپ مری بات بات سے
انشاؔ نے آلگا ہی لیا تمکو بات مین ظالم وہ چوکتا ہے کوئی اپنی گھات سے؟

قسم نہ کھائیو ظالم تو مے کے پینے سے وگرنہ ہونگے ہم آزردہ اپنے جینے سے
اگر مین پاؤن اکیلا تجھے کہین ہے ہے تو کس مزے سے لگا رکھون اپنے سینے سے
وہ سن کے عرض کو انشاؔ کی اس طرح بولا کسے غرض ہے عبث منھ لگے کمینے سے

آزردہ ہم سے تو ہی جو ابلے میان رہے جی سے گئے جہان سے گئے ہم کہان رہے
اس دل جلے کو ہجر مین اے آتشِ فراق ایسا ہی پھونکیو کہ نہ باقی نشان رہے
خوگردہ گالیون کے جو ہین اُنکو دیتے بجیے انشاؔ سے ایسی بات نہ اے مہربان رہے

خم بغل، بیچ نہان، ہاتھ مین ہے جام لیے ساقی آتا ہے چلا زور سرانجام لیے
ہمصفیرانِ چمن دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ آج صیاد ادھر آیا قفس و دام لیے

ہاے کہنا وہ اُسکا چپکے سے — تجھے انشا ہمارے جی کی قسم
عجب رنگینیان باتون مین کچھ موتی ہیرا انشا — ہم ہو بیٹھتے ہین جب سعادت یار خان ادہم

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یان سب یار بیٹھے ہین — بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین
نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنے — ۴ تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین
خیال اُنکا پرے ہی عرشِ اعظم سے کہین ساقی — غرض کچھ اور دھن مین اس گھڑی میخوار بیٹھے ہین
بسانِ نقشِ پاے رہروان، کوے تمنا مین — نہین اُٹھنے کی طاقت کیا کرین لاچار بیٹھے ہین
یہ اپنا حال ہی افتادگی سے اندنون پہرون — ۵ نظر آیا جہان پر سایۂ دیوار بیٹھے ہین
کہین ہین صبر کسکو آہ، ننگ و نام کیا شی ہی — غرض رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہین
کہین بوسہ کی مت جرأت دلا کر بیٹھیو اُن سے — ابھی اس حد کو، وہ کیفی نہین، ہوشیار بیٹھے ہین
نجیبون کا عجب کچھ حال ہی اس دور مین یارو — جسے پوچھو یہی کہتے ہین، ہم بیکار بیٹھے ہین
کہان گردشِ فلک کی چین دیتی ہی سنا انشا — غنیمت ہی کہ ہم صحبت یہان دو چار بیٹھے ہین

یہ آپ حسن پہ اپنے گھمنڈ کرتے ہین — کہ اپنے شیش محل مین ہی ڈنڈ کرتے ہین
کھلا کے مال پوے، ترتراتے ہوئے ہین بھوگ — گرو جی چیلون کو اپنے بھسنڈ کرتے ہین
شراب اُنکو کہین مت پلائیو انشا — کہ مست ہوکے وہ مجلس کو بھنڈ کرتے ہین

کل وہ بولا مجھ سے ہنسکر چاہ اَرے کچھ کھیل نہین — مین ہون ہلنسوڑ اور تو ہی مقطع میرا تیرا میل نہین
زلف کو اُسکی مین نے جو سونگھا کہا یہ بو ہی موٹھون کے — دیکھتے کیا ہین آپ ادھر کو یا تو تلون مین تیل نہین
حسرت و حرمان یاس و تمنا درد فراق و رنج و تعب — اپنے سر پر اتنی بلائین ناحق اے دل جھیل نہین
اُسکی نگہ کا زخم اُٹھا کر انشا تو کیون لوٹے ہے — خنجر ناوک تیر نہین کچھ برچھی بلّم سیل نہین

حضرتِ دل تو بگاڑ آئے ہین اُس سے لیکن — اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین
چارہ سازاں نے تو مقدور بدل ہین لیکن — کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہین؟

وہ جو شخص اپنے ہی تاڑ مین سو چھپا ہی مانگ کی آڑ مین — نہ وہ بستی مین نہ اُجاڑ مین نہ وہ جھاڑ مین نہ پہاڑ مین

انشاؔ جو ہونی ہوے سو ہو، دل کہے ہے یون
تا چند ضبط، آج تو اُس دلربا کو چھیڑ

پھنس گئے عندلیب ہم بیکس
ہے تنہائی اور کُنجِ قفس

ہاتھا پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر
اُنکی اُنگلی کی چڑھ گئی جھٹ لس

جبکہ دیکھا کہ چھوڑتا ہی نہیں
تب تو ٹھہری کہ دینگے بوسہ دس

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات
آٹھ، نو، دس ہوئے بس انشا بس

ہو جاے اگر جہان فراموش
کب دل سے ہو دلستان فراموش

جلتے ہو تو یاد رکھیو مجھکو
مت کیجیو مہربان فراموش

صد حیف کیا، بچھڑ کے ہم کو
تم نے، اے قدردان فراموش

ایسا تجھے ہوگیا یکایک
انشا اللہ خان فراموش

انشا خیالِ محض ہے اسپر نہ بھولیو
ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض

کھولے جب چاند سے اس مکھڑے کا گھونگھٹ عاشق
کیون نہ پھر لیوے بلائیں تری چٹ چٹ عاشق

نہین معلوم اجی تم نے یہ کیا پڑھ پھونکا
کہ تمھین دیکھتے ہی ہوگئے ہم چٹ عاشق

میکشی تم کرو غیرون سے بہم، تو، اپنے
گھونٹ لو ہو کے پیے کیون نہ غٹاغٹ عاشق

اے نسیمِ سحری اُس سے یہ کہیو کہ ترا
رات سے اب تو بدلتا نہین کروٹ عاشق

اک غزل اور نئے قافیہ مین کہہ انشا
جسکے سُنتے ہی ہو مشتاق ہو جھٹ پٹ عاشق

سلطنت بیچتے ہین دردکشان خاک کے مول
ہے یہان سایۂ ہما خس و خاشاک کے مول

سروِ آزاد کئی، حقہ کش افیونی نے
بیچے ایک ادھی کو، اور کوے لیے ڈھاک کے مول

تاک باندھے ہوئے جو اینڈتے ہین مست انشا
کب وہ طوبیٰ کو بھلا لین شجرِ تاک کے مول

ترک کر اپنے ننگ و نام کو ہم
جاتے ہین وان فقط سلام کو ہم

خم کے خم توڑ ڈھاے یون ساقی
اور یون ترسین ایک جام کو ہم

روٹھنے مین بھی لطف ہے انشا
صبح گر روٹھے وہ تو شام کو ہم

دو تین دن تو ہو چکے اب پھر چلو وہین | فیروز شہ کی لات کی اُس جو تھے کھنڈ پر
گلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چونچ | بلبل ہمارے زخمِ جگر کے کھرنڈ پر

پر نظر لعل و زمرد کی طرف، پہنے ہین | سُرخ اور سبز عجب رنگ کے جوڑے پتھر
آتشِ عشقِ الٰہی سے ہی خالی گیا شہر؟ | یہ شرر رکھتے ہین سب سینہ مین ارد گرد پتھر

مجھے رونا آتا ہی شمعِ سحر پر | کہ بیچاری اب مستعد ہی سفر پر
اجی، جی مین ہی اب کہین بیٹھ رہیے | بس ایک باندھ تکیہ کسی رہگزر پر

گیا یار آفت پڑے اس سحر پر | اُداسی برسنے لگی بام و در پر
دیا نامۂ سید انشا تو اُس نے | دو ہتڑ جڑے ایک سر نامہ بر پر

یہ جو مہنت بیٹھے ہین رادھا کے کنڈ پر | اوتار بنکے گرتے ہین پریون کے جھنڈ پر

ہاتھ مجھ سے وہ ملاتے ہی یہ فرمانے لگے | تجھ سے پنجہ وہ کرے جو کہ مروڑے پتھر

لے چلا دامانِ صحرا کو گریبان پھاڑ کر | آخر آ مجکو جنون چمٹا ہی پنجہ جھاڑ کر

کیا ہنسی آتی ہی مجکو حضرتِ انسان پر | فعلِ بد تو انسے ہو لعنت کرین شیطان پر

ئے اُنھون نے، جو یہ پھولون کی چھڑی ڈالی توڑ | مین نے بھی، آپ کی دوڑی کی لڑی ڈالی توڑ
پینگین امریون مین جس وقت چڑھاتا ہون مین | مجھ سے کہتی ہی یہ ساون کی جھڑی ڈالی توڑ
ساتھ پریون کے یہ ہم جھولے کہ انشا ہم نے | ڈالی جو آپ کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

غنچون کو رونده، گل کو مسل، او صبا کو چھیڑ | لیکن، نہ اُسکے عقدۂ بندِ قبا کو چھیڑ
گیا گا رہا ہی اپنی ادیچ، ای، حدی سرا | جس سے کہ قیس لوٹ ہوا، اُس صدا کو چھیڑ
ای ہمنشین، یہ موسمِ ہولی ہی، اِن دنون | منظور ہی جو سیر، تو اُس خوش ادا کو چھیڑ
ایک بوالہوس نے اُنکی جو آنا سے کچھ کہا | رستہ مین اپنے توسنِ حرص و ہوا کو چھیڑ
بر قع اُلٹ کے مُنھ سے وہ کہنے لگی کہ چخ | بیٹھا، کسی جوان سے صاحب ادا کو چھیڑ
الیجا کے چپکے چپکے دوشالہ کے نیچے ہاتھ | ناخن گڑو کے چٹکی لے انگشت پا کو چھیڑ

تونے لگائی آکے، یہ کیا آگ ای بسنت؟ جس سے کہ دل کی آگ بھڑک اُٹھی ای بسنت

واقعی ہاں شرط بدکر سیکڑوں کی ہار جیت شغل میں جوڑکے ہیں پیچ، ای بتِ خودکام
لیک جی لگنے کی خاطر تجکو بسری ہی قسم ایک لپٹہ ایک ڈلی ایک لونگ ایک بادام

بہیان، چشمِ جادو یہ، اتنا گھمنڈ؟ خط و خال و گیسو یہ، اتنا گھمنڈ؟
اجی سر اُٹھاکر اِدھر دیکھنا اسی چشم و ابرو یہ، اتنا گھمنڈ؟
وہ کر یخبہ انشا سے بولے کہ واہ اسی زورِ بازو یہ، اتنا گھمنڈ؟

لکھدو آخون جی صاحب، کوئی ایسا تعویذ کہ مرے مُنھ سے لگے اُسکے گلے کا تع
غش ہوئے ہم تو، اجی قہر تھا اُس کافر کا لال ناڑے میں بندھا ہاے وہ نیلا تعو
سر کے بالوں سے لٹک، جھمکے سے اُلجھا تو کہا اب لگا مجکو ستانے یہ نگوڑا تعو
خیر انشا کی ہو چاہو تو پلادو دھو کر اُسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعو

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازے سے باہر غنچی میں دھرو پاؤں نہ اندازہ سے
جراح نہ رکھ پنبہ و مرہم، کہ یہاں آگ نکلے ہے ہر اک زخمِ تر و تازہ سے
رہتے ہیں سدا خواہشِ احباب سے انشا اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سے با

آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر گزری قیامت، اس دلِ امیدوار پر
ساقی، صراحیِ مئے گلفام لا شتاب ہی تجکو کچھ خیال بھی ابرِ بہار پر؟
انشا سے اب، تو آنکھ چرائی یہ قہر ہی اسوقت میں تو رحم کر اُسکے خمار پر

عجب سرچشمۂ مہتاب سے تھی آگ پانی پر سُنایا چاندنی نے آج دیپک راگ پانی
نہ اُڑلیے آپ جوگی جی، ابھی ہم بھی جو چاہیں تو بچھاکر مرگ چھالا بیٹھ لیں بے لاگ پانی
تصدق کرتے ہیں ہم، نعمتِ الوان کو انشا اسی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ پانی

تعویذ لعل ہی کئے، نہ پھر بے گھمنڈ پر اک نیلا ڈورا باندھیے، اس گوری ڈ
یارب سدا سہاگ کی مہدی رچا کرے پتے تجھین کھچین، رہے آفت از

چلے تجھے حرم کو، رہ مین ہوئے اک صنم کے عاشق
ہوا ثواب حاصل، یہ ملا عذاب اُلٹا

مجھے چھیڑنے کو، ساقی نے دیا جو جام اُلٹا
تو کیا بہک کے مین نے اُسے اک سلام اُلٹا

فقط اس لفافہ پر ہی کہ خط آشنا کو پہنچے
تو لکھا ہی اُس نے انشا، یہ ترا ہی نام اُلٹا

زاہد، مرے مولا کے اسرار، نہین پاتا
غافل اُسے کیا پاوے، ہوشیار نہین پاتا

گو روپ بدلتا ہی ہر روز نئے انشا
صحبت مین کبھی اُسکی، پر بار نہین پاتا

دیوار پھاندنے مین، دیکھوگے کام میرا
جب دھم سے آ کہونگا، صاحب سلام میرا

اُس سے خلوت کی ٹھہر جاتی، تو مین اللہ سے
واسطے دو دن کے عرشِ کبریائی مانگتا

اب تو اگلی سی طرح کا نہین گھر اپنا
رہگیا آپ مین اور ہم مین اکھڑا پڑا

نہین ہم فن کو باہم دیکھ سکتے لوگ، یہ سچ ہی
لگا القاص سے ہی لایحب القاص کا جوڑا

انھین کیا نعمتِ الوان سے؟ جنکو عرش سے اُترا
یہی اک جو کی روٹی اور اُبالے ساگ کا جوڑا

کوے تلے کھڑا تھا دیکھا جو تجھکو آتے
ہاتھ اُسنے کر کے اونچا جھٹ ایک پھل کو توڑا

کیا کہون احوال، تیرے عاشقِ بیتاب کا
اشک جو ٹپکا، سو، گویا قطرہ تھا سیماب کا

زلزلہ لایا ہی جسمِ مضمحل کا اضطراب
مر مٹے پر بھی گیا، اپنے نہ دل کا اضطراب

اُسکے ہم صدقے مٹایا جسنے باہم کر کے خلط
آتشِ تیز و ہوا و آب و گل کا اضطراب

یاد ہین انشا وہ شرمائی ہوئی آنکھین تجھے؟
اور تنہائی مین اُس ہمیان گسل کا اضطراب

کیا غضب تھا پھاند کر دیوار آدھی رات کو
دھم سے میرا کودنا اور وہ تمھارا اضطراب

کچھ اشارا جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت
ٹال کر کہنے لگے دن ہی ابھی رات کے وقت

گرچہ مے پینے سے، کی توبہ ہی مین نے ساقی
بھول جاتا ہون ولے تیری مدارات کے وقت

موسمِ عیش ہی یہ عہدِ جوانی، انشا
دور ہین تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

جمال و عظمتِ دادارِ خالقِ ملکوت
خیال کر کے یہ کہتا ہون واہ ری جبروت

نمود و سطوتِ پروردگار ہے دیکھو
جہان تلک کہ کرے کام یہ نظر کا سوت

جو شخص مقیمِ رہِ دلدار ہین زاہد فردوس لگے اُنکو نہ باغِ ارم اچھے
اِس ہستیِ موہوم سے مین تنگ ہون انشا ۲ واللہ، کہ اِس سے بمراتب، عدم اچھے

ہر ظلم، اُسکو یار کیا ہم نے، کیا کیا! کیا جبر اختیار کیا ہم نے، کیا کیا؟
اُس رشکِ گل کی خواہشِ بوس و کنار کو اپنے گلے کا ہار کیا، ہم نے کیا کیا؟
دستِ جنون سے اپنے گریبانِ صبر کو اے عشق، تار تار کیا، ہم نے کیا کیا؟
رہ رہ کے دل مین آوے ہے انشا یہی کہ کیون اُس دل کو بیقرار کیا، ہم نے کیا کیا؟

اگر ہمارے کرے کوئی بند بند جدا تو یہ قبول نہ ہوئے ہو وہ خود پسند جدا
مری اور اُسکی یہ صحبت ہوئی بروزِ وداع کہ دردمند سے ہو جیسے دردمند جدا
نمک فشان ہین مرے زخمِ دل پہ اے انشا سبھون کے طعنہ جدا، ناصحون کے پند جدا

اے صبا باغ مین ہلایا کر تو مرے گلعذار کا جھولا
نکہتِ گُل کے جھولنے کے لیے ہے نسیمِ بہار کا جھولا
چاہیے طفلِ اشک کو انشا مژۂ قطرہ بار کا جھولا

جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا تو سُلفے کا اور اُسکو کوڑا لگا
اجی، چشمِ بد دور، نامِ خدا تمھین کیا بھلا سرخ جوڑا لگا
لگی کہنے انشا کو شب وہ پری مجھے بھوت ہو کر نگوڑا لگا

دیکھ لیجے ہاتھ دھر کر اُس مرے سینہ پہ آپ گر نہ دیکھا ہو تڑپنا ماہیِ بے آب کا
کیا ہی پھبتا ہے یہ صاحب رینگ کا کُرتا تمھین اور اے ظالم یہ ڈھیلا پائچہ کمخواب کا
مانگتا ہے یہ دعا آٹھون پہر انشا سدا یا الٰہی بول بالا ہو مرے نواب کا

رکھتے ہین کہین پاؤن تو پڑتا ہے کہین اور ساقی تو، ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا
اے بادِ سحر محفلِ احباب مین کہنا ۲ دیکھا ہے جو کچھ حال تہِ دام ہمارا
عجب اُلٹے مُلک کے ہین، اجی آپ بھی کہ تم سے کبھی بات کی جو سیدھی، تو ملا جواب اُلٹا

غزلیات و ابیات

رہا ہی ہوش کچھ باقی، اِسے بھی، اب بکھیڑے جا ۔۔ یہی آہنگ، ای مطرب پسر، تو اور چھیڑے جا

مجھے اِس ”دِین لذت ہی، ای جوشِ جنون، اچھا ۔۔ مرے زخمِ جگر کے، ہر گھڑی، ٹانکے اُدھیڑے جا

سوالِ بوسہ سُن کہنے لگا، وہ شوخ غصہ ہو ۔۔ بہت اچھا، سمجھ لونگا، بھلا، تو مجکو چھیڑے جا

وفورِ مے سے، حالت غش کی ہی، انشا کو ای ساقی ۔۔ شرابِ سُرخ گالی کے، دیئے مُنھ پر، ترڑیڑے جا

خیال کیجیے گا، آج کام مین نے کیا ۔۔ جب اُس نے دی مجھے گالی، سلام مین نے کیا

کہا یہ صبر نے دل سے کہ ”لو خدا حافظ“ ۔۔ حقوقِ بندگی اپنا، تمام مین نے کیا

جنون یہ آپ کی دولت، ہوا حصول مجھے ۔۔ کہ ننگ و نام کو چھوڑا، یہ نام مین نے کیا

مزا یہ دیکھیے گا، شیخ جی رُس کے اُٹھے ۔۔ جو اُنکا بزم مین، کل، احترام مین نے کیا

ہوس یہ رہگئی، صاحب نے پر کبھی نہ کہا ۔۔ کہ ”آج سے تجھے انشا غلام مین نے کیا

فقیرانہ، ہی دل، مقیم اُسکی رہ کا ۔۔ غرض کیا کہ محتاج ہو بادشہ کا

تری آشنائی مین، کیا ہم نے پایا ۔۔ دیا نقدِ دل اور اپنی گرہ کا

تبھی لطف ہی ساقیا میکشی کا ۔۔ کہ تو بھی بہک اور مجکو بھی بہکا

کبھی تجھ سے انشا نے بوسہ نہ مانگا ۔۔ گنہ گار ہے وہ فقط اک نگہ کا

جھوٹا نکلا قرار تیرا ۔۔ اب کِس کو ہے اعتبار تیرا؟

دِل مین سو لاکھ چٹکیان لین ۔۔ دیکھا بس ہم نے پیار تیرا

انشا سے نہ روٹھ مت خفا ہو ۔۔ ہے بندۂ جان نثار تیرا

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم، اے صنم، اچھا ۔۔ لو، ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا

مشغول کیا چاہیے، اِس دل کو کسی طور ۔۔ لے لیوین گے ڈھونڈھ، اور کوئی یار ہم اچھا

گرمی نے کچھ آگ اور بھی سینہ مین لگائی ۔۔ ہر طور، غرض، آپ سے، ملنا ہی کم اچھا

انشا

سید انشاء اللہ خان متخلص بہ 'انشا' ہندوستان کے نامی شاعرون مین ہین
انکے باپ میر ماشاء اللہ خان بھی شاعر تھے۔ میر ماشاء اللہ خان صحیح النسب سادات
مین شمار کیے جاتے تھے۔ دربار شاہی دہلی مین یہ طبیب تھے اور زمرۂ امرا مین تھے
دلی تباہ ہونے پر یہ مرشد آباد گئے اور وہان سراج الدولہ کے مصاحبون مین داخل
ہوئے۔ وہین سید انشاء اللہ خان نے تربیت پائی۔ مرشد آباد تباہ ہونے پر سید
انشا دلی آئے اور شاہ عالم بادشاہ کے دربار مین داخل ہوئے۔ شاہ عالم کے پاس
اتنا سرمایہ کہان تھا کہ انکو خاطرخواہ صلہ ملتا اسلیے یہ دلی سے لکھنؤ آئے۔
لکھنؤ مین ایک زمانہ انکا یہ تھا کہ نواب شجاع الدولہ کو ایک دم بغیر انکے
چین نہ تھا۔ اسکے بعد بادشاہ کو کچھ خلش پیدا ہوئی۔ یہ زمانہ سید انشا کے لیے
زحمت کا تھا۔ پھر بادشاہ نے انکی تنخواہ بند کردی اور چین سے یہ گھر بیٹھے۔ خانہ
نشینی کا زمانہ انکے لیے آرام کا اور دوسرون کے لیے عبرت کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ
مین بھی انکی شاعری چلی جاتی تھی بلکہ اس زمانہ کا کلام بہت ہی پُر درد ہوتا تھا۔ انکی
وہ مشہور غزل جسکا مطلع ہے "کمر باندھے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین + بہت آگے گئے
باقی جو ہین تیار بیٹھے ہین"۔ اسی زمانہ کی ہے۔ آخر مین وہ تارک الدنیا ہوگئے اور کچھ دنون
بعد ایک مجذوب گوشہ نشین کی حیثیت سے بمقام لکھنؤ ۱۲۳۳ھ مین فوت ہوئے۔
سید انشا بڑے زبردست عالم تھے اور بڑے ہی ذہین تھے لیکن ذریعہ رزق انھون نے ٹھہرا
رکھا تھا شاعری اور وہ بھی بادشاہون کے ہنسانے کے لیے۔ اسلیے علماے عصر مین انکا شمار نہ ہوا۔ انکی نسبت
جوہر شناسون کا قول تھا کہ سید انشا کے علم پر انکی شاعری نے خاک ڈالدی اور انکی شاعری کو اُمرا کی صحبت نے ڈبو

اِنتخاب

از

کُلّیاتِ اِنشاء اللہ خان

۱۲ نشتر

طالبِ مرگ بھی ہین منتظرِ یار بھی ہین دیکھیے کون شبِ ہجر مین ادل آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی امیر ۹۲ پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

رباعیات

گھر کھدنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے روتی ہو لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہوکر ۹۴ یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

اوردن کو تو دنیا مین قضا نے مارا دی زلیست خدا نے، اور خدا نے مارا
یہ صورتِ مرگ و زلیست اپنی ہو جدا اُس لب نے جلایا تھا، ادا نے مارا

کمرے مین تو شب وہ ماہِ سیما آیا اسیر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چلمن جو اُٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا چھُڑوا دیے پردے تو لپینا آیا

اُٹھ رہی ہر حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی — ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

یہ گالی جو اے دلرُبا مل رہی ہر — دعا دی تھی اُسکی سزا مِل رہی ہر

دوڑ ساقی، کہ ترے مستون کو — ہوش آیا تو قیامت ہوگی

حورین کیونکر تری زبان سیکھین — لب و لہجہ کہین بدلتا ہے؟

آئے وہ کیون؟ اِن آنے سے حاصل ہی کیا ہوا — چُپ تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھے گھر چلے گئے

بتون ہی مین ہر وہ بُت کچھ تجھے خبر بھی ہر؟ — چھپا ہوا انھین فتنون مین فتنہ گر بھی ہر

منزلِ گور سے دم لیکے بڑھین گے آگے — ہم مسافر ہین بڑی دور کے رہنے والے

ہم مر گئے آنے کی جو اُنکے خبر آئی — افسوس اجل چار قدم پیشتر آئی

کیا خبر تھی کہ جدائی تری آفت ہوگی — بات کرنی بھی غریبون کو مصیبت ہوگی

ترا دوست، میرا عدو دل یہی ہر — ترا بسمل، اور میرا قاتل یہی ہر

ہم دل جلے گئے تو جہنم پکار اُٹھا، — یارب، سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی؟

پاکے تنہا اُنھین بوسے جو لیے کہنے لگے — مِل گئی مفت چھچھورے کو یہ نعمت کیسی؟

افسردہ داغِ دل ہوئے پیری مین کیا امیر — گویا چراغ صبح کو خاموش ہو گئے

نہ زر سے کام، نہ اسباب سے نہ دولت سے — یہ سب رہین نہ رہین عالمِ شباب رہے

ملا نہ محفلِ جانان سے ہم کو اذنِ نشست — برنگِ شمع خجالت سے آب آب رہے

بڑھے کیا ربط؟ یارِ دلستان سے — نیا اک روز دِل لائین کہان سے؟

خزان کے آتے ہی گلچین و صیاد — لپٹ کر خوب روئے باغبان سے

خلعتِ روزِ ازل بے سر و سامانی ہر — خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے

گلشن مین مجھ سے ہر یہ تقاضائے اضطراب — کھٹکا ہو جس شجر مین وہین آشیان رہے

یون بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہوگئے تمام ۱۰ — کشتی مین جیسے ساکن کشتی روان رہے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ مین بوتل آئے — اس طرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

قاصد، یہ زبان اُسکی، بیان اُسکا نہین ہی — دھوکا ہی تجھے، اُسنے کہا اور ہی کچھ ہے

مغفرت کا تو جو طالب ہی تو زاہد، آ اِدھر — پیار کرتی ہی وہ میخوارون کو میخوارون مین ہے

ڈھونڈھتا ہی اُسکو ای زاہد، تو اپنے دلمین ڈھونڈھ — چھت مین کعبے کی نہ وہ کعبہ کی دیوارون مین ہے

جہانتک تاک اغیار سے دِن رات ہی — اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے

اتنی باتین کیون سُناتے تم مجھے — پیار کرتا ہون مین اتنی بات ہے

تجھ سے مانگون مین تجھی کو کہ سبھی کچھ مِل جاے — سو سوالون سے یہی ایک سوال اچھا ہی

اسکا انجام فراق، اُسکا ہی انجام وصال — کون کہتا ہی کہ فرقت سے وصال اچھا ہی

ترے اِنکار نے ایجان، دل کو کر دیا چھلنی — انی برچھی کی نکلی، جب ترے منھ سے نہین نکلی

نہ چھوڑا ساتھ اُنکا میری تربت پر بھی آنے مین — بڑی پابند اپنی وضع کی چینِ جبین نکلی

چڑھا جاتے تھے ہم کے خم کبھی حلقے مین مستون کے — وہی ہم ہین کہ پھر جاتا ہی سر اک دورِ ساغر سے

بندون کو چشمِ شوق، بتون کو دیا جمال — واقف ہی کون مصلحتِ ذوالجلال سے

آئے جو میکدے مین کرے مست کیون کمی — شیشے کی طرح چاہیے مے تا گلو پیے

مقامِ وجد ہی اے دِل کہ بزمِ یار مین آئے — بڑے دربار مین آئے بڑی سرکار مین آئے

دُکھے کیونکر نہ دل آوازِ نے سے — صدا ہے یہ کسی دردآشنا کی

واماندگی سے جا نہ سکے کاروان تلک — کھائی تھین ٹھوکرین جو مقدر مین رہ گئے

نہ جیتنے مین گزارہ، نہ ہارنے مین رفاہ — پھر اُس سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے؟

ہوے تو خاک ہوے، ہم مٹے تو خاک مٹے — ابھی تلک تو نشانِ مزار باقی ہے

مرا احوال کر سکتا نہین اُن سے بیان کوئی — دہن مین میرے قاصد کے مری رکھدے زبان کوئی

حسنِ روز افزون بھلا دیتا ہی پہلے قاعدے — روز ہو جاتے ہین اُس محفل مین جا کر ہم نئے

کچھ میری سنو، کہو کچھ اپنی — باتین نہ کرو اِدھر اُدھر کی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو مین در آئے — ٹھنڈا ہو کلیجا یہی اُمید بر آئے

دردِ پہلو کی یہ شدت ہو کہ رنگت فق ہو
زخم وہ دل مین ہو کاری کہ کلیجہ شق ہے

ذکرِ گنجینہ سے ہوتا نہین کوئی منعم
ذوق جب تک نہ ہوا ہے شیخ، عبث ناحق ہے

طولِ فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے
نہ وہ باتین، نہ وہ راتین، نہ وہ دن یاد رہے

کانٹے اُلجھین نہ کہین دامنِ آزادی مین
دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

آبنی جان پہ اپنی تو مروّت کیسی؟
پھینک دون چیر کے پہلو جو کہین دل آئے

اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مل آئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے
اے جان، تیرے مُنہ سے نکلنے کی دیر ہے

آئے جو نزع مین تو یہ کہکر وہ اُٹھ گئے
ہم جاتے ہین یہان ابھی رخصت مین دیر ہے

نازکی کہتی ہو قسمہ تو لگا رہنے دے
ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے

عشق کے راز کو پنہان کوئی کیا رہنے دے
داغ کچھ درد نہین ہو کہ چھپا رہنے دے

روزنکیون مین جاکے دل میرا
دوستون کو پکار آتا ہے

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
مجھکو غصّے پہ پیار آتا ہے

باتین ناصح کی سُنین یار کے نظّارے کیے
آنکھین جنت مین رہین کان جہنم مین رہے

اُنکے تڑپانے کی طاقت جو نہین ہم مین نہو
کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم مین رہے

محتسب، پوچھ نہ تو شیشہ مین کیا رکھا ہو
پارسائی کا لہو اس مین بھرا رکھا ہے

ہم چلے دیر سے کعبہ کو تو وہ بت بولا
جاکے لے لیجیے کعبے مین خدا رکھا ہے

شام ہوتے ہی شبِ وصل بجاتا ہو گجر
ہاتھ ٹوٹین ترے گھڑیال بجانے والے

ہم جو پہنچے تو قیامت مین ہوا غُل آئے
دھجیّان دامنِ محشر کی اُڑانے والے

چشمِ واعظ پہ ہو عینک، دستِ واعظ مین عصا
ضعفِ پیری مین یہ دو باقی سہارے رہ گئے

موت آئے، یا وہ آئے، یا قیامت ہو امیر
اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے

اے چرخ حسینون کی جفا اور ہی کچھ ہے
معشوق کی چھیڑ دن مین مزا اور ہی کچھ ہے

وہ مستِ بے خبر ہے نہ سمجھے گا واعظو — کہیے امیر سے نہ ثواب و عذاب کی

جو چشمِ غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا — تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خودنما ٹھہرے
صفیں آراستہ ہونے لگیں جب اہلِ محشر کی — جما کر ایک ٹکڑی حسرتوں کی ہم جدا ٹھہرے
زہے حسرت نکالے ہم گئے جب کوے جاناں سے — بہت مُڑ مُڑ کے دیکھا دیر تک رو بر قفا ٹھہرے
جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا — کہو تم ہی وفا ٹھہرے کہ اب ہم بے وفا ٹھہرے

مقتل میں اُسکے دوڑ کے پہنچے جو تھے قوی — قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان میں رہ گئے
دوڑے تلاشِ دولتِ دنیا میں جو حریص ۸۸ — آخر کو تھک کے گورِ غریبان میں رہ گئے
لوٹا ستمگروں نے مگر اب بھی اے **امیر** — مضمون ہزارہا مرے دیوان میں رہ گئے

تیغِ قاتل کی چمک آنکھوں میں پھر جاتی ہے — اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے
سرنگوں بحرِ حوادث میں ہوں مانندِ حباب — آنکھ کھل جاتی ہے جس دم کوئی لہر آتی ہے
دل کو تسکین ہے اے قافلے والو کیا دوں — اب تو آوازِ جرس کی بھی نہیں آتی ہے

کیا باغ میں دیکھتی ہے شبنم ۸۹ — جو گُل کی ہنسی پہ رو رہی ہے
نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا — سونے دے غریب سو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہیں ہجر کی شب — تقدیر ہماری سو رہی ہے

خیال ہی میں مزے وصلِ دلربا کے لیے — لیے جو بوسے تو ہونٹھوں سے بھی چھپا کے لیے
یہ ہچکیاں نہیں آتی ہیں نزع میں پیہم — بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمدِ قضا کے لیے
وہ آئیں نزع میں چلتی نہیں زبان نہ چلے — نگاہِ یاس تو ہے عرضِ مدعا کے لیے

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہو گئی — موجِ خرام پاؤں میں خلخال ہو گئی
کیسا سلوک مجھ سے کیا اشکِ شرم نے — زائل سیاہیِ خطِ اعمال ہو گئی

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں ۹۰ — پھر اس قدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے
پسِ شباب ہے کیا اعتبارِ جمع حواس — کہ ایک شب سے سوا کاروان رہے نہ رہے

زمین کو ہم سے غبار، آسمان کو ہم سے خلاف — نہ ہم زمین کے لیے ہین نہ آسمان کے لیے

امیر، نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکون کے — جرس بھی شرط سفر ہین ہر کاروان کے لیے

شب غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ ۸۷، مگر تیری قیامت سے بڑی ہی

نہین رکتی چلی جاتی ہی دن رات — مری عمر رواں بھی اک گھڑی ہی

نکیلی بھی، سجیلی بھی ہی، وہ آنکھ — مگر دیکھا تو شرمیلی بڑی ہی

نہ توڑو نرگس بیمار کی آس — عصا ٹیکے ہوئے کب سے کھڑی ہی

امیر، اپنی نظر مین قصر شاہی — فقیرون کی سی ٹوٹی جھوپڑی ہی

سر راہ عدم گور غریبان طرفہ بستی ہی — کہین غربت برستی ہی، کہین حسرت برستی ہی

حقیقت دخت رز کی کیا ہی کیا رندون کی ہستی ہی — ترے دم سے یہ ساقی گرمی بازار ہستی ہی

ہمین شاہد پرستی سے سمجھ معذور اے واعظ — جوانی کا ہی نشہ، بیخودی ہی، جوش مستی ہی

دم مستی مژہ کی اشکباری دیکھ ای ساقی — گھٹا ہلکی سی ہی پر جھوم کر کیا کیا برستی ہی

بلائین لیتے لیتے ست ہو جاتی ہی مشاطہ — وہ چوٹی ارگجے کے عطر مین جس وقت بستی ہی

نئے بانکے بنے ہو تم، نئی شمشیر باندھی ہی — نگاہ حسرت آلودہ نہین دیکھی ہی بسمل کی

بھلا دیکھون تو وہ کیونکر نہین آتے ہین گھر میرے — اگر ہی عشق کامل، کھینچ لائے گی کشش دل کی

گریبان پھاڑ کر سیر چمن کو مثل گل چلیے — جنون انگیز پھر آتی ہین آوازین عنادل کی

جہان بدلا مزاج اس ترک کا چڑھنے لگی تیوری — ذرا قاتل کھنچا، کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی

نہ سمجھ کھیل، امیر، الفت کی بازی جان لیتی ہی — کہے دیتے ہین ہم، اچھی نہین ہی دل لگی دل کی

مین وہ سیاہکار ہون جب سے ہوا ہون دفن — جلاتی ہی زمین مری مٹی خراب کی

اللہ ری قدر میرے گناہون کی روز حشر — تعظیم کو کھڑی ہوئی میزان حساب کی

قالب مین روح بند فرشتون نے کی عبث — بے فائدہ غریب کی مٹی خراب کی

لخت دل برشتہ نکلتے ہین چھید کے ساتھ — ہر تار آہ سیخ ہی گویا کباب کی

شیخ نے میخانے مین پی یا نہ پی
دخترِ رز کو تو رسوا کر چلے

گل گیا آخر تہِ تربت کفن
۸۵ ایک جوڑا حشر تک کیونکر چلے؟

رہنے کیا دنیا مین آئے تھے امیرؔ؟
سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

خبر ہے نعش پہ کس بیوفا کے آنے کی؟
کہ جان ابھی سے ہے مشتاق جا کے آنے کی

شبِ وصال مین اُس شوخ کو پلا کے شراب
مین راہ مین روک رہا ہون حیا کے آنے کی

نہ چوک وقت کو پا کر کہ ہے یہ وہ معشوق
کبھی امید نہین جس سے جا کے آنے کی

گھٹا مین برق جو چمکی تو یاد آئی امیرؔ
ادا کسی کی وہ پردہ اُٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے
مین روتا ہون اُن کو ہنسی سوجھتی ہے

یہ آتا ہے جی مین کہ کوثر پہ چلیے
خرابات مین دور کی سوجھتی ہے

کہا مین نے پاس آؤ تو ہنس کے بولے
اجی آج تو دور کی سوجھتی ہے

امیرؔ ایسے ویسے تو مضمون ہین لاکھون
نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہے ہر سمت
کیا جانے دیا برق کو کیا حکم قضا نے

اُس دستِ نگارین کو کیا ہے جو بھبھوکا
دل مین مرے اک آگ لگا دی ہے حنا نے

معشوق جفا کار ہین، عشاق وفادار
ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے

بے موت مجھے تیغِ تغافل ہی نے مارا
پوچھا نہ جفا نے، نہ قضا نے، نہ ادا نے

خاموش چلے جاتے ہین دنیا سے ہزارون ۸۶
کیا جانیے کیا کہدیا چپکے سے قضا نے

دکھلا کے ادا اسکو امیرؔ اُسنے کیا قتل
پیدا اثرِ درد کیا میری دوا نے

اندھیری رات مین بجلی کو بھی ترس آیا
غریب لے کے چراغ آئی آشیان کے لیے

ہزار شکر کہ پیکان سے دِل ہوا آباد
خدا نے بھیجدیا وارث اِس مکان کے لیے

خدا جو پوچھے گا کیون جان دی جوانی مین
دکھا کے تجکو کہونگا کہ اس جوان کے لیے

کھلی زبان مری کسکی داستان کے لیے
اُچھل کے دِل نے جو بوسے مری زبان کے لیے

کچھ فکر دخترِ رز کی، پیرِ مغان ہے لازم ہیہوش اب نہین ہو ہشیار ہو گئی ہو
انگور مین تھی یہ مَے پانی کی چار بوندین ۸۱ جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہو
اک بات سہل سی ہو مرگ اے امیر لیکن ۸۲ دشوار سمجھے ہین سب، دشوار ہو گئی ہو

وہ کہتے ہین، نکلنا اب تو دروازے پہ مشکل ہو قدم کوئی کہان رکھے؟ جدھر دیکھو اُدھر دل ہو
کہین ایسا نہ ہو تجھ پر بھی کوئی وار چل جائے قضا ہٹ جا کہ جھنجلایا ہوا اِس وقت قاتل ہو
طنابین کھینچ دے یارب، زمینِ کوے جانان کی کہ مین ہون ناتوان، اور دن ہو آخر، دور منزل ہو
مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ کہتا ہو وہ شوخی سے یہی دل ہو جو زخمی ہو، یہی دل ہو جو بسمل ہو
نقاب اُٹھی تو کیا حاصل ہو حیا اُٹھے تو آنکھ اُٹھے پڑا گھرا تو یہ پردہ ہمارے اُنکے حائل ہو
الٰہی بھیجدے تربت مین کوئی حورِ جنت سے ۸۳ کہ پہلی رات ہو، پہلا سفر ہو، پہلی منزل ہو
جدھر دیکھو اُدھر سوتا ہو کوئی پاؤن پھیلائے زمانے سے الگ گورِ غریبان کی بھی محفل ہو
عجب کیا گر اُٹھا کر سختیِ فرقت ہوا ٹکڑے کوئی لوہا نہین، پتھر نہین، انسان کا دل ہو
سخی کا دل ہو ٹھنڈا گرمیِ روزِ قیامت مین کہ سر پر چترِ رحمت سایۂ دامانِ سائل ہو
امیرِ خستہ جان کی مشکلین آسان ہون یارب ۸۴ تجھے ہر بات آسان ہو اُسے ہر بات مشکل ہو

پوچھو پیکانِ تیرِ قاتل سے مشورے ہو رہے ہین کیا دل سے؟
لے چلے دل، تو ہنس کے فرمایا پیار اب کیجیے گا کس دل سے؟
اِس ادا سے وہ آئے وصل کی رات کہ نکل آئین حسرتین دل سے
ہو زمین لاکھ سہل، لیکن امیر ہوتے ہین اچھے شعر مشکل سے

مر چلے ہم مر کے اُس پر مر چلے کام اپنا نام اُسکا کر چلے
حشر مین اجلاس کس کا ہو کہ آج لیکے سب اعمال کا دفتر چلے
خونِ ناحق کر کے اک بے جرم کا ہاتھ ناحق خون مین تم بھر چلے
یہ ملی کس جرم پر دم کو سزا؟ حکم ہے دن بھر چلے شب بھر چلے

پہلو مین مرے رہتے ہین جی دیتے ہین اُن پر دِل ہو کہ جگر، دونون اِدھر بھی ہین اُدھر بھی
ڈرتا ہون شبِ وصل، کہ تقدیر بُری ہو آئے نہ کہین شام کے ہمراہ سحر بھی
فرقت مین **امیر** ایسی برستی ہو اُداسی روتے ہین مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

نہ سُنے دردِ دل مرا نہ سُنے مین کہون گا سُنے وہ یا نہ سُنے
بس اے دل، وفا وفا نہ پکار کہین وہ دشمنِ وفا نہ سُنے
جو کوئی درد آشنا ہو **امیر** اِدھر آئے مرا فسانہ سُنے

اک زرا دیکھ تو کیا کہتے ہین مرنے والے او غریبون کے مزارون پہ گزرنے والے
اُٹھے اور کوچۂ محبوب کو پہنچے عاشق یہ مسافر نہین رستے مین ٹھہرنے والے
موت کہتی ہو کہ دیتے تو حسینون پہ ہین جان اور مجھے مفت لیے مرتے ہین مرنے والے
قابلِ رحم، قیامت مین نہ ٹھہرین گے **امیر** رحم دُنیا مین غریبون پہ نہ کرنے والے

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے لوٹتی ہین بجلیان اِن کے لیے
مرنہ دی قرض اُسنے دو دِن کے لیے جس نے توڑے ہم سے گِن گِن کے لیے
وصل کا دن اور اِتنا مختصر ۷۸ دِن گنے جاتے تھے اِس دن کے لیے
صبح کا سونا جو ہاتھ آتا **امیر** بھیجتے تحفہ موذن کے لیے

عجب عالم ہو اُسکا وضع سادی شکل بھولی ہو ۷۹ کبھی جاتی ہو دل مین، کیا رسیلی نرم بولی ہو
او ہین کھیلتی ہین رنگ، تلوار اُسنے کھولی ہو لہو کی چلتی ہین پچکاریان مقتل مین ہولی ہو
بہار آئی، چمن ہوتا ہو مالا مال دولت سے نکالا چاہتے ہین زر گرہ غنچون نے کھولی ہو
عجب ملبوس ہو ہم وحشیون کا رخصتِ عریانی گریبان ہو، نہ پردہ ہو، نہ دامن ہو، نہ چولی ہو
صراحی دور مین آتی ہو، زاہد ہون جو محفل مین ۸۰ جھکا لین اپنی آنکھین، دخترِ رز کی یہ ڈولی ہو
امیر اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ بڑی عیار ہو، مکار ہو، ظاہر مین بھولی ہو

آنکھ اُسکو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہو چلیے چمن مین نرگس بیمار ہو گئی ہو

تنگ آئے ہین بہت بیٹھ رہین ان جاکر — اس جہان سے جو الگ پائین زمین تھوڑی سی
خم چڑھا جائین تو سمجھے کہ کوئی گھونٹ پیا — کیا ہین ہم سے خرابات نشین تھوڑی سی

جو بعدِ مرگ مرے دل مین کچھ غبار آئے — عجب نہین ہے کہ آندھی تہِ مزار آئے
وہ لیکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے — سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے
عجیب خوابِ گران مین تھے خفتگانِ زمین — کسی نے بھی نہ سُنا، ہم بہت پکار آئے
گڑھے مین گور کے پھینک آئے اقربا مجکو — سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے
فلک نے ساتھ مصیبت کے خجلتین بھی دین — جو گھر مین فاقہ ہوا میہمان ہزار آئے
ہم ایک بار بُلانے پہ لاکھ بار گئے، — وہ لاکھ بار بُلانے پہ ایک بار آئے
جلا رہے ہین شبِ غم مین اور بھی جگنو — کہان سے اُڑکے جہنم کے یہ شرار آئے
لہو نچوڑ کے بھر دون وہ رند میکش ہون — نظر جو شیشۂ خالی دمِ خمار آئے
جنون کی فکر اجّبانے کی امیر، تو کیا؟ — یقین ہے آج ہی کل موسمِ بہار آئے

کون بیماری مین آتا ہے عیادت کرنے؟ — غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے
اُسکو سمجھاتے نہین جاکے کسی دن ناصح — روز آتے ہین مجھی کو یہ نصیحت کرنے
تیر کے ساتھ چلا دل، تو کہا مین نے، کہان؟ — حسرتین بولین کہ مہمان کو رخصت کرنے
آئے میخانے مین، تھے پیرِ خرابات امیر — اب چلے مسجدِ جامع کی امامت کرنے

بدقت بحرِ غم سے کشتیِ جانِ حزین نکلی — کبھی بیٹھی، کبھی اُچھلی، کہین ڈوبی، کہین نکلی
عجب انداز سے مقتل مین اُسکی تیغِ کین نکلی — کہ دل سے مرحبا نکلا، جگر سے آفرین نکلی
خدا کا شکر وہ بُت نزع کے دم دیکھنے آیا — نظارے کی جو حسرت تھی وہ وقتِ واپسین نکلی
تصور بس کہ تھا دل مین امیر، اُس روئے زیبا کا — پری بنکر ہمارے مُنھ سے آہِ آتشین نکلی

غیرون سے ہین باتین بھی، عنایت کی نظر بھی، — پر دیکھتے جاتے ہین کن انکھون سے ادھر بھی
ہر شوق جو بالون کے بڑھانے کا تو اے جان — پیدا کر اِس بوجھ اُٹھانے کو کمر بھی

کبھی سمجھا نہ آگے کیا ہم اُس خود سر کو سمجھاتے ‏ سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے

نصیحت کرنیوالوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی ‏ جو کچھ سمجھاتے مجکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے

کوئی کہتا نہ آتے باز ہیں قتل سے ہرگز ‏ جو دُنیا اُنکو سمجھاتی وہ دُنیا بھر کو سمجھاتے

خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی جائیں ‏ کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے

تڑپ کر رو کے اُس محفل مین وہ لوہے گیا رسوا ‏ دل نادان کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

امیر اکبی ہی سودا جوش پر ہم کو اگر ملتا ‏ بنا نا بیڑیان بھاری یہ آہن گر کو سمجھاتے

باندھی جو روزِ حشر ہوا ہم نے آہ کی ‏ اڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی

شرکت نہ کی ملال مین کس دادخواہ کی ‏ دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی

بھاری بہت ہے لاؤ نگار روزِ جزا مین رند ‏ رکھوا کے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی

کہدونگا سب گناہ مرے مجکو یاد ہین ‏ کیون فرد کاتبانِ عمل نے سیاہ کی

سر قتلگہ مین دے کے عدم کو گیا امیر ‏ لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

مر کے چھوٹا کوہکن آزار سے ‏ پائی چھٹی روز کی بیگار سے

کر چکے قتل اب کہین رسوا نہو ‏ جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے

چشمِ جانان کو ہے دُنبالہ گران ‏ اُٹھ نہین سکتا عصا بیمار سے

لاش ہی اُٹھے یہان سے تو اُٹھے ‏ اُٹھ چکے ہین آستانِ یار سے

مین اُسے پیرِ مغان سمجھا، امیر ‏ مست جو نکلا درِ خمار سے

صلح کل مین ہے ابھی شرکت کین تھوڑی سہی ‏ اور اے پیرِ خرابات نشین، تھوڑی سہی

مدد اے شوقِ سجود، المدد اے شوقِ سجود، ‏ سر نہ اُٹھے ابھی باقی ہے جبین تھوڑی سہی

ایک قطرہ بھی نہ پینا مگر اے جانِ جہان ‏ اُسی انداز سے کہ لے کہ نہین تھوڑی سہی

کوچۂ یار مین ہون لاکھ تپش کے سامان ‏ پھر جو تسکین ہے دل کو تو وہین تھوڑی سہی

ہدیۂ دوست سمجھ کر مین ہوا شکر گزار ‏ رہ گئی سو کھی جو ملی نانِ جوین تھوڑی سہی

جان پر صدمہ شبِ ہجر ہی سونا کیسا؟ آنکھ لگتی ہی تڑپ دل کی جگا دیتی ہی
ہم برہنہ فقط اس دور مین ہین ورنہ بہار ٹوپیان غنچون کو پھولون کو قبا دیتی ہی
کیجیے غور تو دولت بھی ہمیر ہی امیر کہ کریمون کو خدا سے یہ ملا دیتی ہی

سوچ لے بد عہد وقت انکار کے دونون لب ہین دو گواہ اقرار کے
مر کے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم زیبِ تن کپڑے کیے دربار کے
حادثون سے بے خطر ہین خاکسار کب دبا سایہ تلے دیوار کے
شمعِ بالین سے یہ کہدے ای صبا سر پہ روتا ہی کوئی بیمار کے
ذلت و خواری و رسوائی امیر سب ہین دھبے دامنِ پندار کے

جو بحرِ عشق مین ہی وہ آفت رسیدہ ہی گردابِ مثل موج گریبان دریدہ ہی
پایا کسی نے سرِ محبت نہ آج تک افسانہ عشق کا خبرِ نارسیدہ ہی
گلزارِ تن سے طائرِ دل اُڑ گیا امیر سینہ اب آشیانہ مرغِ پریدہ ہی

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہی شکن چہرے پہ نقشِ پائے طاؤسِ جوانی ہی
عبث برباد کرتی ہی اُڑا کر کوے جانان سے صبا کیا میری مشتِ خاک پر نامہربانی ہی
خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتین بھی بُرے ہوتے ہو اچھے ہو کے یہ کیا بدزبانی ہی
ہوا ہون زندہ در گور انتہائے ضعف سے یارب مری چھاتی پہ سِل اب تک سنگِ سخت جانی ہی
امیر اِس عاشقی کا لطف ہی فصلِ جوانی مین اندھیری رات مین کہنے کے قابل یہ جوانی ہی

بتون کے عشق مین ہم جان نثار کھو بیٹھے ۶۷ عجب امانتِ پروردگار کھو بیٹھے،
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل کہ آسرا ترے امیدوار کھو بیٹھے،
نہ ہوش ہی نہ خرد ہی نہ صبر ہی ہم کو یہ ہمنشین تھے جو دو تین چار کھو بیٹھے
گلون نے خندۂ بیجا کا یہ ثمر پایا کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے
ادا وہ کون تھی جس پر ہوئے امیر فقیر؟ زرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

کشتیِ عمر کا انجام ہمین یاد آیا
کھا کے چکّر کوئی کشتی جو کہین بیٹھ گئی

دور سے بھی جو نظر آئی مجھے شکلِ امید
پاس آ کر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی

شعرِ پُردرد جو لکھنے پہ طبیعت آئی
سامنے آ کے مرے روحِ حزین بیٹھ گئی

ادّعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا
کیون تری آنکھ نہ اے آہوئے چین بیٹھ گئی

سخت جانی کے دکھائے کسے جوہر امیر
کہ تری باڑھ تو اے خنجرِ کین بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی
دل نے خوش ہو کے کہا ایک تو حسرت ن

بہرِ نظارہ جو قرآن مین بھی دیکھی فال
لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکل

ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا
دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکل

بڑھ گئی حسن پرستی کی مجھے حرص امیر
ہائے پیری تو جوانی سے بھی آفت نک

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی
کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی

شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی
بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی

کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین
تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی

الٰہی شبِ غم مین اتنا تو ہو
کوئی جھوٹ کہدے سحر ہو گئی

ہمین سر پٹکتے ہی گزری امیر
یون ہی عمر ساری بسر ہو گئی

لذّت جو ملی مرے لہو کی
خنجر نے بلائین لین گلو کی

روئے مری قبر پہ وہ آ کر
ہم خاک ہوئے تو آبرو کی

منھ اپنا نہ آرسی مین دیکھو
سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی

دل ہی نہ رہا امید کیسی
جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی

کلفت نہ مٹی امیر دل سے
اشکون نے ہزار شستشو کی

بیعتِ پیرِ مغان طرفہ مزا دیتی ہے
سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی

بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گل مین بلبل
چل کے پھولون مین صبا آگ لگاد

صوفی، خدا کے گھر مین یہ ہو حق ہی لیکر زور
سامع اگر ہو دور تو کہیے پکار کے

دوزخ مین مجکو جھونک چکے تھے مرے عمل
قربان شانِ رحمتِ پروردگار کے

اس پیار سے زمین نے کھینچا بغل مین تنگ
یاد آگئے مزے مجھے آغوشِ یار کے

کلیان جنھین گلون کی سمجھتی ہی عندلیب
وہ بند ہین نقابِ عروسِ بہار کے

بنکر بگڑتے ہین جو گھروندے ہزار ہا
ہین کھیل امیر صنعتِ پروردگار کے

ضعف سے گو ٹھوکرین کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
پر ترے در تک پہنچ جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

تھی جوانون کے سرِ افلاک پڑتے تھے قدم
اب زمین پر ٹھوکرین کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

آگے سو سو شعر اک جلسے مین کہتے تھے، امیر
چار مصرع اب کہے جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دلِ نخچیر سے
خوب رو دین حسرتین دل کی لپٹ کر تیر سے

اے گلِ تر تیرے جذبِ حسن کی تاثیر سے
رنگ خون ہو کر ٹپکتا ہی مری تصویر سے

بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا
معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تعزیر سے

وصفِ گیسو مین جو کرتا ہون، تو کہتا ہی وہ شوخ
دم اُلجھتا ہی تری اُلجھی ہوئی تقریر سے

ہو چکے قاصد کو خط اُس شوخ کو لکھ کر امیر
رو چکے لکھے کو اپنی خوبیے تقدیر سے

وعدۂ وصل اور وہ؟ کچھ بات سے ہے
ہو نہو اس مین بھی کوئی گھات ہی

بوسۂ چاہِ زنخدانِ غیر لین
ڈوب مرنے کی یہ اے دل بات ہی

بعد مدت بخت جاگے ہین مرے
بیٹھیے سونے کو ساری رات ہی

گر جگہ دل مین نہین پھر اس سے کیا؟
یہ دو شنبے کی یہ بدھ کی رات ہی

صاف کہدے، تو یہان آیا نہ کر
یار، یہ سو بات کی اک بات ہی

لختِ دل ہین میرے کھانے کو امیر
بس انھین ٹکڑون پہ اب اوقات ہی

ساقیا، دُردِ مئے صاف نہین بیٹھ گئی
شرح تھی ڈاک تھی یہ زیر نگین بیٹھ گئی

اندنون دخترِ رز کا نہین لگتا ہی پتہ
کہین قاضی کے تو گھر جا کے نہین بیٹھ گئی

کیا غم ہو امیرؔ، اگر نہین مال
اِس وقت مین آبرو بہت ہے

ہم اگر قتل ہوئے خیر، یہ تقدیر اپنی
آپ بدنام نہ ہون دھوئیے شمشیر اپنی

حاجتِ تیر و کمان کیا ہو تجھے چل تو سہی
گردنین کاٹ کے خود لائین گے نخچیر اپنی

تمکو بھولون کے چھپر کھٹ ہمین کانٹے ہین نصیب
خیر قسمت وہ تمھاری ہی، یہ تقدیر اپنی

اے امیرؔ اُٹھ نہ سکے ضعف سے ہم تا دمِ مرگ
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

ترا کیا کام اب دِل مین غمِ جانانہ آتا ہے
نکل اے صبر اِس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہے

لگی دل کی سمجھائے بیکسی مین کون اب ہو
مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے

وہ بت ہو مہربان سب اپنا اپنا حال کہتے ہین
لبِ خاموش تجکو بھی کوئی افسانہ آتا ہے

اُدھر ہین حُسن کی گھاتین، اِدھر ہین عشق کی باتین
تجھے افسون تو مجکو اے پری افسانہ آتا ہے

امیرؔ اور آنے والا کون ہو گورِ غریبان پر
جو روشن شمع ہوتی ہو تو ہان پروانہ آتا ہے

تیغِ قاتل پہ ادا لوٹ گئی
رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی
بال کھولے، تو گھٹا لوٹ گئی

اس روش سے وہ چلے گلشن مین
بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی

خنجرِ ناز نے کشتون سے امیرؔ
چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشقِ بتان سے ہاتھ نہ مر کر اُٹھائیے،
جب تک اُٹھے یہ داغ جگر پر اُٹھائیے

کہتے ہین مجھ گدا کو وہ کوچے مین دیکھ کر
للہ جان چھوڑیے بستر اُٹھائیے

غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر
مر جائیے نہ منتِ خنجر اُٹھائیے

آسان نہین ہو عشقِ بتِ سنگدل امیرؔ
یہ بوجھ اُٹھائیے تو سمجھ کر اُٹھائیے

بیجا نہین خزان مین یہ نالے ہزار کے
مظلوم داد خواہ ہین خونِ بہار کے

رکھنا نہ مجکو ساتھ دلِ بیقرار کے
ہو اور اک مزار برابر مزار کے

گلشن سے بلبلون کو اُڑاتا ہو باغبان
صدقے اُتر رہے ہین عروسِ بہار کے

جلتا ہی سینہ، بہتے ہین آنکھون سے اپنے اشک — باہر ہی آب، آگ ہے اندر لگی ہوئی
غم سے بقاے دل ہی تو دل سے بقاے غم — دونون طرف ہی شرط برابر لگی ہوئی
عالم ہی کیا شراب کا میناے صاف مین — تصویر ہی یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی
ساقی کمال پیاس سے جلتا ہی یان جگر — لا جلد، برف مین مئے احمر لگی ہوئی
آبِ خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر — ہر سعی مین ہی شرطِ مقدر لگی ہوئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی — شبِ فرقت جو گئی دوسری آفت آئی
حال بیمارِ محبت کا یہ آخر کو ہوا — ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی تو کچھ دل مین کھٹک درد کی پہلے سے مگر — پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
ہون وہ مایوس کہ دنیا سے جو اٹھا مین امیر — گور تک بیٹھی روتی مجھے حسرت آئی

نگہِ ناز کام کرتی ہی — دم مین ترکی تمام کرتی ہی
آکے محفل مین دختِ رز شب بھر — نیند سب کی حرام کرتی ہی
شیخ صاحب اٹھا کے دیکھو آنکھ — دخترِ رز سلام کرتی ہی
چلتی ہی جس جگہ کہ تیغ اسکی — خود قضا اہتمام کرتی ہی
الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے — اے امیر، اپنا نام کرتی ہی

کیون وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے — خودبخود صید چلے آتے ہین گردن ڈالے
بل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پُرفن ڈالے — ذبح سے پہلے لہو ہر رگِ گردن ڈالے
آبرو خاک ہوئے پر بھی نہ کی عاشق کی — چار آنسو بھی نہ تم نے سرِ مدفن ڈالے
خونِ ناحق کہین چھپتا ہی چھپائے سے امیر — کیون وہ بیٹھے ہین مری لاش پہ دامن ڈالے

مجھ مست کو مے کی بو بہت ہے — دیوانے کو ایک ہو بہت ہے
موتی کی طرح جو ہو خداداد — تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہے
کیا وصل کی شب مین مشکلین ہین — فرصت کم، آرزو بہت ہے

ذکرِ رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی | جانِ من، رات گزرنے دو سحر ہونے دو

کیونکر ہو دلِ شگفتہ جو عزلت نشین نہ ہو | پھولے پھلے نہ دانہ جو زیرِ زمین نہ ہو

مانندِ بوے گل چمنِ دہر سے نکل | اس باغِ بے ثبات مین عزلت نشین نہ ہو

ہستی جہان کی ہستیِ حق پر دلیل ہی | کیون کر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو

کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظمِ طبعزاد | دوست رکھتی ہی عقیمہ غیر کی اولاد کو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے پر ای یار | مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین محکم

کتنی ہی گرم دخترِ رز کی ادا تو دیکھ | واعظ، زرا سی پی کے تو اسکا مزا تو دیکھ

ڈھکا نہ بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ | دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھ

دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہی؟ تمھین کہو | کیا میرے دو ہین؟ اور رقیبون کے چار ہاتھ

تڑپا ہین بحرِ خون مین تو قاتل نے یہ کہا | بیڑا ہی پار، اور لگاتے ہین چار ہاتھ

تیر پر تیر لگا دیکھ کے او صید افگن | لوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہو کے بھی زندان مین ہا | کٹ گئے پاؤن بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین امیر | سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہی کچھ

لاکھ ہون سامانِ دولت ایک بھی ہوتا نہین | دونون خالی پائیے بعدِ مرگ اسکندر کے

پھولون مین اگر ہی بو تمھاری | کانٹون مین بھی ہوگی خو تمھاری

دو دن مین گلو، بہار کیا کی؟ | رنگت نہ رہی نہ بو تمھاری

مشتاق سے دور بھاگتی ہی | اتنی ہی اجل مین خو تمھاری

آنکھون سے کہو کمی نہ کرنا | اشکون سے ہی آبرو تمھاری

تنہا نہ پھرو امیر شب کو | ہی گھات مین ہر عدو تمھاری

وہ تیغِ آنکھون ہی سنان پر لگی ہوئی | دل کی بجھے گی آج مقرر لگی ہوئی

افتادہ کوئی مجھ سا کہان راہِ عشق مین | قدمون سے میرے رہتی ہی ٹھوکر لگی ہوئی

وصال پر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو — امیر یون ہی سہی چند روز مر دیکھو

چھپا چھپا کے نظر باز یان ہین غیرون سے — ہمین سے آنکھ چرانا ہی ذرا ادھر دیکھو

امیر جلوۂ وحدت سے آشنا ہو جو دل — وہی ظہور وہی شان ہی جدھر دیکھو

دل ہی وابستہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو — اب تو سر مین یہی سودا ہی بلا سے کچھ ہو

نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ الفت کی نگاہ — حال دل کس سے کہون تم تو خفا سے کچھ ہو

عالم فقر مین تکلیف گوارا ہی امیر — نہ ملین گے نہ ملین گے امرا سے کچھ ہو

پہلے تو مجھے کہا نکالو — پھر بولے غریب ہی بلا لو

بیدل رکھنے سے فائدہ کیا — تم جان سے مجھکو مار ڈالو

آیا ہی وہ مہ بجھا بھی دو شمع — پروانون کو بزم سے نکالو

اورون پہ امیر تکیہ کب تک — تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

الفت مین برابر ہی وفا ہو کہ جفا ہو — ہر بات مین لذت ہی اگر دل مین مزا ہو

دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہی یہ دل خانہ خراب — پوچھتا تم سے ہی رستے مین تمھارے گھر کو

جب مین اٹھتا ہون کوچے سے قاتل کے — روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

ہاے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھون مین — اب لحد مین بھی جو ڈھونڈھین تو نہ پائین مجکو

میکشو الجھو نہ واعظ سے عبث جانے بھی دو — منہ کی کھائے گا جو آئے تم یہ منہ آنے بھی دو

مین جہان بیٹھ کے روتا ہون ہنسی ہوتی ہی — ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجھکو

تو ہو کچھ درد سے آگاہ نہین بیدردی سے — دل مرا تجھکو ملے اور ترا دل مجھکو

یاد اُس شوخ کی تڑپاتی ہی اسقدر جو امیر — چین لینے نہین دیتا ہی مرا دل مجھکو

نزع مین جاتے تو ہو جاتے نہین مجھ بیمار سے — اک نظر آنکھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو

مین اُٹھتا ہون تو کانٹے پاؤن پکڑ کر کہتے ہین — اجی بیٹھو بھی کیون ویران کرتے ہو بیابان کو

ذکر کس بات کی ہی تمکو امیر — کیا سبب ہی کہ سر بزانو ہو؟

گلے کٹین گے نہ یون پیترے بدل کے چلو — چلے گی تیغ سرِ رہ، زرا سنبھل کے چلو
سرِ مزارِ غریبان ہین جا بجا پتھر، — لگے نہ پاؤن کو ٹھوکر زرا سنبھل کے چلو
بدل نہ جائین کہین راہ مین مرے تیور — چلو جو ساتھ، نہ تیوری بدل بدل کے چلو
قضا کا گرم ہی ہنگامہ کوے قاتل مین — امیر، خیر ہی، مُنھ مین نہ تم اجل کے چلو

آہ مین کھینچون، تو کھینچین آپ بھی شمشیر کو — بانکپن کی نوک رکھنے کاٹیے اِس تیر کو
اپنے بسمل کا زرا شوقِ شہادت دیکھیے — دے رہا ہی کیا گلے مِل مِل کے دم شمشیر کو
جانتے ہو، لوٹتا ہی خاک پر نخچیر کیون؟ — ڈھونڈھتا پھرتا ہی مقتل مین تمھارے تیر کو
ڈال دی عشاق کی آنکھون پہ حیرت کی نقاب — واہ کس پردے مین رکھا حُسن کی تصویر کو
لب پہ آئی آہ، اُدھر سے جب اُٹھی اُسکی نظر — دیکھنا کیا تیر پر روکا ہی ہم نے تیر کو
پوچھتی ہی شمع پروانون سے تیری داستان — گل سُنا کرتے ہین بلبل سے تری تقریر کو
لوٹتا ہی خاک پر ای ترک، مدت سے امیر — ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہی کیا نخچیر کو

یادِ زلف آئی دمِ نزع ستانے ہمکو — کس بُرے وقت مین گھیرا ہی بلا نے ہم کو
آج محفل سے تم آئے ہو اُٹھانے ہمکو — ہاے وہ دن کو جو اُٹھتے تھے بٹھانے ہم کو
مسجدون مین کبھی بھیجا کبھی بتخانون مین — ٹھیک ٹھیک اُسنے بتائے نہ ٹھکانے ہم کو
لے چلے داغ ہزارون چمنِ ہستی سے — زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہمکو
وہ پرِ کاہ تھے اس گلشنِ ہستی مین امیر — دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

لٹکاؤ نہ گیسوے رسا کو — پیچھے نہ لگاؤ اِس بلا کو
ظالم تجھے دِل دیا خطا کی — بس لُس مین پہنچ گیا سزا کو
اے حضرتِ دل بتون کو سجدہ — اتنا تو نہ بھولیے خدا کو
اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ — یون کھولیے قفلِ مدعا کو
کہتی ہی امیر اُس سے شوخی — اب مُنھ نہ دکھایئے حیا کو

ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہے نہ غمخوار مرا — درد ہی اٹھ کے سنبھالے تو سنبھالے دل کو
ناوکِ ناز پر ایسا ہی بھروسا مجھکو — مفت بھی لے تو کرون اُسکے حوالے دل کو
وہ دمِ رقص جو ہر بار لگائین ٹھوکر — پھر کہان تک کوئی سینے مین سنبھالے دل کو
کہتے ہین، شوق سے آئین مری محفل مین امیر — ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو — کیا وہ معشوق جسمین شان نہو
اے جنون لے چل اب وہان کہ جہان — یہ زمین اور آسمان نہو
ہم رہین، تم رہو، وصال رہے — غم نہین ہے جو یہ جہان نہو
مین جو آیا کہا یہ اُس نے امیر — دیکھنا یہ وہی جوان نہ ہو

صورتِ غنچہ کہان تابِ تکلم مجھکو — منہ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجھکو
مین تو کیا عکس سے وہ آئینہ رو کہتا ہے — پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجھکو
دھوکا کھائے ہوئے آدم کو زمانہ گزرا — دیکھ کر ہنستے ہین اب تک لبِ گندم مجھکو
دیکھ لون انکو ذرا نزع مین آلینے دے — رحم، اے بیخبری، کر نہ ابھی گم مجھکو
اسنے جنت سے جہنم مین مجھے پھینکدیا — زہر کی گانٹھ ہوا دانۂ گندم مجھکو
وائے قسمت کہ یہان قتل کی حسرت ہے امیر — اور وہ سمجھے ہین سزاوارِ ترحم مجھکو

پہلے تم اپنی حیون، اپنی نظر کو دیکھو ۴، — پھر جس نے دل دیا ہے اُسکے جگر کو دیکھو
ملتا نہین ہے، نالے مدت سے ڈھونڈتے ہین — بیٹھا ہے منہ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو
لٹیا جو قبر مین مین منہ سے کفن ہٹا کر ۵، — بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو
حالت مریضِ غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو؟ — ایک ایک غش کو دیکھو، دو دو پہر کو دیکھو
آخر ہے وصل کی شب افسردہ کیون نہون ہم — رنگت اُڑی ہوئی ہے شمعِ سحر کو دیکھو
رکھتے ہی خط کمر مین، پر لگ گئے ہین گو یا — جاتا ہے کس خوشی سے وان نامہ بر کو دیکھو
کیا وصل ہو، وہ کافر، تم اے امیر مومن — کتنے جدا جدا ہین شام و سحر کو دیکھو

اے اہلِ بزم، مجکو اُٹھاؤ نہ بزم سے ۱؎ شمعِ سحر ہون، عمر بپایان رسیدہ ہون
ابتک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی حرفِ نگفتہ ہون، سخن ناشنیدہ ہون
پیدا کیے کی شرم الٰہی ضرور ہی ۲؎ تو آفریدگار ہی، مین آفریدہ ہون

داغ اے بہار جیسے ہمارے بدن مین ہین اس رنگ و بو کے پھول بھی تیرے چمن مین ہ[ین]
پیاسی ہین آبِ خنجرِ قاتل کی دیر سے جتنی رگین امیر ہمارے بدن مین ہ[ین]

کہان انگورِ شیرازی، کہان یہ سیکشِ ہندی پہنچ رہتے ہین وہ دانے جو قسمت مین آتے ہ[ین]

بخت ایسے کہان ہین جو کرون یار سے باتین کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے بات[ین]
کیا دھیان امیر آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے جھک جھک کے جو کرنے لگے ہم پیار سے بات[ین]

قابلِ عفو مین آلودۂ عصیان ہو لون ۳؎ اے اجل، صبر کر اتنا کہ پشیمان ہو لو[ن]

دِل نہ بچے کِس طرح حسینون سے [د]ل کے سب چھین چھان لیتے ہ[ین]
میری ہر بات پر ہین سو سو عذر غیر کی خوب مان لیتے ہ[ین]
ہاے کیا دلبری کی ہین گھاتین دم دلاسے مین جان لیتے ہ[ین]

[ر]نگ پیری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین پھول لیے پھلنے کے اب ان ہی نہین سن ہی نہ[ین]

بولے وہ، آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے [کو]
چھیڑ ہر بات مین اچھی یہ نہین ای ناصح، چٹکیان لینے کو آیا ہی کہ سمجھانے [کو]
بجلیان جان پہ توبہ کے گرانے کے لیے بدلیان گھیرے ہوئے ہین مرے میخانے [کو]
جا بجا گل نہین پھلے کے بدن پر یہ امیر کیاریان پھولون کی ہین جی مرا بہلانے [کو]

اے تیغِ یار دِل کے گلے سے جدا نہو اب روٹھنے کا وقت نہین ہی خفا [نہو]
میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے بے درد پھر مین دیکھون کہ درد آشنا [نہو]
حسرت سے دیکھتا ہون جو انکی طرف امیر کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا [نہو]

کیسے الفت مین پڑے جان کے لالے دل کو اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دا[من]

عملِ بد جو ہوئے ہم سے سیہ کاری مین — گور مین بنکے وہی مارِ عذاب آتے ہین
یون نہ ہو، دیدۂ تر، یار کو رحم آ ہی گیا — خوب چھینٹے تجھے اے خانہ خراب آتے ہین
وشِ وحشت مجھے ہر سال بناتا ہے جوان — جب بہار آتی ہو ایامِ شباب آتے ہین

طا و آئینہ، امیدوار ہم بھی ہین — تمھارے دیکھنے والون مین یار، ہم بھی ہین
ہان تک آئینہ مین دیکھ بھال، ادھر دیکھو — کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہین

عشقِ گیسو مین ملی دنیا کی گردش سے نجات — نیند بھر کر پاؤن سوئے خانۂ زنجیر مین
نیند تیرے وحشیون کو صبح تک آتی نہین — رت جگا رہتا ہو شب بھر خانۂ زنجیر مین
دیر سے سوئے عدم پیری مین جا کر کیا کرین؟ — تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر مین
جمعِ زر ممسک جو کرتا ہو ہوا ثابت ہمین — اُسکی قسمت مین نہین ہو غیر کی تقدیر مین

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین — ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

ھتی ہو عقل جتنی ہوتی ہو عمر افزون — ہر دم نیا مزہ ہو اِس بادۂ کہن مین
ہر باغ باغ بلبل جس طرح تو چمن مین — پھرتے تھے یون ہی خوش خوش ہم بھی کبھی وطن مین
زادرہ کے ہم نے ایامِ عمر کاٹے — دو چار دن سفر مین دو چار دن وطن مین

وچۂ یار مین اول تو گزر مشکل ہے — جو گزرتے ہین، زمانے سے گزر جاتے ہین
اہد و تمکو جنان، ہم کو درِ یار پسند — خیر جاؤ تم اُدھر کو، ہم ادھر جاتے ہین

ام تن مین ہین چھالے، اگرچہ زار ہون مین — گرو جو خوب نظر آنسوؤن کا تار ہون مین
جا ہو سر سے قدم تک جو داغدار ہون مین — کہ ہجر مین ہمہ تن چشمِ انتظار ہون مین

عیش کا نام ہی سُنا ہو امیر — ڈھونڈھ مارا، جہان بھر مین نہین

ر جو آئے ترے بال بال مین موتی — گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہین جھولون مین

ھی مجنون کی شبیہ آج جو تصویرون مین — ہڈیان سوکھی سی دو چار تھین زنجیرون مین

تے ہین ناز، دیکھ کے جیتے ہین آئینہ — وہ ہم ناز نین نہین تو کوئی ناز نین نہین

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی
نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

بڑے ہی قدردان کانٹے ہیں صحرائے محبت کے
کہیں گاہک گریبان کے کہیں دامن کے بیٹھے ہیں

وہ آمادہ سنورنے پر، ہم آمادہ ہیں مرنے پر
اِدھر وہ بنکے بیٹھے ہیں اِدھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

امیر اچھی غزل ہے داغ کی، جسکا یہ مصرع ہے،
بھوین تنتی ہیں، خنجر ہاتھ میں ہے، تن کے بیٹھے ہیں

۶۸ نیم جان کرکے مجھے سر پہ کھڑے ہیں چپکے
ہاتھ اُٹھاتے بھی نہیں، ہاتھ لگاتے بھی نہیں

جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہو دل کی ثابت
مُنھ سے انکار بھی ہے آنکھ ملاتے بھی نہیں

ہنس ہی دیں دیکھ کے رونا، نہ کریں ہمدردی
مجکو رونا تو یہی ہے کہ رُلاتے بھی نہیں

لطف مرنے کا دکھائیں کسے فرقت میں امیر؟
نہیں آتے وہ، تو ہم جان سے جاتے بھی نہیں

۶۹ ناز، انداز، ادا، غمزہ، کرشمہ، شوخی،
سمٹ کے آیا ہے پری خانہ پریزاد دل میں

۷۰ ناوکِ ناز و ادا کا ترے اللہ رے ادب
حسرتیں جتنی ہیں بیٹھی ہیں دوزانو دل میں

حکم ہے ضبطِ محبت کا کہ ہو راز نہ فاش
آ کے آنکھوں میں پلٹ جاتے ہیں آنسو دل میں

نکل اے یاس، کہ ہے وصل میں ارماں کا ہجوم
اب جگہ اتنی نہیں ہے کہ رہے تو دل میں

ایک ایک اُنمیں شرارہ تھا جہنم کا امیر
آگ لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل میں

وہ تو سنتا ہی نہیں، میں دادخواہی کیا کروں؟
کس کے آگے جاکے سر پھوڑوں الٰہی کیا کروں؟

مجھ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس
چار دن کی زندگی میں بادشاہی کیا کروں؟

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہیں
دل ہی واقف ہے جس ارمان سے ہم دیکھتے ہیں

شمشیر ہے، سناں ہے، کسے دوں کسے نہ دوں؟
اک جانِ ناتواں ہے، کسے دوں کسے نہ دوں؟

دربان ہزار اُسکے یہاں ایک نقدِ جان
مال اسقدر کہاں ہے، کسے دوں کسے نہ دوں؟

تڑپتا ہے دل، جتنا دبی اسکے تڑپنے پہ
قیامت کا اثر ہے اضطرابِ مرغِ بسمل میں

یہ بیماری محبت کی کوئی نیرنگ ہے اے دل
جہاں آیا مسیحا درد دونا ہو گیا دل میں

بے خبر دیکھ کے مردوں کو یہ کہتی ہے زمین
جو یہاں آتے ہیں مستِ مئے خواب آتے ہیں

اپنی محفل سے اُٹھاتے ہین عبث ہمکو حضور ۶۱ چھُپکے بیٹھے ہین الگ آپ کا کیا لیتے ہین؟
شاخ مرجان ہین جواہر نظر آتے ہین امیر ۶۲ کبھی اُنگلی جو وہ دانتون مین دبا لیتے ہین

فراقِ یار مین شب ہو کہ دن تمام نہین — جو اُسکی صبح نہین ہے تو اُسکی شام نہین
گرہ سے کچھ نہین جاتا ہے پی بھی لے زاہد — ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہین
فقیر گوشہ نشین ہین خدا کے درباری ۶۳ کسی امیر کا مجرا نہین سلام نہین
کریم جان کے تجھکو خطائین کین یارب — مرے گناہ سزاوارِ انتقام نہین
جو تنگدستی سے ہو فرصت تو دگھڑی کو چلو — امیرؔ مسجدِ جامع مین آج امام نہین

پڑ گئی کیا لوٹ یارب گلشنِ ایجاد مین ۶۴ دستِ گلچین مین ہے گل، بلبل کفِ صیاد مین
ہو گئی کچھ اور آکر خانۂ صیاد مین — یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد مین
اپنے اپنے ہین نصیبہ اے ہم صفیرانِ چمن — پھنس گئے تم دام مین، ہم گیسوے صیاد مین
فی الحقیقت دل سے دلکو راہ ہوتی ہے امیر — ہم ہین اُنکی یاد مین، وہ ہین ہماری یاد مین

گزشتہ خاک نشینون کی یادگار ہون مین — مٹا ہوا سا نشانِ سرِ مزار ہون مین
کچھ آج سے نہین پی ہے حضرتِ واعظ؟ — ازل کا مست پُرانا شرابخوار ہون مین
بہت مزے سے گزرتی ہے بیخودی مین امیر ۶۵ وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہون مین

لیا مین نے تو بوسہ خنجرِ قاتل کا مقتل مین — اجل شرما گئی سمجھی کہ مجھکو پیار کرتے ہین
مرا خط پھینک کر قاتل کے مُنھ پر طنز سے بولے ۶۶ خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ مرتے ہین
ابھی اے جان تو نے مرنے والون کو نہین دیکھا — جیے ہم تو دکھا دینگے کہ دیکھ اس طرح مرتے ہین
قیامت دورِ تنہائی کا عالم روح پر صدمہ ۶۷ ہمارے دن لحد مین دیکھیے کیونکر گزرتے ہین
جو در کھلتی ہے شانہ آئینہ تنگ آکے مشاطہ — ادائین بول اُٹھتی ہین کہ دیکھو یون سنورتے ہین
چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل؟ — گلا کاٹین مرا صیاد ناحق پر کترتے ہین
قیام اس بحرِ طوفان خیز دنیا مین کہان ہمدم؟ — حباب آسا ٹھہرتے ہین تو کوئی دم ٹھہرتے ہین

خدا جانے کہان دلِ جان کس جلسہ مین ہر اپنی
بظاہر مت بنے بیٹھے ہین ہم ہر چند یارون مین

چلے ساقی، منہ سے بولے، اگر آئی ہر یار دمین
دلعن ہنکر نہ بیٹھے دخترِ رز بادہ خوارون مین

بہار آئی، گھٹا چھائی، کھلے بوتل، چلے ساغر
نہ تم پرہیزگارون مین، نہ ہم پرہیزگارون مین

امیر کیسے نہ بچتی دختِ رز آنکھون نہین پی جاتے
جوانی کا گزر شاید نہین پرہیزگارون مین

دل جو کہتا ہر مجھے ضبط کی طاقت ہی نہین
ضبط کہتا ہر تڑپنے کی اجازت ہی نہین

غم سے چھوٹون تو مین کچھ عیش کا سامان کرون
آنی اس غمکدۂ دہر مین فرصت ہی نہین

طلب جام عبث کرتے ہو منہ پھوڑ کے تم
میکشو آنکھ مین ساقی کے مروت ہی نہین

دین کی فکر کرون ہاے مین کس وقت امیر
کبھی دنیا کے بکھیڑون سے فراغت ہی نہین

کیا عارف مجھے پیرِ مغان نے اک پیالے مین
کرامت یہ نہین دیکھی کسی اللہ والے مین

ہزارون خار پیاسے وادیِ الفت مین ہین یارب ۵۸
پلاؤن کس کو کس کو، بوند بھر پانی ہر چھالے مین

ادھر بھی اک نگاہِ لطف، خم کی خیر اے ساقی
ہمین بھی ایک چلو مے کسی ٹوٹے پیالے مین

تڑپتے عمر گزری یار آئے یا اجل آئے
خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے مین

امیر اس نازنین پر ہر گران بیلا چنبیلی تک
پہنتا ہر پر وکر پھول وہ جو ہی کے بالے مین

زینتِ گوشِ حسینان ہون، وہ گوہر ہین ہون
جامہ زیبون ہی کا زیور ہون، اگر زرین ہون

بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگارِ دعا ل
پھر سزاوارِ سزا کوا ے مقدر مین ہون

جلوۂ حسن یہ اس شوخ کا کہتا ہر امیر
بزم مین شمع ہون گلشن مین گل ترین ہون

دل جدا، مال جدا، جان جدا لیتے ہین ۵۹
اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہین

مجلسِ وعظ مین جب بیٹھتے ہین ہم میکش
دخترِ رز کو بھی پہلو مین بٹھا لیتے ہین

درد آگین جو کوئی دل نظر آتا ہر کہین
دوڑ کر ہم اسے چھاتی سے لگا لیتے ہین

دھیان مین لا کے ترا سلسلۂ زلفِ دراز
ہم شبِ ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہین؟

ایک بوسے کے عوض مانگتے ہین دل کیا خوب ۶۰
جی مین سوچین تو وہ کیا دیتے ہین کیا لیتے ہین؟

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریداروں میں ہون — واہ ری قسمت کہ اسیر بھی گنہگاروں میں ہون

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ — اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہون

بیگناہون میں چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈھنے — مغفرت بولی ادھر آ میں گنہگاروں میں ہون

اونچے اونچے مجرمون کی ہوگی پرسش حشر میں — کون پوچھے گا مجھے میں کن گنہگاروں میں ہون

سوزِ فرقت، دردِ دل، زخمِ جگر، ناسورِ چشم — کچھ نہ پوچھو مبتلا میں کتنے آزاروں میں ہون

پھول ہیں پھولو نہیں ہون کانٹا ہون کانٹو نہیں امیر — یار میں یار و نہیں ہون، عیّار عیّاروں میں ہون

ضبط کرنا دلِ حزین نہ کہیں، ۵۷ چوٹ لگ جائے گی کہیں نہ کہیں

چین مُردون کو قبر میں بھی نہیں، — آسمان ہو تہِ زمین نہ کہیں

آگ ہو جائے گا وہ شوخ امیر — کھینچنا آہِ آتشین نہ کہیں

کیا دخل جا سکے کوئی اس جلوہ گاہ میں — غمزہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ میں

خنجر کچھ اس ادا سے کھنچا قتلگاہ میں — لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ میں

آفت کی شوخیان ہیں تمھاری نگاہ میں — محشر کے فتنے کھیلتے ہیں جلوہ گاہ میں

بھاگا خیالِ یار یہ کہہ کر شبِ فراق — دشمن مرے شریک ہوں حالِ تباہ میں

تیرے جلال میں بھی مزہ ہے جمال کا — چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ میں

تیری نکیلی پلکون سے اللہ کی پناہ — کیا دل میں پیر جاتی ہے چبھ کر نگاہ میں

ہم ہیں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش — مے پیتے ہیں تو سایۂ ابرِ سیاہ میں

سودا و میر دونون تھے کامل مگر امیر — ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

بیکس ہوں نہیں ہے کوئی میرے غمگساروں میں — فقط اک دل ہے سو وہ بھی تمھارے جان نثاروں میں

دنا ہے پیے مے، رنگ تو برسات کا دیکھے — تماشا اودی اودی بدلیاں ہیں سبزہ زاروں میں

وہ یار کیا بدلی، جہان بدلا، ہوا بدلی، — وہ دشمن جان کے ہیں، جو تھے آگے جان نثاروں میں

رہا ہو خترِ رز کا نام ہر صحبت میں اے ساقی — پری ہے میکشوں میں، حور ہے پرہیزگاروں میں

لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی   پاؤن سے میرے اُترجائین نہ زنجیرین کہین
اُسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ چاہی اگر   بولے دربان جاؤ کیا بٹتی ہین جاگیرین کہین؟
لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر   سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین؟

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین   کیا نازو نیاز ہو رہے ہین
پہنچی ہی ہماری اب یہ حالت   جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین
پیری مین بھی ہم ہزار افسوس   بچپن کی نیند سو رہے ہین
رو دینگے ہمین رُلانے والے   ڈوبینگے وہ جو ڈبو رہے ہین
کیون کرتے ہین غمگسار تکلیف   آنسو مرے مُنھ کو دھو رہے ہین
زانو پہ امیر سر کو رکھے   ۵۶ پھر دن گزرے کہ رو رہے ہین

اُسکی حسرت ہی جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون   ڈھونڈھنے اُسکو چلا ہون جسے پا بھی نہ سکون
اُنکے غصے کے مٹانے کی ہین سو تدبیرین   لاگ کی آگ نہین ہی کہ بجھا بھی نہ سکون
چٹکیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار   داغ کچھ درد نہین ہین کہ دکھا بھی نہ سکون
ناز کرنے سے تجھے منع نہین کرتا مین،   پر نہ اتنے کہ اُٹھاؤن تو اُٹھا بھی نہ سکون
اے امیر اپنی غزل ہی، کوئی آیت یہ نہین   کہ گھٹا بھی نہ سکون اور بڑھا بھی نہ سکون

ہاے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتون مین   اب نہ باتون مین مزہ ہی، نہ ملاقاتون مین
چار ہی دن مین وہ بُت دیکھیے کیا چل نکلا   کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین
دل جو پایا مین نے تو بولے کوئی بم پھوٹی ہی   دل ہی دل روز چلے آتے ہین سوغاتون مین
یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سُن لیتا ہون   اک نہ اک بات نکل آتی ہی سو باتون مین
کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا   تم رہا کرتے ہو دن رات انھین گھاتون مین
واعظ اب چھیڑ کے رندون سے ہنسا کرتے ہین   کچھ مزہ ملنے لگا ہی انھین صلواتون مین
بُت نہ بولین، جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر   اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

آنسوؤن سے امیر ہین رسوا ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہین

وصل بُت ہوتا نہین ہی، یا خدا ملتا نہین؟ ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہین؟
ذبح کرتا ہی تو میرے دست و باز و کھول دے رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہین
حسرتین گھیرے ہین اس کثرت سی بسمل کو ترے روح نکلے تن سے اتنا راستہ ملتا نہین
اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب کون ہی؟ جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہین
اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے مین مرے، دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہین
جس لحد مین دیکھیے ششدر ہین مُردے اے امیر خاک کے نیچے بھی کنجِ انزوا ملتا نہین

مے مین کیا کچھ فضا ہی نہین ساقیا، باغ مین گھٹا ہی نہین
خضر کیا جانین مرگ کی لذت؟ اس مزے سے وہ آشنا ہی نہین
کس طرح جائین؟ انکی محفل مین، جنکے دل مین ہماری جا ہی نہین
مرنے والون سے کہتے ہین وہ امیر کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہین؟

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بنکے آتے ہین پڑا ہون مین یہان آکر تو یون مجکو ستاتے ہین
ہماری بیخودی تمہید ہی تیری نمائش کی مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہین
محبت کا بُرا ہو، دل کو رو ؤن، یا جگر تھامون؟ مرے قابو سے یہ دونون کے دونون نکلے جاتے ہین
شعاعِ مہر کس کس شوق سے آکر لپٹتی ہی، کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہین
وہ اُٹھی ہی گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی اُٹھو رندو چلو، واعظ تو یون ہی سر پھراتے ہین
نہین ہی پیار بھی در پردہ انکا چھیڑ سے خالی رُلا دیتے ہین اتنا وصل کی شب گدگداتے ہین
امیر افسردہ ہوکر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے وہ میلے ہم کو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیرین کہین وصل کی بنتی ہین ان باتون سے تدبیرین کہین؟
نیچی نظرون سے لگے آخر مجھے وہ دیکھنے اوپر اوپر جاتی ہین آہون کی تاثیرین کہین؟
وہ بُت آئے گا تو بُت بن جائینگے واعظ بھی حاکمون کے سامنے چلتی ہین تقریرین کہین

پلا وصل مین مے نہ اُن کو امیر — مزہ کیا؟ رہے جب نہ وہ ہوش مین

سیکش کے دل کے راز کسی پر عیان نہین — شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہے زبان نہین
موجود خشتِ خم ہے اگر نردبان نہین، — اتنی تو مے فروش کی اونچی دُکان نہین؟
مردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا — ۵۵ دو گز بھی کیا زمین تہ آسمان نہین؟
کیا کیا کرین گے قتل سنور نے تو رو انھین — پنہان ہے تیغ زنگ مین جوہر عیان نہین
مرقد مین بھی نصیب کی گردش ہی رہی — سمجھے تھے ہم زمین کے تلے آسمان نہین
زندان چمن ہے وحشیِ نازک مزاج ہون — پھولون کی بدھیان ہین مری بیڑیان نہین
پیری مین اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب — اُتو قبائے تن پہ ہے، یہ جھریان نہین
ایذا کا خوف صاحبِ تمکین کو کیا؟ امیر — نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گران نہین

مرتبہ تیغِ ادا کا وہی بسمل سمجھین، — زیست کو مرگ مسیحا کو جو قاتل سمجھین
قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہ ہون — اپنے سر کو بھی تہِ خنجرِ قاتل سمجھین
یون تو ہر غنچۂ گل شکلِ صنوبر ہے امیر — جس مین کچھ درد کی بو آئے اُسے دل سمجھین

دامن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ مین — پھول ہو جائین گے دوزخ کے شرارے ہاتھ مین
پوچھتے ہو کس سے؟ جو چاہو کرو، مختار ہو — دل تمھارے ہاتھ مین ہے یا ہمارے ہاتھ مین
لطف اُٹھے سیرِ ساحل کا شبِ مہتاب مین — ہاتھ اُسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ مین
ہم وہ مجرم ہین کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا — حورین دوڑین لیکے جنت سے ہزارے ہاتھ مین
ہم بہت لاغر ہین پہناؤ نہ ہمکو ہتھکڑی — ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ مین
حلقۂ گیسوے جانان وہ بلا ہے اے امیر — چھپ رہی ہین مچھلیان دہشت کے مارے ہاتھ مین

ہم جو مستِ شراب ہوتے ہین، — ذرّے سے آفتاب ہوتے ہین
کیا کہین کیسے روز و شب ہم سے — عمل ناصواب ہوتے ہین؟
وہی رہ جاتے ہین زبانون پہ — شعر جو انتخاب ہوتے ہین

خنجر کو جو ہوس کے کہتے ہین میرے زخم ۵۲ ظالم مزے بھرے ہوئے تجھ مین کہان کہین؟
وہ اور وعدہ وصل کا، قاصد، نہین، نہین! ۵۳ سچ سچ بتا، یہ لفظ اُنھین کی زبان کے ہین؟
بلبل کو شوقِ گل تھا، نہ قمری کو عشقِ سرو ۵۴ سارے یہ گل کھلائے ہوئے باغبان کے ہین
اُن ابروؤن سے، حضرتِ دل! روز سامنا کہیے تو ایسے آپ بہادر کہان کے ہین؟
اُس طفلِ تندخو سے جو ملتا ہون مین امیر کہتے ہین لوگ ڈھنگ بُرے اِن جوان کے ہین

نہان رہتا ہے آئینہ سے وہ بیگانہ خو برسون حیا دیکھو نہین آتا ہے اپنے روبرو برسون
تڑپ کر دل نے میرے مدتون رسوا کیا مجکو بہا کر اشک آنکھون نے ڈبوئی آبرو برسون
مزہ یہ ذبح مین پایا کہ کرتا ہے دعا بسمل رہے یون ہی الٰہی، ربطِ شمشیر و گلو برسون
کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبطِ الفت کو نہین آتا زبان تک دل سے حرفِ آرزو برسون
کبھی ہمکو بھی تھا اے درد، دعویٰ ضبطِ الفت کا پلٹ جاتے تھے نالے دل سے آ کر تا گلو برسون
مسیحا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل کیا خنجر سے ہم نے شکوۂ دردِ گلو برسون
کہان ہونگی؟ امیر ایسی ادائین حور و غلمان مین رہے گا خلد مین بھی ہمکو لکھنؤ برسون

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آجاتے ہین ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہین
دم کے دم کو مرے پہلو مین جو آ جاتے ہین دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہین
پتلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دمِ نزع وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہین
حسن کی شان کو ہے بوقلمونی لازم کیا کہون کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہین؟
ملک الموت کبھی بن کے سُلا دیتے ہین فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہین
کیا بلا ہو کے وہ گیسو مجھے لپٹے ہین امیر آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہین

ین الفت کے، وہ حسن کے جوش مین نہ مین ہوش مین ہون، نہ وہ ہوش مین
ہ اُٹھو ابھی بزم سے میکشو، ہمین بھی تو آ لینے دو ہوش مین
قدم پر جو گرنے لگا غش مین مین کہا ہٹ کے آؤ زرا ہوش مین

ہرگز نہ فرق آئے مری بات مین امیر | اک بار جو کہا ہی وہی عمر بھر کہون

وطن کی یاد ہی بلبل دو بہار غربت مین | یہی ہی ایک بڑی غمگسار غربت مین
شگفتگی کے ہون سامان ہزار غربت مین | پر ایک سی ہی خزان و بہار غربت مین
گلِ وطن کی جو بوٗ لے چلی اڑا کے مجھے | لپٹ گئے مرے دامن سے خار غربت مین
امید و بیم و غمِ بیکسی و دردِ فراق | یہی رفیق ہین دو تین چار غربت مین
بچھا کے مین نے مصلا پڑھا دوگانۂ شکر | اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت مین
قرار گھر مین، بیابان مین اضطراب ہی کیون؟ | وہی وطن ہی وہی کردگار غربت مین

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے | خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہون مین

کیا مست نگاہین مجھے دکھلا گئین آنکھین | دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئین آنکھین
اورون سے تو بیباک سرِ بزم لڑا کین | عاشق سے ہوئین چار تو شرما گئین آنکھین
اس ناز سے دیکھا کہ بہم کٹ گئے عاشق | ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئین آنکھین
تاچند امیر اس چمنستان کا نظارہ | دل سیر سے اکتا گیا، پتھرا گئین آنکھین

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہان؟ | خدا جانے، کل تم کہان، ہم کہان؟
الٰہی ہی دل جائے آرامِ غم | نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہان؟
کہون اسکے گیسو کو سنبل مین کیا | کہ سنبل مین یہ پیچ یہ خم کہان؟
زمانہ ہوا غرقِ طوفان امیر | ابھی روئی یہ چشمِ پرنم کہان؟

ظاہر مین ہم فریفتہ حسنِ بتان کے ہین | پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین؟
یارانِ رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم | آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہین
ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہین ناز سے | لو ایسے مفت سجدے مرے آستان کے ہین
شکوہ شبِ وصال مین تاچند؟ چپ بھی ہو | اے دل، نکالے تو نے یہ جھگڑے کہان کے ہین؟
دنیا مین بھی سفر، ہمین عقبیٰ مین بھی سفر | ہم لوگ رہنے والے الٰہی، کہان کے ہین؟

خنجر بکف جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین،
دل ہم کو دیکھتا ہی، ہم دل کو دیکھتے ہین

وامانده دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین
کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین

آنکھون کو بند کر لین، خالق سے لو لگائین
کیون غرق ہونے والے ساحل کو دیکھتے ہین

کیون مُنھ بنا رہے ہو؟ بوسے کے مانگنے پر
خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین

دنیا، امیر ساری ہی محفلِ مشائخ
دیتا ہی جان اُسیرِ جس دل کو دیکھتے ہین

عروسِ مرگ پہ جو دل نثار کرتے ہین
لپٹ کے خنجرِ قاتل کو پیار کرتے ہین

ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی،
وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین

دل و جگر کو نکالو بھی میرے سینے سے
تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین

خدا نے آن حسینون کو دلربا ہی کیا
بس اِتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین

چلو امیر ہمارا تو ناکجا اقامتِ دہر
مسافرانِ عدم انتظار کرتے ہین

پھکتے ہین اعضا یہ گرمی ہی تنِ محرور مین
جائے ہیزم، اُستخوان جلتے ہین اِس تنور مین

سچ ہی اہلِ درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط
اشک رہتے ہین لبالب دیدۂ ناسور مین

سب کو لنگر خانۂ خالق سے حصّہ مل چُکا
کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین

سینۂ پُر درد مین کیا روح کو آرام ہو
کون سویا چین سے ہمسایۂ رنجور مین

کیسے موسیٰ، لن ترانی کی صدا کیسی، امیر
حسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون
طاقت جواب دے سکے نہ بارِ دگر کہون

طولِ شبِ فراق کا قصّہ نہ پوچھیے،
محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون

قاصد یہ کوے یار سے کہتا ہوا پھرا،
اپنی خبر نہین مجھے کسکی خبر کہون

سُنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل
کہیے تو مین بھی قصّۂ سوزِ جگر کہون

حاصل صفائے قلب ہی آئینے کی طرح
کیون مُنھ پہ صاف صاف نہ اہلِ ہنر کہون

وقفہ بہت قلیل ہی حسنِ شباب کا
بڑھ کر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون

آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین ، ۵۰ تولو تو پہلے موے کمر کو نگاہ مین
پیری مین قد نگون جو ہوا دانت بھی چلے بھاگڑ پڑی شکستِ علم سے سپاہ مین
کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے ای فقیر ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ مین
ہے قصدِ بد سے بھی کبھی ہوتا ہی کارِ نیک شب کو چراغ غول جلاتے ہین راہ مین
دعوی بہت تھا سنگدلی کا حلور کو کیون دِل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین
ہر نقش دِل پہ صورتِ توحید ای امیر ہون محوِ ذکر "اشہدان لاالٰہ" مین

گلے مین ہاتھ تھے شب اُس پری سے راہین تھین سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین
کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوجھا کچھ وگرنہ ربط کی اُس سے ہزار راہین تھین
حسین زر کے ہین طالب کا اب ہین گردِ امیر غریب ہم تھے، تو یہ پیار تھا نہ راہین تھین

واکردہ چشمِ دِل صفتِ نقشِ پا ہون مین ہر رہگزر مین راہ تری دیکھتا ہون مین
مطلب جو اپنے آپ کہے عاشقون نے سب وہ بُت بگڑ کے بول اُٹھا کیا خدا ہون مین
ای انقلابِ دہر مٹاتا ہی کیون مجھے ۵۱ نقشے ہزارون مٹ گئے ہین تب بنا ہون مین
محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا عقدہ یہ آجتک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہون مین
بیوفا ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا؟ جو کچھ کیا وہ دِل نے کیا بیخطا ہون مین
مقتل ہی میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز دِل سے ادا یہ کہتی ہی تیری قضا ہون مین
مانندِ سبزہ اُس چمنِ دہر مین امیر بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہون مین

جب خوب چھپاتے ہین عارض نقاب مین کہتا ہی حُسن مین نہ رہون گا حجاب مین
بے قصد لکھدیا ہی گلہ اضطراب مین دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین
دو کی جگہ دیئے مجھے بوسے بہک کے چار تھے نیند مین، پڑا انھین دھوکا حساب مین
سمجھا ہی تو جو غیبتِ پیرِ مغان حلال، واعظ، بتا یہ مسئلہ ہی کس کی کتاب مین؟
دامن مین اُنکے خون کی چھینٹین پڑین امیر بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب مین

جگہ دے غیر کو بھی ساتھ تیرے   کب اس پہلو یہ آتا ہے مرا دل
وہ بولے واہ بوسہ دین تو دل لین   نئے دل دینے والے تم نیا دِل
پٹک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے   بڑا او چھا ہی تو لے جا اُٹھا دل
تمھین افسردہ پایا بجھ گیا جی   تمھین دیکھا شگفتہ کھل گیا دِل
امیر اِس ناز سے ظالم نے دیکھا ۴۵ نگاہین بول اُٹھین وہ لے لیا دل

دِل رُبا تیری نظر مین ہی اگر بیکار دل   لا مجھی کو پھیر دے پھر مرے ہی سرمار دل

جب یار ہوا جفا کے قابل   تب ہم نہ رہے وفا کے قابل
ہے خوف سے سا کرتن مین رعشہ   اب ہاتھ کہان دعا کے قابل
کلفت سے امیر صاف کر دل   یہ آئینہ ہی جلا کے قابل

ہُوا کہ زندہ رہا نامہ بر نہین معلوم   کچھ آج تک ہمین اُسکی خبر نہین معلوم
مکانِ دِل مین ہی کس کا گزر نہین معلوم   یہ بیخودی ہی کہ گھر کی خبر نہین معلوم
مین جسکو دیتا ہون اُس فتنہ گر کے نام کا خط   وہ ٹالتا ہی کہ مجکو تو، گھر نہین معلوم
تری گلی ہی کہ میدانِ حشر ہی؟ قاتل   یہان کسی کو کسی کی خبر نہین معلوم
بھٹکتے پھرتے ہین ہم مثلِ گردِ راہ امیر   ہوا یہ قافلہ راہی کِدھر نہین معلوم

ترے جور و ستم اُٹھائین ہم   یہ کلیجہ کہان سے لائین ہم
اے لبِ یار کیا ترے ہوتے   لبِ ساغر کو مُنھ لگائین ہم
زندگی مین ہی موت کا کھٹکا   قصر کیا، مقبرہ بنائین ہم

خط دے کے تجھے کو چۂ جلاد مین بھیجین   کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہین ہم

ہوئے جو رنگ وصلِ یار مین ہم   اچھے پھولے پھلے بہار مین ہم

ہجومِ آرزو نے مار ڈالا   کہان پائین دلِ بے آرزو ہم

کیا دیر ہے امیر کے عفوِ گناہ مین ؟ ۴۹ اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ مین

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر
شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق

بیخودی تا بکجا؟ آپ میں آؤ بھی امیر
دیر سے بیٹھے ہیں احباب تمھارے مشتاق

آئی ہو کھل کے زلف رسا سر سے پاؤں تک
لینے لگی بلائیں ادا سر سے پاؤں تک

لاغر ہوں اسقدر مجھے پہچانتی نہیں،
رہ رہ کے دیکھتی ہے قضا سر سے پاؤں تک

گنبد نظر گذر کا پہنچائے گی آپ کو
قدنا یہی ہے زلف رسا سر سے پاؤں تک

پہنچائے کربلا میں جو بخت رسا امیر
ملیے بدن میں خاک شفا سر سے پاؤں تک

کتنے بدبخت تھے جو چھوڑ گئے رسم ستم
مر چکے پھر بھی لکھے جاتے ہیں عصیاں اب تک

میں ہوں وہ ناتواں جب آہ کھینچی،
تو ٹھہری سو جگہ دل سے زباں تک

کڑی ہے اسقدر منزل عدم کی،
کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک

ہزاروں حسرتوں کا ہو گیا خون
کہاں تک پاس رسوائی کہاں تک

مرے ہر عضو کو ہے اس بت خونخوار سے لاگ
دل کو ہے تیر سے گردن کو ہے تلوار سے لاگ

ہم نہ ہیں دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن
یار سے ہمکو لگاوٹ ہے نہ اغیار سے لاگ

تارے گن گن کے شب ہجر بسر کرتا ہوں
کیا کروں خواب کو ہے دیدۂ بیدار سے لاگ

بے طرح حال تمھارا جو میں پاتا ہوں امیر
ہو گئی کیا کسی معشوق طرحدار سے لاگ

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل،
اڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

نو گرفتار ہے صیاد ٹک سمجھے تو مزاج
تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل

خوش بیانی ہے تری سارے چمن میں مشہور
کچھ تو صیاد کو باتوں میں لگا لے بلبل

دھیان صیاد کا گلچیں کا خطر خوفِ خزاں
ہو بلا ایک تو سر سے اسے ٹالے بلبل

پھول گلشن میں نہ آئے تھے کہ صیاد آیا
دل کے ارمان کہو خاک نکالے بلبل

انھیں درکار ہے اک چلبلا دل
یہ سنتا تھا کہ بجلی بن گیا دل

اسے دیکھا تصدق کر دیا دل
کسی کا کیا مری آنکھیں مرا دل

شمع کافوری مبارک منعمون کی بزم کو | ہین ہمارے خانۂ تاریک مین جگنو چراغ
سینہ ہر پُرداغ، اشکون مین ہین لختِ دل امیر | باغ مین گویا کہ روشن ہین کنارِ جو چراغ

زلفین آئی ہین لٹک کر روے جانان کی طرف | پاؤن پھیلائے ہین اس کافر نے قرآن کیطرف
گھر سے اُٹھے تھے کہ جائینگے گلستان کیطرف | وحشتِ دل لے چلی ہمکو بیابان کی طرف
دل کے اک اک گور سے ہم دیر تک رویا کیے | ۴۶ لے گئی عبرت جو کل گورِ غریبان کی طرف
کچھ تو تمکو چاہیے اپنے اسیرون کا خیال، | روز آنکلا کرو دم بھر کو زندان کی طرف
آپ سے جاتا نہین ہربار مین مجبور ہون | دل کھنچا جاتا ہے میرا کوے جانان کی طرف
چاہتا ہون وصل اُس سے جو دو عالم مین نہین | مجکو دیکھو اور میرے دل کے ارمان کی طرف
اب کہین یارانِ رفتہ کا نشان ملتا نہین | شوقِ دل لے چل مجھے گورِ غریبان کیطرف
جا کے اب یارون کی تنہائی مین دیکھونگا امیر | لے چلی ہے بیکسی گورِ غریبان کی طرف

شوخیان کہتی ہین ہم ہین اُسکی چتون کیطرف | چتونین کہتی ہین ہم ہین چشمِ پُرفن کی طرف
سیر دیکھو دل بھی ہے اُس شوخِ پُرفن کی طرف | دوست ہوکر بولتا ہے میرے دشمن کی طرف
تیرِ مژگان، تیغِ ابرو، دونون حامی ہین مرے | ایک سینہ کی طرف ہے ایک گردن کی طرف
لااُبالی جب نکل چلتے ہین پھر رُکتے نہین | ۴۷ بوے گُل کب دیکھتی پھر کے گلشن کی طرف
لاکھ اُبھارے وحشتِ دل کوے جانان سے امیر | مین نہ صحرا کی طرف جاؤن نہ گلشن کی طرف

ہین نہ زندون مین نہ مُردون مین کمر کے عاشق | نہ اِدھر کے ہین الٰہی، نہ اُدھر کے عاشق
جتنے ناوک ہین کماندار ترے ترکش مین، | کچھ مرے دل کے ہین کچھ میرے جگر کے عاشق
برہمن دیر سے، کعبے سے پھر آئے حاجی، | ترے در سے نہ سرکنا تھا نہ سرکے عاشق
آنکھ دکھلاؤ اُنھین مرتے ہون جو آنکھون پر | ہم تو ہین یار، محبت کی نظر کے عاشق
بیکسی، درد، الم، داغِ تمنا، حسرت، | چھوڑے جاتے ہین پسِ مرگ یہ ترکے عاشق
بے سبب سیرِ شبِ ماہ نہین ہے یہ امیر | ہو گئے تم بھی کسی رشکِ قمر کے عاشق

اب ملے گی سخن کی داد امیرؔ — آج محفل مین ہین سخندان جمع

۴۵

جب گنہگارون پہ تیرے رحم فرماتی ہی تیغ — ابرِ رحمت بنکے مقتل مین برس جاتی ہی تیغ

واہ رے شوقِ شہادت ایک پر گرتا ہی ایک — عمر گزری ہی کہ دم لینے نہین پاتی ہی تیغ

چین پیشانی پہ، ابرو پر شکن اچھی نہین — دیکھیے بیکار ہوجائے گی بل کھاتی ہی تیغ

روحین قالب سے نکل آتی ہین مارے شوق کے — میان سے اُس کے نکلنے بھی نہین پاتی ہی تیغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلبن یہ بانکپن، — قہر کی چالین تجھے ای ترک سکھلاتی ہی تیغ

سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل مین کیا — اس سے شرماتا ہون مین اور مجھ سے شرماتی ہی تیغ

بسملون کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھنا — میان سے بیتاب ہوکر خود نکل آتی ہی تیغ

ہی بہ بازارِ جزا لے تیغ زن اپنی خبر — دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی ہی تیغ

سخت عاجز ہی ہماری سخت جانی دیکھ کر — پیستی ہی دانت، سر پتھر سے ٹکراتی ہی تیغ

ہی بری آنے مین، بجلی سے سوا جانے مین ہی — ناز سے آتی ہی اور انداز سے جاتی ہی تیغ

خضرِ رہ بھی ہی، فقط رہزن نہ اسکو جانیے — جان لیتی ہی تو منزل پر بھی پہنچاتی ہی تیغ

اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہی رحم؟ — حلق مین دو بوند پانی آکے ٹپکاتی ہی تیغ

رعب ایسا آگیا ہی سخت جانی کا امیرؔ — موت میری دور ہی سے مجھکو دکھلاتی ہی تیغ

نہ آئے شب کو میسر اگر، نہ آئے چراغ — کہ داغ سینے کے روشن ہین یان بجائے چراغ

نقاب ڈال کے آئے ہین وہ تو کیا پروا — چھپے نہ پردۂ فانوس مین ضیائے چراغ

لنڈھے شراب کے ساغر، جو محتسب آیا — ہوا غضب کی چلی یک قلم بجھائے چراغ

عبث ہے سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا — وہ بے تمیز ہی اندھے کو جو دکھائے چراغ

خدا ہی دل جو بچے حادثون کے جھونکون سے — کہان تلک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغِ جوانی امیرؔ پیری مین — جلائے شب کو سحر ہوگئی ما بجھائے چراغ

نورِ عرفان کے لیے آنکھون مین آنسو ہین ضرور — نور تب دیتا ہی، جب روغن سے مملو ہو چراغ

...نمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر قاصد — اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑھ گئے سارا خط
...ن لم شوق رہی برسون اک دن نہ کہا اُسنے — لکھوائین گے کچھ ہم بھی دیکھین تو تمھارا خط

...یا شوق ہی بنا کے کبوتر کو نامہ بر — ایک ایک پر مین باندھ دیے چار چار خط
بھیجا جو یار تک نہین پہنچا یہ کیا ہوا — ڈوبا کہ جل گیا مرے پروردگار خط

...ہان، بزمِ مے و معشوق، غنیمت، واعظ — خلد مین ہاتھ نہ آئے گی یہ صحبت واعظ
...د جو رندون کی حقیقت نہین سمجھا، نہ سمجھ — رند سمجھے ہین تری خوب حقیقت واعظ
...بامِ مے دیکھ کے جامے سے ہوا تو باہر — پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ
...پیسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا — نہ حیا تجھ مین ہی باقی نہ مروت واعظ
...ہی کچھ کہہ، مری کچھ سُن تو مزہ بھی اُٹھے — تا کجا تذکرۂ دوزخ و جنت واعظ
...صلِ گل مین بھی ہی محروم مئے گلگون سے — دن تو اچھے ہین بُری ہی تری قسمت واعظ
...ست ہم دخترِ رز کے ہین، وہ حورون کے امیر — کبھی سمجھے گا نہ رندون کی حقیقت واعظ

چُپ بھی ہو بک رہا ہی کیا واعظ — مغزِ رندون کا کھا گیا واعظ
ہجو مے کر رہا تھا منبر پر — ہم جو پہنچے تو پی گیا واعظ
دخترِ رز کو بُرا، مرے آگے — پھر نہ کہنا کبھی، سُنا واعظ
آج کرتا ہون وصفِ مے مین امیر — دیکھون کہتا ہی اسمین کیا واعظ

پہلے اُسی سے ہونگے سارے سوالِ محشر — خود بھی ڈرے نہ تنہا ہمکو ڈرائے واعظ

میرے دل مین نہین ہین ارمان جمع — گھر مین اللہ کے ہین مہمان جمع
سیکڑون عیش کے ہین سامان جمع — پر نہین خاطرِ پریشان جمع
جوششِ سودا، خیالِ خط، غمِ زلف — ہین پریشانیون کے سامان جمع
آرزو، داغ، بیکسی، حسرت، — کیسے کیسے ہین دل مین مہمان جمع
آج اُٹھین گے زخمیون کو مزے — ہو رہے ہین وہان نمکدان جمع

آنکھین تری سفاک ہین، خونریز ہین، چالاک ہین
دو ساحرِ بیباک ہین بیٹھے ہین دونون مل کے یا

کٹ بھی چکے کہین کہ ہر یان سر وبالِ دوش
قاتل کو بھی ہر تیغ دو پیکر وبالِ دوش

اے تیغ یار جلد سبکدوش کر کہین
ناطاقتی سے ہر مجھے اب سر وبالِ دوش

پی جاؤن ایک سانس مین دے مجھکو سبو فروش
کب تک سبوے بادۂ احمر وبالِ دوش

فلک نے جب کوئی چکر بڑا دیا ہمکو
نظر مین پھر گئی تیری نگاہ کی گردش

تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ دیے چکر
خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش

یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ گئے ہی
نادان ہر وہ کے دل جو کرے ذات کی تلاش

پیری مین چاہیے نہ جوانی کی آرزو
بے عقل ہر جو دن کو کرے رات کی تلاش

سیدھی نگاہ مین ہین تری تیر کے خواص
ترچھی ذرا ہوئی تو ہین شمشیر کے خواص

ہوتا ہی مجکو روز جو عارض نیا مرض
اللہ کیا ہر میرے مرض کی دوا مرض

اسکو غمِ وصال ہر اُسکو تپِ فراق
دل کو جدا مرض ہی جگر کو جدا مرض

جھنجھلا کے بولے اُنسے جو لپٹا مین بار بار
پیدا ہوا ہر آج یہ تمکو نیا مرض

ہر وقت اوڑھنا ہی بچھونا ہر شاعری
سچ ہر امیر تمکو ہوا یہ بُرا مرض

مکان سے ہر نہ کچھ ہم کو لامکان سے غرض
جہان حضور ملین ہم کو ہر وہان سے غرض

حرم سے کام، نہ مطلب ہر دیر سے ہم کو
سرِ نیاز کو ہر تیرے آستان سے غرض

کسے ہر فکرِ مضامین تازہ کی فرصت؟
امیر ہے مجھے شیرینیِ زبان سے غرض

کرتا ہون مین تو روز روانہ ادھر سے خط
لکھا نصیب کا، نہین آتا اُدھر سے خط

چڑھیے نہ ماہتابی پہ اُلٹے ہوئے نقاب
لکھوائیے غلامی کا پہلے قمر سے خط

مین تھام لون جگر کو بہت ہر یہ بے قرار
قاصد، ٹھہر، نہ کھول ابھی تو کمر سے خط

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے امیر
ایسے ہجومِ شوق مین آیا اُدھر سے خط

بھیجا جو کبھی ہم نے دیکھا بھی نہ سارا خط
عینک کی طرح اُسنے نظرون سے اُتارا خط

تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی / رہ گیا چار قدم سوئے بیابان چل کر

ملا نامِ خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہوکر / فلک کرتا ہی مجرا تیری چوکھٹ کو زمین ہوکر
بچے گی آبرو دنیا مین تو عزلت نشین ہوکر / صدف مین بیٹھ رہنا چاہیے دُرِّ ثمین ہوکر

نوجوانی ہی نہ پوچھو رُخِ جانان کی بہار / کچھ عجب موسمِ گل مین ہی گلستان کی بہار
باغبان سے کہو پھولے نہ بہت پھولون پر / چار دن ہی یہ گل و لالہ و ریحان کی بہار

عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہی / مرا خون اسکے سر پر اسکا احسان میری گردن پر
گلا کٹوا مزے لے لے کے پھر ای دل کہان یہ دن / کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ مین اس نگہ کا تیری بسمل / لگائی تلوار جب جھجک کر تو کھا گئی بل کمر لچک کر
جو تیرے احسان ہین ضعیفی پیری مین شکر اسکا ادا کرون کیا / دعائین دیتی ہی ہڈی ہڈی مرے بدن کی چٹک چٹک کر
مین وہ ہون نازک مزاج بلبل نہین مجھے تابِ نکہتِ گل / دماغ کرتی ہین کیون پریشان چمن مین کلیان چٹک چٹک کر

بوسے کو کوئی مانگے تو نہین، کہتے ہین ہنسکر / انکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز

یون دل مرا ہی اُس صنمِ دلربا کے پاس / جس طرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس
بولا وہ بُت سرہانے مرے آکے وقتِ نزع / فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس؟
توفیق اتنی دے مجھے افلاس مین خدا / حاجت نہ لے کے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس
رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گلرخانِ دہر / یارب ہی کس بلا کا فسون اس حنا کے پاس
پیچھے پڑا ہی افعیِ گیسو کے دل امیر / جاتا ہی دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

ذبح ہوکر بھی ہین ہم تشنۂ دیدار کی / اسقدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس؟
یون عیان ہین ضعف سے پہلو مین میرے استخوان / جیسے صفحے پر خطِ مسطر خطِ مسطر کے پاس

کرتے ہو کیا لباس سے آرائشِ بدن / اک روز فرشِ خاک ہی مسند، کفن لباس

ہون وہ گدا، ہی مجتمع، گھر مین مرے خلقِ خدا / گویا کہ نقشِ بوریا ہی نقش جب عاقل کے پاس
جب تک کہ ہی سر دوش پر جائیگا کیونکر دردِ سر / صحت کہان عیسیٰ کے گھر چلیے کسی قاتل کے پاس

خدا کو دل ہی مین ڈھونڈھو ادھر ادھر نہ پھرو ــ نہین کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

بادۂ سرخ پیون ساغر و مینا بھر کر ــ ہو سیہ گل مین کرون کیا مین خم مینا بھر کر

دل یہ ہی بحر محبت مین ہجوم غم یاس ــ خوف ہی بیٹھ نہ جائے یہ سفینا بھر کر

حال کیا پوچھتے ہو میرے دل پرخون کا ــ دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر

نشۂ دولتِ دنیا ہی خمارِ عقبیٰ ــ مست منعم ہی عبث زر سے خزینا بھر کر

خرابِ عشق لاکھون تاک مین ہین چشم ساقی کی ــ زمانے کے شرابی آگرے ہین ایک ساغر پر

گڑے مُردے اُکھیڑے جائین گے پھر روسیہ کاری کو ــ زمانے بھر کے جھگڑے اُٹھ رہے ہین روزِ محشر پر

سیہ کاری سے جی بھرتا نہین پر شرم آتی ہی ــ کہانتک بوجھ رکھیے کاتبِ اعمال کے سر پر

اجل نے سارے جھگڑے سے چھڑایا ــ فراغت ملگئی تربت مین گڑ کر

حیا آتی ہی کیا منزل پہ جاؤن ــ کہ کانٹے روکتے ہین پاؤن پڑ کر

یہ جنگِ زرگری درپردہ ہی صلح ــ ملا دیتے ہین دل کو آنکھ لڑ کر

جدا سر ہو تو اپنا درد سر جائے ــ کرین کیا دردِ سر صندل رگڑ کر

سنبھل سکتا نہین ہی سر دورِ ناتوانی سے ــ اگر تکیے سے اُٹھتا ہی، تو آرہتا ہی زانو پر

آستین سے جو ہوا دستِ ستمگر باہر ــ مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر

داغِ الفت مرے دلمین کوئی چھپ سکتا ہی ــ شمع فانوس کا نور ایک ہی اندر باہر

ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہون زندان مین قدم ــ غل یہ زنجیر مچاتی ہی کہ باہر باہر

سرکشی اہلِ تواضع سے کوئی چلتی ہی ــ پست دروازہ سے خود آتا ہی انسان جھک کر

مرتبہ پیشِ خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند ــ جس قدر چلتا ہی انسان سے انسان جھک کر

جل گیا اُٹھ گئے ہی دانا جو مری قسمت کا ــ آسیا رکگئی انگشت بدندان ہو کر

جلتا ہی دل فراق مین کیونکر خوش آئے ابر ــ پرکالے آگ کے ہین مجھے لکہ ہاے ابر

ہم بیکسون کا کون عزادار ہی امیر ــ ہان نیلگون ہی دوش ہوا پر ردائے ابر

قدم کو لغزش، زبان کو لکنت، ہے رعشہ ہاتھ کو، نظر کو جنبش
یہ کدھر گئی ہائے نوجوانی، اِن آفتون مین ہمین پھنسا کر

جو آنکھ کھولی، تو کچھ نہ دیکھا، سحر کو سنسان سب سرا تھی
ہوا نہ ہمراہ کوئی اپنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر

نہ بھول اس زندگی پہ غافل، نہین ہے کچھ اعتبار اسکا
کہ راہ لے گی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر

بپا ہے طوفانِ بے ثباتی، روا روی مین ہین گرم پویا
ہوا مین ناحق بھرا ہوا ہے، حباب دریا مین گھر بنا کر

نہین ہے کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغِ ناز کس پر
مگر تری قتل گہ مین لائین مسیح مُردے جلا جلا کر

یہ ظلم سارے ہین چند روزہ، ہے ایک دن انتقام کا بھی
امیر حمام گرم کر لین، فقیر کا جھونپڑا جلا کر

خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل ہو اُس گرم خو کا پانی
کیا ہے لوگون نے آگ اُسکو، لگا لگا کر بجھا بجھا کر

امیر میری رگِ گلو کو یہ تیغِ قاتل کی آرزو تھی،
ملی وہ آکر جو بعد مدت تو خوب دی گلے لگا کر

امیر قسمت مین جو لکھا ہے اُسی کا ہر روز سامنا ہے
خدا ہے مالک، خدا ہے رازق، کسی سے ہرگز نہ التجا کر

منہ پھیر کر وطن کی طرف یون وطن کو چھوڑ
چھوٹے جو بوے گل کی طرح سے چمن کو چھوڑ

اے روح، کیا بدن مین پڑی ہے بدن کو چھوڑ
میلا بہت ہوا ہے، اب اس پیرہن کو چھوڑ

ہے روح کو ہوس کہ نہ چھوٹے بدن کا ساتھ
غربت پکارتی ہے کہ غافل، وطن کو چھوڑ

کہتی ہے بوے گل سے صبا آکے صبحدم
اب کچھ اِدھر اُدھر کی ہوا کھا چمن کو چھوڑ

تلوار چل رہی ہے کہ یہ تیری چال ہے
اے بت خدا کے واسطے اس بانکپن کو چھوڑ

شاعر کو فکرِ شعر مین راحت کہان **امیر**
آرام چاہتا ہے تو مشقِ سخن کو چھوڑ

مرے پھولون مین یون آؤ چمن صدقے ہو جوبن پر
ملو ہاتھون مین مہندی خون سب کا میری گردن پر

ہجوم ایسا نگاہون کا ہوا ہے اُنکی چلمن پر
کہ دُہرے پردے جالی کے پڑے ہین روے روشن پر

الٰہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر مین
کبھی جیبِ کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر

دو رنگی سے نہین خالی ہے کوئی بات اُس بُت کی
پیامِ صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر

کدورت کب جگہ پاتی ہے دل مین صاف طینت کے؟
نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر

امیر ایسا کیا ویران اجل نے قصرِ شاہی کو
کہ آنکھین رکھ کے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر

جو شامِ شبِ ہجر دیکھی تو سمجھے قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر
یہ میری طرف پاؤں محفل میں کیسے؟ زرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر
بشر کیوں نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر
مرا دل بھی آئینہ انجمن ہے دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر
قدم جب خوشی سے درِ دل پہ رکھا صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر
نکالا جو پیرِ مغاں نے تو کیا غم بلا لے گی پھر دخترِ رز مچل کر
یہی سوزِ غم ہے تو اشکوں کی صورت کسی روز بہہ جائے گا دل پگھل کر
اٹھا اے دل آنکھوں سے اتنا نہ طوفاں کوئیں بیٹھ جاتے ہیں اکثر ابل کر
امیر اہلِ مسجد سے اظہارِ تقوے؟ ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

جورِ ہفت افلاک ہیں انسان کے جسمِ زار پر بوجھ ان ساتوں چھتوں کا ہے اسی دیوار پر
یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہے بوسیدگی ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر
وار کرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن میں بار دوڑ کر خود رکھ دیا میں نے گلا تلوار پر
باغ سے پہنچے ہیں وحشی بے تکلف سوئے دشت پاؤں بھی رکھا نہ مثلِ بوئے گل دیوار پر
شمع ساں گریاں ہے قاتل میرے بالیں پر امیر موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار ساتھ پیکاں کے نکل جاتے ہیں ارماں دو چار
جب نکلتے ہیں مکاں سے وہ بدل کر کپڑے چاک ہو جاتے ہیں رستے میں گریباں دو چار
مجلسِ گورِ غریباں نہیں رہتی خالی روز آ رہتے ہیں اس میں نئے مہماں دو چار
ہوں وہ بسمل مرے زخموں کو مزہ درد کا ہے نہ بھرے جی جو نہ خالی ہوں نمکداں دو چار
امتحاں مردمِ دنیا کا کیا ہم نے امیر دیو خصلت جو ہزاروں ہیں تو انساں دو چار

نہ کورِ باطن ہو اے برہمن، زرا تو چشمِ تمیز وا کر خدا کا بندہ، بتوں کو سجدہ، خدا خدا کر، خدا خدا کر
جو اٹھ کے پہلو سے انجمن میں، وہ دور مجھ سے ہیں مجھ سے جا کر تڑپ نے دردِ جگر کی دل کو ٹپکدیا ہے اٹھا اٹھا کر

یہ جھک ٹرا جہان وہین دریا بہا دیا — ساقی مجھے ہی ہمتِ دستِ سبو پسند
دن رات ذکرِ شعر وسخن سے ہی کام امیر — باتین یہی پسند یہی گفتگو پسند

کون اُٹھائے گا، تمھاری یہ جفا میرے بعد؟ — یاد آئے گی بہت میری وفا میرے بعد
ہی وصیت مری، مرقد پہ یہ لکھدین احباب — کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

خنجرِ قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ — سخت کمظرفی ہی اک دو بوند پانی پر گھمنڈ
شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ؟ — صورتِ پروانہ کر سوزِ نہانی پر گھمنڈ
گور مین کہتی ہی عبرت قیصر وفغفور سے — کیون نہین کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ؟
ہی یہی تاثیرِ آبِ خنجرِ جلاد مین — چشمۂ حیوان نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ
حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیرؔ؟ — ہین وہ نادان جنکو ہی قصّہ کہانی پر گھمنڈ

چوٹی مین اگر ہے بارِ تعویذ — لا میرے ہی سر سے مار تعویذ
جاتی نہین ہجر کی تپِ حار — ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ
اللہ رے امیرؔ سوزِ فرقت — جل جاتا ہی برق وار تعویذ

تیر کھانے کی ہوس ہی تو جگر پیدا کر — سرفروشی کی تمنا ہی تو سر پیدا کر
کوہکن، کوہ کنی شیوۂ عشاق نہین — ہے جو عاشق، دلِ معشوق مین گھر پیدا کر
آخرت مین عمل نیک ہی کام آئین گے — پیش ہی تجکو سفر، زادِ سفر پیدا کر
عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہی امیرؔ — دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہین میخانے پر — کیون قدح نوش گرے پڑتے ہین پیمانے پر
دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت لے مول — عشقِ بلبل پہ ہی موقوف نہ پروانے پر
ہی وہی دوست جسے جس سے محبت ہو جائے — نہ یہ اپنے پہ ہی موقوف نہ بیگانے پر
مجھ سے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیرؔ — چھا گئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر

یہی سوزِ دل ہی تو محشر مین جل کر — جہنم اُگل دے گا مجکو نگل کر

نسبتِ شمع ملی، گھر آپ کا ہے، آ بیٹھیے / پر مین بے سامان بہت ہون گے کیا یا مین آپ

جب تک کرِ روزنِ دیوار سے وہ تو جھانکے / رہ گیا کھول کے آغوش مین در کی صورت

خوشا امیر، وہ منعم، کہ ہو کے دولتمند / جھکائے سر شجرِ میوہ دار کی صورت

بات کرتے مین گذر جاتی ہی ملاقات کی رات / کیا بڑی بات ہی رہ جاؤ یہین رات کی رات

شام سے صبح تلک چلتے ہین جامِ مئے عیش / خوب ہوتی ہی بسر اہلِ خرابات کی رات

نامہ بر مین جانتا ہون پر بتا سکتا نہین / دل مین ہی لب تک نہین آتا نشانِ کوے دوست

چین، اب کسی پہلو، کسی کروٹ، نہین آتا، / سچ ہی کہ گلے کی بھی ہوتی ہے بڑی چوٹ

بندہ ہون تیری محبت کا مین جاؤنگا کہان؟ / بند کرتا ہی قفس مین مجھے صیاد عبث؟

شاید، کسی دلبر پہ، امیر، آ ہی گیا دل / کیون ہاتھون سے تھامے ہوئے پھرتے ہو جگر آج

ساتھ پیکان کے لپٹ کر دل نہ کھنچ آئے کہین / دیکھ او ظالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ

یہ میکدہ ہی، کہ کوئی طلسم ہی، ساقی، ۴۲ جو آئے پیر کی صورت گئے جوان کیطرح

ہجر کی شب ایک تو یون ہی نہین آتی ہی نیند / اور ہر اک بک سے تری ناصح اڑی جاتی ہی نیند

دردِ دل کہتا ہون مین جب رات کو کہتے ہین وہ / ختم کیجے یہ کہانی اب ہمین آتی ہے نیند

تیرے مکھڑے کا اگر آنکھون کو بندھتا ہی خیال / کرمکِ شبتاب بنکر صاف اڑ جاتی ہی نیند

غفلت پیری ہی اب، تھی نوجوانی تک ترنگ / رات کے جاگے ہوئے کو جیسے آ جاتی ہی نیند

ڈرتی ہی میرے سیہ خانے مین جو آتے ہوئے / موت کو ہمراہ لے لیتی ہی تب آتی ہے نیند

مین تو گیا، محفل مین اسکی جا کے سو جاتے ہین پاؤن / نرم بستر پا کے کیسے پاؤن پھیلاتی ہی نیند

ہجرِ جانان مین جو سو غمزدون سے آتی ہی امیر / خفتگانِ خاک کی صورت سُلا جاتی ہی نیند

سچ کہ ہلبند کسکی ہی، اے خوبرو پسند؟ / تجکو عدو پسند ہی، مجکو ہی تو پسند

قتل کر کہو کہ بوسۂ گیسو نہ مانگے ہم / ہے الجھی الجھی ہمکو نہین گفتگو پسند

سب آرزون سے چھوٹ گیا ہو کے ترکِ حرص ۴۳ کیونکر نہ ہو مجھے دلِ بے آرزو پسند

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کرون مین کیا؟ یہ شیشہ چوٹ کھانے سے پہلے ہی چور تھا

خامشی مین بھی کیا حلاوت ہی ۳۷ کہ کبھی لب سے لب جدا نہ ہوا

فتنے کہتے ہین اُن نگاہون سے چشم بد دور تم سے کیا نہ ہوا

کھیت لاکھون رہے مگر قاتل سبزہ شمشیر کا ہرا نہ ہوا

دمِ رقص ہاتھون کو اتنا نہ ملیو کہین، یار، دل پس نہ جائے کسی کا

ان ہونٹھون مین کھیلنا ہنسی کا ۳۸ کھلنا دکھلا گیا کلی کا

اس کڑی کا تحمل تھا کہان شیشۂ دل؟ ۳۹ وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا

اِس غمکدہ مین کٹ گئی یون اپنی زندگی ۴۰ قیدی کو جیسے روز گزر جائے عید کا

بچتا رہے ہین خون مرا کر کے کیا حضور؟ ۴۱ اب اسپہ خاک ڈالیے، جو کچھ ہوا ہوا

مٹائے دیدہ و دل دونون میرے اشک خونین نے عجب یہ طفل ابتر تھا، نہ گھر رکھا، نہ در رکھا

نہ کی کس نے سفارش میری وقت قتل قاتل سے کمان نے ہاتھ جوڑے، تیغ نے قدمونپہ سر رکھا

تری گردن پہ ہوگا خون حسرت ہاے بسمل کا نگاہ یاس بس کر، دل بھر آتا ہی قاتل کا

نکیرین، اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا ابھی تو مین تھکا ماندہ چلا آتا ہون منزل کا

خدا کی راہ مین دینا ہی، گھر کا بھر لینا ادھر دیا، کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

امیر، لاکھ اِدھر سے اُدھر زمانہ ہوا وہ بُت وفا پہ نہ آیا، مین بے وفا نہ ہوا

عبث ہی ناز بمتول پہ اِن امیرون کو اُٹھا کے لائے ہین کوڑا فقیر کے گھر کا

احسان کسی کا اِس تنِ لاغر سے کیا اُٹھے سو من کا بوجھ سایۂ دیوار ہو گیا

ای ترک، تیری تیغ ہمارا گلا کہان؟ اک یہ بھی اتفاقِ قضاؤ قدر ہوا

کیا ہماری گور پر ہے احتیاجِ روشنی چار جگنو جب چمک نکلے چراغان ہو گیا

دل، نہ مجروحون کے تڑپانے سے قاتل کا بھرا چٹکیان رہ رہ گئین خالی نمکدان ہو گیا

غریب ہی یار، روزِ محشر چھپے گا کشتون کا خون کیونکر جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

غضب کیا کہ اسے تونے محتسب توڑا ارے یہ دل تھا مرا، شیشۂ شراب نہ تھا
امیر اب ہین یہ باتین جب اُٹھ گیا وہ شوخ حضور یار کے مُنھ مین ترے جواب نہ تھا

۳۳ دیکھ اے درد، جدا ہو نہ دلِ محزون سے اور اُلجھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا
ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہی کہ مجھ سے احسان اُٹھایا نہین جاتا ہی دعا کا
بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر کنکھیون سے وہ دیکھے بھالے گا

اے غمِ یار مین نہین مٹتا نام مٹتا ہے ناتوانی کا
۳۴ زیست کا اعتبار کیا ہی امیر آدمی بُلبلا ہے پانی کا

جب دیکھ لوگے پاس بھری میری شکل، تم پھر تم سے میرے دل کو، دُکھایا نہ جائیگا
مہرہ چھپالین، آنکھ چرالین، حیا سے وہ جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جاے گا
مجھ روسیہ کو قبر مین رہنے دے اے کریم یہ مُنھ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جاے گا

کیا کہتے ہو، بس دیکھ لیا حال تمھارا دیکھو گے ابھی تم نے مریجان نہین دیکھا
جان آنکھون سے، دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھا پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہین دیکھا

اس سرا مین، مین مسافر نہین رہنے آیا رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤن گا
۳۵ تڑپ کے مُنھ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر بہت جو درد اُٹھے، دل یہ ہاتھ دھر لینا

ہم سے دل وردِ محبت کا دُکھایا نہ گیا زخم کھایا کیے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا
لاش، بے گور و کفن وادیِ غربت مین رہی مر کے بھی غیر کا احسان اُٹھایا نہ گیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیا مین رو رو کے دامن بھگویا کیا
عجب، قدرتِ حق کے، ای بت مین کھیل کہ مٹی کے پتلے کو، گویا کیا
بُرا خوابِ غفلت کا ہو، وقتِ کوچ گئے میرے ساتھی مین سویا کیا

دقیقہ نہین اب بزم سے ہوتا ہی یہ رخصت منھ دیکھ رہا ہون مین چراغ سحری کا

۳۶ موقوف جرم ہی یہ کرم کا ظہور تھا بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

سامانِ عفو، کیا مین کہون مختصر ہے یہ	بندہ گناہگار تھا، خالق کریم تھا
گلگشت مین نقاب اُلٹتے وہ رُخ سے کیا	شرم آتی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا
دامانِ گل کو خود نہ چھوا، ورنہ اے امیر	کچھ ڈر صبا کا ہم کو، نہ خوف نسیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا	آنکھ مین آنسو، جگر مین داغ، دل مین غم ہوا
میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا	یہ خوشی پھیلی کہ شادیِ مرگ اک عالم ہوا
آنسوؤن سے بیقراری مین ذرا تسکین تھی	بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا
روز کی فریاد سے تنگ آگئے تھے اسقدر	خلق کو مژدہ ہمارا نالۂ ماتم ہوا
کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو مین اُسکے تیر نے	دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا
لذتِ شرمِ گنہ تھی کب فرشتون کو نصیب	یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق مین آدم ہوا
میرے زخمون کی ہنسی پر مجکو رونا آگیا	یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا
نوکِ خنجر ہو کہ اے سفاک، پیکان تیر کا	جو مرے پہلو مین آبیٹھا مرا ہمدم ہوا
جان قالب مین ہے مضطر، دم خفا، دل بیقرار	موت ہی آئی، مزاجِ یار کیا برہم ہوا
ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہین امیر	کچھ تو وحشت نے کمی کی، کچھ تو سودا کم ہوا

وہ کون تھا، جو خرابات مین خراب نہ تھا	ہم آج پیر ہوئے، کیا کبھی شباب نہ تھا
شکایت اُن سے کوئی گالیون کی کیا کرتا؟	کسی کا نام، کسی کی طرف خطاب نہ تھا
نہ پوچھ عیش جوانی کا ہم سے پیری مین	۳۲ ملی تھی خواب مین وہ سلطنت شباب نہ تھا
دماغ بحث تھا کسکو وگرنہ اے ناصح	دہن نہ تھا کہ دہن مین مرے جواب نہ تھا
وہ کہتے ہین شبِ وعدہ مین کس کے پاس آتا	تجھے تو ہوش ہی اے خانمان خراب نہ تھا
فلک نے افسرِ خورشید سر پہ کیون رکھا	سبوے بادہ نہ تھا، ساغرِ شراب نہ تھا
ذرا سے صدمے کی تاب اب نہین، وہی ہم ہین	کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا
لپٹ کے چوم لیا منھ مٹا دیا انکار	نہین کا اُنکی سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

مین طولِ روزِ قیامت کو سُن کے ڈرتا ہون ۔۔۔ کہ دن نہ ہو وہ کہین یار کی جدائی کا

بغیر کھینچے ہوئے یار تک نہین رہتا ۔۔۔ مین مِٹ کے نام مٹا دونگا نارسائی کا

خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا ۲۷ ہوس نے کاسہ اُسے کر دیا گدائی کا

بہار آئی ہے پھر، خیر ہو خداوندا! ۔۔۔ جنون کے ہاتھ مین دامن ہے پارسائی کا

اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا ۔۔۔ کہ تو بھی داغ مجھے دے گا کیا جدائی کا

شبِ وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو ۲۸ کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

گزر نہین ہے حرم مین تو دیر کو چلیے ۲۹ امیر کام کہین بند ہے خدائی کا

کیون ہوا عاشق؟ جفا پر گر نہ تجکو صبر تھا ۔۔۔ اے دلِ بیتاب، کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا

تجکو بھی اک سنگدل معشوق سے پالا پڑا ۔۔۔ یہ مرے دل کے پھپھولے تھے، یہ میرا صبر تھا

بار بار اُسکی گلی مین کیون نہ جاتا اے امیر ۔۔۔ کیا کرون بے اختیاری تھی، کہ دل بے صبر تھا

فتنہ تھا، قہر تھا، جلوہ ترا اے یار نہ تھا ۔۔۔ جب تلک دل کو سنبھالون مین دلِ زار تھا

جب کہا اُس سے، شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا ۔۔۔ درد نے اُٹھ کے کہا، کیا یہ گنہگار نہ تھا؟

کیا ملا تھی نگہِ ہوش رُبا ساقی کی ۔۔۔ اُٹھ گئی آنکھ تو کو سون کوئی ہشیار نہ تھا

بات رکھ لی مرے قاتل نے گنہگارون مین ۔۔۔ اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

دہ کھچا گر تو کھچا، شان تھی معشوقی کی ۔۔۔ مجھ سے کھنچنا تجھے اے خنجرِ خونخوار نہ تھا

وقتِ بد مین نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک ۔۔۔ یار سمجھا تھا مین جسکو وہ مرا یار نہ تھا

بندہ نوازیون پہ خدائے کریم تھا ۔۔۔ کرتا نہ مین گنہ، تو گناہِ عظیم تھا

کیا کیا نہ آفتون کے رہے ہمکو سامنے ۳۰ یا رب، شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا

دُنیا مین کچھ قیام نہ سمجھو کر خیال ۔۔۔ اس گھر مین تم سے پہلے بھی کوئی مقیم تھا

دنیا کا حال، اہلِ عدم، ہے یہ مختصر ۳۱ اک دو قدم کا کوچۂ امید و بیم تھا

ہم اپنے دل مین سمجھے کیا جانین حشر مین ۔۔۔ کس سمت کو جنان تھا، کدھر کو جحیم تھا

کچھ نہ سمجھے ہو، نہ بوجھے ہو، کہ وہ کیا چیز ہے؟
نام تم نے سُن لیا ہے، زاہدو، اللہ کا

آج سے کھینچوں، تو آتے آتے مدت چاہیے
ضعف میں مشکل ہے، دل سے لب تک آنا آہ کا

اسقدر دل پر تصرف، کیا سبب، یہ کون ہے؟
بک گیا ہے، کیا بتوں کے ہاتھ گھر اللہ کا

حق رسی چاہے تو ہفتاد و دو ملت سے گزر
منزلیں طے ہوں تو حج حاصل ہو بیت اللہ کا

ذکر حق میں سب حوادث سے ہوں محفوظ اے امیر
ہے حصار امن، گنبد مجھ کو بسم اللہ کا

وصل کی شب بھی خفا وہ بتِ مغرور رہا
حوصلہ دل کا جو تھا دل میں بدستور رہا

عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال
لیکن اُس دم، کہ تلافی کا نہ مقدور رہا

گردشِ بخت، کہاں سے ہمیں لائی ہے کہاں
منزلوں وادی غربت سے وطن دور رہا

زلف و رُخ دونوں ہیں جانے سے جوانی کے خراب
مُشک وہ مُشک، نہ کافور وہ کافور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفل جاناں میں امیر
رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسرا زیر زمین اے دلِ حیران کس کا؟
شہر بیگانہ ہے، یاں کون ہے پُرسان کس کا؟

حوصلہ قیس کا فرہاد کا دل پیدا کر
پھر تو یہ کوہ ہے کس کا یہ بیابان کس کا؟

ہو رہی تھی تری رفتار سے پامال جو خلق
تو نے سیکھا یہ چلن، کبکِ خرامان کس کا؟

اس زمانہ میں نہیں نام سخاوت کا امیر
کون محسن ہے؟ اُٹھائے کوئی احسان کس کا؟

جب تلک ہست تھے، دشوار تھا پانا تیرا
مٹ گئے ہم، تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا

نہ جہت تیرے لیے ہے نہ کوئی جسم ہے تو
چشمِ ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا

شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال
رگِ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا

اب تو پیری میں نہیں پوچھنے والا کوئی
کبھی اے حسن جوانی! تھا زمانا تیرا

اے صدف چاک کریگا یہی سینہ اک دن
تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانا تیرا

دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر
اب تو ہے ملکِ معانی میں زمانا تیرا

قلق ہوا نہ مجھے صیاد کی جدائی کا
یہ پوچھیے نہیں، افسوس ہے رہائی کا

رو کے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا ۲۳ ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرفِ تمنّا کہنا

مثل مکتوب کہنے مین ہو کیا کیا کہنا نہ مرا طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا

دمِ آخر تو تمبؤ یادِ خدا کرنے دو زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا

چستیِ طبع سے اُستاد کا ہو قول، امیر ہو زمین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

بختِ واژون سے جلے دِل کیون نہ مجھ محرور کا مرہم کافور سے مُنھ آگیا ناسور کا

بارِ دنیا جسکے سر پر ہو اُسے زحمت کہان چور رہتا ہو مشقّت سے بدن مزدور کا

دردمندی اسکو کہتے ہین کہ روزِ حشر بھی رو دیا مین دل بھر آیا سن کے نالہ سور کا

میکش مفلس ہون پہلے مجکو دے ساقی شراب ۲۴ دل بہت ہوتا ہو تھوڑا مردِ بے مقدور کا

قصرِ تن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا

پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہلِ عدم ۲۵ بیٹھ لینے دو زرا، آتا ہون اُٹھا دور کا

موذیون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہو ۲۶ بارشِ باران سے گھر گرتا نہین زنبور کا

جلوۂ معشوق ہر جا ہو بصیرت ہو اگر کرمکِ شب تاب مین عالم ہو شمعِ طور کا

مر کے یارانِ عدم کے پاس پہنچونگا، امیر چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہو دور کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا

آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تم نے کی تم آئے اپنے گھر، مین غریب الوطن ہوا

رو مین لپٹ کے خوب مرے دلکی حسرتین غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا

کیا دو ن جواب شکوۂ دل کا تمھین کہو؟ تم سے تو جو سلوک ہوا، دِل شکن ہوا

اب کا سفر، وہ ہو کہ نہ دیکھون گا پھر وطن یون تو، مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا

باغِ جہان مین، طائرِ مضمون تھے امیر جس دام مین پھنسے وہی اپنا وطن ہوا

حسن، اِس شوکت پہ مجرائی ہو اُس درگاہ کا رتبہ دیکھو عشق کی سرکارِ عالی جاہ کا

رندِ مشرب کب گئے پہنچے یار کے گھر زاہدا تو ابتک ہی پوچھتا ہو اب تک اُسکی راہ کا

اب عفو وہ کریں نہ کریں اختیار ہی ۱۵ امیدِ عفو میں میں گنہگار ہو چکا
باقی ہی کسکو حوصلہ اخفاے عشق کا رسوا امیرؔ کوچہ و بازار ہو چکا

پوچھا نہ جاے گا جو وطن سے نکل گیا بیکار ہی جو دانت دہن سے نکل گیا
ٹھہریں کبھی کجوں میں نہ دم بھر کو راست رو آیا کماں میں تیر، تو سن سے نکل گیا
پہلو میں میرے دل کو نہ ای دردِ کر تلاش ۱۶ مدت ہوئی، غریب وطن سے نکل گیا
مرغانِ باغ تم کو مبارک ہو سیرِ گل ۱۷ کانٹا تھا ایک میں سو چمن سے نکل گیا
میں شعر پڑھکے بزم سے کیا اُٹھ گیا امیرؔ بلبل چہک کے صحنِ چمن سے نکل گیا

کی نظر روے کتابی پہ، تو کچھ دل ٹھہرا مکتبِ شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا
علم اک نقطہ جو مشہور تھا، ہی جوشِ جنون ۱۸ غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا
ہم بڑی دور سے آئے ہیں تمھارا ہی یہ حال ۱۹ گھر سے دروازے تک آنا گئی منزل ٹھہرا
ابتک آتی ہی صدا تربتِ لیلی سے امیرؔ ساربان، اتو خدا کے لیے محمل ٹھہرا

وہ ہوں جانباز قفس پر گمان ہی مجکو گلشن کا ترانہ بلبلوں کا جانتا ہوں بولنا رن کا
نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونوں رو دیتے ۲۰ تمھیں کو بلبلو آتا نہیں انداز شیون کا
اُٹھالوں سختیاں لاکھوں، کڑی بات اُٹھ نہیں سکتی ۲۱ میں دل رکھتا ہوں شیشے کا جگر رکھتا ہوں آہن کا
ہلال و بدر دونوں میں امیرؔ اُسکی تجلی ہی یہ خاکہ ہی جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھ سے جدا کیوں کر ہوا؟ دیکھو دل سا آشنا، نا آشنا کیونکر ہوا؟
ناز اُٹھائے میں نے، یا لامیں نے، حضرت کون ہیں دل اگر میرا نہیں ہی آپ کا کیوں کر ہوا؟
ٹوٹنا دیکھا نہیں جاتا ہے ہو نرم دل؟ ذبح کرتے وقت اتنا جی کڑا کیوں کر ہوا؟
داورِ محشر کو بھائی ہیں ری اُسکی چھیڑ چھاڑ چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیوں کر ہوا؟
الفتِ گیسو بلا تھی مر گیا پھنس کر، امیرؔ ۲۲ ہی بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیوں کر ہوا؟

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہیں کھلتا کہنا، بات کہنا بھی تمھارا ہی معما کہنا

خدا ہی ہی جو گزری چتونوں سے جان بچے　　ہی آج دلشکنوں سے مقابلہ دل کا
امیر بھول بھلیان ہی کوچۂ گیسو　　تباہ کیون نہ پھرے اس مین قافلہ دل کا

میری طرح منہ اک دن ابرِ بہار رو یا　　وہ ایک بار رویا مین لاکھ بار رو یا
مجنون سے مین نے پوچھا کل حال بیخودی کا　　کچھ کہہ سکا نہ منہ سے پر زار زار رویا
پوچھی امیر سے کل مین نے جو دل کی حالت　　سینے پہ ہاتھ رکھکر بے اختیار رویا

لائے ساقی کو بھی متوالی گھٹا　　کچھ مزا دیتی نہین خالی گھٹا
دخترِ رز کو لاتی ہی مستون کے پاس　　کرتی ہی در پردہ دلالی گھٹا
جان کو مستون کے تھی توبہ عذاب　　یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا
آپ اچھے وقت پر آئے امیر　　خوب میخانے پہ جب چھائی گھٹا

مزہ عاشق کے دل سے پوچھ حسنِ شعلہ رویان کا　　تماشا دیکھ پروانون کی آنکھون سے چراغان کا
اُچھلتا ہی کلیجہ، ڈوبتا ہی دل، خدا حافظ　　۱۱ سمندر پیرنا ہی، جھیلنا شبہاے ہجران کا
جگر کو دون کہ دل کو دون بتا اے ناوکِ قاتل　　۱۲ کہ دو پیاسون مین ہی یہ ایک قطرہ آبِ پیکان کا
تمھارے بانکپن کی شان کچھ اس سے نکلتی ہی　　۱۳ کھچے تو دوڑ کر منہ چوم لون شمشیر بران کا
کہین ضبطِ فغان سے عشق کے آثار چھپتے ہین　　لبِ خاموش سے پیدا ہی صدمہ دردِ پنہان کا
کہان سامان تھا وحشت مین جو نامہ یار کو لکھتا　　دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر مین نے گریبان کا
زہے شوقِ شہادت امتحان گاہِ محبت مین　　قدم بڑھتے ہی، ہاتھون بڑھگیا دل مردِ میدان کا
وہ زخمی ہین تڑپ کیسی چھڑکتا گر نمک قاتل　　دہانِ زخم سے ہم چوم لیتے منہ نمکدان کا
زمین ہی ایک خشتِ خاکِ صحرائے محبت کی　　فلک چھوٹا سا اک میدان ہی دل کے بیابان کا
ذرا سی چھیڑ مین کیون بھتے ہو؟ تم ذرا سر چھالو　　۱۴ اسی سے چھیڑتا ہی تمکو سر کانٹا بیابان کا
امیر! ایسا شگفتہ ہی ہجومِ داغ سے پہلو　　کہ ہر ناسورِ دل رخنہ ہی دیوارِ گلستان کا

ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہو چکا　　ہونا جو تھا، وہ اے محبتِ غدار ہو چکا

لطف حسرت کی نگاہون کا تو جب تھا کہ امیر | ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

جی ہی لے گا غمِ جانان مِیرا | مجکو کھا جاے گا مہمان میرا
تجھ سے دامن ہر ترا چین بہ جبین | تنگ ہی مجھ سے گریبان میرا
رحم کر رحم کر اے دستِ جنون | پاؤن پڑتا ہی گریبان میرا
کیا دورنگی ہی زمانے کی، امیر | مین حزین، زخم ہی خندان میرا

میری تربت پہ اگر آئیے گا ۹ عمرِ رفتہ کو بھی بلوائیے گا
سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا | دیکھیے دل سے اُتر جائیے گا
آئیے نزع مین بالین پہ مری | کوئی دم بیٹھ کے اُٹھ جائیے گا
وصل مین بوسۂ لب دیکے کہا | منھ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا
ہاتھ مین نے جو بڑھایا تو کہا | بس، بہت پاؤن نہ پھیلائیے گا
زہر کھانے کو کہا، تو، بولے | ہم جلالین گے جو مر جائیے گا
حسرتین نزع مین بولین مجھ سے | چھوڑ کر ہم کو کہان جائیے گا
آپ سنیے تو کہانی دل کی، ۱۰ نیند آجاے گی سو جائیے گا
اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہی، | بیٹھیے، جائیے گا، جائیے گا
کہتے ہین، کہ تو دیا، آئین گے | اب یہ کیا چڑ ہی کہ کب آئیے گا
ڈبڈبائے مرے آنسو، تو، کہا | روئیے گا تو ہنسے جائیے گا
رات اپنی ہی ٹھہرئیے تو زرا | آئیے بیٹھیے، گھر جائیے گا
جس طرح عمر گزرتی ہی امیر | آپ بھی یونہین گزر جائیے گا

اُٹھو گلے سے لگا لو، مٹے گلہ دل کا | زرا سی بات مین ہوتا ہی فیصلہ دل کا
دم آ گئے آنکھون مین نکلے تو کچھ نہین کھٹکا | اٹک نہ جاے الٰہی معاملہ دل کا
تمھارے غمزدون نے کھوئے ہین ہوش و صبر و قرار | انھین لٹیرون نے لوٹا ہی قافلہ دل کا

جب تلک تم تھے کشیدہ، دل تھا شکووں سے بھرا
تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا، رہتا تو کیا ہوتا، امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

پرسش کو مرے، کون، مرے گھر نہیں آتا
تیور نہیں آتے ہیں، کہ چکر نہیں آتا؟

تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے
ایمان سے کہدون؟ مجھے باور نہیں آتا

قاتل ہی کے کھنچنے کی، شکایت نہیں ہمدم
خنجر بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا

کہتے ہیں یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تمھاری
سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا

دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت
پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہیں آتا

غیروں سے اشارے، مرے آگے سر محفل
پھر آپ کہیں گے کہ مجھے تیر نہیں آتا

کب آنکھ اٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیور؟
کب بیٹھ کے اٹھتا ہوں کہ چکر نہیں آتا؟

غربتکدۂ دہر میں، صدمے سے ہیں صدمے
اسیر بھی کبھی یاد وہاں گھر نہیں آتا

ہم جسکی ہوس میں ہیں، امیر آپ سے باہر
وہ پردہ نشین گھر سے بھی باہر نہیں آتا

۸

ناوکِ ناز سے مشکل ہے بچانا دِل کا
درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا

آج اس شوق سے پیکان مرے دل میں آیا
آ گیا یاد کسی شوخ پہ آنا دِل کا

جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے
دل لگا کر جو سنیں آپ فسانا دل کا

دل مرا لیکے، دکھا دی مجھے مٹھی خالی
پھر کہا، دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا؟

ہر نگہ، وصل میں، اس شوخ کی، کہتی ہے امیر
ہو جسے حکم، اڑا دے وہ نشانا دل کا

دردِ الفت نے وہاں سے بھی نکالا ہوتا
قید اگر، عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا

اور سامان، جنون میں ہمیں درکار نہیں
کوئی نشتر، کوئی کانٹا، کوئی چھالا ہوتا

منحصر ساغرِ جم ہی پہ نہیں بادہ کشی
ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا

مجھ پہ آنکھیں جو نکالیں، تو ہوا کیا حاصل
کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا

فکر دوڑیں مجھے کھانے، میں عدم کو بھاگا
لاکھ منھ، ایک میں کس کس کا نوالا ہوتا

ین زبان سے، تمکو سچا، کہو، لاکھ بار کہدون　اسے کیا کرون، کہ دل کو نہین اعتبار ہوتا

مری خاک بھی لحد مین، نہ رہی امیر باقی　اُنھین مرنے ہی کا اب تک، نہین اعتبار ہوتا

جھونکا اِدھر نہ آئے نسیم بہار کا　نازک بہت ہی پھول چراغِ مزار کا

آئین وہ یا نہ آئین، ترس کھائین یا نہ کھائین　کیا اختیار گریۂ بے اختیار کا

شاخون سے برگِ گل نہین جھڑتے ہین باغ مین　زیور اُتر رہا ہی عروسِ بہار کا

مری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار　ممنون ہون مین گریۂ بے اختیار کا

ہلتی نہین ہوا سے چمن مین یہ ڈالیان　منھ چومتے ہین پھول عروسِ بہار کا

پھولون سے، فرشِ خاک پہ تارے چھٹک گئے　دھاگا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا

اُٹھتا ہی نزع مین وہ سرہانے سے ای امیر　مٹتا ہی آسرا، دلِ امیدوار کا

جمالِ یار کو کہتے ہو تم، کہ ہان دیکھا　کلیم ہوش مین آؤ، ابھی کہان دیکھا

وہی چراغ، وہی گل، وہی قمر، وہی برق　نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا

نہین ہی دخترِ رز سا بھی کوئی حسن پرست　ٹپک پڑی یہ جہان کوئی نوجوان دیکھا

کہین تو دیکھ چکے ہین، یقین ہی دل کو　مگر یہ یاد نہین ہی، تمھین کہان دیکھا

فنا ہی حسن کو، دولت کو، زندگانی کو　جہان مین نہ کوئی باغ، بے خزان دیکھا

پھنسی جو دام مین بلبل، تو کن نگاہون سے　کبھی چمن کو، کبھی سوے آشیان، دیکھا

نکیلی چتونین، آنکھون مین کیا جگر مین چبھین　امیر آج عجب ٹوک کا جوان دیکھا

ایک دلِ ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا　سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا

سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی　وہ اُمنگین مِٹ گئین وہ ولولا جاتا رہا

درد باقی، غم سلامت ہی، مگر اب دل کہان　ہاے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا

آنے والا، جانے والا، بیکسی مین کون تھا　ہان مگر اک دم، غریب آتا رہا جاتا رہا

آنکھ کیا ہی سومنی ہی، سحر ہی، اعجاز ہے　اک نگاہِ لطف مین سارا گلا جاتا رہا

نیا افسانہ کہہ واعظ، تو شاید گرم مجلس ہو ۔ قیامت تو پُرانا حال ہی روزِ جدائی کا
الٰہی کون سے مجرم کی آمد ہی قیامت مین ۔ ہوا ہی حکم رحمت کو، یہ کسکی پیشوائی کا
قفس مین ہون، مگر سارا چمن آنکھون کے آگے ہی ۔ رہائی کے برابر، اب تصوّر ہی رہائی کا
امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی ۔ خدا جانے بکا کرتا ہی کیا جھوٹا خدائی کا

---

۳ اِن شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا ۔ کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ، دل نہین ہوتا
آتا ہی جو کچھ منہ مین وہ کہہ جاتا ہی واعظ ۔ اور اُسپہ یہ طرّہ ہے کہ قائل نہین ہوتا
۴ جب دردِ محبت مین یہ لذّت ہی تو یارب ۔ ہر عضو مین، ہر جوڑ مین، کیون دِل نہین ہوتا
دیوانہ ہی دنیا مین جو دیوانہ نہین ہے ۔ عاقل وہی ہوتا ہی جو عاقل نہین ہوتا
تمکو تو مین کہتا نہین کچھ، حضرتِ ناصح ۔ پر جسکو ہو تپ ایسی وہ عاقل نہین ہوتا
یہ شعر وہ فن ہی کہ امیر اسکو جو رٹو ۔ حاصل یہی ہوتا ہی کہ حاصل نہین ہوتا

دامنون کا نہ پتا ہی، نہ گریبانون کا ۔ حشر کہتے ہین جسے شہر ہی عریانون کا
خاطرِ رنج و غم و درد سے فرصت ہی نہین ۔ میزبان ہو گئے، ہوا مین انھین مہمانون کا
قحط روزی یہ جہان مین ہی، کہ کہتے ہین ہنود ۔ رمضان خوب مہینہ ہے مسلمانون کا

روبروِ آئینے کے، تو جو مری جان ہوگا ۔ آئینہ ایک طرف، عکس بھی حیران ہوگا
۵ اے جوانی، یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے ۔ تو نہ ہوگی، تو نہ یہ دل، نہ یہ ارمان ہوگا
دستِ وحشت تو سلامت ہی، رفو ہونے دو ۔ ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا
آگ دل مین جو لگی تھی، وہ بجھائی نہ گئی ۔ اور کیا تجھ سے، بھرا ے دیدۂ گریان ہوگا
اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین، یہ غم ہی امیر ۔ چارہ گر مفت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

میرے بس مین، یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا ۔ یہ نہ تھا، تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا
وہ مزہ دیا تڑپ نے، کہ یہ آرزو ہی، یارب ۔ مرے دونون پہلوؤن مین، دلِ بیقرار ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم، تو پھر آنکھ کیون چرائی ۔ وہی تیر کیون نہ مارا، جو جگر کے پار ہوتا

غزلیات وابیات

یہ آفتاب ہی گرم، اُسکی کبریائی کا — کہ ذرّہ ذرّہ ہی آئینہ خودنمائی کا

پکارتا ہی یہ اندازِ و نازِ توبہ شکن — کہ آئے وہ، جسے دعویٰ ہو پارسائی کا

دِکھا کے تیغ وہ ناآشنا یہ کہتا ہے — یہ گھاٹ ہی مرے دریاے آشنائی کا

سمجھ رہا ہی جسے حشر و نشر، تو زاہد — کرشمہ وہ بھی ہی ایک اُسکی خوشنوائی کا

جو بندہ ہی، تو مزہ بندگی مین پیدا کر — نہین وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا

بشر سے حمدِ الٰہی، امیرؔ کیا ممکن، — پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ یہ رائی کا

ں کا حاکم جان کا مالک غمِ جانانہ تھا ۱ — میہمان جسکو مین سمجھا تھا، وہ صاحب خانہ تھا

بے تعلق کیا ہمین اُسکے تصور نے کیا — جب جُھکایا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا

غ عالم کا تماشا، باعثِ غفلت ہوا — دیکھنا آنکھون کا، کانون کے لیے افسانہ تھا

غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب — اور وہان اک چھیڑ تھی اک نازِ معشوقانہ تھا

ظ کی مجلس مین بھی آئے تو یون مستانِ عشق — مے کی بوتل تھی بغل مین، ہاتھ مین پیمانہ تھا

ٹھے لیلیٰ دشون کے دیکھنے تھے شہر مین — جا کے جنگل مین بسا مجنون، بڑا دیوانہ تھا

اُدھر بدمست، مین بیخود، تکلف برطرف — ایسی صحبت مین جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا؟

ید کے جھونکے چلے آتے تھے کیون ہنگامِ ذبح — تیغِ قاتل کی زبان پر کونسا افسانہ تھا

جنس دل کا کوئی گاہک نہین کل تک یہی — حور کا آئینہ تھا، زلفِ پری کا شانہ تھا

ل میرا سُنکے وہ بولے، کہ جی دُکھنے لگا — ہاے کیسی کمبخت کیسی بیدرد کا افسانہ تھا

ا دیکھا اُسے سَو بار ہم نے، اے امیرؔ — آشنا سے آشنا، بیگانے سے بیگانہ تھا

ے بندون سے کرتے ہین یہ بت دعوےٰ خدائی کا ۲ — تماشا دیکھتا ہون تیری شانِ کبریائی کا

شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا — سزا ہی دل لگانے کی، مزہ ہی آشنائی کا

امیر

امیر احمد نام۔ امیر تخلص۔ شاہ مینا لکھنوی کی نسل مین ہونے سے امیر مینائی مشہور ہوئے۔ متاخرین مین یہ بڑے نامور گزرے ہین۔ شاگردون کی کثرت پر لحاظ کرکے جگت اُستاد کا لفظ انکے لیے موزون معلوم ہوتا ہو۔ لکھنؤ انکا مسکن تھا لیکن زائد تر یہ رام پور مین رہے۔ نواب کلب علی خان والی رام پور انکو اپنے شعر دکھاتے تھے۔ اخیر عمر مین خاکِ گور نے انکو حیدر آباد دکن کھینچا۔ نظام نے بڑے اصرار سے بلایا تھا مگر موت نے جلدی کی۔ وفات ۱۳۱۹ھ۔

انکا پایہ شاعری مین کیا ہو؟ یہ سوال مجھ سے کیا جائے تو مین جواب دونگا کہ جس طرح شعراے فارس مین حافظ اور سعدی کے درمیان محاکمہ کرنا مشکل ہو اُسی طرح شعراے ہند مین اسداللہ خان غالب کو امیر مینائی پر فوق دینا یا امیر مینائی کو اسداللہ خان غالب سے بڑھا ہوا سمجھنا مشکل ہو۔ غالب کی جدتِ سخن ایک طرف پکار رہی ہو کہ اسیر اردو شاعری ختم ہوگئی۔ دوسری طرف امیر کا کلام کہتا ہو کہ یہ تراش خراش اور شیرینیِ سخن غالب کو کہان نصیب تھی۔ ہان اسقدر مین کہہ سکتا ہون کہ غالب کا کلام عام پسند ہو اور امیر کے کلام سمجھنے کے لیے خاص مذاق کی ضرورت ہی۔ ناظرین امیر کے نشترون کا غالب کے نشترون سے مقابلہ کرکے خود فیصلہ کرلین۔ مین صرف اتنا ہی جانتا ہون کہ ایشیا مین صرف چار شاعر ہوئے ہین۔ سعدی، حافظ، غالب اور امیر۔ امیر کی خصوصیات سے یہ ہو کہ گو وہ بڑے ثقہ اور باشرع آدمی تھے لیکن اُنکے کلام مین رندانہ اور عاشقانہ مضامین بھی ہوتے تھے۔ انکا کلام سننے کے بعد جو لوگ انسے ملنے جاتا تھا وہ اُنکی صورت دیکھ کر اور اُنکے اوقات سے واقف ہوکر متحیر ہوتا تھا۔

انتخاب

ہر دو

دیوانِ امیر

(صنمخانۂ عشق)

و

(مراۃ الغیب)

۹۳ نشتر

صبح بہار ہے، مجھے ساقی! پلا شراب — سب جانتے ہین عید کا روزہ حرام ہے

دیکھیے کرتا ہے کیونکر یار سے گستاخیان — عشق کے بھی حوصلے کو آزمایا چاہیے

زاہدِ سالوس کے ماتھے کے گھٹے سے کھلا — لگ ہی رہتا ہے جو تقدیر بشر مین داغ ہے

وہ صیدِ سخت جان ہون جس پر ہزار بار — خالی ہوئے ہین تیر دان کے ترکش بھرے ہوئے

دینے مین جام کے ہے تامل کا کیا سبب — ساقی! شراب سے ہین قرابے بھرے ہوئے

لڑنے آئے تھے آنکھین غزالانِ ختن — شکست اُنکو تری چشمِ سرمہ سا نے دی

گھورتی ہے تمکو نرگس، آنکھ پھوڑا چاہیے — گُل بہت ہنستے ہین کان اُنکے مروڑا چاہیے

فصلِ بہار آئی پیو صوفیو، شراب — بس ہو چکی نماز مصلّا اُٹھائیے

تجھ سا، حسین ہو یار، تو کیونکر نہ اُسکے پھر — نازِ بجا و غمزۂ بیجا اُٹھائیے

چُپ ہو کیون کچھ مُنہ سے فرماؤ خدا کیواسطے — آدمی سے بُت نہ بنجاؤ خدا کے واسطے

ٹھیک آئی تن پر اپنے ہمارے برہنگی ۳۹ — باقی لباس چھوٹے ہوئے یا بڑے ہوئے

عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار مین آئے — ہوائے گُل مین، ہم کس وادیِ پُرخار مین آئے

رنگ جو جو کچھ کہ چاہین لائین بن بن مین آبلے   پاے بوسی کو ترستے تھے وطن مین آبلے

باغ عالم مین نہین کوئی کسی کی سُنتا ۳۴ نہ دماغ اپنا کر اے مرغِ خوش الحان خالی

ده دہقانِ غریب سرزمینِ عشقبازی ہون   عوض باران کے میری کشت پر آتش برستی ہی

آدمی کے واسطے کچھ اور ہووے یا نہو ۳۵ ساقی دمِ سبزہ و آبِ روان درکار ہی

شہر و صحرا مین پھرا کرتا ہون اِس امید پر   وہ جہان دیکھون جہان مٹی مری درکار ہی

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے ۳۶ ہم اور بلبلِ بیتاب گفتگو کرتے

آرزو ہی یہی آتش کی "خدا" اے زاہد   تجھکو غم نوش کرے مجھکو قدح نوش کرے

الٰہی! طولِ عمرِ خضر دے بادِ بہاری کو   مزارِ بیکسان پر پھولون کی چادر چڑھائی ہی

کوچۂ تنگ مین ملتا ہی تو کہتا ہی وہ شوخ   مرد ہی وہ کہ جو ہم کو سرِ میدان روکے

راحتِ مرگ کو نہ پوچھ آتش ۳۷ نہ رہی قدر زندگانی کی

پڑھ سکتا سرنوشت کا مطلب کوئی نہین   معلوم کچھ نہین کہ یہ خط کس زبان مین ہی

فصلِ گل ہی شیشہ و پیمانہ کا ہی دور دور   خانقاہین بند ہین مے خانہ کا دربار ہی

آبلے پاؤن کے کیا تو نے ہمارے توڑے   خارِ صحراے جنون، عرش کے تارے توڑے

بہلایئے شراب سے دل کو کوئی گھڑی   لہرا رہا ہی سبزہ، روان جوے آب ہی

ہم کیا کہین کسی سے، کیا ہی طریق اپنا؟   مذہب نہین ہی کوئی، ملّت نہین ہی کوئی

تماشاے گوشہ گیری، دشتِ غربت کا دکھاتی ہی   وطن مین ہون، مگر مجھکو ہین یارانِ وطن بھولے

آسمان امر کے تو راحت ہو کہین تھوڑی سی   پاؤن پھیلانے کو ہاتھ آئے زمین تھوڑی سی

مری تعظیم نے مجلس سے نکالا مجھکو   اُٹھتے اُٹھتے نہ رہی بیٹھنے کی جا باقی

حاجت نہین بناؤ کی اے نازنین تجھے   زیور ہی سادگی ترے رخسار کے لیے

نکہتِ گل سے مجھے یار کی بو آتی ہی   خلعت سے یاد اُلجھ پڑنے کی خو آتی ہے

بولی یہ روح پھینک کے پشتارہ جسم کا ۳۸ بھاری ہی بوجھ کون یہ بیگار لے چلے

خدا کا گھر ہی بت خانہ ہمارا گھر نہین آتش مقامِ آشنا ہی، یان نہین بیگانہ آتا ہے

دہن پر ہین اُنکے گمان کیسے کیسے کلام آتے ہین درمیان کیسے کیسے

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہی رنگ آسمان کیسے کیسے

بہار آئی ہی، نشہ مین جھومتے ہین مُریدانِ پیرِ مغان کیسے کیسے

نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا تڑپتے رہے نیمجان کیسے کیسے

نہ گورِ سکندر نہ ہی قبرِ دارا مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے

تری کلکِ قدرت کے قربان آنکھین دکھائے ہین خوش رو جوان کیسے کیسے

چلا وہ راہ جو سالک کے پیشِ پا آئی ٹھہر گیا، جو کہین بوے آشنا آئی

بہارِ گل مین ہین دیوانے جامہ سے باہر پری کا بھیس ہی بدلے ہوئے بلا آئی

لیا جو بوسہ تو ہنس کر یہ اس صنم نے کہا خدا سے شرم نہ اے بندۂ خدا آئی

گدا نواز کوئی شہسوار راہ مین ہے بلند آج نہایت غبار راہ مین ہے

شباب تک نہین پہنچا ہی عالمِ طفلی، ہنوز حسنِ جوانیِ یار راہ مین ہے

عدم کے کوچ کی لازم ہی فکر ہستی مین نہ کوئی شہر، نہ کوئی دیار، راہ مین ہے

نہ بدرقہ ہی، نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے فقط عنایتِ پروردگار راہ مین ہے

نہ جائین آپ ابھی دوپہر ہے، گرمی ہی، بہت سی گرد بہت سا غبار راہ مین ہی

جنون مین خاک اڑاتا ہی ساتھ ساتھ اپنے شریکِ حال ہمارا غبار راہ مین ہے

کوئی تو دوش سے بارِ سفر اُتارے گا ہزار راہزن امیدوار راہ مین ہے

پیادہ پا ہون روان سوے کوچۂ قاتل اجل مری مرے سر پر سوار راہ مین ہے

تھکے جو پاؤن، تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش گلِ مراد ہی منزل مین، خار راہ مین ہے

گیسوے مشکین رخِ محبوب تک آنے لگے چشمۂ خورشید مین بھی سانپ لہرانے لگے

دِل بہت تنگ رہا کرتا ہی رنگ بے رنگ رہا کرتا ہی
عار سے عار ہی مجھ مجنون کو ننگ سے ننگ رہا کرتا ہی
عالمِ وجد ترے مستون کو بے دف و چنگ رہا کرتا ہی
بندشِ چست سے تیری آتش قافیہ تنگ رہا کرتا ہی

چمنستان کی، گئی نشو و نما، پھرتی ہے رُت بدلتی ہی کوئی دِن مین ہوا پھرتی ہے
خاک چھنوا رہی ہی کوچۂ قاتل کی تلاش ساتھ ساتھ اپنے خراب اپنی قضا پھرتی ہے
صبحِ محشر کے سوا صبحِ شبِ ہجر نہین یہ بلا وہ نہین آتش جو بلا پھرتی ہے

جبین سائی کو سنگِ آستانِ یار بہتر ہی کمر ٹکنے کو قصرِ دوست کی دیوار بہتر ہی
اطبا دیکھ کر بیمار کو تیرے یہ کہتے ہین بہم پہنچے تو اسکو شربتِ دیدار بہتر ہی
سوالِ بوسہ پر ہنسکر وہ بُت کہتا ہی اے آتش خیالِ بد اگر گزرے تو استغفار بہتر ہی

عنابِ لب کا اپنے مزہ کچھ نہ پوچھیے کس درد کی ہین آپ دوا کچھ نہ پوچھیے
ناز و نیازِ عاشق و معشوق کیا کہون عجز و غرورِ شاہ و گدا کچھ نہ پوچھیے
آتش گناہِ عشق کی تعزیر کیا کہون مشفق جو کچھ ہی اس کی سزا کچھ نہ پوچھیے

کہتے ہین! ذکرِ لیلی و مجنون جو چھیڑیے چُپ رہیے بس، نہ گور کے مُردے اُکھیڑیے
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا تکیہ خدا پہ کیجیے دروازہ بھیڑیے
آتش قمارِ عشق مین تیرے حضورِ یار چالون کو اپنی بھول گئے ہین کھِلاڑیے

مگر اسکو فریبِ نرگسِ مستانہ آتا ہے اُلٹتی ہین صفین، گردش مین جب پیمانہ آتا ہی
خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہین سکتی گریبان پھاڑتا ہی، تنگ جب دیوانہ آتا ہی
فراقِ یار مین دل پر نہین معلوم کیا گزری جو اشک آنکھون مین آتا ہی سو بیتابانہ آتا ہی
سمجھتے ہین مرے دل کی وہ کیا نافہم نادان ہین حضورِ شمع بے مطلب نہین پروانہ آتا ہی
ہمیشہ فکر سے یان عاشقانہ شعر ڈھلتے ہین زبان کو اپنی بس اک حُسن کا افسانہ آتا ہی

اے صنم جس نے تجھے چاند سی صورت دی ہی ۲۹ اُسی اللہ نے مجھکو بھی محبت دی ہی
فرقتِ یار مین رو رو کے بسر کرتا ہون ۳۰ زندگانی تجھے کیا دی ہی مصیبت دی ہی
کمرِ یار کے مضمون کو باندھو آتش! زلفِ خوبان سی رسا تمکو طبیعت دی ہی

کوئی اچھا نہین ہوتا ہی بُری چالون سے لبِ بام آکے کھڑے ہو نہ کھُلے بالون سے
کچھ تو ہلکا کرین خارِ رہِ صحرائے جنون بوجھ لنگر کا ہوئے ہین کفِ پا چھالون سے
اُنکے بوسون کی تمنا ہی لبون کو آتش آئنہ کسبِ صفا کرتی ہین جن گالون سے

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکان ہی؟ زمین یان کی، چہارم آسمان ہی
تکلف سے بری ہی حُسنِ ذاتی ۴۱ قبائے گل مین گل بوٹا کہان ہی
شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ، ۴۲ قناعت بھی بہارِ بےخزان ہی
الٰہی! ایک دل کس کس کو دون مین ہزارون بُت ہین یان، ہندوستان ہی
سعادتمند قسمت پر ہین شاکر ہما کو مغزِ بادامِ استخوان ہی
قدِ محبوب کو شاعر کہین سرو، قیامت کا یہ اے آتش نشان ہی

موت کو سمجھے رہین گبرو مسلمان آئی، ۴۳ روح قالب مین ہی دو روز کو مہمان آئی
آئینہ نے رُخِ انور پہ اجبارہ باندھا شانہ کے حصّے مین وہ زلفِ پریشان آئی
گلشنِ دہر بھی ہی کوئی سرائے ماتم شبنم اس باغ مین جب آئی تو گریان آئی
عشقِ بلبل مین اثر ہی تو قفس مین آتش بوئے گل پھاند کے دیوارِ گلستان آئی

شیشے شراب کے رہین آٹھون پہر کھُلے ایسا گھرے کہ پھر نہ کبھی ابرِ تر کھُلے
کوتہ ہی اس قدر مرے قد پر ردائے عیش ڈھانکون جو پاؤن کو تو یقین ہی کہ سر کھُلے
قاتل جزائے خیر ملے تیری تیغ کو زخمون کے مُنہ کھُلے نہین جنت کے در کھُلے
مطلب نہ سرنوشت کا سمجھا تو شکر کر دیوانہ ہو جو حالِ قضا و قدر کھُلے
چلنا پڑے گا یار کی خدمت مین سر کے بل سمجھے ہو کیا جو بیٹھے ہو آتش کمر کھُلے

کیا تری شان ہی قربان ہون ای عفوِ کریم ۲۶ آس رکھتا ہی ہر اک فاسق و زانی تیری
شکلِ گل ہنس کے کسی روز تو دل کو خوش کر خون رُلاتی ہی ہمین غنچہ دہانی تیری
مصرعِ تیغ ہی ہر مصرعِ موزون آتش دیکھ لی یار مرے ہم سیف زبانی تیری

صدمہ ہی دوش پر سرو گردن کے بوجھ سے ہر اک گناہ بھاری ہی سو من کے بوجھ سے
ہوش و خرد ہی باعثِ تکلیف آدمی ۲۷ دیوانہ آشنا نہین دامن کے بوجھ سے
آتش یہ سارے رنج ہین اس زندگی کے ساتھ مُردے کو کیا خبر گلِ مدفن کے بوجھ سے

غم نہین، کوے بتان مین جو نہین جا خالی باغ فردوس مین ہی پہلوے حورا خالی
شکر کس منہ سے کرون گوشۂ تنہائی کا مجکو دل کھول کے رونے کو ملی جا خالی
سمجھے آتش نہ کوئی آدمِ خاکی کو حقیر ۲۸ نہین اسرار سے یہ خاک کا پتلا خالی

موت مانگون تو رہے آرزوے خواب مجھے ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے
دہنِ گرگ سے جیتا جو بچون صحرا مین ذبح کرنے کے لیے مول لے قصاب مجھے
اے فلک ہنے دے عریان ہی پس از مرگ بھی تو سونپتا کیا ہی کفن دزد کا اسباب مجھے؟
دل غنی چاہیے، گو مین ہون فقیر، ای آتش شیر کی کھال ہی ہی قاقم و سنجاب مجھے

دلِ پُر داغ کو مدفونِ بیابان کرتے کسی ویرانے مین اس گنج کو پنہان کرتے
اور کوئی طلب ابناے زمانہ سے نہین مجھپر احسان نکرتے، تو یہ احسان کرتے
بے وفائی کا اگر عیب نہ ہوتا تم مین، اے بتو! سجدہ خدا کو نہ مسلمان کرتے
دم فنا کرتے چمک اپنی دکھا کر آتش، کارِ الماس ہی وہ الماس سے دندان کرتے

وہی چتون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہی تری آنکھون کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی سر کا پٹکنا ہی وہی رونا ہی دن بھر کا وہی راتون کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
رواجِ عشق کے آئین وہی ہین کشورِ دل مین رہ و رسمِ وفاداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی
وہی بازارِ گرمی ہی محبت کی ہنوز، آتش وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہی

موت کے آتے ہی ہمکو خود بخود نیند آگئی ۲۲ کیا اسی کی یاد مین کرتے تھے شب بیداریان

مری ضد سے ہوا ہی مہربان دوست مرے احسان ہین دشمن پر ہزارون

خارِ مطلوب جو ہووے، تو گلستان مانگون بجلی گرنے کو جی چاہے تو باران مانگون

روے گل پر دیکھ کر شبنم کو کہتا ہی وہ گل کیا ہی پھبتی ہی یہ کیڑا لگ گیا بانات مین

رہا کرتا ہی نظم شعر کا سودا مرے سر مین عروسِ فکر ان روزون لدی رہتی ہی زیور مین

کیا بادۂ گلگون سے مسرور کیا دل کو آباد رکھے داتا ساقی، تری محفل کو

بے طرح پھنسا ہی تو اس زلف کے پھندے مین اللہ کرے آسان اے دل، تری مشکل کو

جو چاہے سو مانگ آتش! درگاہِ الٰہی سے محروم کبھی پھرتے دیکھا نہین سائل کو

دلایا یاد شب سُنے جو تیری ساقِ سیمین کو رُلایا صبح تک ہنس ہنس کے مین نے شمعِ بالین کو

ہزار افسوس ہی اے بیمروت تو نہین آتا غش آجاتا ہی اکثر تیرے بلبلا بونکی تسکین کو

پری سے چہرہ پر لہرا کے سو سو بار آتی ہی ہوا ہی آجکل سودا تمھاری زلفِ مشکین کو

بشر کو بعد نعمت کے ہی ہوتی قدر نعمت کی ۲۳ غنیمت جانتا ہی لنگ اپنے پاے چوبین کو

ہماری یار کی رہتی ہی جنگِ زرگری آتش نہین کچھ دخل اس قصہ مین عقلِ مصلحت بین کو

صورت کوئی صفائی کی اب اے صنم! نہین جب تک ہمارے تیرے خدا درمیان نہو

صاف دل خاک ہوا اُس کافرِ کینہ جُو سے نکلے جب صلح کی باتون مین بھی شر کا پہلو

اونچا ہوا لاکھ تاڑ سے بھی سرو چار ہاتھ رتبہ بلند ہے ترے قد کا ہزار ہاتھ

کوچۂ دلبر مین مین، بلبل چمن مین مست ہی ۲۴ ہر کوئی یان اپنے اپنے پیرہن مین مست ہی

دورِ گردون ہی خداوندا کہ یہ دورِ شراب؟ ۲۵ دیکھتا ہون جسکو مین اس انجمن مین مست ہی

وحشتِ مجنون اور آتش مین ہی بس اتنا فرق کوئی بَن مین مست ہی کوئی وطن مین مست ہی

کون سے دل مین محبت نہین جانی تیری؟ جسکو سنتا ہون وہ کہتا ہی کہانی تیری

شیشۂ مے سے کوئی میری زبانی کہدے خوش نہین آتی ہی یہ پنبہ دہانی تیری

نہین قرار زمانے کو ایک حالت پر
جو دو پہر ہون مین نالان تو دو پہر خاموش

چمن مین کون سا غنچہ نہین شگفتہ ہوا
ہمارا غنچہ دہن کیون ہی اسقدر خاموش

سخت گوئی سے تجھے چاہیے ای یار لحاظ
بات بڑھ جاتی ہی کھو دیتی ہی تکرار لحاظ

محبت کوڑیون کے ہو اگر مول ۲۰
بنی آدم نہ لے یہ دردِ سر مول

عجب دولت ہی یہ احسان اس سے
بشر کو بھی ہی لے لیتا بشر مول

بھروسا زندگانی کا نہین کچھ
کفن لے رکھیے اے آتش پیشتر مول

باہر نہ پانچے سے ہون اس گلبدن کے پاؤن
پھیرین پہ چھری نہ پنجۂ قصاب بن کے پاؤن

یک سالہ راہ سے چلی آئی ہی باغ مین
شبنم دُھلا رہی ہی بہارِ چمن کے پاؤن

کوشش سے راہِ عشق کی باز آئینگے نہ ہم
ہر چند سوج سوج کے ہون لاکھ من کے پاؤن

صحرا مین خاک چھانتا پھرتا ہون ہر طرف
چھلنی ہوئے ہین خارِ مغیلان سے چھن کے پاؤن

آتش از مین شعر ہو ہر چند سنگلاخ
لغزش سے آشنا نہین اہلِ سخن کے پاؤن

موسمِ گل ہی جنون ہی شور و شر پر اندنون
جن چڑھا رہتا ہی دیوانون کے سر پر اندنون

موم آہن کرتی تھی یاد ل پگھل سکتا نہین
آہ کیا پتھر پڑے تیرے اثر پر اندنون

کون فصلِ گل مین ای آتش نہین پیتا شراب
بھیڑ ہی بھیڑ میخانہ کے در پر اندنون ؟

بہارِ لالہ و گل سے لگی ہی آگ گلشن مین
گریبان پھاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن مین

خزان مین بلبلون سے رکھیے بحثِ نالۂ گلشن
شرکت کیجیے ماتم زدون کی چل کے شیون مین

نہین روزن جو قصرِ یار مین پروا نہین ہمکو
نگاہِ شوخ رخنہ کرتی ہی دیوارِ آہن مین

شریفِ کعبہ کو کعبہ مبارک ہم لوای آتش
بتون کے گھورنے کو جاتے ہین دیرِ برہمن مین

رہا کرتا ہی درد اک رات دن ای یار پہلو مین
دلِ نالان ہوا ہی خانۂ بیمار پہلو مین

کھڑا رہ کر جو مین حسرت سے در دیوار کو تکتا ہون
اٹھا لیتی ہی قصرِ یار کی دیوار پہلو مین

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین ۲۱
حواسِ خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہین

قدم سے تیرے اے ابرِ کرامت ... پھلے پھولے برابر خشک و تر شاخ
جوانی کو غنیمت جان، غافل! ... ہری ہوتی نہیں پھر سوکھ کر شاخ

پری پسندِ طبیعت نہ ہو، نہ حور پسند ... تمھارے بندے ہیں ہم، آپکو ہیں جھفور پسند
نہ طفل بن، نہ دلا محوِ حُسنِ صورت ہو ... کھلونے مٹی کے کرتے ہیں بے شعور پسند
دل اک نگاہ کے اوپر ہی بیچتا آتش ... کریں جو آپ اسے بے حرف و بے قصور پسند

ساری رونق ہی یہ دیوانوں کے دم کی آتش ... طوق و زنجیر سے ہوتا نہیں زندان آباد

کون سی شام نہیں صبح ہوئی اے مغرور ... ایک دن ہوتی ہی یہ زلفِ سیہ فام سفید

تمام رات ہوئی کر گیا کنارا چاند ... تو اُترو بام سے، تم جیتے اور ہارا چاند

گوشِ عارف سے سنے تو تو ہر اک قبر سے ہو ... نعرۂ "فاعتبروا یا اولی الابصار" بلند

جذبۂ دل سے پریوں کو تسخیر کیا ... نہ تو گاڑا، نہ جلایا، نہ بہایا، تعویذ

اے جنون رکھیو بیابان کو سواری تیار ... آج کل چلنے کو ہی بادِ بہاری تیار
دل کو کہتا تھا کل چلنے کو پر چلتے وقت ... پیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار
سرمہ اندھیر، حنا قہر، قیامت مسّی ... فتنہ انگیزی کی ترکیبیں ہیں ساری تیار
تختِ تابوت کہاں بنکے غبار اُڑ جاؤں ... باد کے گھوڑے کی آتش ہی سواری تیار

باغ میں آکر کہاں جاتا ہی اے شبابِ بہار ... گل کو خندان چھوڑ کر، بلبل کو نالان چھوڑ کر

شاخِ گلبن پر یہ طفلِ غنچہ سے ظاہر ہوا ... نے سوارانِ چمن ہیں مردِ میدانِ بہار
کیا سمجھ کر روندتے ہیں مجھکو سیّارِ چمن ۱۹ سبزۂ بیگانہ ہوں لیکن ہوں مہمانِ بہار

وہ رنگ و بو بدنِ یار میں جو ہی سو کہاں؟ ... شگوفے ایسے کھلایا کرے ہزار بہار

پابوس کو ہر روز گیا یار کے گھر میں ... ٹکا کیے سر کو پسِ دیوار دراندلس

مجھکو دربانی کی خدمت ہو تو اے خانۂ یار ... سایہ کو آنے نہ دوں میں تری دیوار کے پاس
فکرِ مرغانِ چمن کی ہی بہار آئی ہی ... چھوڑ ڈالا ہی صیاد نے گلزار کے پاس

فرش گل بستر تھا اپنا سوتے ہین اب خاک پر ۱۸ خشت زیر سر نہین یا تکیہ تھا زانوے دوست
دو دم نکلے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار چلد تلوارون مین شل ہو جائیگا بازوے دوست
اس بلائے جان سے آتش دیکھیے کیونکر بنے دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

آئے بہار جائے خزان ہو چمن درست بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست
حال شکستہ کا جو کبھی کچھ بیان کیا نکلا نہ ایک اپنی زبان سے سخن درست
رکھتے ہین آپ پاؤن کہین پڑتے ہین کہین رفتار کا تمھاری نہین ہی چلن درست
جو پہنے اسکو جامۂ عریانی ٹھیک ہو اندام پر ہر اک کے ہی یہ پیرہن درست
آرائشِ جمال کو مشاطہ چاہیے بے باغبان کے رہ نہین سکتا چمن درست
آئینہ سے بنے گا رخِ یار کا بناؤ شانے سے ہوگی زلفِ شکن در شکن درست
کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہین مستغنی ہو گیا جسے آیا یہ فن درست
آتش! وہی بہار کا عالم ہی باغ مین تا حال ہی دماغ ہواے چمن درست

دہنِ یار مین نہ آئی بات شاعرون نے بہت بنائی بات

دولتِ حسن کی بھی ہی کیا لوٹ؟ آنکھون کو پڑ گئی ہے لوٹا لوٹ
صفِ مژگان سے کہ رہی ہی وہ چشم دل ملین جتنے بے تحاشا لوٹ
کام مردون کا ہی یہ، اے آتش رکھتی ہی جان کا بھی کھٹکا لوٹ

بادشاہِ وقت ہی اپنا دلِ دیوانہ آج داغِ سودا ہم کو دیتا ہی جنون نذرانہ آج

بلا اُس زلف پیچان کا ہی ہر پیچ خم اندر خم ہے ہر مو پیچ در پیچ
الٰہی خیر کیجو، کھا رہی ہی اُدھر وہ زلف، ادھر نازک کمر پیچ
جوابِ خط خبرداری سے لانا نہ پڑنے پائے کچھ اے نامہ بر پیچ

رہا کرتی ہی فکرِ شعر گوئی کیا کرتے ہین ہم خون جگر خرچ

چمن کی سیر کو مری کے چلیے بہار آئی، لدی پھولون سے ہر شاخ

بہت مرے دلِ صد چاک سے اُلجھتی تھی ۱۵ تمھاری زلف کا شانے نے بل نکال دیا

گل پھولے سماتے نہین ہین جامہ مین اپنے | ادنیٰ یہ شگوفہ ہی نسیم سحری کا

موسم ہوا بہارِ چمن سے سرور کا | آیا زمانہ داغِ جنون کے ظہور کا

شب کو دم دے دے کے لیجاتا ہی کوے یار مین | مین تو تھا ہی مجھ سے بھی مرشد مرا دل ہوگیا

توہی دماغ رہے بلبلِ خوش الحان کا | قفس مین بھی ہی وہی چہچہا گلستان کا

آمد یار کی کانون سے سُنی ہی جو خبر | چھپ کے پہلو سے ہی آنکھون کی طرف دل جاتا

باران کی طرح لطف و کرم عام کیے جا | آیا ہی جو دنیا مین تو کچھ نام کیے جا

صحراے جنون کا مگر مرحلہ آیا ۱۶ پھوٹی ہوئی قسمت کو لیے آبلہ آیا

بند خط اُس نے پھاڑ کر پھینکا | ہم نے جب کھول کر لکھا مطلب

قطع ہو جاے اگر سلسلۂ مہر و وفا ۱۷ پھر گرفتار نہین ہی کوئی آزاد ہین سب

مژگانِ چشمِ یار کی تعریف کیا کرون | جانگاہ، جانخراش، دل آزار دلفریب

بل کھائین گے نہ صورتِ گیسوے یار سانپ | توڑے مروڑے اپنے بدن کو ہزار سانپ

تا صبح نیند آئی نہ دم بھر تمام رات | تو چکیان چلین مرے سر پر تمام رات

اللہ رے صبح عید کی اُس حور کی خوشی | شانہ تھا اور زلفِ معنبر تمام رات

کھولے بغل کہین لحدِ تیرہ روزگار | سویا نہین کبھی مین لپٹ کر تمام رات

کنڈی چڑھا کے شام سے وہ شوخ سو رہا | ٹکرا گیا مین سر کو پسِ در تمام رات

راحت کا ہوش ہی کسے آتش بغیر یار | بالین مین خشتِ خاک ہی بستر تمام رات

روز و شب ہنگامہ برپا ہی میانِ کوے دوست | ہڈیون پر میری لڑتے ہین سگانِ کوے دوست

حور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی | ذکر کو جنت کے مین سمجھا بیانِ کوے دوست

ہمنشین کہتے ہین افسانہ سے آجاتی ہی نیند | ہجر کی شب مین سنونگا داستانِ کوے دوست

قاصدون کے پاؤن توڑے بدگمانی نے مری | خط دیا لیکن نہ بتلایا نشانِ کوے دوست

چل نہین سکنے کا ہرگز تیری اٹھکیلی کی چال   پاؤن مین موچ آئے گی کبک ایسی ٹھوکر کھائیگا

صندل کو مول لیکر کس کی بلا رگڑتی؟   مین درد سر کی خاطر یہ درد سر نہ کرتا

آنکھون سے جائے اشک ٹپکنے لگا لہو   آتش جگر کو دل کی مصیبت نے خون کیا

کہون کیا، ہوئی عمر کیون کر بسر؟   ۱۱ مین جاگا کیا، بخت سویا کیا

اے پری پیکر! نہ جب تک مین ترا دیوانہ تھا   یہ جو روشن ہی چراغ حسن بے پروانہ تھا

پیری مین جوانی سکے کہان چھپے آتش   اب اپنی غزلخوانی ہی گلبرگ خزان کا

تری مستانہ آنکھون کی نہ گردش کا اثر دیکھا   ۱۲ مے گلرنگ سے سو سو طرح پیمانہ بھر دیکھا

رہا بہار و خزان مین یہ حال سوئے کا   بڑھا تو زلف ہوا، گھٹ گیا تو خار ہوا

وحشت نے ہمین جبکہ گلستان سے نکالا   غیرت نے قدم پھر نہ بیابان سے نکالا

ظلم سے اپنے پشیمان وہ ستمگر ہو گیا   دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا

گاہ گریان، گاہ خندان، گاہ نالان گہ خموش   عشق کے نیرنگ سے حال اپنا گونا گون ہوا

بوسہ جب مانگون تو منہ کو پھیر لیتے ہین یہ بت   صورت انکی ہی سخی کی دل مگر منحوس کا

مے سر بازار پی کر، ہو نہ رسوا اے صنم   توڑنا اچھا نہین ہی شیشۂ ناموس کا

احسان مانو حسن خداداد کا تمھو   پتھر تھے تم کو شیشے سے نازک بنا دیا

اسقدر اہل جہان کو ہی محبت زر سے   ۱۳ پیٹ مین مارتے سونے کا جو خنجر ہوتا

کام رہنے کا نہین بند اپنا   ۱۴ بندہ پرور ہے خداوند اپنا

ساقی زلال و ورد جو توفیق ہو سوئے   مستون کو تیرے ہوش کہان امتیاز کا؟

عشق نہفتہ ہووے گا اشکون سے آشکار   یہ طفل کھیل کھیلین گے افشائے راز کا

بہار گل مین پیالہ لگا لیا منھ سے   شراب پینے کو مین استخارہ کیا کرتا

ساقی ہون تیس روز سے مشتاق دید کا   دکھلا دے جام مے مین مجھے چاند عید کا

لبون پہ آئی ہوئی بات پی گئے سو بار   زبان کو دل نے نہ اذن بیان حال دیا

نہ بھول، بیٹھ کے بالاے سرو، اے قمری
چڑھے جو بانس کے اوپر یہ کام ہی نٹ کا

عجب نہین ہی جو سودا ہو شعر گوئی سے
خراب کرتا ہی آتش زبان کا چسکا

رعد کا شور ہو، مورون کی صدا سے پیدا
جھومتا ابر بہاری ہو، ہوا سے پیدا

اے جنون! خار ہون صحرا کی ہوا سے پیدا
آبلے ہوتے ہین اپنے کف پا سے پیدا

نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا
ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا

چاہیے اشک بھی ہون نالے کے پیچھے پیچھے
آمدِ قافلہ ہی بانگِ درا سے پیدا

غور ہو موسم سرما ہی قریب اے آتش
کیجیے ربط کسی مہر لقا سے پیدا

بیمارِ عشق رنج و محن سے نکل گیا
بیچارہ منھ چھپا کے کفن سے نکل گیا

لحدِ تیرہ مین مجھ پر جو لگا ہونے عذاب
پھر گیا آنکھون مین عالم شبِ تنہائی کا

ہنر سے نیاریون کے حال یہ ظاہر ہوا ہمکو
مقدر مین جو دولت ہو تو ہو زر خاک سے پیدا

آہ و نالہ سے سوا چرچا خموشی کا ہوا
پاس رسوائی نے ہم کو اور رسوا کر دیا

مین جو روتا ہون مرے زخم جگر ہنستے ہین
شادی و غم سے کیا ہی مجھے توام پیدا

دوستون سے اسقدر صدمے ہوئے ہین جان پر
دل سے، دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا ۹
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

آتش، نہ پوچھ حال تو مجھ دردمند کا
سینے مین داغ، داغ مین ناسور پڑ گیا

تختۂ میت فراقِ یار مین معراج ہی
وحی آنا جانتا ہون موت کے پیغام کا

خوشی ہوتے ہین نادان پہنکر کمخواب کا جوڑا ۱۰
کفن ہی عاقبت، اس عالم اسباب کا جوڑا

آنکھین عاشق کو، نہ تو اے گل رعنا دکھلا
تیلیون کا کسی نادان کو، تماشا دکھلا

نزع مین یار نے صورت نہ دکھائی مجھکو
دشمن و دوست کو ہنگامِ سفر دیکھ لیا

رونے کے بدلے حال پہ اپنے ہنسا کیے
پردا ہوا نہ فاش ہمارے ملال کا

راحت سے ایک دن نہ ہوا عشق مین بسر
غم پر غم، اپنے دل کو، الم پر الم ہوا

دیوانِ حُسنِ یار کی آتش جو سیر کی — دیوانہ، بیتِ ابروے خمدار نے کیا

ہشیاری رنج دیتی ہی قیدِ فرنگ کا — دیوانگی نشانہ بناتی ہی سنگ کا
غیرت کا کوے عشق و جنون مین گزر نہین — ہوتا ہی تنگ حوصلہ یان عار و ننگ کا
صوفی ہین، دور جام ہی، جوشِ بہار ہی — خرقے ہین اور داغ مے لالہ رنگ کا
زورِ کمان ہی ابروے خمدار یار مین — موے مژہ مین توڑ ہی تیرِ خدنگ کا
اس گنبدِ سپہر کو مین کیا کرون گا یاد — آتش ہمیشہ رنج رہا گورِ تنگ کا

باغ مین، مین بلبلون کو جو اڑا کر رہ گیا — خندہ زن گل ہو کے غنچہ مسکرا کر رہ گیا
ٹپ چکے تھے دستِ گستاخ اس کمر کے درمیان — شوقِ وصلِ یار دل کو گدگدا کر رہ گیا
شہرِ خوبان مین رہا کرتا ہون مین خانہ بدوش — شب ہوئی جس کوچے مین، بستر لگا کر رہ گیا
شمع سان اظہار کا یارا نہ آتش کو ہوا — سرگزشت اپنی زبان تک اپنی لا کر رہ گیا

سنبل مین تری زلف کا عالم نہین ہوتا — یہ پیچ نہین ہوتے ہین، یہ خم نہین ہوتا
اک جام مین کھلتا ہی طلسماتِ جہان کا — مستی مین کسے مرتبۂ جم نہین ہوتا؟
تا چند، بہار آتی نہین، دیکھیے آتش — کب تک شرفِ نیرِ اعظم نہین ہوتا

طریقِ عشق مین مارا پڑا، جو دل بھٹکا — یہی وہ راہ ہی جسمین ہی جان کا کھٹکا
نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو — ہمیشہ خواب ہی دیکھا کیے چھپر کھٹ کا
شبِ فراق مین اُس غیرتِ مسیح بغیر — اُٹھا اُٹھا کے مجھے، دردِ دل نے دے ٹپکا
پری سے چہرہ کو اپنے وہ نازنین دکھلاے — حجاب دور ہو، ٹوٹے طلسم گھونگھٹ کا
شراب پینے کا کیا ذکر، یارب تیرے — پیا جو پانی بھی ہم نے تو حلق مین اٹکا
چمن کی سیر مین سنبل سے بہلوانی کی — چڑھا کے پیچ یہ اُن گیسوؤن نے دے پٹکا
کبھی تو ہوگا ہمارے بھی یار پہلو مین — کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کروٹ کا
بس اپنی مستی کو گردش ہی چشمِ ساقی کی — ہمارا پیٹ نہین ہی شراب کا مٹکا

پھوٹ کر آبلون نے خشک زبانین تر کین
تم سے شرمندہ مین اے خارِ مغیلان نہ گیا

عاشق اُس غیرتِ بلقیس کا ہون ای آتش
بام تک جسکے کبھی مرغِ سلیمان نہ گیا

عذابِ گور سے واعظ نہایت ہی ڈراتا ہی
ہمارے ساتھ پیوندِ زمین کیا آسمان ہوگا؟

ہوائے دہر اگر انصاف پر آئے تو سُن لینا
گُل و بلبل چمن مین ہونگے باہر باغبان ہوگا

فرو غصہ کیا جس نے پچھاڑا دیو کو اُس نے
اُسے رستم کہین گے ہم جو ایسا پہلوان ہوگا

نہین اسرار سے آتش یہ تپلا خاک کا خالی
یہی وہ گرد ہی جس سے سوار آخر عیان ہوگا

کمرِ یار سے کھنچ کر ہوئی تلوار جدا
بے گناہون سے کھڑے ہووین گنہگار جدا

یہی رونا ہی جوان خانہ خراب آنکھون کا
بام سے در ہی جدا، دھسے ہی دیوار جدا

زندے کو قتل کیا مُردے کو زندہ آتش
فتنۂ محشر سے ہی یار کی رفتار جدا

خدا سودے تو سودا دے تری زلفِ پریشان کا
جو آنکھین دے تو نظارہ ہوا ایسے سنبلستان کا

دلِ صد پارہ کو سودا ہی اک گیسوے پیچان کا
نگہبان افعی مشکین ہی اس گنجِ شہیدان کا

بہار آئی ہی سائل ساغرِ گلگون ہو ساقی سے
چمن سرسبز ہین آتش کرم ہی ابرِ باران کا

بلبل کو سازوار ہی موسم بہار کا
عہدِ شباب مجکو مبارک ہو یار کا

گیسو نے قربِ آئینۂ روے یار سے
ڈانٹا ملا دیا ہی حلب سے تتار کا

آتش نہ پوچھ ہجر مین اک نونہال کے
سوزِ درون سے حال ہی کہنہ چنار کا

گیا ہون بعد مدت کے جو مین دیوانہ صحرا مین
پڑی ہی آبلون کی آنکھ نوکِ خار پر کیا کیا

شبِ فرقت مین اُس کانِ ملاحت کے تصور نے
نمک چھڑکا ہی زخمِ دیدۂ بیدار پر کیا کیا

ستانے یادگارون کو ترے خنجر کی آیا تھا
مرے زخمون نے تھوکا مرہم زنگار پر کیا کیا

ہوا جو گوش زد افسانہ حسنِ یار کا آتش
ہماری رال ٹپکی شربتِ دیدار پر کیا کیا

ناز و ادا کو ترک مرے یار نے کیا
غمزہ نیا یہ ترکِ ستمگار نے کیا

ہکلا کے مجھ سے بات جو اُس دلربا نے کی
کس حسن سے ادا اُسے تکرار نے کیا

یہی کہونگا خدا سے مین روزِ محشر کو فراقِ یار نے ناشاد و نامراد کیا
کرون مین شکرِ الٰہی کہان تلک آتش دردن صاف دیا پاک اعتقاد کیا

اگرچہ پاسِ محبت سے ترک شیون تھا برنگِ شمع خموشی مین حال روشن تھا
جسے مین نیک سمجھا تھا مجھ سے بدظن تھا یقین خضر تھا جسپر مجھے وہ رہزن تھا
یقینِ مرگ جو عشق بتان مین تھا آتش ہر اک صنم مری آنکھون مین سنگِ مدفن تھا

تن سے بارِ سر آمادۂ سودا اُترا ۴ شکر ہے خنجرِ قاتل کا تقاضا اُترا
درد سر مین جو ہوا وان، تو بدن یان ٹوٹا تپ چڑھی مجکو اگر یار کا چہرا اُترا
شاخِ گل کو بھی نہ آتش نے چھوا تھا سپر خون تری آنکھون مین اے بلبلِ شیدا اُترا

فریبِ حُسن سے گبر و مسلمان کا چلن بگڑا خدا کی یاد بھولا شیخ، بُت سے برہمن بگڑا
امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک نہ اک مُو کم ہوا اپنا، نہ اک تارِ کفن بگڑا
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیان صاحب ۵ زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا
بناوٹ کیفِ مے سے کھل گئی اُس شوخ کی آتش لگا کر منھ سے پیمانے کو، وہ پیمان شکن بگڑا

نہ چھوٹے گا چھڑا کر اسکو اے قاتل نہ بن لڑکا وفادارون کے خون کا داغ کیا دھبا ہے کیچڑ کا
زوالِ حسن ہے عاشق کنارہ کرتے جاتے ہین ۶ بہارِ باغ ہوتی ہے خزان، موسم ہے پت جھڑ کا
روا رکھ کلفتِ ایام مین بھی قدر نیکون کی پھٹے کپڑون مین بھی انکو سمجھ لے لعل گودڑ کا
سمجھ لیتے ہین مطلب اپنے اپنے طور پر سامع اثر رکھتی ہے آتش کی غزل مجذوب کی بڑ کا

اُن انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا سلام جھک کے کرونگا، جو پھر حجاب آیا
عدم مین ہستی سے جا کر یہی کہونگا مین ۷ ہزارون حسرتِ زندہ کو گاڑ داب آیا
محبتِ مے و معشوق ترک کر آتش سفید بال ہوئے، موسمِ خضاب آیا

کوچۂ یار مین کس روز ملین نالان نہ گیا؟ بلبلِ مست سے سودائے گلستان نہ گیا
واہ رے لوہے، کبھی سان کے اوپر چڑھنے تیغِ ابرو نہ گئی خنجرِ مژگان نہ گیا

یار کے دل مین کدورت آئی ہو ملتی تو مین
دو گھڑی دل کھول کر رونے کی فرصت مانگتا

کام کرتی رہی وہ چشمِ فسون ساز اپنا
لبِ جان بخش دکھایا کیے اعجاز اپنا

روٹھ کر ملنے جو جاتا ہون، تو کہتا ہی وہ شوخ
کل خفا تم سے تھے، مزاج آج ہی ناساز اپنا

خبرِ اوّل و آخر نہین مطلق ہمکو
نہ تو انجام ہی معلوم نہ آغاز اپنا

ادب تا چند، اے دستِ ہوس قاتل کے دامن کا
سنبھل سکتا نہین اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا

غضب ہی جان کو پہلو مین رہنا دل سے دشمن کا
محلِ خوف ہی ہمسایہ قصاب و برہمن کا

جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھکر
ہمارے اُسکے پردہ رہگیا دیوارِ آہن کا

اندھیری مین جو ڈر کر مجھ سے وہ خورشید رو لپٹا
شبِ تاریک مین ہاتھ آیا مضمون روزِ روشن کا

کیا اک آن مین تیغِ قضا نے صاف دو ٹکڑے
گمان ہی رہگیا دشمن کو آتش اپنے جوشن کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اُسکے ارمان رہ گیا
دن ہوا پر آفتاب آنکھون سے پنہان رہ گیا

دوستی نبھتی نہین ہرگز فرومایہ کے ساتھ
روح جنت کو گئی جسمِ گلی یان رہ گیا

حال ہی مجھ ناتوان کی مرغِ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہی یقین، یان رہ گیا، وان رہ گیا

کرکے آرائش، جو دیکھی اُس صنم نے اپنی شکل
بند آنکھین ہو گئین، آئینہ حیران رہ گیا

کھینچ کر تلوار قاتل نے کیا مجکو نہ قتل،
شکر ہی گردن تک آتے آتے احسان ہو گیا

شامِ ہجران صبح بھی کرکے نہ دیکھا روزِ وصل
سانپ کو کچلا پر آتش، گنجِ پنہان رہ گیا

رتبہ پہنچا ہی خموشی سے یہ مجھ دلگیر کا
جو کوئی دیکھے، اُسے شک ہو گلی تصویر کا

زندۂ جاوید ہین قربانیانِ تیغِ عشق
سر کا کٹنا جانتے ہین چھوٹنا نگسیر کا

برہنہ آیا تھا یان عدم سے، برہنہ یان سے چلا عدم کو
نہ بوے کافور مین نے سونگھی، نہ داغ مجکو لگا کفن کا

خراب ہٹی نہو کسی کی، نہ کوئی مردودِ دوستان ہو
جدا ہوا خاک سے جو بوٹا، غبارِ خاطر ہوا چمن کا

کرم کیا جو صنم نے، ستم زیاد کیا
شبِ فراق مین مین نے خدا کو یاد کیا

کہون جو حالتِ دل یار سے تو کہتا ہی
جو کچھ کہ تو نے کہا مین نے اعتماد کیا

غزلیات وابیات

غبار راہ ہو کر چشمِ مردم مین محل پایا نہالِ خاکساری کو لگا کر، ہم نے پھل پایا
گھڑی بھر کے کوئے یار مین یون تنگ دل گھویا کہ کپڑا جیسے مفلس نے، کھڑے گھاٹ آکے گل پایا
غمِ فرقت سے، عمرِ رفتہ گزری بیقراری مین تری امداد سے، آرام، ہم نے اے اجل پایا
شکستہ دل نہ ہو انسان، عوض ہر شی کا ملتا ہی مُوا فرزند گر، تو داغِ دل، نعم البدل پایا
ہمیشہ جوشِ گریہ سے، رہا پانی مین ای آتش! کبھی تازہ، نہ لیکن اپنے اِس دل کا کنول پایا

دل چھُٹ کے جان سے، گور کی منزل مین رہ گیا کیسا رفیق، ساتھ سے، مشکل مین رہ گیا
آئے بھی لوگ، بیٹھے بھی، اُٹھ بھی کھڑے ہوئے مین جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل مین، رہ گیا
آتش کو دستِ تیغ سے، ممکن ہوا نہ زخم بیچارہ مر کے حسرتِ قاتل مین، رہ گیا

سن تو سہی، جہان مین ہی تیرا فسانہ کیا؟ کہتی ہی تجکو، خلقِ خدا، غائبانہ کیا؟
زیرِ زمین سے آتا ہی جو گل، سو زر بکف قارون نے راستے مین لٹایا خزانہ کیا؟
چارون طرف سے صورتِ جانان ہو جلوہ گر دل صاف ہو ترا، تو ہی آئینہ خانہ کیا؟
طبل و علم ہی پاس نہ اپنے، نہ ملک و مال ہم سے خلاف ہو کے، کرے گا زمانہ کیا؟
آتی ہی کس طرح سے مرے قبضِ موت کو دیکھون تو موت ڈھونڈھ رہی ہی بہانہ کیا؟
یون مدعی حسد سے نہ دے داد، تو نہ دے آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا؟

جگر کو داغ، مین مانند لالہ کیا کرتا؟ لبالب اپنے لہو کا پیالہ کیا کرتا؟
ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی سے پھل کلاہ کج جو نہ کرتا، تو لالہ کیا کرتا؟
کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا؟
مہ دو ہفتہ بھی ہوتا تو لطف تھا آتش اکیلے پی کے شراب دوسالہ کیا کرتا؟

دم نکلتا ہی نہین اے حسرتِ دیدار یار کاش، عزرائیل ہی، تیری سی صورت مانگتا

آتش

حیدر علی نام۔ اور آتش تخلص۔ باپ کا نام خواجہ علی بخش۔ دہلی وطن۔ کچھ عرصے تک فیض آباد مین بھی قیام رہا۔ پھر وہان سے یہ لکھنؤ آئے اور یہین رہ گئے۔ ۱۲۶۳ھ مین انتقال کیا۔

انھون نے مسند فقیری چھوڑ کر شاعری مین قدم رکھا تھا اسلیے خیالاتِ فقر دماغ مین تھے۔ یہ رند مشرب۔ آزاد۔ بے تکلف اور منکسر المزاج تھے۔ عوام مین انکی بڑی قدر تھی اور انکے شاگردون کی تعداد بھی زائد تھی۔

دربار لکھنؤ سے اسّی روپیہ مہینہ انکو ملتا تھا۔ مگر خرچ کو کافی نہین ہوتا تھا شاگرد مدد کرتے تھے پھر بھی عسرت سے بسر ہوتی تھی۔

شیخ امام بخش ناسخ انکے ہمعصر تھے۔ اُنکا سا علم اِنکے پاس نہ تھا اور نہ اُنکی سی تمکنت اِنکے مزاج مین تھی۔ انکے کلام مین بول چال کا مزہ زیادہ تھا اور اخلاق اِنکا بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسلیے یہ کہا جاتا ہی کہ باوجود اپنے علم و فضل کے انکو ناسخ دبا نہ سکے۔

انتخاب

از

کلیاتِ آتش

دیوان اوّل و دوم

۳۹ نشتر

ہاتھ لایا۔ اُنگلی سے اُنگلی ملنے نہ پائی تھی کہ ساقی نے ایک دم سے سب کی سب ڈھالدی شراب مُنھ مین نہین گئی۔ اُنگلیون کے جوف سے گدڑی (خرقہ) پر گر پڑی۔ گدا کا حلق تر نہ ہوا۔ اور اُسکی رسوائی کے سامان جمع ہو گئے۔ گدا اپنی اُنگلیون کو الزام نہ دیگا۔ ساقی ہی پر تمام الزام رکھکر کہے گا۔ "پیالے مین لائے تھے یا غربال (چلنی) مین؟"۔ رباعی یہ ہے:

آنرا کہ ز دست بے زری پامال است　　رسوائی نیز لازم احوال است
من تشنہ لبم و خرقہ آلودہ بہ مے　　ساقی مگرت پیالہ از غربال است

اِس رباعی مین نہ کوئی استعارہ ہے اور نہ کوئی تشبیہہ ہے۔ محض واقعات کی مصوری ہے۔ بہت سے نامی اساتذہ کا کلام اِس کتاب مین نہین ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ مجھے اُن سے عقیدت نہین ہے۔ جتنے شاعرون کے کلام پر پہلے میری نظر پڑ چکی تھی بھی۔ اُنھین کا یہ انتخاب ہے۔ اس کتاب کے لیے مین نے جدید محنت گوارا نہین کی۔

محمد احسان اللہ عباسی

گورکھپور　　۱۲۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ع

و دبیر۔ اور انیس کی شاعری نے گو اُسمین کتنا ہی مبالغہ تھا۔ قومی حالت سنبھالنے مین وُہ کام کیا جو اُسوقت کے واعظون سے ممکن نہ تھا۔

معذرت

سب جانتے ہین کہ مین شاعر نہین ہون۔ محض کلام موزون کرلینا شاعری نہین ہی میرے قلم سے کبھی ایک مصرعہ بھی ایسا نہ نکلا۔ کہ قلم سے نکلتا اور زبانون پر روان ہوجاتا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مذاق سخن رکھتا ہون۔ اسی نے تمام عمر مجھ سے اچھے اشعار پر نشانات بنوائے اور اسی نے مجھ سے یہ کتاب لکھوائی۔ اگر میرے انتخاب مین کوئی لغزش ہو تو شعرا سے امید ہی کہ چشم پوشی کرین گے۔ مین نے اشعار منتخب کرنے مین ہر مذاق کا خیال رکھا ہی۔ گو نشترون پر نمبر لگاتے وقت صرف اپنا ہی مذاق مدنظر رکھا ہی۔

اختلاف مذاق ایک ایسی چیز ہی کہ اِس سے کوئی ہدف ملامت نہین ہوسکتا۔ مثلاً کلیات غالب فارسی مین ایک بہترین رباعی میری نظر سے گذری۔ لیکن اسکا مطلب صحیح اگر وہ ہی جو مولف یادگار غالب نے لکھا ہی تو وہ بدترین رباعی ٹھہرتی ہی۔ یادگار غالب مین جو معنی درج ہین غلط نہین ہین۔ لیکن اختلاف مذاق نے دو معنی پیدا کردیے۔ ناظرین اول وہ معنی پڑھین جو یادگار غالب مین درج ہین۔ اسکے بعد میرے مطلب پر غور کرین۔ اور پھر اختلاف مذاق کا فرق دیکھین۔

غالب نے ایک گدائے مے کی تصویر بیان مین کھینچی ہی۔ گدائے مے وہی ہوگا جس نے ابتدائے عمر عیش مین گذاری ہے۔ جب وہ درِ میکدہ پر جائے گا تو پیر خرابات اُسے دور ہی سے رخصت کرنا چاہے گا۔ گدائے میخانہ طالب زر نہین ہی۔ اُسے ٹالنے کے لیے ساقی دُردِ تہ جام لیکر جائے گا اور کہے گا "اوک لگاؤ مین ڈھالتا ہون"۔ گدا اس خیال مین ہی کہ وہ انگلیان باہم چپکا کر تکلف کے ساتھ ہونٹھ تک لائے۔ اور آہستہ آہستہ آب انگور حلق کے نیچے اُتارے۔ ساقی کو اس قدر اعتنا اور فرصت کہان؟ گدا ہونٹھ تک

شاہ عالم کے زمانہ سے شعرا مفلس ہونے لگے۔ اور اسی لیے فن شاعری منحوس مشہور ہوگیا۔ یہ نحوست شاعری کی بدولت نہ تھی یہ پچھلی غفلتون اور بدکاریون کا نتیجہ تھی۔ پھر بھی حالت افلاس کو وہ شعرا جس خوبصورتی سے نباہتے تھے وہ محض شعرگوئی کی برکت تھی۔ دہلی کے براے نام بادشاہون یا اودھ کے کم اختیار بادشاہون کی مصاحبت سے شاعری ذلیل نہین ہوسکتی۔ اِن بادشاہون کے دربار کی عزت۔ حرمت۔ شایستگی انھین شاعرون کی بدولت تھی۔ جو وقت اُنکا شاعرون کی صحبت مین گزرتا تھا وہ اُن وقتون سے کہین اچھا ہوتا تھا جو وہ دیگر مزخرفات مین صرف کرتے تھے۔ بیشک اُس زمانے کے تمام شعرا قابل تحسین نہین ہین۔ لیکن قوم کی حالت انقلاب زمانہ نے جس حد تک پہونچادی تھی۔ اُسپر لحاظ کیا جائے تو شاعرون کی حالت بہت غنیمت تھی۔ شاعری خاندان مغلیہ کے عروج کے زمانہ مین بھی تھی لیکن اُس وقت زمانہ موافق تھا تو اُسکی حالت بھی اچھی تھی۔ واجد علی شاہ اور محمد شاہ کے دربار مین اُتنے شاعر نہ تھے۔ جتنے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ مین تھے۔ اکبر اُمی محض تھا۔ لیکن کبھی کبھی شاعرون کے کلام پر تنقید کرتا تھا۔ جہانگیر شعرا کے ایک ایک لفظ پر ایسی غامض نظر ڈالتا تھا کہ شعرا اُسے اُستاد سمجھتے تھے۔ جس وقت امور ملکی سے بادشاہان سلف کے دماغ تھک جاتے تھے تو بزم شعرا اُنکے دماغ کے لیے مفرحات جالینوسی کا کام دیتی تھی۔

محمود جس کا زمانہ زائد تر لوٹ مار کے لیے مشہور ہے۔ اُسکا دربار بھی شاعرون سے خالی نہین تھا۔ بلکہ اُسی کے عہد مین فارسی شاعری کی نشو ونما ہوئی ہی۔ اور اُسکے عہد کے شعرا سے اگر برابری کرسکتے ہین۔ تو دربار اکبری و جہانگیری یا شاہان صفویہ کے شعرا۔

خلاصہ یہ کہ ہر قرن مین جذبات انسانی پر شاعری کی حکومت رہی ہی۔ واجد علی شاہ اور اُسکے ماقبل اور مابعد زمانہ کی شاعری بدنام ہی۔ لیکن اُس زمانہ مین بھی شرفا نے شاعری سے امتیاز قائم رکھا۔ جو شاعر نہ تھے وہ کمینون مین ملکر تمغہ شرافت کھو بیٹھے۔ متاخرین مین

شاعری کے عیب و صواب جانچنے کے لیے محض زمانۂ موجودہ پر غور کرنا مناسب نہین ہی - گزشتہ زمانہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے - یہ شریف فن ہر زمانہ مین شریف رہا ہی - ابتدا ے اسلام مین بیشک شعرا کی قدر دانی جیسا کہ چاہیے نہین ہوئی - خالد ابن ولید کا واقعہ مشہور ہی کہ اُن کے معاتب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک شاعر کو اُنھون نے حیثیت سے زیادہ انعام دیا تھا - اُسوقت مقتضاے حکمت یہی تھا - تمام عرب شاعر تھے اور اُن کی دلبستگی سب سے زیادہ شعر گوئی مین تھی - اُنکو ایک دوسرے کلام کی طرف رجوع کرنیوالے اصحاب اگر شعر گوئی سے اُنکے دل نہ پھیرتے تو وہ اہم امور جو اُس زمانہ مین پیش نظر تھے اور جنکی نظیر دنیا مین اُسکے قبل یا اُسکے بعد نہین ملتی - انجام نہ پاتے - اسلامی سلطنت کے مستحکم ہونے اور اسلامی تہذیب کے پھیلنے کے بعد کوئی ایسا دور نہین آیا جس مین شعرا با عزت نہ ہون اور شعر گوئی ایک شریف فن نہ سمجھا گیا ہو - کسی دور کا کوئی حکمران یا کوئی امیر اس شریف فن سے بے بہرہ نہ تھا - بادشاہون کے دربار مین ندیمون کا ایک خاص جلسہ ہوتا تھا جسمین شعراے نامی صدر نشین ہوتے تھے - اس فن کے جاننے والے دنیاوی ترقی مین کسی کی سفارش کے محتاج نہ تھے - بنوامیہ اور بنو عباس اور اُنکے بعد بھی جتنے خاندان عجم یا عرب کے حکمران ہوئے - سب نے شاعرون کی قدر کی - شاعرون کے ذریعہ سے اخلاق حسنہ ملک مین پھیلے - مذہبی کتابون کے بعد کلام شعرا موعظت حسنہ تعلیم کرتے رہے -

اسلام کے ساتھ کوئی خصوصیت نہین ہی - اور اقالیم مین بھی شعرا نے بڑی بڑی قومی خدمتین کی ہین انگلستان مین شکسپیر کا کلام بائبل کے بعد اپنا درجہ رکھتا ہی - مسلمانون مین قرآن اور حدیث کے بعد بہت سے شاعرون کے کلام کا درجہ ہی - فردوسی نے تمام ایران کے بڑے بڑے لوگون کے نام اس طرح روشن کر دیے کہ کسی تاریخی کتاب نے دنیا کی کسی گزشتہ قوم کے ساتھ یہ سلوک نہین کیا - ہندوستان مین سنسکرت اور بھاشا کے شعرا نے عوام پر جس قدر اچھے اثر ڈالے وہ یہان کی مذہبی کتابون سے بھی نہ پڑ سکے -

ثابت نے پیغمبر خدا کی تعریف اور اسلام کی خوبیون کے بابت لکھا تھا۔ اس خیال سے کہ اشاعت اسلام مین وہ معین تھا پسند کیا با اور ایک قول بھی آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہی "ان من الشعر لحکمتہ وان من البیان لسحرا" (بعض شعر حکمت ہی اور بعض بیان جادو ہی) حضرت عمر فاروق رضی کو مذاق شاعری صحیح تھا۔ گو اُنھون نے شاعرون کی بہت عزت نہ کی ما حصل یہ ہوا کہ شاعری مین عموماً لغویات ہوتے ہین لیکن اگر عمدہ باتین اُسمین بیان کیجائین تو عیب نہین ہنر ہی۔

بلاد اسلام مین عرصہ تک شاعری اور مردانگی کا ساتھ رہا۔ لیکن قومی زوال کے ساتھ شاعری کی بُرائیان بڑھتی گئین اور دنیاوی کام سے شاعری انسان کو باز رکھنے لگی۔ اس لیے دنیا کے بڑے بڑے کام کرنے والے باوجود مذاق شاعری رکھنے کے لوگون کو شعر گوئی سے نفرت دلانے لگے۔ اور ہندوستان مین اُنیسوین صدی عیسوی خصوصیت کے ساتھ اُن بُرائیون کی یادگار رہی جو شاعری سے پیدا ہو سکتی ہین۔ آخر آخر محض بیکارون کا مشغلہ شاعری تھا۔ مجھے اپنی طالب علمی کا زمانہ یاد ہی۔ کہ جتنے ذہین اور طباع لڑکے علی گڈھ مین دہلی۔ مرادآباد۔ اور آگرہ سے آتے تھے وہ سب شعر کہتے تھے۔ شعر موزون کرنے سے اُنھین فرصت نہین ملتی تھی کہ ریاضی کے سوالات حل کرین۔ شاعری کی بدولت وہ اُردو نثر تو بہت صحیح لکھتے تھے۔ اور اس طرح لٹریچر کا مذاق عام اُنھین انگریزی لٹریچر مین بھی بُرا نہین رکھتا تھا۔ لیکن علم ریاضی کی کمی اکثر امتحان کے بعد اُنھین مفتون مایوس رکھتی تھی۔ ممالک متحدہ جو علم و فن مین تمام ہندوستان پر فائق۔ اخیر اخیر اس شعر گوئی کی بدولت علم مغربی سے محروم رہا اور اہل ملک کے سامنے اُسے نیچا دیکھنا پڑا۔ شروع شروع انگریزی سے مسلمانون کا تنفر بھی کچھ سد راہ تھا۔ لیکن بہت بڑا مرض شاعری اور شاعرون کی صحبت تھی جو سنِ رشد کے بعد ذہین اور طباع لڑکون کو وارستہ مزاجی کی طرف مائل کر دیتی تھی اور اسکے ساتھ ہی استغنا کا سبق دیتی تھی۔ اور اس طرح دنیا کے جولان گاہ مین وہ پیچھے رہتے تھے۔

عرب کے زمانۂ جاہلیت مین فن حرب سے واقف ہونے کی طرح شاعر ہونا بھی لوازم سرداری مین داخل تھا۔ چنانچہ کفار عرب پیغمبر خدا کو اُنکی کامیابیان دیکھکر شاعر کہتے تھے اور قرآن شریف کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت کی کامیابی اسی نظم کی بدولت ہی مسلمانون کی ابتدائی لڑائیان کتب سیر مین دیکھی جائین تو مسلمانون اور کافرون دونون کی جانب عورتون کا گلا بانسری اور اُنکا دف جنگی باجون کا کام دیتا تھا اور اشعار جو عورتین جوش دلانے کے لیے پڑھتی تھین یا مرد میدان خود رجز خوانی کرتی تھی۔ اُس سے بعینہ وہی غرض حاصل ہوتی تھی جو اسوقت یورپ کی فوجون مین الکوہل پلانے سے حاصل ہوتی ہی۔ یہ اشعار دوران خون تیز کرنے اور دل مین جوش پیدا کرنے مین برانڈی سے بڑھ کر باثر تھے۔ اسلام پھیلنے پر بھی عرب کے شعرا عموماً فنون رزم سے واقف ہوتے تھے متنبی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مصر۔ شام۔ اور عراق کے تمام امرا کے پاس تلاش روزگار مین یہ چکر لگاتا رہا۔ لیکن صورت ملازمت پیدا نہ ہوئی۔ اُمرا بڑی قدر و منزلت سے آؤ بھگت کرتے تھے۔ لیکن دے دلا کر بہت جلد رخصت کر دیتے تھے۔ ٹھہرنے نہ دیتے تھے کہ مبادا اسکے مقابلے مین امیر کا رنگ پھیکا پڑجائے پہلے شعرا دلیر ہوتے تھے۔ خودداری کا شوق رکھتے تھے۔ امیرون کی بیجا تعریف سے احتراز کرتے تھے۔ مسلمانون مین شاعرون کی بیقدری چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئی جب اُنھون نے دربار شاہی مین رسوخ حاصل کرنے کے لیے شعرگوئی اختیار کی اور پھر رفتہ رفتہ شاعرون کی حالت جس حد تک پہونچی ہی ظاہر ہی۔

اسلامی نظر سے شاعری دیکھی جاے۔ تو سب کے پہلے آیہ قرآنی "الشعرا یتبعہم الغاون" (گمراہ لوگ شعرا کی تبعیت کرتے ہین۔) پر نظر پڑے گی۔ زمانۂ جاہلیت مین شاعری کی بدولت ہجوگوئی اور ہجوگوئی کے ذریعے سے نفاق قومی قائم تھا۔ تعشق کے ناجائز جذبات کو بھی اِس سے ترقی تھی۔ پیغمبر خدا نے اُن بُرائیون کی وجہ سے یا اِس خیال سے کہ قوم کو ایک دوسری راہ پر لیجانا تھا۔ شاعری کی کبھی طرفداری نہ کی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی وہ قصیدہ جو حسان بن

ہر قوم اور ہر زمانے مین شاعری کا رواج پایا جاتا ہی۔ ہر سخن مین اثر سحر اسی طرح مخفی رہتا ہی جس طرح ہوا مین برق چھپی رہتی ہی اور جب وہ موزون ہوتا ہی تو اُس کا اثر قوی تر ہو جاتا ہی۔ شاعری نے دنیا مین بڑے بڑے کارہاے نمایان کیے ہین۔ تمام کارنامون کا بیان کرنا یہان مقصود نہین ہی۔ اُسکے لیے ایک جدا کتاب درکار ہی۔ صرف چند واقعات کے تذکرے سے ناظرین پر یہ ظاہر کیا جاتا ہی کہ شاعری جس حالت سے سردست ہندوستان مین ہی اِس سے کہین بلند تر مقام اسکا پہلے تھا۔

یورپ کے پولٹیکل معاملات مین بھی شاعری نے مداخلت کی ہی۔ مثلاً زمانۂ قدیم مین یونانیون نے جزیرہ سیلمس کے لیے مگارا کے مقابلہ مین اتنی شکستین کھائین کہ دل چھوٹ گیا اور آیندہ محرک جنگ کے لیے قتل سزا تجویز کی۔ اُس وقت یونان کے مشہور مقنن شاعر سولن نے تحریک جنگ پیش کرنے کے لیے خود کو دیوانہ مشہور کیا۔ اور ایک روز پُرانے کپڑے پہن کر گلے مین رسی ڈال کر اور اوپر سے ایک بوسیدہ چادر اوڑھ کر اِس طرح گھر سے برآمد ہوا کہ بہت سے لوگ براہ ہمدردی جمع ہو گئے۔ جب اُس نے مجمع کثیر اپنے گرد دیکھا تو ایک نظم جو اُسی موقع کے لیے اُسنے کہی تھی نہایت پر درد لہجہ مین پڑھی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ اس وقت تمام دنیا کے علم اور حکمت سے سراسینہ پُر ہی۔ لیکن پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہی کہ سیلمس کی لڑائی سے بھاگنے والا اور اتھینز کا رہنے والا سولن یہی ہے۔ اِس نظم نے اس درجہ جوش پیدا کیا کہ تمام لوگ چلا اُٹھے کہ ہم قوم کی پیشانی کا داغ دور کرین گے۔ اور پھر فوراً ماہی گیرون کی کشتیون پر سوار ہوے۔ اور سیلمس پہونچکر ایسی زبردست لڑائی لڑے کہ ہمیشہ کے لیے سیلمس یونان کے زیر حکومت ہو گیا۔

اُنیسوین صدی عیسوی مین لارڈ بائرن کی ایک نظم نے فرانس۔ انگلستان۔ اٹلی۔ آسٹریا اور روس کو اِس درجہ یونان کا ہمدرد اور ترکون کا مخالف بنا دیا کہ ۱۸۲۷ء مین یورپ کی متفقہ قوت سے ترک شکست پاکر یونان کے آزاد کرنے پر مجبور ہوے۔

طرف مائل تھے اور ایران کے اہل کمال بھی عربی ہی مین اشعار کہتے تھے۔ خراسان کے قیام سے مامون رشید زبان فارسی سمجھنے لگا تھا۔ اسکے لیے ابو العباس مروزی نے کچھ اشعار فارسی مین تصنیف کیے تھے لیکن اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ فارسی اشعار مامون رشید کے زمانہ مین رواج پذیر ہوے۔ ابو العباس مروزی کا کلام فارسی مین وہی درجہ رکھتا ہی جو خسرو کا کلام اُردو یا ہندی مین رکھتا ہی۔ اسلام کے قبل زبان پہلوی کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔ لیکن زمانۂ اسلام مین شعراے زبان عربی کے مقابلہ مین انکا کہین پتہ نہ تھا۔

تیسری صدی ہجری مین سلطنت عباسیہ کی کمزوری کے ساتھ ملکی زبان نے زور پکڑا لیکن عربی اور ترکی زبان کے میل نے اسمین بڑا تغیر پیدا کیا اور اب یہ زبان فارسی زبان مشہور ہوئی۔ سلاطین طاہریہ اور صفاریہ نے فارسی شاعری کو اسی طرح زندہ کیا جس طرح بہمنی اور عادل شاہی سلطنتون نے اُردو شاعری کی بنیاد دکن مین ڈالی تھی۔ اسکے بعد ساسانیون نے فارسی شاعری کو خاص طور پر رواج دیا۔ نصر بن احمد سامانی کے وقت مین بہت سے فارسی شعرا دربار شاہی مین رسوخ رکھتے تھے۔ انمین رودکی خاص طور پر قابل ذکر ہی۔ اسکو فارسی شاعری کا باوا آدم اسی طرح کہتے ہین جس طرح ولی کو اُردو شاعری کا رواج دینے والا ہندمین سمجھتے ہین۔ اسکے بعد جب محمود غزنوی نے ملکی دفتر فارسی زبان مین قائم کیا اور فردوسی سے شاہان ایران کا تذکرہ فارسی نظم مین لکھوایا۔ اُس وقت پورے طور پر فارسی زبان عربی کی قید سے آزاد ہوئی۔ گو اُسکے احسانات سے سبکدوش نہ ہوسکی۔ فارسی شاعری مین اول عربی شاعری کا رنگ تھا۔ اشعار جوشیلے ہوتے تھے۔ اور شاعرون کو خودداری کا پاس ہوتا تھا۔ لیکن کفار مغل کے زمانہ مین جو تباہی مسلمانون پر آئی اُسکے اثر سے شعرا کے دل بجھ گئے اور اُسکے بعد شاعرون مین جوشیلے مضامین کی قابلیت نرہی اور پھر متاخرین نے انھین کا تتبع کیا۔ اور ایک نئے طرز کی شاعری جاری ہوئی۔ جسکا نمونہ اُردو شاعری مین موجود ہی۔

شاعری کی بھلائیان اور برائیان

ہوتے جاتے ہین۔ لیکن اِس تھوڑے سے زمانہ مین اُردو شاعری نے اپنا درجہ کمال حاصل کر لیا۔ میرا خیال یہ ہی کہ امیر و داغ پر اردو شاعری کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ اسباب جو اسکی ترقی کے سبب تھے زائل اور معدوم ہو رہے ہین۔ مگر جو شاعری مرثیہ گوئی کے پیرایہ مین پچھلے زمانہ مین قائم ہوئی اُسکی بابت کوئی پیشینگوئی نہین کی جا سکتی ہی۔

زبان فارسی اور اُسکی شاعری

اُردو اگر سنسکرت کا پسر صلبی ہی تو فارسی کا پسر متبنی ہی۔ بظاہر اُسے فارسی کی خو بو سے زائد تر مناسبت ہی۔ اِس لیے کچھ حال زبان فارسی کا بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

تاریخون سے پتہ لگتا ہی کہ قدیم زمانہ مین جن لوگون نے ہندوستان فتح کیا انھین کے بھائی بندون نے ایران بھی فتح کیا۔ فاتحان ایران کی تہذیب اور شایستگی کے زمانہ مین جو زبان مہذب اور باقاعدہ ہو کر ایران مین ملکی زبان قرار پائی اُسے ژند اوستا کہنے لگے سنسکرت اور ژند کا مخرج ایک ہی لیکن تغیرات زمانہ سے سنسکرت اور ژند دو زبانین ہو گئین۔ آج سے ۲۴ سو برس پہلے یونانیون کی چڑھائی سے ایران مین ژند پر ویسا ہی اثر پڑا جیسا کہ بودھ مذہب کے عروج کا سنسکرت پر پڑا۔ اور چھ سو برس کے بعد ساسانیون نے ایرانیون کے اثر دور کرنے مین وہی کام ایران مین کیا جو شنکر اچارج نے ہندوستان سے بودھ مذہب کا اثر مٹانے مین کیا تھا۔ ژند تو واپس نہ آسکی۔ لیکن ساسانیون کی کوشش سے اسکی جگہ پہلوی قائم ہو گئی اور مسلمانون کی چڑھائی تک تھوڑے بہت تغیرات کے ساتھ قائم رہی۔ خلیفہ دوم نے ایران فتح کر کے کاغذات سرکاری ملکی زبان مین رہنے دیے اور ولید کے شروع عہد تک ایسا ہی رہا۔ ولید کے زمانہ مین حجاج گورنر خراسان نے عربی زبان مین دفتر قائم کیا۔ جو محمود غزنوی کے عہد تک قائم رہا۔ خلفاے عباسیہ کے زمانہ عروج مین کل کاغذات سرکاری عربی زبان مین تھے۔ باوجود اسکے کہ خلیفہ دوم کے عہد سے ولید بن عبد الملک کے زمانہ تک ملکی زبان مین کوئی دست اندازی نہین ہوئی تھی۔ لیکن اس زمانہ کے شعرا عربی لٹریچر کی

بڑے بڑے شہرون اور چھوٹے چھوٹے قصبات مین بھی اپنی اپنی ٹکڑیان جدا ہوتی تھین جب اُستاد کسی مشاعرے مین جاتا تو سیکڑون شاگرد پیچھے پیچھے ساتھ ہوتے تھے۔ ہر ایک شاگرد کو یہ خیال رہتا تھا کہ اسکا اُستاد مشاعرے مین بالا رہے۔ اُستاد کے مُنھ سے ایک مصرع نکلا نہین کہ شاگردون نے واہ واکی صدا بلند کی۔ یہ واہ وا رفتہ رفتہ ایک قومی مذاق ہو گیا۔ اور اُسکے ذریعے سے دل توڑ توڑ کر ایسے مضامین اساتذہ پیدا کرنے لگے کہ بڑے بڑے دور سابق مین بھی یہ صورت ترغیب کی پیدا نہین ہوئی تھی۔ فوجی جنرلون کو اپنے سپاہیون پر وہ حکومت نصیب نہین ہوئی تھی۔ جو ان اساتذہ کو اپنے شاگردون پر نصیب تھی۔ جب باہر سے اساتذہ دہلی کی طرف رجوع ہوے تو دہلی والون نے اُنکا خیر مقدم اس جوش و خروش سے کیا کہ بادشاہون کو بھی رشک آیا۔ دہلی مین اساتذہ پہونچے نہین کہ ہزارون شاگرد اُنکے گرد جمع ہو گئے۔ اس طرح دہلی اُردو شاعری کا مرکز بن گیا۔ خود شاہان دہلی بھی شاگردون کے زمرہ مین داخل ہوے اور شاہی رجحان دیکھکر اور بھی عوام کو رغبت ہوئی اور شعر گوئی نہایت شریف فن اور بہترین مشغلہ سمجھا گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ بادشاہون کو بھی اُن اساتذہ کی عام مقبولیت پر رشک آیا اور یہ رشک دہلی کے افلاس کے ساتھ ملکر اُن اساتذہ کے نقل مکان اور لکھنؤ کو ایک دوسرا مرکز شاعری قرار دینے کا سبب ہوا۔ زمانہ حال مین مرثیہ گوئی نے اُس عام مقبولیت کو ایک دوسرے رنگ مین نمایان کیا ہی اور اب شاعرون کا اعزاز اُنکے شاگردون تک محدود نہین ہی۔ بلکہ اس دائرے کی وسعت نے مرثیہ گو شاعرون کے لیے وہ تحریک زبردست پیش کی جسکا نمونہ سلاطین اسلام کے عہد مین بھی پایا نہین جاتا۔ عام خلقت کی واہ وا کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاقہ مست شاعرون کے کلام صدی دو صدی کے اندر اتنے جمع ہوے کہ گزشتہ صدیون کے تمام بلاد اسلام کے کلام ایک جا کیے جائین تو یہ شاید اُن سے کم نہ ہون گے۔ لیکن زمانہ اپنا اثر سب پر غالب رکھتا ہی۔ رفتہ رفتہ زمانہ نے یہ تعلیم دی کہ دنیا مین کوئی قوم بفکر نہین رہ سکتی۔ فکر معاش اور فکر سخن دو متضاد باتین یکجا نہین ہو سکتین۔ اُمرا کے جی بہلانے کے خیال سے شعرا محدود

مفصلہ بالا باتین اردو شاعری کی بنیاد قائم ہونے کا سبب ظاہر کرنے کو کافی ہین۔ لیکن اسکی ترقی کے اسباب کا بیان کسی قدر وضاحت سے لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی یعنی کہ شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ مین جب سلطنت مرہٹون سکھون۔ انگریزون اور ورنب... ان کے ہاتھ مین آئی تو شرفاے ہند جہان تھے بیکار رہے۔ تلوار ہاتھ سے جاتی رہی۔ نظم مملکت مین انکو کوئی دخل نہ تھا اور نہ انکو دنیا کا کوئی کام تھا۔ تجارت سے کوئی مناسبت نہ تھی کہ اسمین اوقات گذاری کرتے۔ صرف بے شغلی اور بیکاری رہ گیی اور اسکے ساتھ کچھ دنون تک فارغ البالی سے بسر کرنے کا ذریعہ بزرگون کے وقت کی دولت اور اثاثہ خانہ رہ گیا تھا۔ ہان ایک چیز اور بھی قائم رہی۔ یعنی قومی اعزاز۔ یہان تک کہ دہلی کا شاہ معزول بھی کئی پشت تک غیرقون کے طفیل مین خود کو شہنشاہ ہند سمجھتا رہا۔ اس اعزاز نے مسلمانون کو دنیاوی ترقی سے اور بھی باز رکھا اور میرے لفظون مین انکی بے فکری کا یہ بھی ایک سبب تھا۔

غرضکہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک ایک ہی رنگ کے بفکرے لکھے پڑھے مسلمان ہوشیار طبائع دفعتاً شحنہ معزول کی صورت مین آ گئے ہنسی۔ مذاق دل لگی۔ عیش پسندی کے سوا اور کوئی کام انکو نہ تھا۔ دفعتہً تمام ترجحان انکا اسباب ترقی دماغ جمع کرنے کی طرف ہوا۔ اور اس بیکاری مین جتنے مشاغل انکے تھے۔ یا فطرتاً ہو سکتے تھے۔ انکی مثال دنیا کی تاریخ مین مشکل سے ملے گی۔ صرف شاعری اُس وقت کی یادگار یا ایک نمونہ باقی رہ گیا ہی۔ شاعری کی یہ کیفیت تھی کہ جسکی طبیعت اس سے زائدتر مناسب ہوئی۔ وہ استاد گنا جاتا تھا۔ سیکڑون ہزارون اسکے شاگرد ہوتے تھے۔ مکتب سے نکلکر نوجوانون کا یہی مشغلہ تھا۔ نہ گھوڑا دوڑانے کا شوق تھا۔ نہ ہتھیار چلانے کا مشغلہ تھا۔ کھانے پینے یا دیگر اسباب تعیش سے جسے ذرا فرصت ملتی تھی ایک ہاتھ مین قلم اور دوسرے مین کاغذ لیکر سرنگون فکر سخن مین مشغول رہتا تھا۔ ہفتہ وار مشاعرے ہوتے تھے

دکن سے دہلی آیا۔ اِس دیوان نے صرف ہندی بھاشا کی بیخ کنی نہین کی بلکہ فارسی کی بھی کساد بازاری کا یہ سبب ہوا۔ اِس نے اُردو کلام مین فارسی کا مزا دکھایا۔ عوام کو اِس کے سمجھنے مین آسانی ہوئی۔ اور اُردو شاعری نے دفعتاً اپنا نقشہ دہلی مین جما لیا۔ ہر شخص اُردو شعر کہنے کی طرف مائل ہوا۔ حتی کہ دہلی کے بادشاہون نے بھی جو نام کے بادشاہ رہ گئے تھے یہی شغل اختیار کیا۔ جب مشاعرون مین بادشاہ کی غزلین پڑھی گئین تو مشاعرہ مین شریک ہونا تمغۂ شرافت ہو گیا۔

محمد شاہ کے وقت سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک یعنی سنہ ۱۱۳۱ھ سے سنہ ۱۲۲۱ھ تک (سنہ ۱۷۱۹ء سے سنہ ۱۸۰۶ تک) آرزو۔ فغان۔ مظہر جانجانان وغیرہ وغیرہ بہت سے نامی شعرا دہلی مین گزرے ہین۔ مگر انکے کلام نے فارسی شاعری کی برابری نہ کی۔ البتہ حاتم کے شاگرد سودا کے کلام کو یہ رتبہ ملا کہ اہل مذاق بھی فارسی کلام کی طرح اُردو زبان مین لطف پانے لگے۔ اور میر نے تو گویا فارسی کی بنیاد ہی ہلا دی۔ سودا کے قبل کسی کا کلام اس قابل نہین ہی کہ اہل مذاق کے سامنے پیش کیا جاے۔ لیکن اِس خیال سے کہ وَلی نظم اُردو کی نسل کا آدم ہی۔ اُسکی ایک غزل تبرکاً یہان نقل کر دی جاتی ہی۔ اِسکا دیوان لندن اور پیرس مین بھی چھپا ہی۔

بیوفائی نہ کر خدا سے ڈر — جگ ہنسائی نہ کر خدا سے ڈر
ہی جدائی مین زندگی مشکل — آ جدائی نہ کر خدا سے ڈر
آرسی دیکھکر نہ ہو مغرور — خود نمائی نہ کر خدا سے ڈر
اے وَلی غیر آستانۂ یار — جبہ سائی نہ کر خدا سے ڈر

اِس غزل مین مین نے اتنا ہی تصرف کیا ہی کہ "خدا سون" کو خدا سے کر دیا۔ میر۔ سودا اور انشا کی زبان ولی کی زبان سے کہین اچھی ہی۔ لیکن اُسوقت کے بعض الفاظ بھی اب متروک ہو گئے ہین۔ اُنکا کلام نقل کرنے مین بھی مین نے ایسے تصرفات جائز رکھے ہین۔

اُسی طرح ہندوستان مین اُردو زبان خود بخود قائم ہوئی۔ مسلمانون نے کوئی مداخلت نہ کی۔ بلکہ مسلمانون کے زوال کے ساتھ اُسکی ترقی شروع ہوئی۔ مسلمانون کا اُردو زبان کا سرپرست ہونا اِس سے بھی ظاہر ہو کہ انگریزون کے عہد مین مرزا نوشہ غالب پہلا وہ شخص ہوا ہی جس نے اُردو مین خط و کتابت کرنا ایجاد کیا اور دوسرون نے اُسکا تتبع کیا۔ جناب بیور صاحب لفٹننٹ گورنر نے اُردو کتابون کے لکھنے پر انعام دیے۔ اور مرزا نوشہ کو وقتاً فوقتاً سراہا۔ انگریزی اسکولون کے لیے اُردو زبان کے قاعدے تصنیف ہوے۔ علمی کتابین بھی اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ ہم جناب منشی نولکشور صاحب مرحوم کی ذات کو بھی نہین بھول سکتے۔ کہ اُنکی وجہ سے بہت سی اخلاقی اور مذہبی کتابین عربی۔ فارسی اور سنسکرت سے اُردو مین ترجمہ ہوئین۔ پھر کیا تھا لوگون کی توجہ ادھر ہوئی۔ اب دیکھیے سیکڑون اخبار۔ ناول۔ گلدستہ۔ دیوان چھپنے لگے اور اُردو بھی ایک مستند زبان ہوگئی۔ آج وہ کونسا خیال ہے جو اُردو زبان مین ادا نہین ہوسکتا۔ آج اُردو دانون کو اپنی نظم و نثر لکھنے مین وہی دعوی ہی جو اور مہذب ملکون کے فصحا اور بلغا کو ہی ہماری قوم کے لکچرار لاکھون ہزارون آدمیون کے سامنے اظہار مدعا عمدہ سے عمدہ پیرایہ مین کر سکتے ہین۔

دلّی اور لکھنؤ کے شعرا

محمد شاہ کے زمانہ مین جب سلطنت تباہ ہونے لگی تو بیکاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ تلوار کمر سے کھل گئی اور قلم کے معمولی مشاغل جاتے رہے۔ جو شخص جہان تھا بیکار تھا۔ جو کوئی گھبرا کر دلی چلا آیا وہ وہان سے بیفکرون کی جماعت مین اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نکر سکا وہان ہنسی مذاق گانے بجانے کے سوا اور کوئی شغل کسی کا نہ تھا۔ حتی کہ مذہبی پیرایہ مین بھی اسی شغل کو زائد تر رونق تھی۔ رندون مین ڈوم اور ڈومنون کی عزت تھی۔ اور مذہبی گروہ مین قوالون کی چاہ تھی۔ اُس وقت تک صرف فارسی کے کلام اور بھاشا کے گیت قوالون اور رنڈیون کی زبان پر تھے۔ اسی زمانہ مین شمس ولی اللہ متخلص بہ ولی اپنا دیوان ساتھ لیکر

مختصر نویسی کو سرا ہے کہ وہ اتنا معقول اور پاکیزہ نکلا کہ عام طور پر مقبول ہوا اور گزشتہ صورت معدوم ہوگئی - چین اور جاپان مین دیکھیے کہ وہان ہر لفظ یا ہر جزو لفظ کے لیے جدا جدا صورتین ہین - انگریزی اور ناگری مین ہر آواز کے لیے ایک حرف ہی اور ہر حرف کو پورا لکھنا پڑتا ہی فارسی کا یہ اعجاز ہی کہ ہر آواز کے لیے حروف اور ہر لفظ پیدا کرنے کے لیے حروف کے شوشے کافی ہوتے ہین - مثلاً معتبر پانچ حروف کا لفظ ہی مگر اُسکے لکھنے مین اتنی جگہ نہین گھرتی ہی - جتنی کہ انگریزی کے M یا ہندی म لکھنے مین - ایران کو جس ایجاد پر ہزارون برس سے ناز تھا اور جس کا نظیر دنیا مین نہ تھا - آج بعض حضرات اُس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہین اور اس ترقی معکوس کو سعی مشکور سمجھتے ہین - اور یہ نہین سمجھتے کہ فارسی حروف جس نے ایجاد کیے اُسنے لٹریچر پر بڑا احسان کیا ہی -

مسلمانون کے عہد سلطنت مین فارسی زبان مین خط وکتابت ہوتی تھی - لکھے پڑھے لوگ اُردو زبان مین خط وکتابت کرنا ننگ سمجھتے تھے - کوئی خصوصیت مسلمانونؑ ساتھ نہ تھی ہندوؤن مین کایستھ اسپر زیادہ سختی سے پابند تھے - مسلمانون مین اہل سیف - اہل قلم - تجارت پیشہ - مزدوری پیشہ - گدائی پیشہ - سبھی طرح کے لوگ تھے - اور کایستھون مین بجز لکھنے پڑھنے کے اور کوئی پیشہ نہ تھا - اور اِس لیے کایستھون کو فارسی زبان سے بہت زیادہ مناسبت تھی - اُردو زبان جاری ہونے پر ایک عرصہ تک اُردو زبان مین فارسی الفاظ کا مسرفانہ استعمال کایستھون نے قائم رکھا - آج کایستھون مین جو حالت فارغ البالی ہی وہ اِس لیے بھی ہی کہ عدالتی زبان سے اُنکو زیادہ مناسبت تھی - اور اگر فارغ البالی مین اب کوئی کمی آچلی ہی تو صرف اِس لیے کہ انگریزی اور اُردو کی اشاعت سے اُنکے رزق مین اور بھی حصہ دار ہو گئے ہین اور ناگری حرفون کی ترقی سے اغلب ہی کہ اُن حصہ دارون مین اور بھی اضافہ ہو -

جس طرح دنیا مین سیکڑون زبانین خود بخود معدوم ہوگئین اور سیکڑون خود بخود قائم ہوگئین

خواہش رکھتے ہین۔ہماری ہر دلعزیز ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند آنجہانی نے بھی ہندوستان کی زبانون مین اُردو ہی منتخب کی تھی۔بنگالی۔پنجابی۔مرہٹی وغیرہ وغیرہ کہنے کو تو مختلف زبانین ہین۔ لیکن اگر کوئی اُردو جاننے والا اِن زبانون کو جانتا ہو تو وہ ایک ہفتہ مین دوسرون کو بہ قدر ضرورت بنگالی۔پنجابی۔مرہٹی سمجھا سکتا ہو۔سو پچاس الفاظ سے زیادہ الفاظ نہ ہونگے جنکے سمجھنے کے بعد اُردو والفاظ کو پنجابی یا بنگالی زبان مین ڈھالنا یا بنگلہ اور پنجابی زبان کو اُردو زبان کردینا رفع ضرورت کے لیے کافی ہوتا ہو۔جس طرح دہلی کے گرد نواح کے گانون مین اُردو زبان غلط بولی جاتی ہو اُسی طرح دہلی سے بہت دور پنجاب اور بنگال مین جاکر اِس غلط اُردو کے مختلف نام رکھ دیے گئے ہین۔لیکن جو ترقی اُردو زبان مین ہو اُس سے یہ امید کی جاتی ہو کہ ہندوستان کے تمام حصون مین اُردو ہی قائم ہوجائے گی۔اُردو اُسی وقت تک اُردو ہو۔جب تک فارسی حرفون کے لباس مین ہو۔اِس لیے فارسی حرفون کا بھی کچھ بیان ہونا چاہیے۔تاریخون سے یہ پتہ لگانا آسان نہین ہو کہ حروف فارسی کس زمانہ مین ایجاد ہوے۔میرے نزدیک یہ صورت قرین قیاس ہو کہ ایرانیون کے پاس پہلے لکھنے پڑھنے کے حروف مثل ناگری کے تھے۔یورپین۔ہندو۔ایرانی ایک نسل سے ہین۔تینون کی زبانین باہم ملتی جلتی ہین۔انگریزون اور ہندوؤن کی تحریر کی کشش بائین سے داہنی جانب ہو تو قیاس چاہتا ہو کہ ایرانیون کی تحریر کی روش بھی یہی ہوگی۔اپنی ترقی کے زمانہ مین اُنھون نے موجودہ فارسی تحریر ایجاد کی اور یہ فارسی تحریر اس درجہ مرغوب اور آسان نظر آئی۔کہ پچھلے طریقے ایران سے بالکل مسدود ہوگئے۔ہم اپنے اِس خیال کی تائید مین انگریزی طریقہ شارٹ ہینڈ رائٹنگ پر نظر کرتے ہین۔موجودہ انگریزی طرز تحریر جب زودنویسی کے لیے کافی سمجھا گیا تو مختصر نویسی کا ایک قاعدہ نکالا گیا۔یعنی علامات سے تھوڑا تھوڑا پیوند لیکر الفاظ کے بنائے جانے کا ڈھنگ ڈالا گیا۔جو طریقہ اس طرح نکلا اُسمین پورے طور پر کامیابی نہ ہوئی۔ورنہ موجودہ طرز تحریر انگریزی بالکل معدوم ہوجاتا۔ایرانیون کے طریقہ

سلطان کا ملازم ہوا۔ ٹیپو سلطان کی ہزیمت کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت ہاتھ آئی۔
اب ایک پنشن خوار ملازم کی حیثیت سے وہ دربار مین طلب ہوا ہی۔ ایک شخص دہلی مین پیدا ہوا
اور دوسرا مدراس مین پیدا ہوا۔ دونون کی زبان ہی یکسان نہین۔ بلکہ لب و لہجہ بھی یکسان ہین
یہ صرف لشکری بازارون کا اثر ہو سکتا ہی۔ یہین یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی کہ ان تمام بازارون کی
زبان جب یکسان تھی اور دوسرے قرب و جوار کے رہنے والون کی زبانون سے ممتاز تھی
تو خود بخود اُردو زبان ہی سے موسوم ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح مین نے ۱۹۰۸ء
مین کلکتے کا ایک ایسا گھر دیکھا جسمین چھوٹے بڑے سب صحیح اُردو بولتے تھے اور لب و لہجہ بھی دہلی
والون کا سا رکھتے تھے۔ مجھے اُنکی صورتون سے حیرت ہوئی کہ اگر یہ اہل دہلی کی نسل سے ہین
تو آبنوسی رنگت کیسی؟ اور اگر صحبت کا اثر ہی تو زبان پر اثر پڑ سکتا ہی نہ کہ لب و لہجہ پر اور وہ بھی تمام
گھر والون کے لب و لہجہ پر۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ خاص بنگال کے رہنے والے ہین
اور زبان پر جو اثر ہی وہ اُردو بازار کا ہی۔

زبان اُردو کو مسلمانون کی زبان سمجھنا غلطی ہی۔ مسلمانون کے میل جول نے اسپر ضرور
اثر ڈالا۔ لیکن وہ اثر مسلمانون تک محدود نہین رہا۔ بڑے بڑے شہر جیسے دہلی۔ آگرہ۔ لکھنؤ
بریلی اور مرادآباد وغیرہ وغیرہ مین ہندو اور مسلمان یکسان طور پر صحیح اُردو بولتے ہین۔ اور چھوٹے
چھوٹے شہرون مین ہندو اور مسلمان دونون غلط اُردو بولتے ہین۔ اور اُسی غلط اُردو کو اور دور
جاکر ہندی پنجابی۔ بنگالی وغیرہ مختلف نام سے پکارتے ہین۔ کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی مسلمانون
نے آباد نہین کیے۔ اسلامی سلطنت کے وقت انکا وجود بھی نہ تھا۔ یہان نسبتاً مسلمان بہت
کم آباد ہین لیکن اِن شہرون مین بازار کی زبان اُردو ہی ہی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اُردو ایک ایسی
زبان ہے کہ وہ خود بخود ہندوستان مین پھیل گئی ہی۔ جتنے لوگ براہ خشکی ہندوستان مین آئے
ہین وہ اُردو بولنا آسانی سے سیکھتے ہین۔ انگریز بھی ہندوستان مین آکر اُردو بولنے کی طرف
پہلے رغبت کرتے ہین۔ دوسری قومون کے تجار ہندوستان کی بندرگاہون پر اُردو بولنے کی

اور لشکریون کی آمد و رفت پر منحصر رہ گئی - تو عوام اور خواص شاعری کی چاٹ سے خاص طور پر اُس لڑکے کی تربیت پر متوجہ ہوے - جو اب اپنے پاؤن سے چلنے کے قابل ہو گیا تھا - اور پھر دہلی کو جب مرہٹون نے تباہ کیا تو لکھنؤ اِس لڑکے کا جولان گاہ قرار پایا - جہان اسنے حیرت افزا ترقی کی - ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے سنہ ۱۸۳۵ء مین بجاے فارسی کے درباری زبان قرار دیکر اسکے ساتھ بیحد احسان کیا -

میرے خیال مین بجاے شاہجہان کے ملکہ وکٹوریا قیصر ہند آنجہانی کے عہد سے اس زبان کو منسوب کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا - اول الذکر کے عہد مین فوجی چھاونیون کے سپاہی جب ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے تھے تو صرف زبان ہی ساتھ نہین لے جاتے تھے لب و لہجہ بھی ساتھ ساتھ لے جاتے تھے - اور اس طرح تمام ہندوستان کے اُردو بازارون کا لب و لہجہ ایک سانچے مین ڈھل گیا - اور ثانی الذکر کے عہد مین مدارس کی تعلیم کے لیے قواعد بنے اور زبان کی تکمیل ہوئی -

تمام اُردو بازارون مین لب و لہجہ گفتگو کا ایک ہونا کچھ اور تصریح سے مین بیان کرنا چاہتا ہون - سنہ ۱۸۸۵ء سے سنہ ۱۸۹۰ء تک مین علیگڈھ مین پڑھتا تھا - وہان مراد آباد - آگرے - دہلی - شاہجہانپور اور بریلی کے لڑکے پڑھنے آتے تھے اور اُنکے بزرگ بھی کبھی کبھی ساتھ آتے تھے - اُسوقت مین نے دہلی کے معمر آدمیون کی زبان میر و سودا کی زبان سے ملتی ہوئی پائی اور اُنکے لہجہ مین ایک خاص قسم کی دلاویزی اور نہ زور پایا - پھر بہت عرصہ کے بعد سنہ ۱۹۰۲ء مین ایک مرتبہ مین دربار دہلی سے واپس آتا ہوا الہ آباد اُترا - اور وہین ایک معمر شخص کوئی سو برس کی عمر کا ملا - جس کا لب و لہجہ مین نے بالکل اُن معمر اشخاص کا سا پایا جو دہلی سے میری طالب علمی کے زمانہ مین علیگڈھ آتے تھے - مجھے اُسکی باتین بہت پیاری معلوم ہوئین - دریافت سے معلوم ہوا - کہ اُس نے اُسکے قبل کبھی دہلی دیکھی نہ تھی اُسکا باپ احاطۂ مدراس کے کسی لشکر مین پیدا ہوا - اور پھر سلطنت مغلیہ کے ضعف پر وہ ٹیپو

تو پھر اُردو شاعری نے دکن مین زور پکڑا اور یہین کے فیض صحبت سے جب ولی اپنا اُردو دیوان مرتب کر کے دہلی لایا تو بڑی قدر ہوئی۔ اسباب کچھ ایسے جمع ہوئے کہ روز بروز اسکے پیرو بڑھتے گئے اور پھر اُردو زبان نے وہ ترقی کی کہ ہر دور کے شعرا دور ماقبل پر سبقت لے گئے۔ میر و سودا۔ آتش و ناسخ۔ غالب و ذوق۔ انیس و دبیر۔ داغ و امیر ایسے مقلدین نے ولی کو اُردو شاعرون کا باوا آدم مشہور کرا دیا۔ ورنہ فی الواقع نصرتی کے لیے یہ خطاب زیادہ تر موزون تھا۔ یا سعدی کے لیے۔

اُردو کی وجہ تسمیہ بیان کرنا لطف سے خالی نہین ہی۔ اُردو ایک ترکی لفظ ہی بمعنی لشکر۔ لشکر کے قریب جو بازار ہوتا تھا اُسے اُردو بازار کہتے تھے۔ اُردو بازار قریب قریب تمام چھاؤنیون مین تھے۔ اکبر کے وقت مین یہ چھاؤنیان قائم ہوئین اور پورا عروج ان کا شاہجہان کے وقت مین ہوا۔ فوج مین ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے۔ اور اہل بازار زائد تر ہندو تھے۔ اُنکے باہمی میل جول نے ایک لشکری زبان کشمیر سے اڑیسہ تک اور ہمالیہ سے میسور تک قائم کر دی۔ لشکر کا ردوبدل لگا رہتا تھا۔ اِس لیے کل لشکری بازار یعنی اُردو بازار کی زبان ایک ہو گئی۔ اِس بازار کی ترقی شاہجہان کے وقت مین ہوئی تھی۔ اِس لیے شاہجہان کے عہد سے اس زبان کی ابتدا منسوب کی گئی۔ ان بازارون مین صرف زبان ہی کی ٹکسال نہین قائم ہوئی۔ بلکہ لب و لہجہ بھی ایک خاص قسم کا پیدا ہوا۔ فوج شاہی کو دکن مین رہنے کا زیادہ تر اتفاق ہوتا تھا۔ اور اِس لیے جو اُردو زبان یا دیسی بھاشا سلطنت بہمنی کے وقت مین وہان قائم ہوئی تھی۔ وہ بھی معین حال ہوئی۔ یہی وجہ ہی کہ دہلی سے پچاس کوس پچھم کے رہنے والے ایسی اچھی اُردو نہین بولتے جیسی کہ دہلی سے تین چار سو کوس کے فاصلہ پر اہل دکن بولتے ہین۔ محمد شاہ بادشاہ کے بعد جب زوال سلطنت مغلیہ کا وقت آیا۔ اور شحنۂ معزول کی طرح تمام اہل قلم اور اہل سیف فوجی چھاؤنیان چھوڑ کر دہلی مین آنے لگے۔ اور دربار شاہی کی وقعت بھی محض بازاریون

عہد مین اُردو زبان کو بہت ترقی ہوئی۔ اور شاعری کا خوب چرچا پھیلا۔

ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد مین اُردو زبان کا پہلا مشہور شاعر سعدی تھا۔ اسی سعدی کو ریختہ گوئی کا اُستاد کہتے ہین ۔ اور اسی کو بعضون نے سعدی شیرازی سمجھ لیا ہی جو فارسی مین غزل لکھنے کا موجد خیال کیا جاتا ہی۔ اسکی ایک غزل کے چند اشعار یہ ہین۔

قشقہ چو دیدم بر رخش گفتم کہ یہ کیا دیت ہی — گفتا درا ے باورے اس ملک کی یہ ریت ہی

ہمنا متن کو دل دیا۔ تم دل لیا اور دُکھ دیا — ہم یہ کیا تم وہ کیا۔ ایسی بھلی یہ پیت ہی

سعدی بگفتار ریختہ در ریختہ دُر ریختہ — شیر و شکر آمیختہ ہم شعر ہی ہم گیت ہی

سلطان علی عادل شاہ ثانی کے زمانہ مین نصرتی ملک الشعرا تھا۔ نظم مین اسکے تصانیف بہت ہین ۔ جو رتبہ فارسی شاعری مین رودکی کا ہی۔ عربی مین مہلل کا اور انگریزی انگریزی مین چاسر کا ہی وہی درجہ نصرتی کا اُردو شاعری مین سمجھا جاے تو بیجا نہین ہی۔ ایک شعر اُسکا یہان لکھا جاتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ اُردو کا اُس زمانہ مین کیا درجہ تھا۔ ؎

ہوا جب سے بار اُس کی خوبی کا باغ — پڑیا جب سے چندر کی چھاتی پو داغ

پڑا کی جگہ پڑیا اور چاند کی جگہ چندر اور پر کی جگہ پو۔ اُس زمانہ مین بولتے تھے۔

اُسی زمانہ کا ایک شاعر ہاشمی تھا۔ اُسکے شعرون مین سے ایک آسان شعر چُن کر لکھتا ہون ۔ اسمین مانگتا کی جگہ منگتا۔ گناہین کی جگہ گناہان ہی ؎

دن رات یہان وحیا منگتا ہون عاجز ہو کے مین — یعنی گناہان بخش دے۔ ہی آسرا غفار کا

غرضکہ اُردو شاعری دکن مین سلطان مغلیہ کے زمانہ سے پہلے رائج تھی مغلون کے فتوحات نے اسے دبا دیا تھا۔ مغلون کے عروج کے زمانہ مین پھر فارسی شاعری نے زور پکڑا۔ اکبر اور اُسکے اُمرا۔ جہانگیر اور اُسکے امرا کے دربار کی قدردانی نے ایران کے تمام نامی شاعرون کو ہند مین بھر دیا۔ فیضی اور ابو الفضل پسران شیخ مبارک ہندی نژاد تھے مگر فارسی کلام انکا ایرانیون کے کلام پر سبقت لیجاتا تھا۔ مغلون کی سلطنت کا زوال جب شروع ہوا

مامور ہوتے تھے۔ ہندی زبان سے وہ اسی طرح بے تعلق رہتے تھے جس طرح اسوقت فوجی انگریز یا ہائیکورٹ کے بعض تازہ وارد یورپین۔ بیرسٹر۔ جج اور بہت سے عہدہ داران جنکو دیسیون سے بات چیت کرنے کی ضرورت نہین ہوتی۔ بعض ہندو اردو زبان سے اِس لیے نفرت کرتے ہین کہ اُسے مسلمانون نے قائم کی ہی۔ جب اُنکو معلوم ہوگا کہ گنگوہ برہمن کے ساتھ جو عقیدت علاء الدین کو تھی۔ وہی اس زبان کی بانی ہوئی۔ تو اُن کو اپنے تعصب پر افسوس ہوگا۔

اُردو زبان مین ہمیشہ تراش خراش ہوتی رہی۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ اِس مین ہندی الفاظ بکثرت لیے جائین۔ پھر یہ خیال ہوا کہ عربی اور فارسی الفاظ جتنے ہی زیادہ ہون گے اُتنی زبان فصیح سمجھی جائے گی۔ اب اُردو کی فصاحت عربی اور فارسی کے غیر مانوس الفاظ کے ترک کرنے پر منحصر ہی۔ بلکہ بعضون کا یہان تک اصرار ہی کہ عربی الفاظ کو تلفظ یا املا مین وہ ہندی سانچے مین ڈھالنا پسند کرتے ہین۔ "فاحش غلطی" کو "فاش غلطی" کہتے ہین۔ تیاری کو ت سے لکھنا صحیح جانتے ہین۔

ہندی بھاشا مین عربی۔ فارسی اور ترکی الفاظ شامل کر کے بخط فارسی اول اول ایک کتاب خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز نے سلطان احمد شاہ بہمنی (متوفی ۱۴۲۲ء مطابق ۸۳۱ھ) کے زمانہ مین لکھی تھی۔ یہی وقت زبان اُردو کے آغاز کا ہی۔ لیکن اُس وقت تک اُردو شاعری نے رواج نہین پایا تھا۔ ۹۳۴ھ (۱۵۲۶ء) مین سلطنت بہمینہ کے ختم ہونے پر جو پانچ اسلامی سلطنتین دکن مین قائم ہوئین۔ اُنمین سے ایک سلطنت کا بانی یوسف عادل شاہ ترک پسر سلطان مراد سلطان ٹرکی تھا۔ جو کسی طرح انقلاب زمانہ سے ہندوستان مین آگیا تھا اور بیجاپور مین اُس نے ایک مستقل خود مختار حکومت قائم کی تھی اسی خاندان مین ابراہیم عادل شاہ اول متوفی ۱۵۵۷ء (۹۶۵ھ) نے اپنے عہد مین اُردو کو درباری زبان قرار دیا۔ اور اُسمین دفتر کر دیے۔ اور پھر علی عادل شاہ ثانی متوفی ۹۸۷ء کے

امیر خسرو یا اُسکا باپ غیاث الدین بلبن کے عہد مین ہندوستان آیا تھا۔ اور محمد تغلق کے سال جلوس یعنی ۷۲۵ھ تک خسرو زندہ رہا۔ بہت سے اُسکے تصانیف اُردو بھاشا مین ہین۔ اسکی طباعی اور ذہانت قابل داد ہی کہ اسنے غیر زبان پر پورا قابو حاصل کیا تھا۔ اسکی پہیلیان اور مکرنیان بہت مشہور ہین۔ خالق باری جو بچّون کو پڑھائی جاتی ہی۔ اُس کی تصنیف ہی۔ اور ایک بڑی کتاب کا انتخاب ہی۔ خسرو کا ایک مطلع یہان لکھا ہی جس سے معلوم ہوگا کہ اُسوقت مین کیا عام زبان دہلی کی تھی ؎

سکھی پیا کو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان
کسے پڑی ہی جو جا سُناوے پیارے پی کو ہماری بتیان

رتیان کو راتین بتیان کو باتین کر دیجیے تو اِسوقت کی زبان ہوجاتی ہی۔ ایک لفظ اِس مین عربی یا فارسی کا نہین ہی۔ اُسوقت تک یہ میل شروع نہین ہوا تھا۔

امیر خسرو کے مرنے پر تعمیر زبان اُردو کی بنیاد سلطان علاء الدین حسن بانی سلطنت بہمنی دکن کے عہد ۷۴۸ھ ہجری مین قائم ہوئی۔ محمد تغلق کے زمانہ مین جب اسکی بیعنوانیون کی وجہ سے سلطنت دہلی تباہ ہورہی تھی اُسوقت جابجا ہندوستان مین خود مختار ریاستین اُسی طرح قائم ہو چلی تھین۔ جس طرح مغلون کی سلطنت کی تباہی پر اودھ۔ بنگال اور دکن مین مسلمانون اور گجرات مین مرہٹون اور پنجاب مین سکھون کی سلطنتین قائم ہوئین۔ دکن کی خود مختار ریاست جو محمد تغلق کے آخر عہد مین قائم ہوئی تھی۔ اِسکا بانی سلطان علاء الدین حسن نامی ایک پٹھان تھا۔ محمد تغلق کا ایک منجم گنگوہ برہمن تھا۔ اُسکے تقرب سے علاء الدین حسن نے عروج پکڑا۔ زمانہ نے موافقت کی اور اُسے دکن کا خود سر رئیس بنا دیا۔ اسنے جب سلطنت کی بنا ڈالی۔ تو اپنے قدیم محسن کو سلطنت کا محاسب مقرر کیا۔ اِس برہمن نے تمام ریاست مین اپنے ہمقوم ملازم بھر دیے۔ اور اِس طرح ہندوؤن اور مسلمانون مین اختلاط بڑھا۔ اور مسلمانون کی فارسی اور ہندوؤن کی ہندی ملکر ایک نئی زبان کا قوام تیار ہونے لگا۔ ورنہ اسکے قبل مسلمان یا تو فوج کے افسر اور سپاہی ہوتے تھے یا بڑی بڑی ذمہ داریون کے عہدون پر

آیندہ بیان کیا جائیگا - اسی اُردو زبان کو اصطلاح شعرا مین ریختہ اور کبھی کبھی ریختی کہتے ہین
اِس لیے کہ مختلف زبانون سے اسے ریختہ کیا ہی - یا اِس لیے کہ گری پڑی چیزون کو ریختہ
کہتے ہین - اور اسمین بہت سے الفاظ پریشان مختلف زبانون کے شامل ہین -

غرضکہ مسلمانون کی آمد کے ساتھ ہی برج بھاشا مین عربی - فارسی - ترکی - الفاظ
داخل ہونا شروع ہو گئے تھے - حتی کہ ہندوؤن کے مذہبی گیت بھی اس اثر سے خالی
نہ رہے - مذہبی پیشوا الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے - لیکن زمانہ کے اثر سے مجبور تھے -
ہندوؤن اور مسلمانون کے میل جول کی ابتدا، اغراض زبان ہندی کے لیے اول
جنوب ہند مین ہوئی - جیسا کہ آیندہ ذکر کیا جائیگا - شمال ہند مین سکندر لودی کا عہد وہ
زمانہ ہی جسمین اول اول کایستھ فارسی پڑھ کر شاہی دفترون مین داخل ہونا شروع ہوے
اور اِس ذریعہ سے شمال ہند کی زبان برج بھاشا مین غیر زبانون کو داخل ہونے کا خوب
موقع ملا - مثلاً سکندر لودی (سال جلوس سنہ ۸۹۴ھ مطابق سنہ ۱۴۸۸ع) کے زمانہ مین
ایک ہندی شاعر کبیر داس گزرا ہی - اس کا شاگرد گرو نانک شاہ متوفی سنہ ۹۰۰ھ بھی
ہندی شاعر تھا - سترھوین صدی عیسوی مین بابا تلسی داس ضلع باندہ کا مشہور شاعر تھا
اُسی زمانہ مین سورداس بھی ایک مشہور شاعر گذرا ہی - ان سب کے مذہبی گیتون مین
فارسی - عربی اور ترکی الفاظ پاے جاتے ہین - اثر صحبت سے جو اثر زبان پر پڑا اس سے
یہ شعرا مبرّا نہ رہ سکے - یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہین ہی - کہ صحبت نے صرف ہندوؤن پر
اثر نہین ڈالا - مسلمانون پر بھی اثر پہونچایا - شیر شاہ متوفی (سنہ ۹۰۶ھ مطابق سنہ ۱۵۵۳ع)
کے عہد مین ملک محمد ساکن جائس ضلع راے بریلی نے جو کتاب پدماوت لکھی وہ اُس وقت
کے ہندی شاعرون کی زبان مین ہی -

بعضون کا خیال ہی کہ امیر خسرو پہلا شاعر اُردو زبان کا ہی لیکن یہ صحیح نہین ہی - یہ
کہہ سکتے ہین - کہ وہ پہلا مسلمان شاعر ہی جس نے ہندی بھاشا مین بہت کچھ کہا ہی -

یا عوام نے خود اختیار کر لی تھی - پراکرت کے نام سے موسوم تھی - اور مختلف حصص ہند مین مختلف پراکرت زبانین پیدا ہو گئی تھین - مگدہ دیس مین یعنی فیض آباد سے مونگیر تک ماگدی (پالی) تھی - سواحل مغربی کی طرف مہاراشٹری تھی - سواحل مشرقی کی جانب سوسینی تھی - انگریزی یا اُردو ناولون مین دیکھیے تو دہقانی یا بازاری آدمی جب شہری آدمی سے گفتگو کرتا ہی تو زبان بدلی ہوئی ہوتی ہی - اسی طرح راجہ بھوج کے عہد کے ناٹکون مین درباری زبان سنسکرت ہی - اور علما جہان عوام سے باتین کرتے ہین - پراکرت زبان بولتے ہین -

شاکی منی ملقب بہ بودھ نے جب اپنا وعظ ہندوستان مین شروع کیا تو وہ اپنے ملک یعنی مگدہ دیس کی پراکرت یعنی ماگدی (پالی) بولتا تھا - اِس لئے بودھ مذہب کے عروج کے ساتھ سنسکرت کی بھی کساد بازاری شروع ہوئی - دربار - دفتر اور مذہب کی کتابین پالی زبان مین جاری ہوئین - شنکراچارج کی برکت سے جب برہمنون کے دن پھرے تو سنسکرت از سرنو زندہ ہوئی - لیکن اب وہ علما اور دربار کی بول چال مین نہ آسکی - صرف کتابون مین رہ گئی - زبانون پر پالی بدستور جاری رہی - اور وہ رفتہ رفتہ اُن زبانون کے پیدا کرنے کا سبب ہوئی - جو اِس وقت پنجابی - ہندی - بنگالی - مرہٹی - تلنگی وغیرہ وغیرہ نامون سے موسوم ہین -

گیارھوین صدی عیسوی مین جو پراکرت پنجاب اور بنگال کے درمیان مین بولی جاتی تھی وہ ہندی بھاشا - یا باعتبار اسکے کہ متھرا ایک باا‌ثر مقام تھا اور اُسکے قریب برج جاے پیدایش سری کرشن جی ہی - برج بھاشا کے نام سے موسوم ہوئی - اور یہی زبان پورب بہار کے قریب اسقدر متغیر ہو گئی کہ ایک ضمنی تقسیم سے اسکا نام پوربی بھاشا یا پوربی زبان ہو گیا - مسلمانون نے جب سنہ ۶۰۲ھ (۱۲۰۶ع) مین دہلی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا - تو برج بھاشا مین عربی - ترکی اور فارسی الفاظ کا میل جول شروع ہوا - اور یہی زبان آیندہ چلکر خوب سُدھری اور اُردو زبان سے موسوم ہو کر کُل ہندوستان کی زبان قرار پائی جیسا کہ

ہی کا نمونہ نہین ہی بلکہ فن شاعری مین ایک جدت ہی

یورپ کے شعرا مبالغہ گوئی کا الزام ایشیائی شاعرون پر لگاتے ہین - مبالغہ کو وہ غلط بیانی سمجھکر معترض ہین - حالانکہ تمثیل استعارات و تشبیہات کو کوئی بھی غلط نہین کہ سکتا مثلاً ؎

جس خدا نے یہ تجھے چاند سی صورت دی ہی — اُسی اللہ نے مجھ کو تری الفت دی ہی

روے معشوق کو چاند سے تشبیہہ دینا اورون کے نزدیک جھوٹ ہو لیکن عاشق کے دل سے کوئی پوچھے کہ اُس نے اپنے خیال مین معشوق کے حُسن کو گھٹا کر یہ تشبیہہ مجبوری دی ہی - وہ تو حُسن معشوق کو چاند کے حُسن سے بدرجہا اچھا سمجھتا ہی - کسی نے اگر کہا کہ باران رحمت سے زائد تر فیض بادشاہ کے کرم مین ہی - تو کیا یہ جھوٹ ہوا ؟ - کثرت باران سے کتنے گھر برباد ہوجاتے ہین - ملک تباہ ہوجاتا ہی - قحط پڑتا ہی - لیکن کثرت دولت سے کسی کو کبھی مالی نقصان نہین پہونچتا کبھی کبھی شعرا صریح جھوٹ بھی بولتے ہین - لیکن وہ جھوٹ نہین ہی - تفنن ہی - جب سُننے والے جھوٹ کو جھوٹ سمجھتے ہین - تو وہ جھوٹ نہین رہا ؟ - ناول کے قصے جھوٹ ہین - اپریل فول کی خبرین جھوٹ ہین - شاعرون کا مبالغہ عیب سے پاک ہی - ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ مین — تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانہ مین

اس شعر کا ترجمہ شعراے یورپ کے سامنے پیش ہو تو وہ بول اُٹھین گے کہ یہ مبالغہ شاعری نہین ہی - اعجاز کلام ہی -

(زبان اُردو اور اُسکی شاعری)

آرین فاتحین سنسکرت زبان اپنے ساتھ ہندوستان مین لائے - یا ایسی زبان لائے جو کچھ عرصہ مین مہذب اور با قاعدہ ہوکر سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی - اور عوام سے دور رکھکر عالمون کی زبان قرار دی گئی - یہان تک کہ عوام کو اُسکے سیکھنے اور بولنے تک کی اجازت نہ دی - قدیم زبان ہند کا پتہ لگنا آسان نہین ہی - لیکن اس قدر بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ہند کے زمانہ عروج مین بگڑی ہوئی سنسکرت جو عوام کے لیے مخصوص کردی گئی تھی

ایشیائی شاعری کی وجہ سے مزاج مین یکسوئی پیدا ہوتی ہو اور اُس کا اثر اخلاق پر اچھا نہین پڑتا تو مین تسلیم کرنے کو تیار ہون لیکن اِس سے بھی میرے کلام کی تائید ہوتی ہو۔ کہ ایشیائی شاعری مین جو دل آویزی اور دلفریبی ہو وہ کہین اور جگہ نہین ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ایشیائی شاعری مین سوائے مرد و زن کے راز و نیاز کے اور کچھ نہین ہو۔ میرا تجربہ تو یہ ہو کہ اخلاق کے علو بھی جسقدر مفید باتین ایشیائی شاعری مین ہین۔ دوسرے ملکون کی شاعری مین نہین ہین۔ واقعات نگاری مین بھی ایشیائی شاعر یورپین شاعرون سے بڑھے ہوئے ہین۔ مین نے انتخاب کلام مین حسن و عشق کے مضامین بہت کم رکھے ہین۔ زائدتر واقعہ نگاری اور تعلیم اخلاق کا خیال رکھا ہو۔ تاکہ معترضین کی غلط فہمیان رفع ہون اور وہ سمجھین کہ ایشیا کے شعرا ہر قسم کے خریدارون کو خوش کر سکتے ہین اور مبدا رفیاض نے جو چیز خصوصیت کے ساتھ انھین دی ہو۔ اُسے ہر پہلو سے خوشنما دکھانے کو تیار ہین۔ بعض کم فہم بدتہذیبی کا الزام فارسی اور اُردو شعرا پر دیتے ہین لیکن وہ غور نہین کرتے کہ بدتہذیب کلام کس گروہ کا ہو۔ ایسے موقع پر مستند شعرا کا کلام قابل ذکر ہو۔ نہ کہ عوام کا۔

رسم پردہ نے بھی شاعری پر اپنا اثر کیا ہو۔ شعرائے فارسی اور اُسکے تتبع سے زائدتر شعرائے اُردو اپنے معشوق کو مونث نہین باندھتے۔ زنِ بازاری کو مخاطب کرتے تو خلافِ شرع ہوتا۔ اور گھر کی عورت مخاطب ہوتی تو خلاف حمیت اسلام ہوتا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شعرائے فارسی و اردو معشوق خیالی مذکر لکھنے لگے اور اُسے قومی تہذیب کا مقتضا سمجھے۔ اُنکے کلام سے پتہ نہین چلتا کہ محبت کے مدارج جو اوپر بیان ہوئے۔ اُن مین سے محبت کرنے والا خود کو کس درجہ مین رکھتا ہو۔ مثلاً جب ایک لڑکے کا سبزہ آغاز ہوا تو ان باپ کی نظرون مین اُسکی بھولی بھولی صورت کی جگہ امید دلانے والی جوانی قائم ہو۔ یہ محبت فرزند نئے جذبات کی صورت مین ظاہر ہوئی۔ اور یہی عنفوان شباب اُسکی بی بی کے لیے ایک دوسرے عالم کی خبر دیتا ہو۔ بہرحال معشوق کو مذکر باندھنا مسلمانون کی اعلیٰ تہذیب

اِس دل کے اندر ایک نقطہ ہی جو تمام خواہشون کا مرکز ہی - ان تمام خواہشون مین ایک خواہش سب سے قوی تر اور جذبات سے بھری ہوئی محبت ہے جسے خاص خاص حالتون مین عشق کہتے ہین - دنیا مین عشق سے بڑھ کر کوئی زوردار چیز پیدا نہین ہوئی ہی - عشق کبھی مال و دولت کا ہوتا ہی اور کبھی جاہ و حشم کا ہوتا ہی - بعضون کو زیب و زینت کا بھی عشق ہوتا ہی - اسی طرح بہت سی چیزین ہین - جنکا عشق انسان کو ہی اور دنیا کے تمام کام جو انسان سے سرانجام پاتے ہین وہ سب اسی عشق کے نیتجے ہین - خلاصہ یہ کہ بقاے عالم اسی عشق پر ہی - ان تمام عشقون مین عشق آلہی کے بعد اُس عشق کا درجہ ہونا چاہیے جسمین اشرف المخلوقات یعنی انسان کا انسان کے ساتھ عشق بہترین عشق ہی - اب اسمین مان کی محبت پسر کے ساتھ - بہن کی محبت بھائی کے ساتھ - مرد کی محبت عورت کے ساتھ خاص طور پر قابل ذکر ہوتی ہی -

ایک مرتبہ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ محبت ایک جلوۂ خدا ہی جو سب کے پہلے پستان مادر مین ظاہر ہوتا ہی - پھر کھلونے مین اور اُسکے بعد ہمسن ساتھیون اور کھانے پینے کی چیزون مین ظاہر ہوتا ہی - بعد ازان مردون کے لیے عورتون کی جوانی مین اور عورتون کے لیے مردون کے مائۃ الشباب مین نمایان ہوتا ہے - اسکے بعد وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ مین نے کہا - بس - اسکی رفتار کی گاڑی کا پھینہ نکل پڑا - اب محبت یہان سے آگے نہین جاتی - اگر جاتی ہو تو اُسکی ہوا ہوس جاتی ہی - فارسی اور اُردو شاعری مین زائد تر عورتون اور مردون کے ہی جذبات کی مختلف صورتین دکھائی جاتی ہین - ناظرین خود انصاف کرین کہ ان جذبات کے مقابلہ مین پہاڑ - دریا - جنگل کی صورت کسی طور سے دکھائی جائے - خوش آیند نہین ہوسکتی جتنا فرق اصل چیزون مین ہی اُتنا ہی اُنکے بیان مین بھی ہوگا - جس طرح ایک حسین آدمی کے مقابلے مین حسین سا حسین درخت دل آویزی کا دعوی نہین کر سکتا - اسی طرح اول الذکر کے بیان کے مقابلے مین ثانی الذکر کا بیان سُننے کے قابل نہوگا - یہی قول فیصل ہی اور یہی عین نیچر ہی - یہ کون کہہ سکتا ہی کہ ایشیائی شاعری نیچرل نہین ہوتی - یہ کہیے کہ اسوقت کی

مذاق رکھتا تھا بولا کہ انگریزی پوئٹری شعر نہین ہی۔ بڑہا ہی جو اس ملک کے مویشی چرنیوالے گاتے ہین۔ مسٹر سٹڈن کو جب یہ مثال سمجھائی گئی تو وہ چین بہ جبین ہوئے لیکن جب اپنے بیان کی تائید مین فیضی کے دو شعر

نل گفت کہ اے طبیب نادان رنجم مفزا اے بادادان
آگاہ نئی تپ درون را نشتر چہ زنی رگِ جنون را

پڑھکر اُس طالب العلم نے ایشیائی شاعری کا فوٹو اُتارا اور مفہوم سمجھا کر کہا یہ شاعری کی اصلی دیوی ہی جسکی صورت اور سیرت دونون دلفریب ہین۔ تو مسٹر سٹڈن حیرت مین آ گئے۔ اور بولے کہ فارسی شعرا کی نازش بیجا نہین ہی۔

خلاصہ یہ ہی کہ پہلے عربی اور سنسکرت وغیرہ وہی زبانون کی شاعری مستند تھی۔ لیکن انقلاب زمانہ کی بدولت عربی اور سنسکرت کی شاعری سے کہین بڑھ کر فارسی شاعری نے اپنا جلوہ دکھایا۔ اب تینون زبانون کے میل سے جو زبان اُردوے معلی قائم ہوئی ہی اُسکے شباب کا یہ زمانہ ہی اور نونہالِ چمنستان شاعری اُسی طرح قدیم شاعری پر فوق لیگیا جسطرح باغ کے نئے درخت پُرانے درختون کے مقابلہ مین زائد تر دلکش اور دلفریب نظارہ پیدا کرتے ہین۔

(ایشیائی شاعری کا یورپ کی شاعری سے مقابلہ)

"جذبات کی مصوری" اور "بحر و قوافی کی موزونی" تو عام فہم الفاظ ہین لیکن اشعار اُردو و فارسی کو دلاویز کہنا اور وہ بھی اِس دعوے کے ساتھ کہ یورپ کی شاعری مین یہ دل آویزی نہین ہی محتاج بیان ہی۔

انسان تمام کائناتِ عالم مین اشرف المخلوقات ہی۔ انسان گوشت اور پوست سے انسان نہین ہی بلکہ دل اور دماغ کی وجہ سے انسان ہی۔ کالبدِ انسانی مین دل نام ایک مضغۂ گوشت ہی اور اُسی کی تمام حکومت ہی۔ ع

بدن سا شہر نہین دل سا بادشاہ نہین

میدان جنگ کے رجز خوانون سے کہین بڑھا چڑھا ہوا پاتے ہین - مویشیون کے چرواہے سنسان جنگلون مین معشوق خیالی کو مخاطب کر کے اصلی معنون مین غزل خوانیان کرتے ہین - اور تمام دیوان کی غزلین جنمین دنیا بھر کے حشو و زوائد بھرے ہوتے ہین اُنکے سامنے مصنوعی جواہر کا درجہ رکھتی ہین - شاعری کیا ہے؟ جذبات دل کا مناسب الفاظ اور خوش گوار پیرایہ مین ایک خوش اسلوب سلسلہ سے بیان کرنا شاعری ہے - یورپ کی شاعری تو بالکل یہی ہے عربی اشعار اور سنسکرت کے اشعار یورپ کے اشعار سے بدرجہا اچھے ہین - حتیٰ کہ ہندی بھاشا کی شاعری نے سنسکرت کی شاعری کے تتبع سے ایک خاص درجہ پایا ہے - عوام الناس کے گیتون مین بھی ایک رنگ نرالا ہے - لیکن ایران کی شاعری جسکا چربہ اردو زبان کی شاعری نے اُتارا ہے - اُسمین وزن اور قوافی کے قیود بڑھا کر اور زبان کی شیرینی شامل حال کر کے کچھ اور ہی رنگت پیدا کرتی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایران اور ہندوستان کے ساتھ قسام ازل نے اُسی طرح شاعری کو مختص کیا جس طرح عربون کو بہادری دی اور چینیون کو رنگ آمیزیان سکھائین - مدراس کے رہنے والے جسطرح کشمیر اور گجرات سے حُسن کا دعویٰ نہین کر سکتے - اُسی طرح دنیا کے پردہ کی کوئی مخلوق یہ نہین کہہ سکتی کہ شعر گوئی مین وہ ایران اور ہندوستان پر فوق لے جا سکتی ہے - اور اگر کوئی ایسا کہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ ایشیائی شاعری کے کمال سے واقف نہین ہے - عربی اور سنسکرت زبان کے شعرا بھی ایشیائی شعرا مین شمار کیے جاتے ہین اور دیگر ممالک سے نسبتاً بہت اچھے ہین شاعری کا لفظ خصوصیت کے ساتھ عربی - فارسی - سنسکرت - اور اُردو شاعری پر بولا جاتا ہے - میرے خیال مین شاعری انھین چار زبانون کے لیے مخصوص ہے جسمین اُردو زبان کی شاعری بقیہ تین زبانون کے طفیل مین عجب معجون مرکب ہو گئی ہے - انکے علاوہ شاعری کے خیالات جو دوسری زبانون مین ہین وہ محض دلی جذبات کا اظہار کرتے ہین - اشعار نہین ہین - مین جس زمانہ مین علی گڈھ مین پڑھتا تھا مسٹر سٹن ہیڈ ماسٹر جو وہان تازہ وارد تھے - ایک روز لڑکون کو وہ پوئٹری پڑھاتے تھے - ایک لڑکا مراد آباد کا جو مدارج بے فکری بہت کچھ طے کر کے گھر سے چلا تھا اور شاعرانہ

جانتے ہین تو بیشک مجھ مین اور آپ مین فیصلہ ہونا مشکل ہی۔

اُس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ ایسے غلط خیالات اورون کے دماغ مین بھی ہین۔ جنکے رفع کرنے کی بہترین تدبیر یہی کہ اساتذہ کا منتخب کلام ایک جا کرکے شایع کیا جاے اور وہ میرے دعوے کی پوری دلیل ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ اور اُسی وقت یہبی ارادہ ہوا کہ ایشیائی شاعری پر جو غلط اعتراضات غیر قومون کے ہین وہ دور کیے جائین تو اور بھی اچھا ہی۔ کام تو بڑا مشکل تھا لیکن میرے لیے اِس لیے آسان تھا کہ مین نے بدا شعور سے جتنا کلام دیکھا تھا سب پر میرے نشانات موجود تھے جو میری نگرانی مین باسانی فراہم ہوسکتا تھا ارادہ تو مین نے فوراً قائم کیا اور کام اُسکے بعد ہی شروع ہوگیا۔ کتاب بھی تھوڑے دنون کے بعد زیر طبع مشتہر کردی گئی لیکن نمونہ طبع دو مرتبہ ناپسند آیا اور اِسلیے کام مین تعویق ہوئی۔ با آخر منشی سیتلا بخش شائق لکھنوی میرے مہربان قدیم پھر پھرا کر جب میرے پاس سہ بارہ آئے تو کام مستعدی سے شروع ہوا اور اتمام کو پہونچا

(ایشیائی شاعری)

انسان شاعر پیدا ہوتا ہی۔ اکتساب سے کوئی شاعر نہین ہوتا۔ شاعر کو جب مبداءِ فیاض سے الہام شروع ہوتا ہی تو پھر اُسکی نخوت کی حد نہین رہتی۔ لیکن یہ نخوت ایسی ہوتی ہی کہ کسی کو نقصان نہین پہونچاتی۔ خود شاعر کو نقصان پہونچاتی ہے۔ وہ خود کو سب سے بڑا فرض کرلیتا ہی اور کسی طرح اپنے آپ کو کسی سے چھوٹا نہین سمجھتا۔ شعر گوئی کو وہ ایسا ہی مہتم بالشان جانتا ہی۔ جیسا کہ بادشاہ وقت نفاذ اصول جہانداری کو اپنے بقا کے لیے ضروری تصور کرتا ہی۔ شاعر جب گوشہ تنہائی مین بیٹھکر فانوس خیال کے اندر اپنی شمع تخیلات روشن کرتا ہی تو زبان حال سے وہ کہتا ہی کہ مین وہ کام کر رہا ہون کہ جسکے لیے مین پیدا ہوا ہون۔

عالم و جاہل مین شعر گوئی کا مذاق یکسان ہی۔ شعرا مشاعرے مین جو لطف پاتے ہین اس سے کہین زیادہ مزا مجورن بیچنے والے شارع عام پر یا میلے یا تماشے کے موقع پر اکٹھا ہوکر حاصل کرلیتے ہین۔ آلھا اودن کی لڑائی کی داستان پڑھنے والے چارپائی یا ٹاٹ پر بیٹھے ہوے خود کو

دیباچہ از مولف
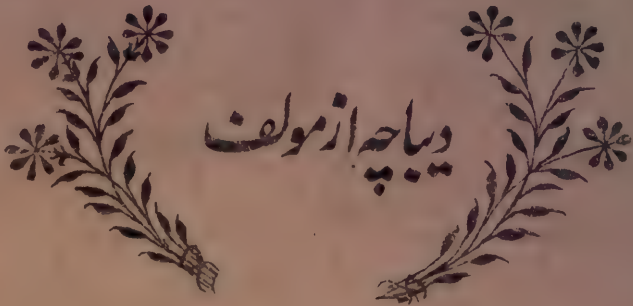
ایکروز ایک بنگالی دوست نے مجھے ایک انگریزی پوئٹری کی کتاب سُنانا چاہی اور
مین مخاطب نہوا میرے مذاق سے وہ واقف تھا متحیر ہوکر بولا-آپ متوجہ نہین ہوتے-مین نے
کہا-جسے ایشیائی شاعری کی چاٹ ہی وہ انگریزی شاعری نہین سُنتا-اُسنے کہا اسکی زبان انگریزی
ہی-لیکن خیالات ایشیائی ہین-ایک بنگالی لیڈی نے شعراے سنسکرت کی نازک خیالیون کو
زبان انگریزی کا پیکر پہناکر تمام انگلستان کو حیرت مین ڈالدیا ہی-مین نے کہا یہ سچ ہی لیکن جسے
شاعری کا مذاق صحیح ہی وہ اسکے سُننے کی خواہش نکرے گا-گفتگو مین طوالت ہوئی تو بالآخر مجھے
یہ کہنا پڑا کہ مبداءِ فیاض نے یہ نعمت صرف فارسی زبان اور اُسکے طفیل مین اُردو زبان کے ساتھ
مخصوص کردی ہی-دوسری زبان کے شعرا شاعر نہین ہین-محض جذبات دل کے مصور ہین-
شاعری کچھ اور ہی چیز ہی جو خصوصیت زبان کے ساتھ فارسی اور اُردو زبان کے شعرا کے حصہ
مین آگئی ہی-جہان علاوہ مصوری جذبات کے موزونی الفاظ نے عجیب کرشمہ دکھایا ہی-فارسی
شاعری کا مذاق صحیح تو ہندوستان مین بہت کم رہ گیا ہی لیکن اُردو شاعری کے قدردان اب بھی
ہین-جنکے سامنے کسی اور زبان کی شاعری کا پیش کرنا ویسا ہی ہی جیسا کہ کہانیون مین کہا جاتا ہی
کہ ایک دہقان کسی بادشاہ کے پاس پیاز کے گٹھے تحفہ لے گیا تھا-ہمارے دوست نے ہنسکر فقرہ
یہ کہا کہ بے سروپا مبالغہ سے بھرے ہوے پراگندہ خیالات کے مجموعے کو آپ کمال شاعری

نمبر شمار	تخلص	پورا نام	سنہ وفات	تعداد شعر	صفحہ کتاب
۱	آتش	حیدر علی	سنہ ۱۲۶۳ھ	۳۹	۱
۲	امیر	امیر احمد	سنہ ۱۳۱۹ھ	۹۳	۲۱
۳	انشا	سید انشاء اللہ خان	سنہ ۱۲۱۳ھ	۱۲	۸۱
۴	انیس	میر ببر علی	سنہ ۱۲۹۲ھ	۱۴۸	۹۳
۵	حافظ	محمد	سنہ ۸۹۲ھ	۴۹	۱۶۵
۶	داغ	نواب مرزا خان	سنہ ۱۳۲۲ھ	۵۸	۱۸۳
۷	دبیر	مرزا سلامت علی	سنہ ۱۲۹۲ھ	۳۸	۱۲۳
۸	ذوق	شیخ ابراہیم	سنہ ۱۲۷۱ھ	۴۵	۲۷۳
۹	سعدی	شیخ مصلح الدین	سنہ ۶۹۱ھ	۹۶	۲۷۳
۱۰	سودا	مرزا رفیع الدین	سنہ ۱۱۹۵ھ	۲۹	۳۰۱
۱۱	صائب	مرزا امجد علی	سنہ ۱۰۸۰ھ	۵۰	۳۱۳
۱۲	ظفر	ابو ظفر محمد بہادر شاہ	سنہ ۱۸۵۷ھ	۱۹	۳۲۵
۱۳	عمر خیام	غیاث الدین ابو الفتح	سنہ ۵۱۷ھ	۲۷	۳۳۵
۱۴	غالب	اسد اللہ خان	سنہ ۱۲۸۵ھ	۱۰۵	۳۴۳
۱۵	غنی	مُلّا محمد طاہر	سنہ ۱۰۷۹ھ	۱۶	۳۹۳
۱۶	منیر	سیّد محمد اسمعیل		۷	۴۰۳
۱۷	مومن	مومن خان	سنہ ۱۲۶۸ھ	۹	۴۱۵
۱۸	میر	میر تقی	سنہ ۱۲۲۵ھ	۴۱	۴۲۹
۱۹	ناسخ	امام بخش	سنہ ۱۲۵۴ھ	۱۷	۴۴۹

سید لال بخش شائق لکھنوی

دیباچہ از شایع کنندہ

اصل مقصد اس کتاب مین نشترون کا جمع کرنا تھا لیکن جو کتاب اس طرح مرتب ہوتی وہ مقبول نہوتی۔ اس لیے ابیات غزل بھی اُسکے ساتھ شامل کیے گئے اور حتی الوسع کوشش کی گئی کہ غزلیات۔ قصائد۔ قطعات۔ رباعیات۔ مثنویات۔ مرثیے وغیرہ اس طرح مختصر اور منتخب کر کے درج کیے جائین کہ صرف چوٹی کے اشعار ُانمین رہین۔ اساتذہ کا کلام جدا جدا بہ ترتیب حروف تہجی اس طرح درج کیا گیا۔ کہ ۱۹ کلیات کے انتخاب الگ الگ نظر آتے ہین ہر اُستاد کے کلام کے ساتھ کچھ مختصر حالات لکھدیے گئے ہین۔ یہ کتاب اپنی نوعیت مین خاص قسم کی ہی اور مولف کی سی سالہ محنت کا نتیجہ ہی۔ زائد تر اسمین اُردو کلام کا انتخاب ہی مولف نے فارسی شعرا کا کلام بھی منتخب کیا گیا تھا اور اُسکی اشاعت بھی مقصود تھی۔ لیکن اس خیال سے کہ فارسی جاننے والے ہندوستان مین کم ہوتے جاتے ہین۔ سردست اُسکی اشاعت کا خیال بدل گیا۔ اگر موقع ہوا تو اہل ایران کے سامنے یہ تحفہ پھر کبھی پیش کیا جائیگا۔ پھر بھی چند شعرائے فارسی کا کلام اس خیال سے کہ اُردو شاعری کا وہی ماخذ ہے۔ تبرکاً اس کتاب مین بھی جگہ پاتا ہی۔ دل نے یہ قبول نہ کیا کہ جس شاعری کی خوشہ چینی ہندوستان کی شاعری کے لیے مایۂ ناز ہی وہ بالکل نظرانداز کر دی جائے۔

یہ کتاب اپنے رنگ مین نرالی ہی۔ غزلین صرف ابیات غزل سے پوری کی گئی ہین۔ اگر ایک ہی طرح مین کئی غزلین مختلف مقامات پر تھین تو وہ سب یکجا کر دی گئی ہین۔ قصائد اور مثنویات سے اسطرح اشعار لیے گئے ہین کہ سلسلہ قائم رہے۔ مرثیون کے انتخاب مین تو کمال ہی کیا گیا ہی۔ نشترون کے چننے مین مولف نے ذرا سختی کی ہی مثلاً میر کے ۷۲ نشتر مشہور ہین مولف نے اُنھی لیے ہین لیکن وہ مواد جمع کر دیا ہی کہ جس سے ۷۲ نشتر پورے کر دیے جائین۔ مفصلہ ذیل شعرا کا کلام اس کتاب مین ہے۔

۷۸۶

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

اِس کتاب مین

ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کر کے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر

علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

مولف و مصنف

ترجمۂ قرآن مجید - پارہ عم - تاریخ الاسلام - الاسلام - زاہدہ - المجاہد - محسنہ - فسانہ دلپذیر
نشتر سخن - فکر دنیا - حکمائے یونان - زبان اُردو - و دیگر کتب قانونی و مُلکی زبان انگریزی -

نے

یہ دکھایا ہے کہ

ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہی اور اسکی خوشہ چینی نے اُردو شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی اور اِس اعتبار سے کہ اسمین چیدہ کلام جو اصطلاح شاعری مین نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اِس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیرآبادی ثم گورکھپوری مصنف دفتر حکمت (زیر ترتیب) نے

سنہ ۱۹۱۱ع

مین

تھیوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپوا کر
گورکھپور سے شایع کیا

قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ)
طبع اوّل (۱۲۵۰) جلد

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَّاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

اِس کتاب مین

ایشیا کے نامی شعرا کا کلام منتخب کرکے اور اُنکے کچھ مختصر حالات لکھکر

علامۂ ابو الفضل محمد احسان اللہ عباسی

مولف و مصنف

۱ ترجمۂ قرآن مجید - ۲ پارہ عم - ۳ تاریخ الاسلام - ۴ الاسلام - ۵ زاہدہ - ۶ المجاہد - ۷ محسنہ - ۸ فسانۂ دلپذیر
۹ نشتر سخن - ۱۰ فکر دنیا - ۱۱ حکماے یونان - ۱۲ زبان اُردو - و دیگر کتب قانونی و مُلکی زبان انگریزی -

نے

یہ دکھایا ہے کہ

ایشیائی شاعری یعنی عربی اور سنسکرت کی شاعری بہترین شاعری ہی اور اسکی خوشہ چینی نے اُردو شاعری کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی اور اِس اعتبار سے کہ اسمین چیدہ کلام جو اصطلاح شاعری مین نشتر کہے جاتے ہین مسلسل شمار کیے گئے ہین

نشتر سخن

اِس کا نام رکھا ہے

منشی سیتلا بخش شایق لکھنوی ثم خیر آبادی ثم گورکھپوری مصنف "دفتر حکمت" (زیر ترتیب) نے

سنہ ۱۹۱۱ع

مین

تھیوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنؤ اول و آخر مطبع حکیم برہم گورکھپور مین چھپوا کر

گورکھپور سے شایع کیا

قیمت فی جلد دو روپیہ (عکا) طبع اوّل (۱۲۵۰) جلد